THE BOOK WAS DRENCHED

188457

۱۴۴۳۲ 16632 ۹۵۴۵.۲۲۶۱
نجیب اشرف ندوی، سید
مقدمہ وقعات عالمگیر سید
16632

Docked 1978
OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY
Call No. م - ن / ٩٥٤٥٠٢٢٦١ Accession No. ١٦٦٣٢
Author نجيب اشرف ندوى، سيد 16632
Title نقدهم وقفات عاطفية سيد
This book should be returned on or before the date last marked below.
17.3.65
22 NOV 1965
- 1 JAN 1966
19 APR 1984

Checked 19

إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ

سلسلۂ دار المصنفین (۳۵)

مقدمۂ رقعاتِ عالمگیر

یعنی

اعلیٰ حضرت سلطان الہند محمد اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ رقعات وخطوط ومراسلات پر مقدمہ اور تفصیلی تبصرہ،

جسمین

اسلام مین فنِ انشا اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے صیغۂ انشا کا حال، اور انشائے اصول، اور خاص عالمگیر کی انشا پر بحث، اوسکی تاریخ کے ماخذ، اور عالمگیر کی پیدائش سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات وسوانح پر خود اس کے خطوط ورقعات کی روشنی مین تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے،

نوشتۂ

سید نجیب اشرف ندوی، ایم اے، رفیق دار المصنفین،

مولوی مسعود علی صاحب ندوی کے اہتمام سے

دار المصنفین کے مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپی

Checked 1968

۱۹۹۴۲

۹۵۷۵۰۲۷۹۱

۴

Checked 1968

فہرست مقدمہ رقعات عالمگیر

شمار	مضمون	صفحہ
	مقدمہ	
(۱)	**فنِ انشا کی اجمالی تاریخ**	۱-۲۸
۱	دیوانون کی تقسیم	۶
۲	کاتب کے اوصاف	۷
۳	کاتب کے فرائض	۹
۴	کاتب کے اقسام	۱۰
۵	زبان کی تبدیلی	۱۲
۶	ہندوستان مین فنِ انشا	۱۳
۷	خطوط و مراسلات کے اقسام	۱۵
۸	فرمان یا منشور	۱۶
۹	مثال	۱۷
۱۰	مکتوب	〃
۱۱	عریضہ	〃
۱۲	رقعہ	〃
۱۳	فن انشا عہد مغلیہ مین	〃
۱۴	طرزِ انشا	۱۹
۱۵	طریقۂ تحریر اور مہر وغیرہ	۲۰
۱۶	خطوط کے اقسام	۲۱
۱۷	اوقاتِ فرمان نویسی	۲۲
۱۸	شاہی مہرین	۲۴
۱۹	فنِ انشا	〃
۲۰	ہندو اور فنِ انشا	۲۵
۲۱	فن انشا کی فارسی کتابین	〃
(۲)	**مکاتیبِ اورنگزیب**	۲۹-۹۱
۱	اورنگ زیب کے خطوط	۳۲
۲	آداب عالمگیری	۳۴
۳	ایک نیا نسخہ	۳۸
۴	ایک اہم سوال	۴۱
۵	خطوط کا حقیقی مصنف	۴۲
۶	اورنگزیب اور فن انشا	۵۳
۷	خطوط کی ہمہ گیری	۵۵
۸	فرقِ مراتب	۵۶
۹	شکریہ	۶۴
أ	تہنیت و تعزیت	۶۸
۱۱	اظہارِ جذبات	۷۳
۱۲	مقامات	۷۸

شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	موسم	۸۱
۱۴	باغ	۸۲
۱۵	عمارت	۸۳
۱۶	حالاتِ جنگ	۸۶
(۳)	**سیرت اورنگزیب کے مآخذ**	۹۲-۱۱۷
۱	عہدِ جہانگیر	۹۲
۲	عہدِ شاہجہان	۹۴
۳	عہدِ عالمگیر	۹۸
۴	تذکرے	۱۰۲
۵	خطوط	۱۰۴
۶	تاریخی خطوط کے مجموعے	۱۰۹
۷	دکن کی تاریخیں	۱۱۱
۸	ایران کی تاریخ	۱۱۲
۹	اخباراتِ دربار	″
۱۰	تاریخی جغرافیے وغیرہ	۱۱۳
۱۱	مذہبی کتابیں	۱۱۵
۱۲	انگریزی تاریخ وغیرہ	″
۱۳	اردو تاریخ وغیرہ	۱۱۷
(۴)	**شہزادہ اورنگزیب**	۱۱۸-۱۴۸
	باب-۱	
	ولادت، تعلیم، تربیت	۱۱۸ ۱۲۶

شمار	مضمون	صفحہ
۱	ولادت	۱۲۰
۲	اورنگزیب کی تعلیم	۱۲۵
۳	ہاتھی سے لڑائی	۱۳۳
	باب-۲	
	ابتدائی لڑائیاں اور دکن کی نظامت	۱۳۷-۱۵۲
۱	بندیل کھنڈ کی جنگ	۱۳۷
۲	دکن	۱۴۱
۳	اورنگزیب کی نظامتِ دکن	۱۴۸
	باب-۳	
	اورنگزیب کی متاہل زندگی، اعتراض اور گجرات کی صوبہ داری	۱۵۳-۱۶۳
۱	اورنگزیب کی معزولی	۱۵۶
۲	گجرات کی نظامت	۱۶۲
	باب-۴	
	بلخ و بدخشان کی جنگ	۱۶۴-۱۹۹
	باب-۵	
	نظامتِ ملتان اور قندہار کے محاصرے	۱۷۰-۱۹۴
۱	ملتان کی صوبہ داری	۱۷۰
۲	مہم قندہار	۱۷۵

شمار	مضمون	صفحہ
۳	قندھار کی پہلی مہم	۱۷۶
۴	دوسرا محاصرہ	۱۷۹
	باب ۶،	
	نظامت دکن نوبت دوم	۱۹۵-۲۶۲
۱	اختلافات کے اسباب	۲۰۳
۲	سفارشوں کی نامنظوری	۲۱۴
۳	ملازمین اورنگزیب شاہی ملازمت میں	۲۱۶
۴	شاہزادہ محمد سلطان کی نسبت	۲۱۸
۵	خط وکتابت	۲۲۲
۶	آمون کا جھگڑا	″
۷	جہاز کی مرمت	۲۲۵
۸	مذہبیت کا استہزا	۲۲۶
۹	برہانپور کا کارخانہ	۲۲۷
۱۰	اورنگزیب کی شکایت	۲۳۰
۱۱	سرکاری ملازمین کی سفارش	۲۳۱
۱۲	ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ	۲۴۰
۱۳	اشاعت اسلام	۲۴۶
۱۴	ماتحت وسرحدی ریاستوں سے جنگ	۲۵۲
۱۵	دیوگڈھ	۲۵۳
۱۶	ریاست جوار کا الحاق	۲۶۱
	باب ۷،	
	گولکنڈہ اور بیجاپور کی جنگ	۲۶۳-۳۴۲
۱	گولکنڈہ	۲۶۵

شمار	مضمون	صفحہ
۲	خراج کی عدم ادائگی	۲۶۵
۳	کرناٹک پر قبضہ	۲۶۷
۴	قطب الملک کی عہد شکنی	۲۷۴
۵	ایران کی سازش	۲۷۵
۶	میر جملہ	۲۷۸
۷	میر جملہ کا نفاق	۲۸۳
۸	میر جملہ خطرہ میں	۲۸۴
۹	محمد امین کی گرفتاری	۲۸۶
۱۰	آغاز جنگ	۲۹۰
۱۱	قطب الملک کا عجیب رویہ	۲۹۳
۱۲	گولکنڈہ کا محاصرہ	۲۹۶
۱۳	صلح کی گفتگو	۲۹۷
۱۴	شاہجہان کا حکم	۲۹۹
۱۵	باپ بیٹے کا اختلاف	۳۰۰
۱۶	جنگ بیجاپور	۳۰۷
۱۷	قطب الملک سے سازش	۳۱۱
۱۸	مغل کرناٹک پر حملہ	۳۱۴
۱۹	نئے قلعہ کی تعمیر	″
۲۰	عادل شاہ کی وفات	۳۱۵
۲۱	اس کا جانشین	۳۱۶
۲۲	بیدر اور کلیانی کی فتح	۳۲۴
۲۳	شیواجی کے حملے	۳۳۱
	باب ۸،	
	برادرانہ جنگ اور تخت نشینی	۳۴۳-۴۸۷
۱	ہندوؤں کی معاندانہ روش	۳۴۳

شمار	مضمون	صفحہ
۲	خاندانی تعلقات	۳۴۸
۳	شاہجہان	۳۴۹
۴	داراشکوہ	۳۵۱
۵	دارا کی افتادِ طبیعت	″
۶	داراشکوہ کا علمی درجہ	۳۵۵
۷	دارا کے مذہبی عقائد	۳۶۱
۸	بھائیون سے تعلقات	۳۶۷
۹	اورنگزیب سے عداوت	۳۷۱
۱۰	اورنگزیب، شجاع اور مراد کا معاہدہ	۳۷۸
۱۱	جہان آرا بیگم	۳۸۴
۱۲	روشن آرا بیگم	۳۸۷
۱۳	شہزادہ محمد شجاع بہادر	″
۱۴	شہزادہ مراد بخش	۳۸۸
۱۵	شہزادہ اورنگزیب	۳۸۹
۱۶	جہان آرا و روشن آرا	۳۹۲
۱۷	شاہ شجاع و شہزادہ مراد	۳۹۴
۱۸	شہزادہ داراشکوہ	۳۹۵
۱۹	شہزادہ شجاع	۴۰۱
۲۰	اورنگزیب کا عمل	۴۰۳
۲۱	شجاع کا فرار	″
۲۲	دارا کا خط سلیمان شکوہ کے نام	۴۰۵
۲۳	اورنگزیب کی امداد	″
۲۴	شہزادہ مراد بخش	۴۰۶
۲۵	مراد اور درباری امرا	۴۱۱
۲۶	اورنگزیب کی حالت	۴۱۲
۲۷	بیجاپور سے صلح	۴۱۸
۲۸	گولکنڈہ وغیرہ	۴۲۱
۲۹	اورنگزیب کی تیاری	۴۲۲
۳۰	اورنگزیب کی واپسی	۴۲۳
۳۱	میر جملہ کی نظربندی	۴۲۶
۳۲	بھائیون سے خط و کتابت	۴۲۹
۳۳	اورنگزیب کی روانگی	۴۳۰
۳۴	دھرمات پور کی لڑائی	۴۳۳
۳۵	دارا کی تیاری	۴۳۹
۳۶	سموگڈہ کی لڑائی	۴۴۲
۳۷	ہندوستان کا واٹرلو	″
۳۸	سفر آگرہ	۴۴۵
۳۹	آگرہ کی فتح	″
۴۰	شاہجہان کی نظربندی	۴۴۹
۴۱	شاہجہان کی عداوت	۴۵۳
۴۲	مراد کی گرفتاری	۴۶۴
۴۳	دارا کا وقتی تعاقب	۴۶۹
۴۴	اورنگزیب کی صاف دلی	۴۷۲
۴۵	شجاع کی بدعہدی	۴۷۳
۴۶	کھجوا کی جنگ	۴۷۵
۴۷	اجمیر کی لڑائی	۴۸۰
۴۸	دارا کی گرفتاری و قتل	۴۸۱
۴۹	سلیمان شکوہ	۴۸۶
۵۰	اورنگزیب کی تخت نشینی	″

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

(۱)

فنِ انشا کی اجمالی تاریخ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریمؐ

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا، کہ حروف و خطوط کی ایجاد کا مقصدِ اوّلین ایک انسان کے خیالات کا دوسرے انسان تک پہنچانا تھا، اور مختلف ممالک کے حروفِ تہجی کی تاریخ اس حیثیت سے کہ اُنھون نے تصاویر، خطوط، اور دوائر و نقاط سے موجودہ صورت تک کس طرح ارتقائی مدارج طے کئے ہین، ایک مستقل، وسیع اور دلچسپ موضوع ہے، جس کے مطالعہ مین ایک طالب علم کی پوری زندگی صرف ہوسکتی ہے،

ایشیا کی متمدن قوموں کو ایک فخر یہ بھی حاصل ہے، کہ دوسری چیزون کی ایجاد کی طرح حروف و خطوط کی ایجاد کا سہرا بھی انھی کے سر ہے، اور یہین کے تاجرون، فاتحون اور حوصلہ مندون کی بدولت، دنیا کی یہ سب سے مفید اور عجیب و غریب ایجاد، افریقہ اور یورپ کے ظلمتکدون تک پہنچی، اور پھر مختلف ممالک نے اپنے مفاد و حالات کے مطابق اس کو اپنا بنالیا، اس موقع پر ہم اس عنوان پر کچھ لکھنا نہین چاہتے، کیونکہ یہ خارج از بحث ہے، البتہ اتنا ضرور بتلا دینا چاہتے ہین کہ

ہمارے ملک مین آج سے نہین بلکہ حضرت مسیحؑ سے ہزارون برس پیشتر فن کتابت کا رواج ہو چکا تھا جس کے ثبوت مین آج پرانے کتبات موجود ہین، سندھ کے موجودہ اکتشافات نے اس زمانۂ قدامت کو ہزارون سال اور بھی پیچھے ہٹا دیا ہے، جس سے چین، ایران، اور عربستان تمام ایشیائی ممالک مین اس حیثیت سے بہت ممتاز ہو گئے ہین، اور اب اور (۹۹) مین جو اثری خزائن نکل رہے ہین، انھون نے عرب کے متعلق اس موضوع کو خاص طور پر بہت زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے،

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا، کہ جس طرح عرب قبل الاسلام کا آخری دور تمام حیثیتون سے ابتر حالت مین تھا، اسی طرح کتابت و انشا کے لحاظ سے بھی، تمام دوسرے ممالک سے بہ مدارج پست تھا[1]

عرب قبل الاسلام کے متعلق ہم کو قدیم شعرا کی وساطت سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے، کہ وہان حمیری زبان کے کاتب ہوتے تھے، اور ایسے لوگ بھی تھے، جو حلف و نقائض لکھتے تھے، اس کے علاوہ چونکہ عربون کے دوسرے قبائل اور دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات تھے اس لیے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو تجارتی خطوط اور حساب کی ماہر تھی، گو اسکی تعداد بہت کم تھی اس زمانہ مین لکھنا جاننا نہایت اہم کام سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ابن سعد نے طبقات مین جہان ایسے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، وہان اس بات کو خاص طور پر نمایان کیا ہے، کہ "وہ لکھنا بھی جانتے تھے"

عہد اسلام مین کاتب کی سب سے پہلے اس وقت ضرورت محسوس ہوئی، جب آنحضرت صلعم کو قرآن پاک کی کتابت اور دوسرے ملکون مین اسلام کی تحریری تبلیغ کی ضرورت ہوئی، آپ نے

---

[1] حروف تہجی کی ایجاد و ارتقا کے اجمالی معلومات کے لیے دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" دائرۃ المعارف برطانیہ" جلد ۱ صفحہ ۲۲-۲۳ و جلد ۲۴ صفحہ ۱۵، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱ صفحہ ۶۸-۶۹، تاریخ خوشنویسان، ینیا نک سوسائٹی بنگال ص ۱-۹، تاج العروس الفہرست اور فتوح البلدان بلاذری ص ۱ وغیرہ،

آیاتِ قرآنی اور دعوتی خطوط لکھنے کی خدمت چند صحابہؓ کے سپرد فرمائی، ان مین جو بزرگ کتابتِ قرآن کی خدمت پر مامور تھے "کاتبِ الوحی" کہلاتے تھے، اور اُن کا خاص درجہ تھا، صبح الاعشی کے مصنف نے اور علامہ زرقانی نے مواہبِ لدنیہ کی شرح مین ایک طویل فہرست ان لوگون کی نقل کی ہے، جو عہدِ رسالت یا خلافت راشدہ مین کتابت کے عہدہ پر مامور تھے[1]

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین کتابت کے فرائض حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہما) انجام دیتے تھے **حضرت عمرؓ** کے کاتب، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت عبداللہ بن خلف (رضی اللہ عنہما) تھے **حضرت عثمانؓ** کی بارگاہ مین مروان بن حکم یہ خدمت انجام دیتا تھا **حضرت علیؓ** کے عہد مین حضرت عبد بن ابی رافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلعم اور حضرت سعید بن نجران الہمدانیؓ اس منصب پر ممتاز تھے، اور حضرت حسن بن علیؓ کے کاتبون مین حضرت عبداللہ بن ابی رافعؓ کا شمار تھا، لیکن اس محکمۂ مراسلت و مکاتبت کو باضابطہ ترتیب دینے اور مستقل محکمہ بنانے کا کام حضرت عمرؓ کے مبارک ہاتھون سے عالمِ وجود مین آیا، چنانچہ صاحب صبح الاعشی کا بیان ہے،

وھذہ المکتوبات کلھا متعلقھا دیوان الانشاء بخلاف دیوان الجیش، فان اوّل من وضعہ، ورتبہ، امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی خلافتہ[2]	ان تمام مراسلات کا تعلق محکمۂ انشا سے ہے، برخلاف محکمۂ فوج کے کہ اس کو سب سے پہلے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین ایجاد اور مرتب کیا،

یہ صورتِ حال صرف مرکزی حکومت تک محدود نہ تھی، بلکہ صوبون کی حکومتون کے لیے بھی

[1] صبح الاعشی جلد اوّل ص ۹۱-۳ و زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۱۳-۲۰۲ [2] " جلد ۱ ص ۹۱،

اس قسم کے کاتب متعین تھے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی الفاروق مین تحریر فرماتے ہین،

"صوبون مین بڑے بڑے عہدہ دار ہوتے تھے، یعنی حاکم صوبہ، کاتب یعنی میر منشی، کاتب دیوان یعنی دفتر فوج کا میر منشی، صاحب الخراج یعنی کلکٹر، صاحب احداث یعنی افسر پولیس صاحب بیت المال یعنی افسر خزانہ، قاضی یعنی صدر الصدور"[1]

اسلامی حکومتون مین سے بنو امیہ اور بنی عباس کے عہد مین یہ محکمہ دیوان الانشاء کے نام سے موسوم تھا، دیوان کے لفظ پر اکثر یہ بحث رہی ہے کہ آیا یہ فارسی ہے، یا عربی، ایک جماعت کا خیال ہے، کہ یہ عربی الاصل ہے، اصل مین دوّان تھا، ایک واو حرف علت کے پہلے کسرہ ہونے کے سبب "ی" سے تبدیل ہو گیا ہے، صناعۃ الکتاب کے مصنف نحاس اور سیبویہ، وغیرہ کا یہی خیال ہے، حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول مشہور ہے،

"فان الشعر دیوان العرب"

لیکن اصمعی، جوہری، صاحب صحاح، اور الماوردی کا خیال ہے، کہ وہ فارسی سے معرب کیا گیا ہے، چنانچہ مؤخر الذکر نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ مین اسکی دو وجہ تسمیہ لکھی ہے،

(۱) ایک دن کسریٰ اپنے محاسبین کے پاس آیا وہ باہم حساب کرنے مین مشغول تھے، اور اپنی اصطلاحات کے الفاظ جو عام فہم نہ تھے، بول رہے تھے، ان کو سنکر کسریٰ نے کہا "دیوانہ" (یعنی یہ پاگل ہو گئے ہین) اسی دیوانہ کی "ہ" کثرت استعمال سے گر گئی تو دیوان ہو گیا،

(۲) دیوان، دیو کی جمع ہے، چونکہ منشی دیوؤن کی طرح ہر خفی وجلی بات سے واقفیت رکھتے ہین، اسی لیے ان کو دیوان کہا گیا،

ہندوستان مین یہ لفظ دفتر کے بجاے صاحب دفتر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ جو

---

[1] الفاروق

شخص محکمۂ مال اور بعض اوقات دارالانشا کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے، دیوان کہلاتا ہے، اور اس کے دفتر کو دیوان خانہ کہتے ہین، یہ دیوان چونکہ اپنے اختیارات کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتے تھے، اور ان کی ایک جنبش قلم لوگون کے لیے راحت یا کلفت کا سامان مہیا کرسکتی تھی، اس لیے ایک شخص نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک "دیو" ہے جس کے سامنے قلم (الف) اور دوات (ن) رکھی ہوئی ہے[1]،

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا، بنی امیہ کے زمانہ مین سب سے مشہور کاتب عبدالحمید بن یحییٰ گذرا ہے، جو آخری اموی بادشاہ مروان بن محمد کا کاتب تھا،

اس وقت تک اگرچہ نظام حکومت بڑی حد تک مکمل ہوچکا تھا، تاہم وزارت کا عہدہ قائم نہین کیا گیا تھا، یہ شرف بنوعباس کے لیے محفوظ تھا، چنانچہ استحکام خلافت کے بعد انھون نے جو پہلا کام کیا وہ منصب وزارت کا قیام تھا، اور یہ ان کی بدقسمتی کہو یا خوش قسمتی کہ ان کو خاندان برامکہ کے مدبر ارکان اس عہدہ کے لیے دستیاب ہوگئے، اب دارالانشا کا محکمہ بھی اسی خاندان کے ماتحت تھا، چنانچہ کبھی وزیر خود خطوط لکھتا، اور کبھی اس کے منشی (کاتب) یہ خدمت انجام دیتے، اس عہد کے وزراء مین اس حیثیت سے جو لوگ مشہور ہوئے ہین ان کے یہ نام ہین، یحییٰ بن خالد برمکی، الحسن بن سہل، عمرو بن مسعدہ، (کاتب المامون) ابن المقفع (مترجم کلیلہ و دمنہ) سہل بن ہارون، ابوالفضل بن العمید، اسمٰعیل بن عباد اور ابو اسحاق الصابی،

دولت عباسیہ ایک عربی حکومت تھی، اس لیے اس کی سرکاری زبان بھی عربی تھی، لیکن جب ۶۵۶ھ مین ہلاکو نے اس کا خاتمہ کردیا، اور تمام اسلامی ایشیا مین تقریباً مغلون کی حکومت ہوگئی، تو دفتری زبان بھی بدل گئی، اور اب مغلی (منگولی) اور فارسی زبان نے دفتر پر قبضہ کیا،

[1] صبح الاعشی۔ سرکار مغلون کا نظام حکومت، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱ ص ۹۷۹،

پھر فارسی نے دوسری حکومت کی طرح دوسری زبان کو بھی نکالکر کامل تسلط حاصل کر لیا، اور ایک بڑی اسلامی آبادی کے لیے ذریعۂ تخاطب بنگئی،

سلطنت عباسیہ کے ساتھ ہم کو مغربی افریقہ اور اسپین کی اسلامی سلطنتوں کو فراموش نہ کرنا چاہیے، انھوں نے اسلامی علوم و فنون، صنعت و حرفت، تمدن و معاشرت، ایجاد و اختراع پر ایک غیر فانی اثر ڈالا ہے، اور دوسری نے پہلی سے سبقت لیجانے کی کوشش کی ہے، ابتداءً چونکہ یہ علاقے مرکزی حکومت کے ماتحت تھے، اسلئے دور اموی تک وہان کوئی دارالانشا، قائم نہ تھا، لیکن جب حکومت عباسیہ کا آغاز ہوا، اور یہ ممالک خود سر ہوگئے، تو وہان بھی اسکا مستقل محکمہ قائم ہوگیا، وہان کے مشہور کاتبوں مین سے مندرجہ ذیل نام صاحب صبح الاعشی نے درج کیے ہین[1]

ابو الولید بن زیدون، الوزیر ابو حفص بن برد الاصغر الاندلسی، ذو الوزارتین ابو المغیرہ بن حزم، الوزیر ابو القاسم محمد بن الحد، عبد المہیمن (کاتب سلطان ابو الحسن المرینی) ابن الخطیب (وزیر ابن الاحمر والی غرناطہ)

مصر مین مختلف حکومتون کے مختلف دور رہے ہین، اور ان مین متعدد کاتبون نے شہرت حاصل کی ہے[2]،

دیوانون کی تقسیم انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا بیان ہے کہ ابتداءً دیوان اس دفتر کو کہتے تھے، جو "دبیر" سے متعلق ہوتا تھا جس مین حکومت کے آمد و خرچ کا حساب رکھا جاتا تھا، پہلے شام و مصر مین یہ حساب یونانی، اور ایران مین پہلوی زبان مین تھا، اس کے بعد عربی مین ہوگیا، اور ۸۱ھ سے عربی ہی مین رہا (البلاذری ص ۱۹۳ و ۳۰۰، الماوردی ص ۲۷۹،) اس کے بعد خزانہ سے متعلق دفترون کا نام دیوان رکھا گیا، خلافت عباسیہ کے زمانہ مین تمام دفترون کو اسی نام سے

[1] صبح الاعشی جلد ۱ صفحہ ۹۵ [2] ،، صفحہ ۱۰۵ ۹۰

موسوم کیا گیا، بلکہ بعض اوقات خود خلیفہ کو بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا، (ترجمہ ابن خلدون از ڈی سلین دیباچہ صہ ۳)

دیوانوں کی تقسیم حسب ذیل تھی:-

(الف) دیوان الذمام:- یہاں آمد و خرچ کے حسابات رکھے جاتے تھے،

(ب) دیوان التوقیع:- حکومت کے محاسب اعلیٰ اور خازن (خزانچی) اول کا دفتر یہی افسر سرکاری حسابوں کی جانچ بھی کرتا تھا،

(ج) دیوان البر:- یہ دیوان خلیفہ المقتدر کے مشہور وزیر علی بن عیسیٰ نے قائم کیا تھا، اور اس کے ذمہ اوقاف کا انتظام تھا،

(د) دیوان الخاتم:- یہ وہ دفتر تھا، جہاں سرکاری خطوط پر خلیفہ کی مہر لگائی جاتی، خطوط کی نقلیں رکھی جاتیں اور ان کے روانہ کرنے کا انتظام ہوتا، حضرت معاویہؓ نے اس کی بنیاد ڈالی اور حکومت عباسیہ کے وسط عہد تک یہ دفتر قائم رہا[1]،

کاتب کے اوصاف یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جو شخص اسقدر اہم منصب پر مامور ہو، جو بادشاہ کے تمام رازوں سے واقف ہو، جس کو حکومت کے داخلی و خارجی حالات کا اسقدر مفصل اور اصلی علم حاصل ہو، جسکی ایک معمولی غیر محتاط حرکت ایوان حکومت میں ہلچل پیدا کر سکتی ہو جسکی ایک جنبش قلم تمام ملک پر مصیبت لا سکتی ہو، اس کے لیے اوصاف کی ہمہ گیری، اخلاق کی مضبوطی طبیعت کی عمدگی، اور علم کی وسعت، لازمی اوصاف ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مصنفین جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، مفصل طور سے کاتب کے مرتبہ، اس کے علم و فضل، اور اس کے دوسرے ضروری اوصاف پر اظہار خیال کرتے ہیں،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱، صہ ۹۷۴،

سب سے پہلی چیز ایک کاتب کے لیے یہ ضروری قرار دیگئی ہے، کہ وہ آزاد ہو، یعنی کسی کا غلام نہ ہو، کیونکہ غلام کی مرضی اپنی مرضی نہین ہوتی، وہ اپنے مالک کے ہاتھ کا کھلونا ہوتا ہے، اور اس لیے، قابلِ اعتبار و اعتماد نہین ہو سکتا،

دوسری صفت یہ ہے کہ بادشاہ کا ہم قوم ہو، کیونکہ دوسری قوم کا آدمی کبھی بادشاہ کے فوائد کو اس روشنی مین نہین دیکھ سکتا، جسمین اسکا ہم قوم دیکھے گا، بہت ممکن ہے کہ بادشاہ اس قوم کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہو، جسکا کاتب کن ہے، اور وہ قومی جوش مین آکر بادشاہ کے تمام راز ظاہر کر دے، ابتدائے عہدِ اسلام مین اس اصول پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا، لیکن جسقدر خطرہ کم ہوتا گیا بندشین بھی ڈھیلی ہوتی گئین، حتی کہ عہدِ عباسیہ مین ہم کو متعدد عیسائی اور یہودی کاتب اپنے اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہین، ہندوستان کا بھی یہی حال ہے، جس کو ہم آگے چلکر لکھین گے،

تیسرا وصف یہ ہے کہ تمام علوم کا ماہر ہو، یعنی اس کو صرف و نحو، معانی و بیان، ادب و انشا، تاریخ و جغرافیہ، ریاضی و ہیئات، فقہ و حدیث، معدنیات و ارضیات کی مکمل واقفیت ہو، کیونکہ وہ بادشاہ کا مشیرِ خاص اور عقلِ کل ہوتا ہے، اگر وہ کم علم ہو تو صحیح رائے نہ دے سکے گا، اور نہ سلطنت کے ہمہ گیر معاملات کے تمام گوشون پر نظر رکھ سکے گا،

چوتھا وصف یہ ہے کہ اس کو قرآن کی آیات، احادیث کی عبارتین، مشاہیر کے اقوال اور شعراء کے اشعار بکثرت یاد ہون، کہ ان کے بغیر وہ اپنی عبارت مین فصاحت و بلاغت، اور زور و جوش پیدا نہین کر سکتا،

پانچوان وصف اس کی انتظامی صلاحیت ہے، اس کو نہ صرف اپنے مختلف دفاتر کا انتظام کرنا پڑتا ہے، بلکہ مراسلات کی روانگی کے متعلق ڈاک اور چوکی کا انتظام بھی اسی کے فرائض مین داخل ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ممالک کے راستون، منزلون، اور شہرون کا علم بھی اس کے لیے

ضروری ہے، چنانچہ متعدد اشخاص نے صرف منازل و مراصد پر اسی مقصد کے لیے ضخیم کتابین لکھی ہین،

کاتب کے فرائض صاحب صبح الاعشی نے نہایت تفصیل سے کاتب کے فرائض گنائے ہین، اور ہمارے سامنے اس سے کوئی بہتر صورت نہین، کہ ہم اسی کی تلخیص پیش کر دین،

پہلا فرض، عزل و نصب، فصلِ مقدمات اور دوسرے امورِ سلطنت کے متعلق احکام لکھنا،

دوسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، ان کو پڑھنا،

تیسرا فرض، سلاطین کے پاس جو خطوط آئین، اُن کا فوراً جواب دینا، اور ان پر تاریخ لکھنا، اور جو لوگ خطوط بھیجین اگر انھون نے اُسپر تاریخ نہین لکھی ہو، یا جس تاریخ کو وہ خط بھیجا گیا ہو اس کے لحاظ سے خط کے پہنچنے مین (راستے مین) زیادہ دیر لگی ہے، تو مراسلہ نگار یا ڈاکئے سے اُسپر مواخذہ کرنا،

چوتھا فرض، خطوط مین القاب و آداب اور حفظِ مراتب کا خصوصیت کیساتھ لحاظ رکھنا یعنی ان مین اعتدال ملحوظ رکھنا،

پانچوان فرض، جو خطوط اور فرمان وغیرہ دوسرے بھیجے جائین، ان کو پڑھنا تاکہ اُن مین کوئی لفظی و معنوی غلطی نہ رہجاے، اور اُن پر تپہ یا تاریخ لکھنا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس خط کے مضمون سے واقفیت حاصل کر لیگئی ہے،

چھٹا فرض، ڈاک کے انتظامات کی نگرانی کرنا اور خط لیجانے کے لیے متدین، تجربہ کار، فصیح و بلیغ اور قابل اشخاص منتخب کرنا،

ساتوان فرض، نامہ بر کبوترون کے رہنے کے مقامات وغیرہ کی نگرانی کرنا،

آٹھوان فرض، باطنیون کی نگرانی کرنا، کیونکہ زمانۂ قدیم مین جب تک ان لوگون کو سرکاری پروانۂ راہداری نہ مل جاتا، کہین آمد و رفت کی اجازت نہ تھی، اسی طرح تاجرون کو ان کے ملکون مین جانے کے لیے سرکاری پروانہ حاصل کرنا پڑتا تھا، اس لیے اُن چیزون کا تعلق بھی کاتب سے ہوگیا تھا،

نواں فرض، جاسوسون کا انتخاب، ان کے ساتھ عمدہ برتاؤ، اور ان کے تمام حالات سے واقفیت، کیونکہ جاسوسون سے صرف دشمن کے واقعات و حالات معلوم کرنے کا کام لیا جاتا ہے، اس لیے ان مین قاصد سے زیادہ تجربہ کاری، دیانت، اور عقل و فہم وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی، اور اُن کے تمام شرائط و اوصاف و حالات پر کاتب کو نظر رکھنا پڑتی ہے،

دسوان فرض، بعض اوقات بعض مقامات پر ڈاک کے گھوڑون کے ذریعہ سے خط نہین بھیجا جاسکتا، اسلیے اس قسم کے خطوط تیز رو ہرکارے لیجاتے ہین، اس لیے کاتب کو ان کے حالات سے بھی واقف ہونا ضروری ہی،

گیارہوان فرض، قدیم زمانہ مین بلند مقامات مثلاً پہاڑون پر کچھ لوگ متعین ہوتے تھے جن کا کام یہ تھا، کہ جب دشمن قریب آتا تو آگ روشن کرتے، اس روشنی کو دیکھکر قریب کے بلند مقام پر آگ روشن ہوتی اور اُسکا سلسلہ بڑھکر کسی خاص صوبہ یا علاقہ یا مرکزی مقام تک پہنچتا، جب تمام صوبہ کے اُن بلند مقامات پر روشنی ہو جاتی اور لوگ خبر سننے کے خواہشمند ہو جاتے تو نامہ برکبوتروں کے ذریعہ سے اطلاع بھیجدیجاتی تھی، اس لیے کاتب کو اُن مقامات کی بھی خبر رکھنی پڑتی تھی،

بارہوان فرض، جو عام حالات، عام خبرین، اور عام واقعات ایسے ہون، جنسے سلطنت کو نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہو، کاتب کو اُن سے باخبر رہنا چاہیے، اور بادشاہ کو فوراً اُن کی نسبت اطلاع دینی چاہیئے،

کاتب کے اقسام (۱) کاتب خطوط کی عبارت لکھتا ہے، اس لیے اس کو انشا پرداز ہونا چاہیئے تاکہ چھوٹی بات کو بڑا اور بڑی کو چھوٹا بنا کر لکھ سکے، اور اثر پیدا کر سکے، مہمات امور ملکی کے متعلق اسی کو خط و کتابت کرنی پڑتی ہے،

(۲) کاتب بادشاہ کی طرف سے خطوط لکھتا ہے، اس لیے شرائط متذکرۂ بالا کے ساتھ اسکو

بادشاہ کا ہم مذہب، عالی حوصلہ، صاحبِ استقلال اور معزز ہونا چاہیئے، تاکہ ان اخلاق کا اثر اس کے خط سے نمایان ہو، اور یہ معلوم ہو کہ وہ بادشاہ کا قائمقام ہے،

(۳) کاتب سرکاری عہدہ داروں کے خطوط لکھتا ہے، اس لیے اسکا درجہ اوپر کے دونوں درجوں سے کم ہے، با این ہمہ اس کو رازدار اور بے طمع ہونا چاہیے، کیونکہ اس کو اکثر ملکی حالات کی خبر رہتی ہے، اور اس کو زود نویس اور خوشخط بھی ہونا چاہیئے،

(۴) کاتب، فرمان اور چھوٹے چھوٹے خط لکھتا ہے، اور رجسٹر مین ان کی نقل رکھتا ہے، یہ کام تقریباً تیسری قسم کے کاتب کا ہے، اس لیے اس مین وہی اوصاف ہونے چاہئین جو نمبر ۳ مین گذر چکے ہین،

(۵) کاتب صرف خطوط وغیرہ کی نقل کرتا ہے، اس لیے اس کو نہایت خوشخط اور ساتھ ہی رازدار امین اور پاکیزہ نفس ہونا چاہیئے،

(۶) کاتب خطوط وغیرہ کو اس غرض سے پڑھتا ہے، کہ ان کی غلطیان معلوم کرے، اس لیے اس کو لغت، نحو، اور قرآن مجید کا ماہر اور ذہین ہونا چاہیئے، ساتھ ہی اس کو کسی سے بغض و عداوت نہین رکھنی چاہیئے،

(۷) کاتب کا فرض اُن اہم امور کی یاد لکھنا ہے، جو خطوط مین لکھے ہوے ہون، تاکہ بوقت ضرورت ان کو آسانی سے معلوم کیا جا سکے، اسلیے اس کو تمام خطوط ملنے چاہئین، تاکہ وہ ان سے یادداشت نقل کر سکے، اس کا فرض یہ ہے، کہ تمام ضلعون اور صوبون وغیرہ کے متعلق الگ الگ رجسٹر بنائے، اور ان پر ان خطوط کا خلاصہ نقل کر کے یہ لکھے، کہ فلان عہدہ دار کا یہ خط فلان تاریخ کو اس مضمون کے متعلق آیا، اور اس کا جواب دیا گیا یا نہین دیا گیا، اسی طرح وہ ہر سال کے لیے نئے یادداشت کے رجسٹر تیار کرے،

اس کاتب کو امانت دار اور نہایت جفاکش ہونا چاہیئے،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ تمام عہدہ دارون کے نام اور اُن کے القاب و طرزِ تخاطب وغیرہ کی یادداشت رکھے، اور جب اُن مین تغیرات ہون، یا ان کا تبادلہ ہو جاے، یا وہ مرجائین، اور ان کی جگہ کوئی دوسرا مقرر ہو، تو ان تمام تغیرات کی یادداشت رکھے، اسی طرح جن بادشاہون کے خطوط آتے ہین، ان کے القاب و آداب بھی درج کرے، اور اسکا رجسٹر مراسلہ نگارون کے پاس موجود رہے، تاکہ وہ جب خطوط لکھین تو القاب و آداب وغیرہ مین غلطی نہ کرین،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ سلطنت مین جو اہم واقعات پیش آتے رہین تاریخ وار ان کی یادداشت اپنے پاس رکھے، کیونکہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہین،

اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ جو خطوط آئین، سالانہ، یا ماہانہ، یا یومیہ ان کی ایک فہرست مرتب رکھے، اور جس کا خط آئے، اس کے نام کے نیچے لکھے کہ فلان تاریخ کو یہ خط آیا، اور اس کے مضمون کی طرف اشارہ کردے، اور ضرورت ہو، تو کل خط نقل کردے،

اسی طرح فرامین وغیرہ کی بھی فہرست بنالے، اور ہر سال ان فہرستون کی تجدید کرلیا کرے جو خطوط غیر زبانون کے آئین، اور دفتر مین ان کا ترجمہ کیا جاے، تو ان ترجمون کی بھی فہرست مرتب کرے

زبان کی تبدیلی ادبیات کے موثر ضمن کا بیان ہے، کہ مامون الرشید کے زمانہ ہی سے فارسی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی تھی، اور اسی وقت سے شعرا نے اور ان کے بعد مترجمین، مؤلفین اور مصنفین نے بہت جلد اس کو اپنی زبان بنالیا تھا، مختلف عجمی حکومتون کے قیام نے اسلامی ایشیا مین اسی کو دفتری زبان بنایا، اور وہ ترقی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ گئی، کہ عربی حکومت کی طرح عربی زبان کو بھی اس نے نکال باہر کیا، جس کا اثر انشا، و مراسلت پر بھی پڑا،

ہندوستان مین اگر محمد بن قاسم کے حملہ کو نکال دیا جاے تو) محمود سے لیکر بابر تک جتنے

فاتح گذرے ہین، سب کے سب فارسی ہی کو اپنے ساتھ لائے تھے، مغلون نے چغتائی ترکی کو ہندوستان مین رواج دینا چاہا تھا، کہ یہ ان کی مادری زبان تھی لیکن وہ شاہی اور ترکی امرا، کے قصر و ایوان سے باہر نہ نکل سکی، یہی وجہ ہے کہ ہم کو بابر کے دیوان یا بعض اور کتابون کے سوا دوسری ترکی تصانیف ہندوستان مین نہین ملتین،

ہندوستان مین فن انشا | حکومت مغلیہ سے پیشتر زمانہ کے لیے ہمارے پاس علوم و فنون کی کوئی تاریخ موجود نہین ہے، اس لیے عام تاریخون مین جو کچھ ملسکتا ہے، اسی پر اکتفا کیجاتی ہے، گو یہ روشنی ہلکی روشنی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا ابتدائی دور اسلامی مصری حالات سے زیادہ متاثر ہوا ہے اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا، اس وقت مرکز خلافت دمشق و بغداد کی جگہ قاہرہ تھا، سلاطین ہند اپنی نذر عقیدت اسی آستانہ پر چڑھاتے، اسی لیے جب ہم ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی مین ہر سلطان کے منصبدارون اور امیرون کے نام پڑھتے ہین، تو اس مین ہم کو پہلے دبیر، اور پھر دواتدار کے نام سے ایک صاحب منصب نظر آتا ہے، اور مصر مین کاتب یا صاحب الانشاء کو اسی مؤخر الذکر نام سے یاد کیا جاتا تھا، قطب الدین سے لیکر سکندر لودی تک پانچ حکومتین قائم ہوئین، اور عام تاریخون سے ضمناً جو کچھ اس سلسلہ مین معلوم ہوتا ہے، وہ بہت ہی مایوس کن ہے، تاہم ہندوستان کی قدیم ترین انشا کی کتابون کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہان دیوان کا محکمہ تھا، اور دفتر مراسلت اسی سے متعلق تھا، چنانچہ دکن کے مشہور وزیر خواجہ محمود گاوان کی تصنیف مناظر الانشا مین فن انشا اور اصناف مکاتب پر مفصل بحث کیگئی ہے، اور ہم اسی کو عہد مغلیہ سے قبل کے ہندوستان مین فن انشاء کا معیار اور اس کی تاریخ کا ماخذ بنا سکتے ہین،

مناظر الانشاء سے جو پہلی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان مین دبیر دو اتدار کی

جگہ منشی اور کاتب نے لے لی ہے، اور اُن کے بجائے یہی الفاظ مستعمل ہین، اس عہد مین منشی کا کیا معیار ہوتا تھا، اس کے لیے ہم کو کتاب مذکور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، مصنف ان الفاظ مین منشی کی تعریف کرتا ہے:-

"منشی کسے است کہ او را کیفیت راسخہ باشد کہ بسبب آن قادر بود، بر ادائے معنی مقصود، بطریقیکہ نزد بلغا پسندیدہ باشد یعنی کلامے کہ ادائے معنی بآن میکند، مطابق مقتضائے مقام باشد مع فصاحۃ الکلام"

لیکن اسکے ساتھ شاکی ہے کہ عہد حاضر مین ہر شخص کو جو معمولی لکھنا پڑھنا بھی جانتا ہو، لوگ منشی کے نام سے پکارتے ہین، اور اس لیے اُسے مجبوراً منشیون کی حسب ذیل چار قسمین کرنا پڑی ہین:

(۱) وہ جو مذکورۂ بالا تعریف کے مطابق ہو (یہ حقیقی منشی ہے)

(۲) وہ جسے انشا کی خود نہ تو قوت ہو نہ قدرت، لیکن بلغا کے فقرون کو اس خوبصورتی اور قابلیت سے مربوط کرے، کہ ان مین کوئی فرق معلوم نہ ہو سکے،

(۳) وہ جو بلغا کے فقرون کو مربوط تو کر سکے، لیکن یہ ربط ان جملون کے موافق نہ ہو،

(۴) وہ جو بلغا کے جملون کو بالکل مربوط نہ کر سکے،

اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے، کہ مؤخر الذکر تین اقسام کے انشا پردازون کو منشی کی جگہ "کاتب" کے نام سے پکارنا بہتر ہے،

اس لائق انشا پرداز وزیر نے حقیقی منشی کے لیے جو اوصاف ضروری قرار دیئے ہین، یہ ہین:

(۱) فکر صحیح رکھتا ہو اور مستقیم الطبع ہو،

(۲) "تراکیب بلغا" کا بکثرت تتبع کیا ہو،

(۳) فضلاء کے بلیغ اشعار کو نثر کیا ہو،

(۴) قرآن مجید کا حتی الامکان حافظ ہو،

(۵) "کلمات مزیدفیہ" کے متعلق جانتا ہو کہ اصل عربی لغت مین وہ کن معنون مین استعمال کئے گیے ہین،

(۶) ایسی غلطیون کا مرتکب نہ ہو، جو عموماً قلم کی جنبش سے وابستہ ہوگئی ہین، (یعنی عام ہین)

(۷) حروف وصل وغیرہ کے استعمال مین غلطی نہ کرتا ہو،

(۸) معنی مقصود کا لحاظ کر کے ایسے مناسب اور موزون الفاظ لاسکتا ہو جنسے معنی مقصود پورے طور پر ادا ہو جائین،

(۹) علم لغت، صرف، نحو، معانی، بدائع، جانتا ہو[1]

ان شرائط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عربون کے نزدیک جو جو اوصاف ایک کاتب کے لیے ضروری تھے، ان مین سے بعض اہم اوصاف منشی مین موجود نہین ہین، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے، کہ عربون کے یہان اہم مکتوبات کی تحریر وزراء سے متعلق تھی، وہی صاحب الدیوان کہلاتے تھے، اور اسی لیے اس منصب جلیلہ کے موافق شرائط بھی زیادہ سخت رکھے گئے تھے،

خطوط و مراسلات کے اقسام منشی کے اوصاف کے بعد اب ہم کو خود اقسام مکاتیب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، خطوط مختلف قسم کے ہوتے ہین، اور ان کے بھیجنے والے کی تین صورتین ہوسکتی ہین کاتب یا تو (الف) مکتوب الیہ سے بلند رتبہ ہے،

یا (ب) مساوی ہے،

یا (ج) کم رتبہ ہے،

اگر خط لکھنے والا بادشاہ ہے، تو اس کے خط کو منشور، فرمان، یا فتحنامہ کہتے ہین،

اگر بادشاہ کے علاوہ کوئی اور بلند مرتبہ شخص ہے، مثلاً شاہزادہ، وزراء، امراء، وغیرہ تو

[1] مناظر الانشاء صفحہ ۱۰۰-۱۰۱

اس خط کو مثال کہتے ہین،

اگر لکھنے والا مساوی درجہ کا ہے، تو اسے مکتوب کہتے ہین،

اور اگر کم رتبہ ہے تو اُسے عریضہ کے نام سے موسوم کرتے ہین،

ان اقسام کے علاوہ عہد نامہ، تہنیت نامہ، اور تعزیت نامہ بھی مکتوبات مین داخل ہین،

عہد نامہ دو بادشاہون، یا ایک بادشاہ اور ایک امیر مین لکھا جاتا ہے،

تہنیت نامہ اور تعزیت نامہ عموماً مساوی مرتبہ والون کے درمیان رائج ہے،

اب جبکہ ہم کو خطوط کے تمام اقسام معلوم ہو چکے ہین تو آؤ دیکھین کہ ان کی ترتیب کس طرح ہوتی تھی، اور ان مین کن کن چیزون کو پیش نظر رکھا جاتا تھا،

فرمان یا منشور | بادشاہ کی طرف سے جو فرمان صادر ہوتے ہین، اُن کی دو قسمین ہین، ایک وہ جنمین بادشاہ "بہنرمندان ماہر عاطفت میفرمایند" اور "مخاطب معین ندارد" اس خط کے چھ حصے (ارکان) ہوتے ہین، (الف) تحمید یعنی حمد حضرتِ الٰہی (ب) صلوٰت و تسلیم نعت حضرت رسالت پناہی (ج) عام یا خاص ہنر کی اہمیت کا اظہار، بیان علو شان ہنر مطلقاً اور معیناً، (د) ان لوگون کی تعریف جو کسی ہنر سے متصف ہین (ہ) اس شخص کا ذکر جس کے نام فرمان صادر ہوا ہے، (و) اس ہنرمند کی سفارش،

دوسری قسم وہ ہے، جنمین بادشاہ کسی شخص کو کسی کام کا حکم دیتا ہے، اور ایسے خط کے ۷ ارکان ہوتے ہین

(الف) حمد (ب) نعت (ج) ہنر کا درجہ (ج) فرمان بھیجنے کی وجہ (و) جس شخص کے نام فرمان (منشور) صادر ہو، اس کی تعریف (ہ) جس حکم کے لیے مامور ہو اس کا تذکرہ (و) اس حکم کی تعمیل کے لیے مامور پر تاکید اور عدم تعمیل پر تخویف،

صاحب انشائے محمودی نے ان دو قسمون کے علاوہ ایک اور قسم کے فرمان کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی وہ تحریر جس کے ذریعہ مرشد اپنا خلیفہ یا نائب مقرر کرتا ہے، اُسے وہ "خلافت نامہ" کے نام سے یاد کرتا ہے، اور اس کے ۸ ارکان ہین،

(الف) حمد و سپاس (ب) صلوۃ و تسلیم (ج) عرفان و تقویٰ کی علو منزلت اور ماسوی اللہ سے ترکِ تعلق (د) ان اوصاف سے متصف اشخاص کی فضیلت (ہ) خلیفہ اور اس کی عظمت (و) خلافت کی تفویض کا ذکر (ز) تربیت طالبان مین خلیفہ کی کوششین (ح) خلیفہ کے جانے استقامت،

مثال | مثال مین مندرجہ ذیل مختلف حصے ہوتے ہین، (الف) لفظِ مثال اور اس کی عظمت۔ (ب) مرسل الیہ اور اس کے حسب حال تعریف و دعا (ج) مثال بھیجنے کی وجہ (د) اس بات کا ذکر جس کے لیے مثال لکھا گیا، (ہ) اس بات کے متعلق تاکید مزید (و) اس بات کے انجام کی توفیق کے لیے دعا،

مکتوب | مکتوب ان ۱۴ اجزا سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔ (۱) حمد (۲) نعت (۳) دعا (۴) اسم مکتوب الیہ (۵) ذکرِ کاتب (۶) سلام (۷) ابلاغِ سلام (۸) اشتیاق (۹) طلبِ ملاقات (۱۰) تاریخ کتابت (۱۱) اطلاعِ حالات و احوال (۱۲) توقع و التماس (۱۳) مقدمہ اختتام (۱۴) رکن اختتام،

عریضہ، | عریضہ چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے (۱) لفظ عریضہ یا عرضداشت (۲) مرسلِ عریضہ (۳) عرض حال (۴) دعا،

رقعہ | رقعہ کے تین حصے ہوتے ہین، (۱) دعا (۲) اطلاع حال (۳) دعا،

اسی طرح تہنیت نامہ، تعزیت نامہ، فتح نامہ اور عہد نامہ کے بھی متعدد حصے ہوتے ہین[1]،

فن انشاء عہد مغلیہ مین | اس عہد مین جسطرح دوسرے علوم و فنون کو ترقی ہوئی، اسی طرح سرکاری

[1] تفصیل کے لیے دیکھو مناظر الانشا وغیرہ،

منشی خانہ یا دیوانخانہ اور فن انشا کو بھی کمال حاصل ہوا، دیوانخانہ مین منشیون اور کاتبون کی ایک جماعت رکھی جانے لگی اور خطوط کی ترتیب، کتابت، اور نقول کا خاص انتظام کیا گیا، پروفیسر سر جدوناتھ سرکار نے عہد مغلیہ کے دارالانشا پر اپنے ان خطبات مین جو انھون نے جامعہ پٹنہ مین سلطنت مغلیہ کے نظام حکومت پر دیئے تھے مفصل روشنی ڈالی ہے، اور یہان پر ہم اسی کو ایک حد تک اپنا ماخذ بنانا چاہتے ہین،

"مغل سلاطین کے یہان دارالانشا کا نظام وسیع اور مکمل تھا، اور اس کے جو کاغذات اب تک محفوظ ہین، وہ تاریخ مغلیہ کے موجودہ طلبہ کے لیے بہت اہم اور مفید ہین، "اخبار دربار معلی" جو ماتحت ریاستون اور صوبون کے والیون کے وکلا اپنے آقاؤن کو بھیجتے تھے وہ تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتے ہین، . . . . . .

. . . سترہوین صدی کے وسط سے اکثر منشی ہندو گذرے، اور ان کی تعداد برابر بڑھتی رہی، محکمہ دیوانی (مال) مین تقریبًا ابتداے دور اسلام سے ہی ہندو عنصر غالب تھا، ٹوڈرمل کے اس حکم نے کہ تمام کاغذات فارسی مین لکھے جائین، (اس سے پہلے ایک کاغذ فارسی مین اور دوسرا ہندی مین لکھا جاتا تھا) تمام ہندو ملازمین کو اس بات پر مجبور کر دیا، کہ وہ فارسی مین دستگاہ حاصل کرین، اس تبدیلی کا اثر ایک صدی بعد اس شکل مین ظاہر ہوا کہ محکمہ حساب مین نہ صرف یہ کہ ہندو ہی ہندو بھر گئے، بلکہ ترقی کرتے کرتے وہ متعدد محکمون مین نائب اور پیشدست کے عہدون تک پہنچ گئے، سترہوئین صدی مین اکثر امرا اور شہزادے فارسی خطوط لکھنے کے لیے اپنے یہان ہندو منشی ہی نوکر رکھتے تھے، بزدل، کم ہمت، محنتی لیکن چالاک ہندو اپنا کام سستا اور بہتر طریقہ سے انجام دیتا، ایک ایرانی یا ایران کا تعلیم یافتہ منشی ممکن تھا کہ خط زیادہ بامحاورہ لکھ سکتا، لیکن ہندوستان

کے لیے اس کا زائد معاوضہ بالکل فضول اور غیر ضروری خرچ تھا، اس کے علاوہ خود ایران کے اندرونی انقلاب نے اس سرچشمہ ہی کو خشک کر دیا تھا۔ . . . . . .

. . . . . ان ہندو مسلمان منشیون اور دوسرے ماتحت ملازمون مین بڑے گہرے برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، اور جیسا کہ ہم کو بھیم سین کے تذکرہ سے پتہ چلتا ہے، وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ مانوس تھے، ایک دوسرے کی مدد کرتے، اور ایک دوسرے کو دعوتون اور مجالس رقص و سرود مین مدعو کرتے، ایک ہی محکمہ مین کام کرنے کے علاوہ تصوف کے مشترک ذوق نے دونون کو متحد کر رکھا تھا، کیونکہ سترھوین اور اٹھارہوین صدی مین ان لوگون کے درمیان یہی ایک مشترک چیز باقی رہگئی تھی؛ چنانچہ ان منشیون کی تصانیف کے آخر مین اکثر ایسے صوفیانہ اشعار نظر آئین گے، جو یا تو خود ان کے تصنیف کردہ ہین یا ان کے پسندیدہ شعراء کے"

طرز انشا | فرامین و عرضداشت کی عبارتین بہت زیادہ مغلق اور رنگین ہوتی تھین اوصاف ہمیشہ اسم تفضیل کے صیغہ مین بیان کئے جاتے تھے، ان لوگون کے سامنے ابوالفضل کا نمونہ تھا، دوسرے ان منشیون کو ایک خاص طرز تحریر کی پابندی کرنا پڑتی تھی، بادشاہ سے لیکر ادنیٰ افسرون تک کے القاب مقرر تھے، جو دستور العمل مین درج ہوتے تھے، اور جن کی سب منشیون کو اطلاع دیجاتی تھی، بادشاہ یا شہزادہ کا نام لینا بے ادبی مین داخل تھا، چنانچہ بادشاہ کو خلیفۃ اللہ فی الارض یا ظل اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور مرنے کے بعد بھی اُن کے اسی قسم کے نام رکھے جاتے تھے، چنانچہ، بابر، ہمایون، اکبر، جہانگیر، شاہجہان، عالمگیر، اور بہادر شاہ کے علی الترتیب مرنے کے بعد یہ نام رکھے گئے، فردوس مکانی، جنت آشیانی، عرش آشیانی، جنت مکانی، اعلیٰحضرت فردوس آشیانی، خلد مکان، اور خلد منزل،

اسی طرح شہزادون کو بھی زندگی مین بڑے بڑے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا، مثلاً داراشکوہ "شاہ بلند اقبال" تھا، شجاع کو "بادشاہزادۂ جہان وجہانیان" شاہ عالم کو "مہین پور خلافت"۔ محمد اعظم کو "شاہ عالیجاہ" کہتے تھے، اورنگ زیب نے اپنے بڑے لڑکے کی تعلیم کے لیے اپنے منشی قابل خان سے اس وقت کے تمام شہزادون، شہزادیون، اور امرا کے مخصوص خطابات لکھا کر اس کے پاس بھیجے تھے، اورنگ زیب کو ان چیزون کا جہانتک خیال تھا، اور اس کی نگاہ دقیقہ رس جسطرح جزئی سے جزئی قاعدہ تک پہنچتی تھی، اسپر ہم کسی دوسری جگہ بحث کرین گے،

طریقۂ تحریر اور مہر وغیرہ | بادشاہ کے ان مخصوص خطوط کے علاوہ جو اپنے ہاتھ سے مخصوص لوگون کو اہم مواقع پر لکھتا تھا، اور جسپر رقعات عالمگیری کے سلسلہ مین مفصل بحث کیگئی ہے، باقی تمام خطوط سرکاری منشی لکھتا تھا، بادشاہ صرف ضروری باتین منشی کو بتا دیتا، اور منشی دستور کے مطابق اس کو فرمان کی شکل مین لکھکر خوشنویس کے حوالہ کرتا، خوشنویس کے صاف کرنے کے بعد وہ فرمان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا، بادشاہ اس کو سنکر آخر مین "صح" بنا دیتا، جو "صحیح" کا مخفف ہے، اگر بادشاہ کو مکتوب الیہ کی عزت افزائی، یا حکم کے متعلق مزید تاکید منظور ہوتی، تو اصل فرمان کے اوپر چند سطرین اپنے ہاتھ سے لکھدیتا، اس کے بعد یہ فرمان دیوان خانہ مین جاتا، وہان اس کے اوپر بادشاہ کی مہر اور اس کے نیچے وزیر کی مہر لگائی جاتی، اور دفتر مین اسکی نقل رکھ لیجاتی تھی، بادشاہ اگر کچھ اضافہ کرتا، تو اُسے شرح دستخط خاص یا قدسی نمط کے نام سے نقل کیا جاتا تھا، اگر فرمان کسی جاگیر یا معاہدہ سے متعلق ہوتا، تو اس پر بادشاہ کے پنجے کا چھاپہ بھی ہوتا تھا، اس مقصد کے لیے ربڑ کا ایک پنجہ بنالیا جاتا تھا، اور گیرو کے رنگ سے فرمان پر اس کو چھاپ دیا جاتا تھا، پھر اسے خریطہ مین رکھکر موم سے مہر لگادی جاتی تھی، اور تیز رفتار سوار یا پیادے کے حوالہ کر دیا جاتا تھا کہ اُسے مکتوب الیہ تک پہنچائے،

سلسلۂ مراسلت کے قیام کے لیے حکومت مغلیہ مین مختلف طریقے تھے، مثلاً خط کو چیلے یا

گرزبردار یا سراول لیجاتے تھے، یا ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کیا جاتا تھا، ڈاک کا یہ سلسلہ تھا کہ کچھ کچھ دور پر چوکیان (اسٹیشن) ہوتی تھین جہنین ڈاکیے ہر وقت مستعد رہتے تھے، جب ایک ڈاکیہ ایک چوکی سے دوسری چوکی پر پہنچتا تو خط کو نئے ڈاکیہ کے حوالہ کرتا، اور وہ فوراً آگے کی طرف روانہ ہوجاتا، سانڈنی سوارون سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا، بھاری چیزون کے لیے بہنگی بھی رائج تھی،

شاہی فرمان کی وصولی مین خاص آداب و قواعد کا لحاظ رکھا جاتا تھا، جب مکتوب الیہ کو معلوم ہوتا کہ شاہی فرمان آرہا ہے، تو اپنے آدمیون کے ساتھ کئی میل آگے بڑھکر اس کا استقبال کرتا، اس کو چومتا، آنکھون سے لگاتا، سر پر رکھتا، اور پھر اپنی مجلس خاص مین اُسے پڑھتا، بعض جگہ فرمان کے استقبال کے لیے خاص مکان تیار کیا جاتا جس کو "فرمان باڑی" کہتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے خطوط مین اس قسم کے مکانات اور مجامع استقبال کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے، بعض ریاستین اپنی خودداری کی وجہ سے اس قسم کے استقبالون سے بچنے کی کوشش کرتی تھین لیکن یہ آسان کام نہ تھا، ان کو علالت کا بہانہ تلاش کرنا پڑتا، اور نامہ بروں کو رشوت دینا پڑتی تھی،

خطوط کے اقسام | عہد مغلیہ مین مختلف اشخاص و حالات کے مطابق خطوط کے مندرجۂ ذیل نام ہوتے تھے،

(۱) فرمان، شقہ، اور احکام ان نامون سے وہ خطوط مراد ہوتے تھے، جو بادشاہ کسی شہزادہ، افسر یا کسی بیرونی حکمران کو لکھتا تھا،

(۲) نشان وہ خط جو شاہی خاندان کا کوئی رکن بادشاہ یا اپنے خاندانی بزرگون کے علاوہ کسی شخص کو لکھے،

(۳) عرضہ داشت، وہ خط جو کوئی شہزادہ بادشاہ کو یا کوئی دوسرا شخص بادشاہ یا شہزادہ کو لکھے،

(۴) فتحنامہ، کسی صوبہ دار کی طرف سے جب کوئی خط بادشاہ کے پاس آتا، اُسے عموماً اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا،

(۵) **حسب الحکم**، وہ خط جو وزیر بادشاہ کی ہدایت کے موافق اپنی طرف سے لکھے،

(۶) **احکام، رمز** اور **اشارہ** وہ جملے اور عبارتین جو بادشاہ کسی فرمان کے متعلق منشیون کو لکھکر دیتا، اور منشی انھین کے مطابق پورا فرمان لکھتے تھے، اورنگ زیب نے اس قسم کے جو جملے اور عبارتین لکھی ہین ان کی بڑی تعداد ہے،

(۷) **سند**، یہ وہ خط ہوتا تھا جس کے ذریعہ سے کسی شخص کے تقرر کا حکم دیا جاتا، لیکن صوبہ دارون کا خطِ تقرر فرمان کہلاتا تھا،

(۸) **پروانہ**، کسی محکمہ کا کوئی حکم جو ماتحت افسر کے نام روانہ کیا جاے، یہ عموماً کسی مقدمہ کا فیصلہ یا کوئی خاص قانون ہوتا تھا،

(۹) **دستک**، یہ ایک قسم کا پروانہ راہداری ہوتا تھا، جو عموماً تجارتی چیزون کے لیجانے یا کسی شخص کو دربار یا چھاؤنی مین داخل ہونے کے لیے دیا جاتا تھا،

(۱۰) **رقعہ**، عام خط کو کہتے تھے،

(۱۱) **محضر**، یہ دراصل کسی مقدمہ یا واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ ہوتی تھی، اس مین شہادت پنچون کی راے اور ان کے نام لکھے جاتے تھے،

اوقاتِ فرمان نویسی، دربارون مین خطوط پڑھنے اور ان کے جوابات لکھنے کے لیے خاص وقت اور طریقہ مقرر تھا، شاہجہان کے متعلق عبدالحمید نے اور عالمگیر کی نسبت عالمگیر نامہ کے مصنف نے اس کو خاص وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، عالمگیر نے خود اپنے خطوط مین ان کا حوالہ دیا ہے، اور چونکہ عالمگیر کے متعلق ہم کسی دوسری جگہ تفصیل کیساتھ بحث کرینگے، اس لیے یہان صرف شاہجہان کے متعلق عبدالحمید کے بیان پر اکتفا کرتے ہین، وہ لکھتا ہے،

ازین مقام کرامت انتظام بجھروکہ دولت خانہ خاص و عام . . . . تشریف میفرمایند،

جهانیان سعادتِ کورنش دریافته کامیابِ مرادات میگردند، و متصدیانِ مهمات.....
معاملات ملکی و مالی بعرضِ اقدس میرسانند و ملتمسات منصبداران بوسیلهٔ بخشیان عظام
معروض میشود .... بوساطت ... مقربانِ درگاه عرائضِ بادشاهزاده‌های عالی مقدار
و حکامِ صوبجات و فوجداران و دیوان و بخشی و دیگر متصدیانِ مهمات آنجا و پیشکش‌ها میگذرد
عرائض داری فلک سلطنت و عمدهای دولت بنفس نفیس مطالعه میفرمایند، و حقیقتِ
عرائض دیگر بندها بوسیلهٔ ارباب تقرر بعرض میرسد، و صدر کل ممالک محروسه از عرائض
صدور جزو انچه قابلِ عرض باشد بموقفِ عرض میرساند ..... و
متصدی عرض مکرر یادداشتهای مناصب و جاگیر و نقدی و اقسام معاملات ...
.. بار دیگر بعرض اشرف میرساند، .....
ازینجا پس از چار گهری و گاهے پنج گهری ..... برخاسته بدولتخانهٔ خاص
رفته پایه افزاے اورنگِ اقبال میگردند، ..... و درین جا جواب بعضے
عرائض ضروریه بخط مبارک می نویسند، درجواب لختے مطالب که بذریعهٔ وکیل یا وزیر
یا متصدیانِ خدمت عرض عرائض صوبه داران بعرض اشرف میرسد دبیران بلاغت
آئین مطابق انچه بر زبان الهام بیان جاری شود، فرامین نافذ مضامین قلمی مینمایند،
و بعد از نگارش بشرف مطالعهٔ خدیو دوربین احتیاط گزین میرسد، اگر غلطی در عبارت
یا سهو نسیانے در مطالب رفته باشد، اصلاح میفرمایند،

و از بادشاهزادهٔ کامگار هر که صاحب رساله باشد، رساله خود در ظهر فرمان اطاعت
عنوان نوشته بمهر خود میرساند، و پائین رساله دیوان معرفت خود مینویسد،

بعد از ان فرامین قدر آئین بحرم محترم می رود تا بمهر اشرف، اوزک که نزد حضرت مهد علیا

ممتاز الزمانی ست مزین گردد عہ

شاہی مہرین اسی سلسلہ مین شاہی مہرون کا تذکرہ بھی شاید بے محل نہ ہوگا، بادشاہ کی عموماً دو مہرین ہوتی تھین، ایک مدور یا بیضاوی جو چھوٹی ہوتی تھی، اس پر صرف بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور اُسے "اوزک" کہتے تھے، یہ صرف خاص خاص فرمانِ نو کے لیے استعمال کیجاتی تھی، دوسری مہر مدور یا مربع لیکن بڑی ہوتی تھی، اس کے وسط مین بادشاہ کا نام ہوتا تھا، اور چارون طرف اس کے آبا و اجداد کے نام کندہ ہوتے تھے، چونکہ اس سے اپنی خاندانی بزرگی کا اظہار مقصود ہوتا تھا اس لیے یہ مہر عموماً دوسرے سلاطین کو فرمان بھیجتے وقت استعمال کیجاتی تھی، لیکن بعد مین عام فرمانون پر بھی ثبت ہونے لگی، اس کے علاوہ مہر کے اوپر بادشاہ کے نام و نسب کا طغرا بھی ہوتا تھا، پھر یہ فرمان یا احکام جن لوگون کے ہاتھون مین پہنچتا (یعنی ارباب دفتر) ان کی بھی مہرین لگائی جاتی تھین، اور جب مکتوب الیہ کے پاس پہنچتا تو وہ اس پر تاریخِ وصول کے ساتھ "عرض دیدہ شد" لکھدیتا تھا

فرمان کے لیے کاغذ بھی خاص قسم کا استعمال کیا جاتا تھا، بعض اوقات اس پر نقش و نگار یا محراب وغیرہ بنائی جاتی، اور اکثر شاہی فرامین پر سونے کا برادہ یا سونے اور چاندی کا پانی چھڑک دیتے تھے[1]،

فن انشا یہ مسلم امر ہے، کہ ہندوستان مین فنِ انشا پر سب سے زیادہ توجہ کیگئی، اور ابتدائی دور مین کم لیکن بعد مین جب بیرونی منشیون کی آمد سترہوین صدی کے وسط سے بند ہوگئی، تو بہت زیادہ کتابین اس فن پر لکھی گئین، ایسی کتابون کی دو صورتین ہوتی تھین، (۱) یا تو کوئی منشی نفس فن پر کوئی کتاب لکھتا تھا، (۲) یا اپنے خطوط طلبہ کے استفادہ یا اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لیے ایک

[1] چند حصون کے علاوہ یہ تمام حصہ پروفیسر جدوناتھ سرکار کی کتاب "مغلون کا نظامِ حکومت" سے ماخوذ ہے

عہ عبدالحمید جلد اول حصہ اول صہ ۱۴۶،

مجموعہ کی شکل مین شایع کرتا تھا، کبھی کبھی جمع و اشاعت کی خدمت منشی کے بعد اس کی اولاد یا اس کے احباب انجام دیا کرتے تھے، ان تمام اقسام کی تصانیف کافی تعداد مین ہندوستان مین موجود ہین،

ہندو اور فن انشا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، فن انشا مین ہندؤن کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، عہد جہانگیری بلکہ دور اکبری ہی سے اُنھون نے اس مین کمال حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، راجہ ٹوڈرمل نے فارسی کو رائج کرکے دیوان خانہ کے تمام عملہ کو اس کے حاصل کرنے پر مجبور کیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اس وقت سے بڑے بڑے ہندو انشا پرداز پیدا ہونے لگے، اکبر کے زمانہ مین کچھ عجب نہین کہ ہندو انشا پرداز ہوگئے ہون لیکن عہد جہانگیر مین ہم کو سب سے پہلے ایک ہندو منشی کا پتہ چلتا ہے، جسکا نام ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی تھا، یہ جہانگیری امیر عبرت خان کا منشی تھا، اس کے بعد جو سب سے بڑا انشا پرداز ہم کو ملتا ہے، وہ چندر بھان برہمن تھا[1]، ایک اور ہندو منشی جو بعد مین مسلمان ہوگیا تھا، طالع یار ہے، اس کے خطوط ہفت انجمن کے نام سے مشہور ہین، وہ شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانہ مین تھا، اس کے بعد ہندؤن نے نہ صرف اس فن بلکہ تمام علوم و فنون مین جو کمال حاصل کیا، فارسی مین جو بیشمار کتابین لکھین، وہ ان کی عظمت، ہمہ گیری اور کمال فن کے لیے کافی ہین[2]،

فن انشا کی فارسی کتابین ابتدا مین ہمارا خیال تھا، کہ فن انشا پر جو کتابین عربی یا فارسی مین لکھی گئی ہین، اُن کی ایک مفصل فہرست یہان نقل کر دیجاتی لیکن چونکہ اصل موضوع خود تفصیل طلب ہے، اور اس قسم کی چیزون سے دیباچہ مین ناگوار طوالت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے، صرف انشاے فارسی کی بعض اہم کتابون کے نام لکھنا کافی سمجھتے ہین، اور اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی، تو دوسری جلد کیساتھ

---

[1] اورنیٹل کالج میگزین لاہور مین اس پر ایک پر از معلومات مضمون شائع ہوا ہے،

[2] مولنا سید سلیمان صاحب ندوی نے معارف کے ابتدائی دور مین ہندو مصنفین پر ایک مبسوط فاضلانہ مضمون تحریر فرمایا تھا، دیکھو معارف جلد سوم عدد ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵،

انشاء اللہ مفصل فہرست شایع کر دینگے، اس فہرست مین زیادہ تر وہ کتابین ہین، جو ہندوستان کے متعلق یا ہندوستان کے اندر لکھی گئی ہین، ان مین ہندؤن کی کتابین بھی ہین، اور مسلمانون کی بھی، اور یہ فہرست ہمارے گذشتہ اتحادِ خیال، اتحادِ مذاق اور اتحادِ عمل کی بہترین مثال ہے:-

(۱) رسائل الاعجاز، از امیر خسرو دہلوی، سنہ ۷۱۹ھ

(۲) مناظر الانشا از خواجہ جہان عماد الدین محمود بن شیخ محمد گیلانی (خواجہ محمود گاوان، وزیر سلطان محمد شاہ سلطان المتوفی سنہ ۸۸۶ھ

(۳) ریاض الانشار " " " "

(۴) انشاے شاہ طاہر الحسینی سنہ ۹۳۸ھ،

(۵) بدائع الانشا از حکیم یوسف بن محمد ہراتی طبیب ہمایون معروف بہ یوسفی، سنہ ۹۴۰-۴ھ / ۱۵۳۲ء،

(۶) انشاے بیرم شاہ قزوینی از سلطان حسین بیقرا، تا ہمایون، سنہ ۹۵۷ھ / ۱۵۵۰ء

(۷) چہار باغ، مکتوبات بادشاہی، از حکیم میر مسیح الدین ابو الفتح مربی عرفی،

(۸) منشاۃ التمکین، از ابو القاسم خان تمکین الحسینی معنون بہ اکبر، سنہ ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۸ء

(۹) مکاتبات علامی، علامہ ابو الفضل، مرتبہ، سنہ ۱۰۱۵-۷ھ / ۱۶۰۶ء

(۱۰) زبدۃ الانشا، مصنف نامعلوم سنہ ۱۰۲۷ھ / ۱۶۱۸ء

(۱۱) انشاے طرب الصبیان از نور الدین محمد برادر زادۂ ابو الفضل، سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء

(۱۲) انشاے ہرکرن، ہرکرن بن ماتھر داس کنبو ملتانی منشی عبرت خان سنہ ۱۰۳۴-۴۰ھ / ۱۶۲۵-۳۱ء

(۱۳) انشاے خانزاد خان، فیروز جنگ (امان اللہ حسینی) سنہ ۱۰۴۶-۴ھ / ۱۶۳۶-۷-۳۵ء

(۱۴) انشاے منیر، سنہ ۱۰۵۴ھ / ۱۶۴۴ء

(۱۵) نو باوہ از ابو البرکات منیر، "

(۱۶) بہارِ سخن، محمد صالح کنبو لاہوری، سنہ ۱۰۷۰ / ۱۶۵۹

(۱۷) منشآت برہمن، چندر بھان برہمن،

(۱۸) جامع القوانین، انشاے خلیفہ شاہ محمد قنوجی، سنہ ۱۰۸۵ / ۱۶۷۴

(۱۹) خلاصۃ المکاتیب، سجان سنگھ یا راے پٹیالوی، سنہ ۱۱۰۷ / ۱۶۹۵

(۲۰) مفید الانشاء، از منشی لیکھ راج، مرتبہ سنہ ۱۱۱۰ / ۱۶۹۸-۹

(۲۱) کارنامہ واقعہ، سنہ ۱۱۱۶ / ۱۷۰۴

(۲۲) انشائے فیض بخش، شیر علی حملہ لاہوری، سنہ ۱۱۱۸ / ۱۷۰۱-۷

(۲۳/۱) طراز الانشاء از اندرجیت حقیر (محقر؟) سنہ ۱۱۳۰ / ۱۷۱۸

۲۳/۲ ہفت انجمن از طالع یار

(۲۴) منشآت بیدل، عبدالقادر سنہ ۱۱۳۳ / ۱۷۲۰

(۲۵) منشآت ملا طغرا،

(۲۶) مجمع الانشا، از محمد امین بنی اسرائیل، ملازم بدھ چند امیر نظام الملک، سنہ ۱۱۳۸ / ۱۷۲۵

(۲۷) دقائق الانشا از رنچور داس بن رنجیت رائے، سنہ ۱۱۴۵ / ۱۷۳۲

(۲۸) خطوط راجہ رام کنت محمد شاہی، سنہ ۱۱۵۲ / ۱۷۳۹

(۲۹) رقعات خاتم الکلام از مولانا میر کمال الدین محمد، سنہ ۱۱۳۲ / ۱۷۲۰

(۳۰) فیاض القوانین،

(۳۱) خلاصۃ الانشاء، سنہ ۱۱۶۵ / ۱۷۵۲

(۳۲) مجموعۃ المسودات، سنہ ۱۱۵۶-۶۲ / ۱۷۴۳-۹-۵۳

(۳۳) دستور الانشاء از منشی مسیح یار محمد قلندر خطوط متعلق بنگال از سنہ ۱۱۷۰-۱۱۵۱ / ۱۷۵۷-۱۷۳۸ تا سنہ ۱۲۰۱ / ۱۷۸۶

(۳۴) چار چمن فیض، خطوط سلاطین نظام الملک حیدر آباد، سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء

(۳۵) مجموعہ خطوط ہلا، متعلق بنگال از میر قائم وغیرہ۔ سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۶۰ء

(۳۶) انشائے مجموع القواعد، از رام نرائن، سنہ ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء

(۳۷) انشائے مطلوب از شیخ مبارک قرشی، سنہ ۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۳ء

(۳۸) ضوابط الانشا یا ہفت ضابطہ از سید علی نقی خان بن سید حشمت علی

(۳۹) انشائے یتیمی اصفہانی،

(۴۰) تحفۃ السلطانیہ از حسن بن گل محمد،

(۴۱) انشائے مادھو رام،

(۴۲) انشائے مرغوب،

(۴۳) منشات ظہوری،

(۴۴) ظہور الانشا،،

(۴۵) خطوط شیواجی،

(۲)

مکاتیب اورنگ زیب

ایک مشہور فرانسیسی نقاد ادیب کا قول ہی کہ "خطوط سوانح نگاری کی جان ہین" نفسیات اجتماع کے اس استاد نے ایک ناقابل تردید حقیقت کو کم سے کم الفاظ مین نہایت ہی خوبصورتی سے ادا کر دیا ہے، ہم دوسرون کے متعلق جو کچھ دیکھتے اور سنتے ہین، وہ ان کا اجتماعی رخ ہوتا ہے، اور اکثر و بیشتر ذاتی اور انفرادی رخ سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے، جماعت کا ڈر، اصولِ معاشرت کا خوف، سوسائٹی کے بنائے ہوئے قواعد کی پابندیان، نیک و بد کا اجتماعی معیار، وہ چیزین ہین، جو ہمارے اخلاق، ہمارے جبلی عادات، ہماری فطرت، اور ہماری افتادِ طبیعت کو صاف و واضح طریقہ سے ایک بڑی حد تک نمایان نہین ہونے دیتین، بہت سے ایسے اعمال ہین، جنکو ہم تنہائی مین یا کم از کم اس یقین کی حالت مین کہ اُن کا علم عام سوسائی کو نہوگا، کر سکتے اور کرتے ہین، بارہا ہم ایسی رایون کا اظہار کرتے ہین، جنکو ہم مصلحت، تہذیب، اصول اخلاق، یا کسی خاص کمزوری کی وجہ سے شاید علانیہ کرنے کی جرأت نہ کر سکین، یہ بھی ممکن ہی، کہ ہم اپنے بعض افعال کے اسباب کو عام لوگون کے سامنے بیان نہ کر سکین، لیکن مخصوص احباب کے حلقہ مین ایسا کرنے مین حجاب نہ ہو، ایسے حالات مین ایک شخص کے صحیح حالات، اس کا اصلی اخلاق، اس کی حقیقی نیت، اور اس کی سچی روش کو معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس اس کے سوا، کوئی چارہ کار نہین، کہ جہانتک ممکن ہو سکے، ہم اس کے خانگی، ذاتی، اور ایسے افعال کی تلاش کرین، جو اس سے ایسی شکل و صورت اور ایسے حالات مین سرزد ہوئے ہون، جب کہ اس کو اس بات

کا یقین ہو، کہ کوئی دوسرا ان سے واقف نہین ہو سکتا، اور واقعات اس کے شاہد ہین، کہ جب کبھی اس قسم کی کوشش کیگئی ہے تو لوگون کے خیالات مین حیرت انگیز انکشافات سے تعجب خیز انقلاب پیدا ہوگیا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ اب مورخین اور سوانح نگار جماعت کی ایک بڑی تعداد اس قسم کے مواد پر سب سے زیادہ زور دیتی ہے، اور اس پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتی ہے،

لیکن آخر ایسا کیون ہے؟ اس کے متعدد اسباب ہین، اوّلاً تو تمام تذکرون اور تاریخون مین ہمکو جو کچھ ملتا ہے وہ ان اشخاص و افراد کے اجتماعی رخ کے افعال و اقوال کا پرتو ہوتا ہے، کہ لکھنے والا صرف اسی سے واقف ہے، دوسرے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، اجتماعی رخ انسان کا اصلی رخ نہین ہوتا تیسرے ایک شخص جو صرف ظاہری حالات پر نظر رکھتا ہے، وہ اسباب و علل اور اس شخص کے صحیح حالات و جذبات سے مطلقاً بیخبر ہوتا ہے، اور وہ پھر اپنی فہم اور سمجھ کے مطابق جو کچھ سوچتا اور سمجھتا ہے، اسی کو اپنے مخصوص رنگ مین پیش کر دیتا ہے، ایسے حالات مین اگر ہم کو ایک شخص کا خود نوشتہ بیان جو اس نے دوسرون کے لیے نہین، بلکہ صرف اپنے لیے لکھا ہو ملجاے تو پھر اس سے زیادہ اہم، واضح اور صحیح تر کونسی تحریر ہو سکتی ہے،

اس قسم کی تحریرون کی دو شکلین ہین، یا تو یہ تحریرین روزنامچہ اور تزک کی صورت مین ہون، یا ایک شخص کے ذاتی خطوط کی شکل مین وہ ان کے ذریعہ اپنے صحیح جذبات، خیالات، آرار، اعمال اور افعال کی اس اطمینان کیساتھ تشریح و توضیح کرتا ہے، کہ اس کے معتمد علیہ کے علاوہ کسی کو حشر تک کانون کان اس کی خبر نہ ہوگی، اور اس کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لیے ایک سربمہر راز اور اس کا ایک ایک نقطہ ایک ناقابل شکست طلسم رہیگا، ممکن ہے کہ ایک شخص جو ظاہراً زہد و اتقا کا پیکر مجسم ہو، اپنی اندرونی خباثت کو منظر عام سے تمام عمر چھپانے مین کامیاب ہو جاے، لیکن اپنے ذاتی حالات سے واقف لوگون سے جب وہ خط و کتابت کرے گا، تو وہ اپنی خباثت کو اسکی

تمام عریانی کے ساتھ ظاہر کردے گا، بہت ممکن ہے کہ ایک حاکم جو اپنے کو سب سے بڑا دیانتدار اور منصف حکمران ظاہر کرتا ہو، باطن مین اس کا دل حرص و ہوس، طمع و ظلم، اور بے ایمانی کا مرکز ہو، ایسے حالات مین اسکی وہ تحریرین جو وہ دنیا کی نظرون سے چھپا کر لکھتا ہے، اس کے حقیقی اخلاق پر بہترین شاہد ہونگی، ایک حکومت جو بیانگ دہل امن و آشتی اور خلاف جنگ معاہدون کی ظاہرًا سب سے بڑی مدعی و حامی ہو جب دوسری سلطنتون سے اسلحہ و اسباب جنگ کی خاموش زیادتی کے متعلق معاہدہ کرتی ہے، تو اس کو یقین ہوتا ہے، کہ اس کے "درون خانہ" کا حال "بیرون در" والون کو کچھ نہ معلوم ہوگا، اور وہ تمام دنیا کی آنکھون مین خاک جھونکتی رہیگی، لیکن جب کبھی "رندان مست" کی بے احتیاطی سے وہی معاہدہ کی لوح محفوظ منصۂ شہود پر آجاتی ہے، تو دنیا محو حیرت ہوجاتی ہے، صلح و آشتی کے وعظ کا طلسم یک بیک ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ گربۂ مسکین، شیر غرّان کی شکل مین دانتون کو نکالے اور ناخنون کو تیز کئے مہیب نظر آتی ہے،

ان تشبیہون سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت ذہن نشین ہوجاے، کہ اہم و ممتاز اشخاص کی خانگی تحریرین اور ذاتی خطوط اپنے اندر کتنی اہمیت پنہان رکھتے ہین، اور اس آئینہ مین ان کے خط و خال کس قدر صاف اور نمایان نظر آتے ہین، لیکن ہم اس جگہ اس بات کو بھی ظاہر کردینا چاہتے ہین، کہ ہمارے خیال مین مغل سلاطین کے لکھے ہوئے تزک اور روزنامچے وہ خاص اہمیت نہین رکھتے جو خانگی خطوط کو حاصل ہے، کیونکہ ان تزکون کو لکھتے وقت ان کا ہرگز خیال یہ نہ ہوتا تھا، کہ وہ ہمیشہ "کتاب مکنون" کی طرح چھپے رہین گے، بلکہ وہ ان کو خود بھی دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے، چنانچہ جہانگیر نے تو خود ۱۲ سال کے حالات لکھنے کے بعد اس کی متعدد نقلین مختلف اشخاص کے پاس روانہ کی تھین، اور جب وہ خود نہ لکھ سکا، تو اس نے یہ کام دوسرے شخص کے حوالہ کردیا، اور ہمارا خیال ہے، کہ اب جبکہ خطوط اور خود نوشتہ سوانح کی اشاعت و طباعت کا ذوق پیدا ہوگیا ہے

تو اکثر لوگ اپنے خطوط اور روزنامچے اس چیز کو پیش نظر رکھکر لکھتے ہین اور اب یہ انتہائی ذاتی چیزین بھی اپنی صداقت اور صفائی کے معیار کو کھو رہی ہین،

ان حالات کی موجودگی مین اگر ہم کو اورنگ زیب جیسی اہم متنازع فیہ تاریخی شخصیت کے خطوط مل جائین، اور ہم ان سے اس کے اصلی اور صحیح حالات کو ترتیب دین، تو اس سے بہتر کونسی چیز ہوسکتی ہے، عام تاریخون اور ذاتی خطوط مین جو فرق بیان کیا گیا ہے، وہ اس معتوب مظلوم کے معاملہ مین لفظ بلفظ درست اور ٹھیک معلوم ہوتا ہے،

ہماری خوش قسمتی سے اورنگ زیب کی معاصرانہ تاریخون کے علاوہ اس کے خطوط کی ایک بڑی تعداد بھی کسی نہ کسی صورت سے محفوظ ہوتی چلی آئی ہے، اور ہم ان کی روشنی مین نہ صرف یہ کہ اس عہد کی تاریخ بلکہ اس وقت کے اندرونی اور تہ آبی واقعات کو بھی اچھی طرح دیکھ اور سمجھ سکتے ہین، اور اُن کے ذریعہ ہمارے بہت سے غلط اوہام و نتائج کی بھی اصلاح ہوسکتی ہے،

اورنگ زیب کے خطوط قبل اس کے کہ ہم اورنگ زیب کے نفس خطوط کی طرف متوجہ ہون، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان خطوط کے مجموعون پر نظر ڈال لین، تاکہ ان کی وسعت، اُن کی ہمہ گیری، اُن کی اہمیت بہتر طریقہ سے ذہن نشین ہوجائے،

اورنگ زیب کے خطوط کو مجموعون کی حیثیت سے مندرجہ ذیل پانچ حصون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے

(۱) ایسے مکمل مجموعے جنکو اس کے منشیون نے خود یا ان کے بعد کسی اور نے ترتیب دیا ہے اور اس مین تین کتابین ہین، (ا) آداب عالمگیری، مرتبہ صادق خان انبالوی، (ب) احکام عالمگیری اور (ج) کلمات طیبات مرتبہ عنایت اللہ خان،

(۲) ایسے مجموعے جو نمبر ۱ کے مجموعون سے ماخوذ ہین اور اس مین بھی تین مجموعے ہین (ا) رقائم کرائم مرتبہ سید اشرف خان (ب) دستور العمل آگہی (ج) رمز و اشارات عالمگیری،

(۳) بعض نامکمل مجموعے جو نمبر ۱ و نمبر ۲ کے مجموعون سے بالکل مختلف ہین، اس کے دو مجموعے ہین، (الف) کلماتِ اورنگ زیب (ب) کلماتِ طیبات کتب خانہ رامپور،

(۴) ایسے احکام جو درخواستون پر لکھے گئے، یہ صرف حمید الدین نیچہ کے احکام عالمگیری مین ملتے ہین،

(۵) منتشر خطوط جو مختلف اشخاص یا مجالس کے قبضہ مین ہین یا جو مختلف تاریخی کتب یا خطوط کے مجموعون مین ملتے ہین، اُن مین قابلِ ذکر یہ ہین،

(الف) مجموعہ مسٹر ڈی، بی، پرسنس (ب) مجموعہ برطانوی متحفہ نمبر ۱۸۸۱ (فارسی فہرست) (ج) انشاے فارسی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر الف ۵۶ (د) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست دھار (ہ) مجموعہ فرامین مملوکہ ریاست جے پور، (و) مجموعہ فرامین مملوکہ جاے دلش مکھیا (ز) مجموعہ مملوکہ پیرس قومی کتب خانۂ پیرس ۷۴۶، (ح) خطوط شیواجی، (ط) ظہور الانشاء مختلف رسائل مین شائع شدہ فرامین (ک) ہفت انجمن، (ل) فیاض القوانین (م) انشاے روشن کلام (ن) مرقعات حسن، (س) مجموعہ منشآت وغیرہ،

لیکن چونکہ یہ جلد صرف اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط پر مشتمل ہے، اس لیے ہم یہان پر صرف ان مجموعون کا تذکرہ کرینگے جنمین اس کے عہدِ شہزادگی کے خطوط ہین، دوسرے مجموعون کے متعلق ہم ماخذ سیرت عالمگیر کے سلسلہ مین بحث کرین گے،

اورنگ زیب کی زندگی یون تو اس کے سب سے بڑے مورخ نے ۵ حصون پر تقسیم کی ہے، لیکن یہان اختصار کی غرض سے ہم صرف دو حصون مین تقسیم کرینگے، (۱) شہزادہ کی حیثیت سے اور (۲) شہنشاہ کی حیثیت سے،

اورنگ زیب کی شہزادگی کے زمانہ سے ہماری مراد نہ اس وقت تک کا زمانہ ہے جبکہ وہ سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ پر قابض ہو کر عالمگیر کا لقب اختیار کرتا اور عنانِ حکومت اپنے

ہاتھ مین لیتا ہے، بلکہ ہم اس عہد کو برادرانہ جنگ کے خاتمہ تک وسعت دیتے ہین، اور دوسرے دور کو اس وقت سے شروع کرتے ہین جبکہ وہ کسی دوسرے مدعی حکومت کے وجود کے بغیر، خانہ جنگی سے اطمینان حاصل کرکے ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوتا ہے،

یون تو کہنے کو اورنگ زیب کا عہدِ حکومت پنجاہ سالہ تھا، لیکن ہمارے خیال مین اوسکی شہزادگی کے دنون کو بھی ان مین شریک کرلینا چاہیئے، کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا اس وقت سے تختِ حکومت پر متمکن ہونے تک ملک کے تمام اہم کامون کا ہیرو وہی رہا ہے، بندیلکھنڈ کی لڑائیان، دکن کے فتوحات بلخ و بدخشان کی تسخیر، مہم قندھار کی قیادت، گولکنڈہ سے جنگ اور بیجاپوری علاقہ کا الحاق، مختصر اوہ تمام اہم کام جو عہد شاہجہان مین ہوے، ان سب مین اسی کی شخصیت سب سے زیادہ نمایان اور اسی کا ہاتھ سب سے زیادہ کارفرما نظر آتا ہے، جیساکہ آگے چلکر معلوم ہوگا، اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے واقعات دراصل اس کی چہل سالہ عہد شہزادگی کے حالات کے لازمی نتائج تھے، اور اگر ہم نے اس کے عہدِ شہزادگی کو اچھی طرح سمجھ لیا تو ہم کو اُسکے عہد حکومت کے واقعات پر مطلقاً کوئی استعجاب نہ ہوگا،

آدابِ عالمگیری | اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کے خطوط کا جو مجموعہ عام طریقہ سے پایا جاتا ہے وہ آدابِ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے، اس کتاب کی ترتیب ایک شخص محمد صادق انبالوی[1] نے کی ہے، یہ صادق اورنگ زیب کے چھوٹے لڑکے شہزادہ اکبر کا منشی تھا، اس نے ان خطوط کو جن کے متعلق اسکا بیان ہے کہ وہ، وہ خطوط ہین جنکو اورنگ زیب کے منشی قابل خان نے

---

[1] محمد صادق نے اپنے متعلق مقدمہ مین یہ الفاظ لکھے ہین:-

"خاکسار ضائع روزگار عبیداللہ الحرار ملوک خیرالانام صادق نام مطلبی نسب حنفی مذہب ساکن خیرالبقاع انبالہ من مضافات سہرند"

اور اس کے علاوہ ہم کو اس کے متعلق اور کوئی علم نہین،

اس کے لیے لکھے تھے، اپنے لڑکے محمد زمان کی درخواست پر جمع کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

چون درین اوان سعادت توامان بعضے مسودات شیخ ابوالفتح المخاطب من جناب سلطان بقابل خان کہ درایام خلافت انجام و بادشاہزادگی وصوبہ داری بادشاہ درویش نہاد، حضرت بادشاہ عالمگیر خلداللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ وافاض علی العالمین بذلہٗ واحسانہٗ۔ از زبان فیض بیان والا شاہی بجناب شاہجہان بادشاہ غازی . . . و وزرائے عظیم الشان، وامرائے بلند مکان ومشائخ ذوی العزو الاحترام تسوید نمودہ، وبعض حسب الامر کہ بشاہزادہاے والا منزلت و دیگر ارکان سلطنت نوشتہ . . . وچند کہ خود بجمعے اعزہ و دربار جہان مدار نگاشتہ بمطالعہ درآمد وبامعان نظر مطالعہ رفت، سلاست ومتانت عبارت دلپذیر آن نقطۂ دائرۂ فضل و افضال مقتضیٰ آن شد کہ اگر این اوراق متفرقہ شیرازۂ جمعیت یابد، دستور العمل دولتمندان کارآگاہ ومنشور الادب بیداردلان دانش پناہ گردد، ونیز استدعاے نور باصرۂ سعادت وخردمندی، چراغ کاشانۂ دانش وارجمندی عزیز ازجان محمد زمان سلمہٗ اللہ . . . .

علاوہ آن شد، بناء علیہ این خاکسار (صادق ابنالوی) . . . . این واردات عالم قدس را . . . . جمع ساخت"

ان خطوط کے علاوہ اس مجموعہ مین دو اور چیزین ہین، یعنی (۱) برادرانہ جنگ کی تاریخ اور (۲) وہ خطوط جو خود صادق نے شہزادہ اکبر اور اپنی طرف سے لکھے ہین، برادرانہ جنگ کی تاریخ تمامتر عمل صالح اور عالمگیر نامہ سے ماخوذ ہی نہین ہے، بلکہ لفظ بلفظ ان کی نقل ہے، اور دونون کے صفحے کے صفحے ایک ہی ہین، رہے اکبر کے خطوط، ان سے چونکہ ہم کو اس جلد مین کوئی تعلق نہین ہے اس لیے ہم ان کی تفصیل مین داخل ہونا نہین چاہتے،

اورنگ زیب نے جن لوگون کو خطوط لکھے ہین، ان کے نام ترتیب کتاب کے مطابق

اس طرح ہین،

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۱) شاہجہان (قبل از جنگ برادران)	۱۱۷	(۲) بیگم عادل شاہ (ہمشیرہ قطب الملک)	۴
(۳) قطب الملک	۳۹	(۴) میر جملہ	۵۵
(۵) عادل شاہ	۱	(۶) عبدالعزیز خان والی بخارا	۱
(۷) سبحان قلی خان والی بلخ	۱	(۸) معاہدہ مابین مراد و اورنگ زیب	۱
(۹) علامہ سعد اللہ خان	۲۹	(۱۰) شایستہ خان (خانجہان بہادر)	۴۵
(۱۱) شاہ نواز خان	۳۲	(۱۲) علی مراد خان (امیر الامراء)	۸
(۱۳) جعفر خان	۵	(۱۴) مہابت خان،	۱۱
(۱۵) نجابت خان	۷	(۱۶) خلیل اللہ خان	۲
(۱۷) اعتقاد خان،	۱۳	(۱۸) تقرب خان	۴
(۱۹) میرک شیخ	۳	(۲۰) خواجہ عبدالغفار	۱۰
(۲۱) خواجہ عبدالوہاب	۶	(۲۲) فاضل خان	۴
(۲۳) دانشمند خان	۲	(۲۴) اللہ وردی خان	۳
(۲۵) قاسم خان	۲	(۲۶) مرزا نوذر	۲
(۲۷) مرزا سلطان	۱۷	(۲۸) ملتفت خان	۲۵
(۲۹) مرزا مراد خان	۲	(۳۰) نصیری خان	۳۳
(۳۱) شاہ بیگ خان	۱۳	(۳۲) والی جدید بیجاپور	۴
(۳۳) محمد بیگ	۱	(۳۴) شہزادہ محمد مراد بخش	۳

نام	تعداد خطوط	نام	تعداد خطوط
(۳۵) شہزادہ محمد شجاع	۴	(۳۶) جہان آرا بیگم	۲۷

ان مسلسل خطوط کے بعد تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اس کے بعد پھر وہ خطوط ہین جو اورنگزیب نے شاہجہان کی معزولی کے بعد شاہجہان کو لکھے تھے، اور اس کے بعد محمد سلطان کی طرف سے لکھے ہوے چند خطوط ہین، پھر وہ خطوط ہین جو ابوالفتح نے عالمگیر کے حکم سے شہزادہ محمد سلطان، شہزادہ محمد معظم، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین اور پھر اس کے وہ خطوط ہین، جو اس نے اپنی ذاتی حیثیت سے اورنگزیب اور دوسرے لوگون کو لکھے ہین، ان کے بعد صادق کے لکھے ہوے خطوط ہین،

اس کتاب کے متعدد نسخے مختلف کتب خانون مین موجود ہین، ان مین سب سے پرانا نسخہ اگر اوسکی تاریخ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو وہ ہے، جو کتب خانۂ آصفیہ (حیدرآباد دکن) مین موجود ہے، کیونکہ صادق نے اس مجموعہ کی تاریخ اس قطعہ سے نکالی ہے:-

زہے نسخۂ نغز قابل کزو — رواج ہنر شد بعالم بسے
ز طرزش ابوالفضل در حیرت است — سخنور بداند چہ داند خسے
کتابے است در فن انشا تمام — نسازد دو زار و اگر نارسے
بجز جوہری کیست جوہر شناس — کند قیمتے لعل ہر ناکسے
"گل از باغ جان" شد چو تاریخ او — بباغ ارم دل نہ بندد کسے

اور کتب خانۂ آصفیہ مین اس کی کتابت کا سال ۱۱۱۶ھ ہے، اس کے علاوہ ایک اور نسخہ بھی اس کتب خانہ مین ہے، لیکن اسپر کوئی تاریخ نہین ہے، مندرجہ ذیل بزرگون کی ملکیت اور کتب خانون مین بھی اس کے نسخے ہین،

(۱) متحفہ برطانیہ، اورنٹیل نمبر ۷، اکمل مکتوبہ ۱۱۲۵ھ مقام شاہجہان آباد، اور نمبر ۲۰۵۴ نامکمل مکتوبہ

محرم ۱۱۲۹ھ / ۱۷۱۷ء،

(۲) کتب خانہ دفتر وزیر ہند نمبر ۱، ۳ و نمبر ۲، ۳، مکتوبہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء و ۱۱۸۴ھ / ۱۷۸۷ء علی الترتیب،

(۳) کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال الف انبر ۱۲۶ و الف ۲ نمبر ۶۴۵ مورخہ ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۳ء،

(۴) کتب خانۂ خدا بخش خان پٹنہ، یہ نسخہ کسی وقت مین فورٹ ولیم کالج کی ملکیت تھا،

(۵) پبلک لائبریری، لاہور،

(۶) نسخہ مملوکہ پروفیسر عبد القادر صاحب ایم، اے لاہور،

(۷) 〃 دار المصنفین، اعظم گڈھ،

(۸) 〃 پروفیسر جدو ناتھ سرکار کلکتہ،

(۹) 〃 مدرسہ محمدیہ آگرہ نامکمل،

(۱۰) 〃 رامپور اسٹیٹ لائبریری،

(۱۱) 〃 میرا ذاتی نسخہ،

ایک نیا نسخہ اورنگ زیب کے عہد شاہزادگی کے خطوط صرف اسی مجموعہ تک محدود نہین ہین، بلکہ دوسری تاریخ اور انشا کی کتابون مین بھی وہ بڑی تعداد مین پھیلے ہوئے ہین، اور ہم ان سب کو ماخذ سیرت عالمگیری کے عنوان کے ماتحت لکھین گے، لیکن یہان پر ایک اور اہم نسخہ کا ذکر کرتے ہین، اس کے دریافت کا سہرا ہمارے مکرم دوست مولوی ابو عمر صلاح یا فعی صاحب (حیدر آباد دکن) کے سر ہے، اس نسخہ مین وہ خطوط ہین، جو آداب عالمگیری مین موجود ہین، لیکن اوّل تو ان کی تعداد بہت محدود ہے، دوسرے ترتیب مین بھی فرق ہے، تیسرے اس کے ابتدا مین جو دیباچہ ہے، وہ صادق کے دیباچہ سے بالکل جداگانہ ہے، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور شخص نے بھی ان خطوط کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی،

نسخۂ یافتی | جو نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، وہ اصلی نسخہ کی نقل ہے، اور ۱۷ اسطرون کے ۱۲۷ صفحات پر مشتمل، اس کی ترتیب اس طرح ہے،

موضوع	از صفحہ	تا صفحہ
(۱) دیباچہ	۱	۲
(۲) خطوط بنام شاہجہان	۲	۸۶
(۳) " جہان آرا	۸۶	۹۷
(۴) " شاہ شجاع	۹۷	۱۰۱
(۵) " مراد بخش	۱۰۱	۱۰۲
(۶) " سعد اللہ خان	۱۰۲	۱۰۸
(۷) " شاہجہان	۱۰۸	۱۲۷

دیباچہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"دانایانِ بارگاہِ تکوین و ایجاد از لوحہ، اکوان، نقوشِ آغاز و حروف انجام و رموز دانانِ کارخانۂ ابداع از نامیہ مبدعاتِ رقومِ حال و سوادِ اقبال برشناسند"

اس کے بعد سلاطین اور "دست پروردگانِ الطاف ذوالجلال" کے خطوط کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ان خطوط کے متعلق لکھتا ہے کہ

"مصداق این اقوال، حال سعادت اشتمال مسودات بادشاہِ جہان پناہ محمد اورنگزیب عالمگیر محی الدین غازی کہ قابل خان مرحوم ابوالفتح در ایامِ پادشاہزادگی آنحضرت بموجب امرِ عالی نگارش نمودہ، بقلمِ جواہر رقمِ آنحضرت پیرایۂ اصلاح و حلیۂ تزیین یافتہ جامعِ اوراق کہ اصحابِ فن آن را دوستدار و کلامِ این قوم را آرزومند است، کلام الملوک

ملوک الکلام دانستہ چندے ازان جرایدِ بخرد و دانائی بسعی و کوشش فراہم آوردہ ترتیب لائق و ربط مناسب مقرر نمود"

مرتب کا بیان ہے، کہ اس نے اس مجموعہ کو نو مقالون پر تقسیم کیا ہے،

بالفعل این مجموعۂ بخرد را بر نہ مقالہ ترتیب نمود"

اور اس کی تفصیل یہ ہے،

(۱) عرائض اورنگ زیب بنام شاہجہان،

(۲) مکتوبات " " بیگم صاحب (جہان آرا وغیرہ)

(۳) نشانہائے " " امرا وغیرہ

(۴) " محمد سلطان " امرا وغیرہ

(۵) عرائض قابل خان " اورنگ زیب،

(۶) " " " محمد سلطان

(۷) حسب الامر کہ قابل خان نوشتہ

(۸) القاب وغیرہ

(۹) قولنامہ کہ حسب الالتماس محمد مراد بخش نگارش یافتہ

اس فہرست کے دیکھنے کے بعد یہ بات تو یقیناً معلوم ہوجاتی ہے، کہ موجودہ نسخہ بہت زیادہ نامکمل ہے، اور اس کے ساتھ اس کی ترتیب بھی درست نہین ہے، موجودہ نسخون مین شاہجہان کے خطوط دو حصون مین منقسم ہین، اور اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل نسخہ مین اوراق غلط لگے ہوے ہین، موجودہ ترتیب یہ ہے، بنام شاہجہان خط ۱ سے لیکر ۳۰ (نصف) پھر ۴۱ سے ۵۰ تک، پھر ۶۰، ۶۵، اور ۸۹ اور اس کے بعد وہ خطوط ہین، جو شاہجہان کے عزلت نشین ہونے

کے بعد لکھے گئے، اس کے بعد بہمان آرا، ۶ خط، شجاع ۲ خط، مراد خط، سعد اللہ خان ۶ خط، اور پھر شاہجہان کے نام خطوط ہین، ۳۰ نصف آخر تا خط نمبر ۳۹، اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے، کہ خطوط کی ترتیب آداب عالمگیری سے بہت زیادہ ملتی ہوئی ہے، افسوس کہ اس کے مصنف کا حال کسی طرح معلوم نہ ہوسکا اور نہ اس کے کسی مکمل نسخہ ہی کا پتہ ہے،

ایک اہم سوال، اسی سلسلہ مین رقعات عالمگیری کے ایک نسخہ نے جو کتب خانہ الاصلاح دیسنہ (پٹنہ) کی ملکیت ہے، ایک عجیب سوال پیدا کر دیا ہے، یہ نسخہ ابتدا مین نامکمل ہے، اور خطوط کی ترتیب سے پتہ چلتا ہے، کہ شاید دو تین ورق اس کے کم ہین، اس مین عموماً وہی خطوط ہین جو رقعات عالمگیری اور دستور العمل آگہی وغیرہ مین ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نسخہ مین بعض دوسرے ایسے خطوط بھی ہین جو کسی دوسرے نسخہ مین ہماری نظر سے نہین گذرے ہین، اور ان خطوط کو شروع کرنے سے پہلے مرتب نے بطور تمہید جو کچھ لکھا ہے، وہ ہماری توجہ و تحقیق کا بہت کچھ مستحق ہے، وہ لکھتا ہے،

"حضرت "خلد مکان" (عالمگیر) علیہ الرحمۃ والغفران کہ ہموارہ شمع جلال ایشان بنور ہدایت افروختہ بود، بیاض مشحون از لآلی معانی بلند و جواہر مضامین خاطر پسند کہ بے سخنان حکمت نشان یافتہ مناسب اندراج بود، در آداب عالمگیر شاہی کہ تحفۃ السلاطین اسم بامسمّی است، (می نوشتند) راقم ازان مخزن جواہر درہاے گران بہا بدست آورد و ہم سرمایۂ مفاخرت و مباہات اندوخت، ہم سرشق تختہ پردازی گرفت، و ہر یک ازان جواہر زواہر را در محلے مناسب بکار می برد"

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب کے پاس ایک ایسی بیاض تھی، جسمین وہ منتخب اشعار یا دلپسند تحریرین، لکھ لیا کرتا تھا، اور یہ صرف اورنگ زیب ہی تک محدود نہین ہے شاہجہان کے پاس بھی ایک ایسی بیاض تھی، چنانچہ اورنگ زیب اپنے ایک خط مین اپنے لڑکے

شہزادہ اعظم کو لکھتا ہے،

جانا! عزیزا!!! چند فقرہ از بیاض اعلیحضرت (شاہجہان) خوش آمد باقتضائے شفقت قلبی بے اختیار بآن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نباشیم"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا اورنگ زیب کے پاس ایسی کوئی بیاض تھی، اور اگر تھی، تو کیا اس کا کہین پتہ ہے، پہلے سوال کا جواب اثبات مین ہے، اور دوسرے کا نفی مین، اگر آج یہ بیاض ہم کو مل جاے، تو اورنگ زیب کی زندگی، اس کے ذوقِ ادب، اور اس کی افتادِ طبیعت پر اس کے ذریعہ کافی روشنی پڑ سکتی ہے، لیکن موجودہ حالت مین ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہین ہے کہ جو سامان بھی ہمارے پاس موجود ہے اسی کی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کرین، اورنگ زیب کے یہ خطوط، اس کے عہدِ صوبہ داری ملتان کے وسط یعنی ۱۶۵۰ء/۱۰۶۰ھ سے شروع ہوتے ہین، اور اگرچہ شاہجہان کے نام کے خطوط محاصرۂ گولکنڈہ ہی کے وقت مین یک بیک ختم ہو کر پھر صرف زمانۂ عزلت گزینی کے ۹، ۱۰ خطوط پر ختم ہو جاتے ہین، لیکن دوسرے لوگون کے نام جو خطوط ہین، اُن سے اس کی شہزادگی کے تمام واقعات پر روشنی پڑتی ہے، اور ہم ان کے ذریعہ اس کے حالاتِ زندگی کو ایک مربوط شکل مین پیش کر سکتے ہین، لیکن ان خطوط پر روشنی ڈالنے سے پہلے اور ان کی روشنی مین اورنگ زیب کی زندگی مرتب کرنے سے قبل یہ مناسب سمجھتے ہین، کہ اس کی خطوط نویسی کے متعلق کچھ بیان کر دین،

خطوط کا حقیقی مصنف ہمارے پاس قابل خان کے خطوط کے جو دو نسخے (آداب عالمگیری و نسخۂ یا فعی) ہین، ان کے دیباچہ نگارون نے لکھا ہے، کہ یہ خطوط قابل خان کے لکھے ہوے ہین، نسخۂ یا فعی کے مرتب نے اتنا اور اضافہ کیا ہے، کہ قابل خان جو خطوط لکھتا تھا، ان پر اورنگ زیب اصلاح دیتا یا کرتا تھا، لیکن ان خطوط کے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ اس عہد کے نہ صرف شاہزادے بلکہ

بادشاہ بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور صرف مشغولیت کے وقت منشی انکے حکم کے مطابق خطوط لکھتے، چنانچہ اورنگ زیب کے نام شاہجہان کے جو خطوط ملے وہ تین قسم کے تھے،

(۱) وہ خطوط جو خود شاہجہان کے ہاتھ کے لکھے ہوتے،

"نیر سپہر عزت و شرف یعنی فرمان والاشان عنایت عنوان نگاشتہ کلک گہربار، جواہر سلک درخجستہ ترسا عتے پر تو ورود انداختہ"

یا "منشور لامع النور سعادت ظہور کہ بقلم خاص زینت نگارش یافتہ بود"

(۲) وہ خطوط جو منشی لکھتا تھا لیکن اس پر شاہجہان چند سطریں اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتا تھا، اس کو "خط مبارک" یا "دستخط خاص" کے نام سے یاد کرتے تھے،

"منشور لامع النور سعادت گنجور مزین بخط قدسی خاص مبارک بورود کرامت آمود آن مباہی گشتہ"

یا "والا منشور لامع النور . . . نگاشتہ خامۂ دبیران بلاغت تبیان عطارد نشان شدہ بود، دیباچۂ آن صحیفۂ عزت و کرامت بخط قدسی نمط اشرف زینت یافتہ . . . پرتو ورود انداختہ"

(۳) وہ خطوط جنکو شاہجہان کے حکم سے منشی لکھتے تھے،

"والا منشور . . . نگاشتہ خامۂ دبیران عطارد رقم شدہ بود بورود آن سرفراز گردیدہ"

یا "وصول سعادت حصول فرمان والاشان نگاشتہ خامۂ دبیران عطارد نشان باعث سربلندی این فرخندی گردیدہ"

ان خطوط کے علاوہ جنمین کاتب کا ذکر ہے، بہت سے خطوط ایسے ہین جنمین صرف منشور کی وصولی کا ذکر تو ہے، لیکن کاتب کا کوئی ذکر نہین ہے، لیکن جن خطوط مین ذکر ہے، ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اکثر و بیشتر خطوط خود شاہجہان کے لکھے ہوتے تھے، اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہوگیا، کہ شاہزادون کے علاوہ سلاطین بھی اہم خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور آگے

چلکر ان کی متعدد مثالین ملتی ہین، اب سوال یہ ہے کہ کیا اورنگ زیب بھی ایسا کرتا تھا، یا اس کے تمام خطوط ابوالفتح کے لکھے ہوئے ہوتے تھے، خود خطوط سے اس کا جواب تلاش کرنے سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے، کہ ابوالفتح نے جو خطوط اورنگ زیب کے حکم سے لکھے ہین، ان کو دونون مجموعون والون نے واضح طور سے "حسب الامر" کے ماتحت درج کر دیئے ہین، ممکن ہی کہ بعض لوگون کو اس سے یہ شبہ پیدا ہو، کہ حسب الامر سے مقصد صرف وہ خطوط ہین جو عالمگیر کے حکم سے ابوالفتح اپنے نام سے لکھتا تھا، ان مین اپنا تذکرہ نہ کرتا تھا، اور اس کے ثبوت مین وہ بعض امرا اور فرمانروایان بیجاپور، و گولکنڈہ کے نام کے خطوط پیش کر سکتے ہین، اگر وہ خطوط اورنگ زیب کے ہاتھ ہی کے لکھے ہوئے ہوتے، تو ان پر "شرح دستخط خاص" والی عبارتین کیون ہوتین، ان تمام حالات کی موجودگی مین ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہین، وہ یہ ہے، کہ اورنگ زیب تمام خطوط یقیناً اپنے ہاتھ سے نہین لکھتا تھا، لیکن وہ خطوط جو اس نے شاہجہان، جہان آرا، مراد بخش، شاہ شجاع، اور محمد سلطان وغیرہ کو لکھے تھے وہ یقیناً بلاشبہ اسی کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، اور اس کا خود ان خطوط مین متعدد جگہ ذکر ہے، ایک مرتبہ اورنگ زیب کا انگوٹھا کٹ گیا تھا، اس نے اس حالت مین شاہجہان کو جو عریضہ لکھکر بھیجا، اسکی شان خط مختلف تھی، اس سے شاہجہان یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے یہ خط محمد سلطان سے لکھا کر بھیجا ہے، اور اس پر اس نے اورنگ زیب سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اورنگ زیب نے ان الفاظ مین اپنی صفائی پیش کی،

"قبلۂ و کعبۂ دو جہانی این مرید سلامت! عرضداشت کہ سابق از نظر مبارک گذشتہ خط این فدوی است، چو دران ایام نرانگشت دست راست این مرید آزار داشت، خوب نوشتہ نہ شدہ، اگرچہ خانہ زاد اعلیٰ حضرت (محمد سلطان) نیز بمقتضائے سن و سال بدنمی نویسد، لیکن این فدوی کہ ہرگز درین مدت حتی المقدور قلم غیرے را در تحریر عرائض محرم نہ ساختہ

چگونہ راضی خواہد شد کہ عرضداشت بخط خانہ زاد یا دیگرے نوشتہ شود" (۱۱۴)

اسی طرح اورنگ زیب کے ایک خط پر نہیں بلکہ اس کی صرف تاریخ پر شاہجہان نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا، کہ وہ دوسرے کا خط معلوم ہوتا ہے، اور یہ شک ظاہر کیا تھا کہ شاید وہ خطوط دوسروں کو بھی دکھاتا ہے، اورنگ زیب کا نوجوان ناتجربہ کار لڑکا محمد سلطان اس زمانہ میں شاہجہان کے پاس ہی تھا، اس نے بھی شاہجہان کے شبہ کی تائید کی تھی، اس پر اورنگ زیب اوسے لکھتا ہے،

"چون از مطاوی عرضداشت صاحب و قبلہ دوجہانی کہ بوساطت آن نامدار عالی تبار از نظر اشرف گذشتہ وایشان چنانچہ قرار گرفتہ اند کہ "تاریخ تحریر بخط دیگرے نوشتہ شد" واعلی حضرت نیز تصدیق این معنی فرمودہ اند بنابران بر زبان الہام بیان گذشتہ کہ "ازان سعادتمند جوان بخت بغایت بعید نمود، کہ باوجود آنکہ مکرر مسودات عرائض درگاہ جہان پناہ در حضور ایشان بہ بیاض رفتہ وی دانند کہ قلم دیگرے درآن محرم نیست وخط قدسی نمط را می شناسند، این قسم چیزے در حضور پر نور ظاہر ساختہ اند، بر تقدیرے کہ اعلیحضرت میفرمودند کہ تاریخ بخط مبارک نمی داند، بایستے آن تازہ نہال بوستان اقبال بمبالغہ معروض می داشتید کہ خط صاحب و قبلہ است ہرگاہ سہ بند بخط خود نوشتہ باشند، این دو کلمہ چگونہ بخط غیرے خواہد بود" (۱۱۷)

شاہجہان جب عزلت گزین ہو جاتا ہے، اور اورنگ زیب سے ناخوش ہو کر اسکی عیب جوئی اور نکتہ چینی پر اتر آتا ہے، تو اسے اورنگ زیب کا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اب وہ شاہجہان کو اپنے ہاتھ سے خط نہیں لکھتا، اس کے متعلق اورنگ زیب نے جو کچھ صفائی پیش کی ہے اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے، کہ اس وقت تک وہ

شاہجہان کو برابر اپنے ہاتھ سے خط لکھتا تھا، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین،

"این مرید پیش از رسیدن باکبرآباد اکثر اوقات عرائض را بخط خود می نوشت، لیکن چون تا فی الحال معلوم نمود، کہ در نظر امتیاز پیشگاہ خلافت عرائض این مرید و عرائض دیگراں کہ ہرگز بخط خود می نویسند و مدار آن بر تلبیس است یک اعتبار دارد، و راست را از دروغ فرقے نمی نہند؛ و مع ہذا اشتغال بسیار روے دادہ بود، ناگزیر از رعایت این شیوہ باز ایستاد، نوشتن لفظ خط نامعروف" در عریضہ بیان واقع بود، نہ برائے قصد، دیگر اینکہ بسم اللہ کہ بخط مبارک مرقوم می گردد بجہت حصول شرف و سعادت کافی است" (۲/۱۲۵)

ان مذکورۂ بالا عبارتون سے یہ تو ثابت ہو گیا، کہ اورنگ زیب اپنے ہاتھ سے خطوط لکھتا تھا، اگر اسی سلسلہ مین اس کے شان کے متعلق کچھ بیان کر دیا جاے، تو شاید بیجا نہ ہو گا[1]، یہ ایک نہایت افسوسناک حقیقت ہے کہ وہ شخص جس نے اپنی نو دسالہ عمر مین ہزارون خطوط اور متعدد کلام مجید لکھے ہون، اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہم کو کچھ نہ ملے، اور ہم اس کو اپنے دعوی

[1] اسی سلسلہ مین یہ بتانا کہ اورنگ زیب کس وقت خطوط لکھا کرتا تھا، دلچسپی سے خالی نہ ہو گا، اورنگ زیب اپنے عہد شہزادگی مین بھی اوقات کا بہت زیادہ پابند تھا، اس لیے اس نے حالت قیام مین خطوط کے لکھنے کا وقت مقرر کر لیا تھا لیکن سفر کی حالت مین وہ کسی خاص وقت کا پابند نہ تھا، البتہ بادشاہ ہونے کے بعد اس نے ایک وقت معین کر رکھا تھا، چنانچہ صاحب عالمگیر نامہ لکھتا ہے،

"قبل از دو پاس روز قرین نجت و سعادت . . . . بانجمن خاص غسلخانہ عز قدوم می بخشند . . . . وعرائض صوبہ داران و حکام اطراف اکثر درین محفل . . . . از نظر فیض اثر گذشتہ برخ مطالعہ اشرف میرسد، و بعضے دیگر را وزیر اعظم خواندہ مضمون بعرض ہمایون میرساند و احکامے کہ در جواب ہر یک میشود دستور . . . بمنشیان . . . ابلاغ مینماید" صفحہ ۱۰۰-۱۱۰

کے ثبوت مین پیش نہ کر سکین، تاہم ہم کو اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریرون کا علم ہے اور اس سلسلہ مین اسکے سوانح نگارون نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی روشنی مین راے قائم کرنے کی کوشش کرین گے،

سلاطین مغلیہ تمامتر تعلیم یافتہ، صاحب ذوق سلیم، اور ادب شناس و علم پرور ہوئے ہین، بابر، شاعر و مصنف تھا، اس کے لڑکے بھی علم دوست تھے، چنانچہ کامران کا دیوان، اور ہمایون کا اپنے کتب خانہ کی چھت پر سے گر کر جان دینا، اسکا ثبوت ہے، خدا بخش خان کے کتب خانہ کا تاریخی نسخہ دیوان حافظ[1]، ہمایون کے ذوق سلیم کی بین دلیل ہے، اکبر اگرچہ خود تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن اسکی علم دوستی، اور علما پروری سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، جہانگیر کی ادبیت، اس کا زور قلم، اس کا ذوق شعری، مشہور عام ہے، شاہجہان نے شاہی کتب خانہ کے مختلف علوم و فنون کی کتابون پر جو عبارتین لکھی ہین، اور جس طرح ان سے استفادہ کیا ہے، وہ ہمارے لیے اس کے علمی ذوق کے ثبوت مین کافی ہین، اس کے لڑکون مین دارا کی تصنیفی صلاحیت، اور فلسفیانہ قابلیت مسلم ہے، اورنگ زیب کے خطوط اس کے وسعت مطالعہ کے ضامن ہین، شجاع ملا محمود جونپوری مصنف شمس بازغہ و فرائد کا شاگرد ہے، مراد بھی پڑھا لکھا ہے، یہ تو اس کے لڑکون کا حال تھا، لڑکیون مین جہان آرا، کی مونس الارواح، اس کو کسی سے پیچھے نہین رکھتی، اورنگ زیب کی اولاد مین محمد سلطان کو جس طرح تعلیم دیجاتی تھی، زیب النسا، کو جو تبحر علمی حاصل تھا، اور اس کے دوسرے لڑکون اور پوتون کی تعلیم کا جو سامان کیا گیا تھا وہ اسکی علمی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، چنانچہ معظم کو تو شیخ الحدثین تک کا لقب حاصل تھا، ایسی حالت مین اگر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اورنگ زیب کو فن خطاطی مین بھی کمال حاصل تھا، تو شاید صحت سے زیادہ دور نہ ہوگا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین، کہ دارا کو فن خطاطی مین عبد الرشید

[1] اس نسخہ پر مین نے عرصہ ہوا ایک مفصل مضمون معارف مین لکھا تھا، دیکھو ج ۱۱ شمارہ ۶ جون ۱۹۲۳ء

دیلمی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، اور اس شاہزادہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو تحریرین اس وقت تک موجود ہین، وہ اس کے کمالِ فن پر دال ہین[1]،

اورنگ زیب بھی فنِ خطاطی مین اپنے بھائی سے کسی طرح پیچھے نہین تھا، اور اس کے خطِ نسخ، نستعلیق اور شکستہ کی مورخین نے تعریف کی ہے، اس نے فنِ خطاطی مین سید علی خان الحسینی جواہر رقم (متوفی ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء) کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا تھا، چنانچہ تاریخ خوشنویسان ہند مین ہے،

"انچہ از کتب دیگر مثل مرآۃ العالم وغیرہ بنظر رسیدہ اینکہ میر سید علی خان جواہر رقم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان وارد ہندوستان گشت واز حضور وے بخطاب جواہر رقمی مشرف گشتہ بتعلیم محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر مامور شدہ، سرِ امتیاز بر افراشتہ"[2]

جب اورنگ زیب بادشاہ ہوا، تو اس نے اپنے استاد کو:-

"باستادی شاہزادگان برگماشت" اور وہ تمام عمر" در رکاب اورنگ زیب در کشمیر و دکھن ماندہ، عمر گی بہم رسانید"[3]

اس کے علاوہ اس کی شہزادگی ہی کے زمانہ مین عبد الباقی حداد (عبد اللہ) بھی اس کے پاس آیا تھا، اس کاتب کی تعریف مین صاحب تذکرۂ خوشنویسان لکھتا ہے:-

"در دورۂ اخیر گوے سبقت از نسخ نویسان بردہ، خط نسخ را عروس الخط کردہ آرایش و زینت دیگر بخشید"[4]

اور اس کے اورنگ زیب کے پاس آنے کا حال ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

"ہندوستان آمدہ بجناب شاہزادہ اورنگ زیب بہادر نوشتہ خود قرآن سی ورقی و کلام اللہ و صحیفہ وغیرہ گذرانیدہ مخاطب بہ یاقوت رقم شدہ، بوطن معاودت کرد، چند کس از شاگردان او شد

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم۔ اے نے دارا کی موجودہ تحریرون پر ایک مضمون مسلم ریویو ۱۹۲۶ء کلکتہ جون مین لکھا ہے، [2] تاریخ خوشنویسان ہند صفحہ ۵۷ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۵،

خود بخوبی گذاشت، اکثر ہا بخطاب یاقوت رقمی و یاقوت رقم خانی سرفراز یافتہ اند،

اس کے علاوہ ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ شاہجہان کے دربار مین عبدالرشید کے علاوہ دوسرے خوشنویس بھی موجود تھے، اور بہت ممکن ہے، کہ اورنگ زیب نے ان مین سے کسی دوسرے سے بھی کچھ سیکھا ہو، اس کے بعد ہم کو مورخین کے بیان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اورنگ زیب کا درباری مورخ منشی کاظم ہے، وہ عالمگیر نامہ مین لکھتا ہے،

از رتبۂ خط و حسن تحریر آں شہنشاہ فلاطون فطنت سکندر نظیر کہ صفحات روزگار و اوراق دفاتر لیل و نہار از آن زینت پذیر است، خامۂ نکتہ پرداز جادو فن را چہ یارائے دم زدن بقدرت کلک بدائع آثار معنی استادی و سحر نگاری را چناں بر کرسی نشاندہ اند کہ دست استادان اقالیم سبعۂ خط بدان نتواند رسید،

خط نسخ:- آن حضرت کہ رقم نسخ خط یاقوت و صیرفی تواند بود، در غایت پختگی و مزہ و متانت و اسلوب است، و کمال قدرت در نوشتن آن دارند، و اکثر اوقات توفیق ثواب اندوزی کتابت کلام اللہ از ضمائم عبادات و کرائم عادات آن شہنشاہ دین پناہ است"

خط نستعلیق:- آن حضرت بے شائبہ اطراے مدح طرازی و اغراق نکتہ پردازی دران رتبہ است کہ قطعہاے کہ در عین ایام ذوق و سرگرمی مشق، رقم پذیر خامۂ اشرف گشتہ بقطعہاے خوب استادان کہ عمر گرانمایہ صرف تحصیل آن سرمایہ ساختہ بتکمیل امرے دیگر نپرداختہ اند، در نظر خط شناسان مبصر مشتبہ میشود و شکستہ نستعلیقی در غایت مغزداری و صفا و متانت و پختگی مینویسند[1]"

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۲-۴۷۔

مآثر عالمگیری نے الفاظ کے گورکھ دھندون سے نکل کر مختصر الفاظ مین مذکورۂ بالا بیان کی اس طرح تائید کی ہے،

"خطِ نسخ آنحضرت در غایت متانت و اسلوب بود و کمالِ قدرت نوشتن آن داشتند"

"و خطِ نستعلیق و شکستہ نیز بغایت خوب نوشتند"[1]

اورنگ زیب کے کمالِ خطاطی کے متعلق ان بیانات کو سننے کے بعد ہم کو ان تحریرون کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جنکا تاریخون مین پتہ ہے، یا جنکی موجودگی کا ہم کو علم ہے،

صاحبِ عالمگیر نامہ کا بیان ہے، کہ اورنگ زیب نے عہدِ شاہزادگی ہی مین

"مصحفِ مجید بخط مبارک صورت اتمام دادہ آن را . . . . . بمکہ معظمہ و کعبۂ مشرفہ زادہا اللہ قدرًا و جلالہ فرستادند"[2]

اور تخت نشین ہونے کے بعد بھی،

"در اندک وقتے بدستیاری تائید و مددگاری بخت سعید جلدے دیگر از مصحفِ مجید باتمام رسانیدہ"[3]

اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے کہ،

"سوائے این دو مصحف کریم مکرر بتحریر پنج سورہ و دیگر سورِ قرآنی موفق گشتہ اند"[4]

چنانچہ اس کے بعد کے صحف مین سے اس نے

"دو قرآن مجید بخطِ اقدس کہ مبلغ ہفت ہزار روپیہ بر لوح و جدول و جلد آں صرف شد بمدینہ منورہ مرسل شدہ"[5]

---

[1] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲، [2] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۹۳، [3] ایضًا صفحہ ۱۰۹۳، [4] ایضًا

[5] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۲،

لیکن افسوس کہ ان تین نسخون مین سے کسی ایک نسخہ کا بھی پتہ نہین ہے، ہم نے اکثر اہل علم سے جنھون نے حال مین حج و زیارت مدینہ مکرمہ کا شرف حاصل کیا ہے، دریافت کیا لیکن ان لوگون نے اُن کی موجودگی کے متعلق اپنے عدم علم کا اظہار کیا، اور شاید "دیوانِ ظہیر فاریابی" کی چوری کی شاعرانہ سند جواز پر کتاب اللہ کے یہ قیمتی نسخے بھی بیت اللہ اور بیت الرسول صلعم سے چوری ہوگئے، انکے علاوہ ہمکو اورنگ زیب کے ہاتھ کے لکھے ہوے مندرجۂ ذیل کلام مجید کا حال معلوم ہوسکا ہے

(۱) کلام مجید، مملوکہ اعلیحضرت حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ، یہ نسخہ جیسا کہ ہمارے راوی کا بیان ہے، اورنگ زیب غازی نے فیروز جنگ غازی کو ہدیہ دیا تھا،

(۲) نسخہ مملوکہ، جناب مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دیوانی حیدرآباد، اس نسخہ کو ۱۹۲۸ء کے دسمبر مین تاریخی مجلس اسناد ہند کی نمایش مین رکھا گیا تھا، (اور اس کے مالک کا نام اس وقت عبداللطیف ظاہر کیا گیا تھا،)

(۳) نسخہ مملوکہ نواب صاحب مانگرول، اسے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے شایع بھی کردیا ہے،

(۴) پنج سورہ مملوکہ امپیریل لائبریری شعبہ بوہار لائبریری کلکتہ، اس وقت وکٹوریہ میموریل مین موجود ہے،

اس طرح ہم کو اورنگ زیب کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے چھ نسخون اور ایک پنج سورہ کا پتہ چلتا ہے، اور ایک ایسے بادشاہ کا جسکا ایک ایک دن سفر یا جنگ مین گذرتا ہو، جسے ہندوستان جیسے وسیع ۱۰ ر پر فتنہ ملک پر حکومت کرنا ہو، اتنا لکھ لینا حیرت انگیز ہے، یہ واقعہ بھی عجائبات عالم مین شمار ہوگا، کہ اورنگ زیب جس کلام مجید مین تلاوت کرتا تھا، وہ اس وقت کولنبیا یونیورسٹی (امریکہ) کی ملکیت ہے، یہ نسخہ بھی خاندان تیموریہ کے ایک رکن سلطان ابراہیم

کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اس کے آخری ورق پر اورنگ زیب نے جو اس وقت صرف ۲۰ سال کا تھا، ایک عبارت عربی میں قرآن کے کاتب اور اپنی ملکیت کے متعلق لکھا ہے، اور یہ عبارت اورنگ زیب کی عربی دانی اور اس کے شکستہ نستعلیق کی پختگی کا ایک ثبوت ہے، لیکن جب ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس شہنشاہ کشورِ ہندوستان جنت نشان کا ذریعۂ معاش یہی قرآن نویسی و کلاہ دوزی تھا، تو ہماری یہ حیرت محترمانہ و معتقدانہ استعجاب سے بدل جاتی ہے، چنانچہ وہ اپنے وصیت نامہ میں لکھتا ہے:-

"چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد ایں بیگہ محلدار است، بگیرند و صرف کفن این بیچارہ نمایند، و سہ صد و پنجروپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص است روز وفات بفقرا ربد ہند"[1]

ان مصاحف کی نقل کے علاوہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، وہ اپنے اعزہ کو خطوط بھی اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا تھا، اور اکثر و بیشتر امرا کے خطوط پر بھی چند سطریں لکھ دیتا تھا، ہمارے اس بیان کی تصدیق عالمگیر نامہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے،

"و اکثر اوقات باقتضائے عنایت و مرحمت بنا بر بعضے مراتب سری و مصالح ملکی مناشیر کرامت عنوان بادشاہزادہائے ارجمند کامگار و نوئنان نامدار بخط مبارک مینویسند، و کم وقتے میگذرد کہ برعنوان امثلۂ جلیلہ کہ بامرائے ذیشان و عمدہائے آستان سپہر نشان زینت صدور میابد، سطرے چند نگارش نمی فرمایند"[2]

لیکن افسوس کہ اس قسم کے خطوط اور فرامین کا کوئی پتہ نہیں ہے، البتہ اورنگ زیب کے ایک شقہ کا عکس جو اس نے آمون کے متعلق لکھا تھا، ضلع ہردوئی کے ایک کارخانہ قلمدان

---

[1] سرکار احکام عالمگیری صفحہ ۱۲-۱۳ طبع ثانی ۱۹۲۶ء [2] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۴،

انبہ نے اپنی فہرست مین شائع کیا تھا، اور حکیم رضی الدین مرحوم دہلی کے خاندان مین اورنگ زیب کا ایک فرمان ہے، جس کے عنوان پر اورنگ زیب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چند سطرین ہین، ان کے علاوہ ہم کو کسی دوسری تحریر کا کوئی علم نہین ہے[1]،

اورنگ زیب اور فن انشا، اس حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، کہ اسلامی نصاب مین فن خطوط نویسی و انشا کو خاص اہمیت دیجاتی تھی، اور انشا کی لاتعداد کتابین آج بھی اس دعوی کا بہترین ثبوت ہین، اچھے منشیون کی خاص عزت تھی، اور امرا و سلاطین ان کو ہمیشہ انعامات و خطابات سے سرفراز کرتے رہتے تھے، اس فن کے حصول کے لیے خاص خاص کتابین پڑھائی جاتی تھین، اور اورنگ زیب نے بھی ان کتابون کو پڑھا تھا، اور اس کے بعد اپنے لڑکون کو بھی پڑھایا تھا، اورنگ زیب کی تعلیم کے متعلق ہم یہان پر نہین بلکہ اس کے ابتدائی حالات کے ضمن مین مفصل طور سے لکھین گے، یہان پر صرف یہ بتا دینا چاہتے ہین، کہ فن انشا مین اس کا درجہ بہت بلند تھا، آیات قرآن مجید، و احادیث نبوی، اس کو بکثرت یاد تھین، سعدی، حافظ، نظیری، نظامی وغیرہ کے کلام کا بھی معتد بہ حصہ اس کے دماغ مین محفوظ تھا اور وہ اکثر اپنے خطوط مین اُن سے کام لیتا تھا، اس کے خطوط اس کے کمال فن کے شاہد ہین، اس کے مورخین نے بھی اس حیثیت سے اس کی تعریف کی ہے، عالمگیر نامہ مین ہے

> نکتہ دانی و معنی شناسی و ربط و مناسبت فطری و کسبی آن حضرت بمراتب نثر و انشا ہے انواع کلام در مرتبہ ایست کہ سخن سنجان معنی طراز و فصاحت پیشگان نکتہ پرداز از فیض تعلیم و ارشاد آن مظہر کمالات قدسی، عمرہا استفادہ دقائق و رموز سخن میتوانند کرد

[1] مولوی بشیر الدین احمد مرحوم نے فرامین سلاطین مین اورنگ زیب کے بعض ایسے فرامین شائع کئے ہین جسمین شرح دستخط خاص کے نام سے عبارت ہے، اگر اصل فرمان ملجاتے تو ممکن تھا کہ وہ اس تعداد مین اضافہ کا سبب ہوتے،

ہرگاہ باداے منشورِ منشیانِ بلاغت گستر انشا نامہ میفرمایند، بحسن تقریر دلپذیر بنوعے تمہید مطلب وتلقین مدعی مینمایند کہ اگر نگارندۂ قوت حافظہ را درج آن دُرر شاہوار ولآلی آبدار ساختہ بنگارش ہماں الفاظ گہرنثار بنظم تالیفے کہ از زبانِ حق بیان استماع نمودہ اکتفا نمودہ، از تجشم فکر و تکلفِ انشا مستغنی است،

وچون مسودۂ آن درست میشود، بمطالعۂ اشرف رسیدہ از قلم بدائع رقم آن شہنشاہ نکتہ رس ہوشمند چندان بتصرفاتِ مرغوب و اصلاحہاے دلپسند زینت میباید کہ ادیبِ اریب از ملاحظۂ آن بعجز و قصور معترف گشتہ سرمایۂ بصیرت در اسلوب و قواعدِ سخن و پیرایہ خبرت و مہارت در آن فن می اندوزد، وہمچنین مناشیرِ جلالت نشانے کہ منشیان دولت پائدار مینویسند نخست مسودۂ آنہا بنظر انور در آمدہ بزیورِ اصلاحِ بادشاہانہ مزین میشود[1]"

مآثر عالمگیری کا بیان ہی، کہ:-

"آنحضرت را در مراتبِ نثر و انشا دستے تمام بود، و در مہارتِ نظم و نثر بہرۂ تام[2]"

بعض لوگون کا خیال ہے کہ اورنگ زیب کو شاعری سے کوئی مناسبت نہین ہے، حالانکہ اس کے خطوط اس بات کی صاف تردید کر رہے ہین، اور جون جون اس کی عمر بڑھتی جاتی ہی، وہ اشعار کے استعمال مین بھی زیادتی کرتا جاتا ہے، اس کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ اسنے ملا شاہ اور فانی (کشمیری) کے دیوان کو خاص طور سے منگوا کر پڑھا تھا[3]، اپنے لڑکون کو بھی وہ نظم کے مطالعہ کی ہدایت کرتا ہے، البتہ اتنا ضرور تھا، کہ وہ عام عاشقانہ و رندانہ شاعری کو

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۱۰۹۴-۵ [2] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲،

[3] انشاے فارسی ص ۵ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بحوالہ سرکار (اورنگ زیب جلد اول)

پسند نہین کرتا تھا، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہے،

"امابمودائے مستشہد صادق کریمہ الشعراء یتبعہم الغاوون متمسک گشتہ، توجہ باستماع شعر بے فائدہ نداشتند، تا بشنیدن اشعار مدح چہ رسد، الاشعرے کہ متضمن موعظت باشد نکردہ بہر رضائے خدائے عزوجل نہ بچشم سوئے غزال ونہ بگوش سوئے غزل"[1]

اس کے علاوہ مآثر الامرا وغیرہ مین ایسے واقعات درج ہین، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اس کا ذوق شعری بہت بلند تھا، اور وہ پر درد اشعار سے بہت زیادہ متاثر ہوتا تھا، اس سلسلہ مین اس کے خطوط پر جو تنقید ہوگی، اسمین اس دعویٰ کے متعدد ثبوت ملین گے،

خطوط کی ہمہ گیری ایوں تو بادی النظر مین ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک شخص کے ذاتی وخانگی خطوط مین معمولی واقعات، یا روزانہ حوادث کے بے مزہ حالات کے سوا کچھ نہ ہوگا، لیکن اگر ہم ان خطوط پر غور کرین تو ہم کو معلوم ہوگا، کہ ایک شخص کے ذاتی خطوط، جذبات وحقائق نگاری کے بہترین میدان ہوتے ہین، پیدائش وموت، فراق ووصال، مسرت وماتم، شادی وغم، امید وبیم علالت وصحت، خرید وفروخت تعمیر وتخریب، موسم وفصل، تمدن وتہذیب، وقتی سیاست واقتصادیات معاشرت ومذہب، سب کچھ اس مین ہوتا ہے، اور یہ لکھنے والے کے زور قلم اور کمال انشا، کے اظہار کے لیے بہترین میدان ہیں، پھر ایسی حالت مین جب کہ لکھنے والے کا حلقۂ مراسلت بہت وسیع ہو، ایک طرف اُسے اپنے ارکان خاندان، باپ، بھائی، بہن، اور اولاد سے خط وکتابت کرنا ہو، دوسری طرف وزرا، وامرا، کو مخاطب کرنا ہو، تیسری طرف مشائخ وعلما سے شرف مکاتبت حاصل کرنا ہو، چوتھی طرف ہمسایہ سلاطین سے مراسلت ہو، اور پانچوین طرف اپنے ملازمین کو سعادت وسرفرازی بخشنا ہو، تو پھر ان مواقع وحالات کی کیا کمی ہوسکتی ہے، اور اورنگ زیب کے خطوط اسی قسم کے گلہاے رنگا رنگ کا بہترین مجموعہ ہین کہین ذاتی حالات

[1] مآثر عالمگیری ص ۳۰۲-۵۳۲۔

۱۶۶۳۲

کے متعلق اظہارِ خیال ہی، تو کہین سیاسی و معاشری واقعات پر تنقید، کہین شوقِ وصال بیچین کئے ہوے ہے، تو کبھی دردِ فراق نے مضطر کر رکھا ہے، کسی جگہ کسی کی شادی یا ولادت کی خوشی ہے، تو کہین کسی کی موت کا ماتم، کسی جگہ کسی افسر کی سفارش ہے، تو کہین تنبیہ، اگر ایک خط عمارتون اور قلعون کے مفصل حالات سے مملو ہے، تو دوسرا باغون اور چمنون کی رنگین بیانی سے پُر، کہین عتاب ہی، تو کہین عنایت، کبھی گرمجوشی ہے، تو کبھی سرد مہری، کہین الزامات کی صفائی ہی، تو کہین دوسرے کے خلاف شکایت، غرضکہ وہ کونسی چیز ہے، جو اس مجموعہ مین نہین ہی اور پھر وہ کونسی شے ہے، جس مین حقیقت نگاری کے ساتھ کمالِ ادب کو جگہ نہین دیگئی ہے، لیکن اس دعوی سے بہتر یہ ہے، کہ ہم اس کے خطوط سے اس کا ثبوت پیش کردین،

فرقِ مراتب خطوط کی تحریر مین سب سے پہلی اور اہم چیز فرقِ مراتب کا خیال رکھنا ہی، یعنی مخاطب جس مرتبہ، جس درجہ، اور جس عزت کا مستحق ہی، اسی کے مطابق نہ صرف اس کو مخاطب کیا جائے، بلکہ پورے خط مین یہ حیثیت قائم رکھی جائے، کہ یہ بلاغت کی ایک اہم شرط ہے، اورنگزیب نہ صرف اس کا پورا پورا خیال رکھتا تھا، بلکہ اگر دوسرے اس شرط کو نظر انداز کر دیتے تھے، تو ان کو فوراً متنبہ کرتا تھا، چنانچہ اس نے اس سلسلہ مین اپنے لڑکون کو بارہا اصلاحین دی ہین، ان کو تربیتِ اولاد کے سلسلہ مین ہم بیان کرین گے، یہان پر صرف یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ اورنگزیب اس چیز کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا، چنانچہ جب وہ اپنے باپ کو لکھتا ہے، تو اس علم کے بعد لکھتا ہی، کہ وہ نہ صرف باپ ہے، بلکہ ہندوستان کا شہنشاہ، اور "ظل اللہ فی الارض" بھی ہے، اس کیلیے جو الفاظ استعمال کرتا ہے، ان مین وہی بزرگی موجود ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ کمال یہ ہے، کہ اورنگزیب نے اسے سینکڑون خطوط لکھے ہین، اور ہر خط کا طرزِ تخاطب ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ جداگانہ ضرور ہے، لیکن اصل چیز ہاتھ سے جانے نہین دی ہے، حتی کہ اس وقت جبکہ وہ برادرانہ جنگ کیلیے

روانہ ہوا نہین، بلکہ اس وقت جبکہ وہ اکبرآباد مین شاہجہان کا محاصرہ کئے ہوے ہے، نہین، بلکہ اس وقت بھی جب وہ خود شاہنشاہ عالمگیر ہو چکا ہے، اس چیز مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آنے دیتا، محاصرۂ قندھار کی ناکامی کے بعد سے آخر وقت تک باپ بیٹے مین جو کشیدگی رہی، شاہجہان نے جو سخت سے سخت بات اسے کہی، جو تلخ سے تلخ زہر سے بجھا ہوا تیر اس پر چلایا، سب کے جواب مین اُسنے کبھی بھی ایک لمحہ کے لئے سررشتۂ ادب کو ہاتھ سے چھوٹنے نہین دیا، اور کسی وقت بھی جادۂ فرزندی سے الگ نہ ہوا، اس کی مثالین آیندہ آئین گی، اور یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، کہ ایسی حالت مین بھی کس طرح اورنگ زیب کے ہاتھ سے دامنِ صبر نہ چھوٹا، باپ کو جب مخاطب کرتا ہے، تو ان الفاظ مین :-

"مریدِ عقیدت کیش زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ وہ اسمِ ارادت و عقیدت بجا آوردہ بمسامعِ جاہ و جلال میرساند" ۶/۱۱

یا، کمترین مریدان اخلاص سرشت آدابِ ارادت و عقیدت کہ سرمایۂ دولت و سعادت است از خلوصِ طویت بجا آوردہ ذرہ وار بموقفِ عرضِ مقدس میرساند" ۵/۱۳

یا "مرید فدوی بعد ادائے آدابِ ارادت و عقیدت کہ متضمن ہزاراں شرف و سعادت است ذرہ آسا بموقفِ عرضِ مقدس و اعلیٰ میرساند" (۱/۱۶)

اب اس کا طرزِ تخاطب دیکھیے جبکہ ناراضگی علانیہ شروع ہو جاتی ہے،

"مرید فدوی زمینِ خدمت بلبِ ادب بوسیدہ و وظائفِ عقیدت و ارادت بجا آوردہ ذرہ صفت بعرضِ مقدس معلی میرساند" ۲/۱۴)

جنگِ برہان کے لیے روانہ ہونے کے بعد جو خطوط لکھے ہین، ان کی ابتدا یہ ہے،

"بعد از تقدیم مراسمِ عبودیت و آدابِ فدویت ذرہ وار بموقفِ عرض پایہ سریر خلافت جہانبانی

میرساند" (۳/۱۱۸)

شاہجہان کے عزلت نشین ہونے کے بعد اورنگ زیب خود شہنشاہ عالمگیر تھا، اس وقت بھی وہ شاہجہان کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے:-

"بعد ادائے وظائفِ عقیدت بعرضِ اقدس میرساند" ۱/۱۲۴

یا "بعد ادائے مراسمِ عقیدت و اخلاص بعرضِ اشرف میرساند" ۴/۱۲۷

اپنی بہن جہان آرا کو ان الفاظ سے مخاطب کرتا ہے:-

"مخلصِ بے اشتباہ بعد ادائے مراسمِ اخلاص و نیازمندی معروض میدارد" (۱/۱۳۳)

یا "خیراندیش سراسر اخلاص مراسمِ عقیدت بتقدیم رسانیدہ معروض میدارد" (۲/۱۳۴)

اپنے بڑے بھائی محمد شجاع کو لکھتا ہے:-

"بعد از گذارشِ مراسمِ مخالصت و موالات معروض میدارد" (۱/۱۶۲)

یا "مخلصِ خیراندیش بعد از گذارشِ مراسمِ اخلاص معروض میدارد" (۳/۱۶۴)

اپنے چھوٹے بھائی مراد بخش کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے:-

"برادر عزیز یجان برابر کامگار نامدار عالی مقدار من از نخلِ حیات و زندگانی بہرہ مند و برخوردار بودہ مسرت قرین باشند" (۱/۱۷۲)

یا "برادر عزیز یجان برابر عالیمقدار من از نہالِ زندگانی برخوردار و از آشوبِ نوائب بر کنار باشند" (۱/۱۷۸)

اپنے لڑکوں کو اس طرح یاد کرتا ہے، یہ باغی اکبر کے نام ہے:-

فرزند ارجمند، درۃ التاج فرخی و فیروزمندی و دلپسندی شاہزادۂ جہانیان بغایت الطاف شاہنشاہی و اعطاف بادشاہی مخصوص گشتہ بداند"

دوسرے محبت کے الفاظ یہ ہین،

"بابائے من! بہادر من! وغیرہ

وزیر حکومت سعداللہ خان، یا دوسرے امرائے شاہی کو خط لکھتا ہی، تو اس کے پیش نظر دو چیزین ہوتی ہین، ایک تو مکتوب الیہ کی بلند مرتبگی، اور دوسرے خود اپنی شاہزادگی، اور وہ اپنے خطوط مین دونون کو نباہتا ہوا، اس طرح اس فرض سے سبکدوش ہوتا ہی:-

خان سعادت نشان، رفیع المکان، مستغنی الالقاب مشمولِ الطاف وعنایاتِ اعلیحضرت خلافت منزلت ظلّ الٰہی بودہ معلوم نمایند"

یا "خان رفیع مکان سعادت نشان المستغنی عن الالقاب مشمولِ الطاف وعنایتِ نامتناہیٔ اعلیحضرت ظلّ الٰہی بودہ معلوم نمایند"

امیرالامرا، علی مردان خان،

"اعتضادِ سلطنت و فرمانروائی، اعتمادِ خلافت و کشورکشائی، موردِ الطافِ بیکرانِ بادشاہی، مہبطِ اعطافِ بے پایان اعلیحضرت ظلّ الٰہی، عمدۂ امرائے رفیع الشان، زبدۂ خوانینِ بلند مکان خان سعادت نشان مؤتمن الدولۃ العظمیٰ علی مردان خان امیرالامرا، بتوجہات و تلطفاتِ خاص سرورگشتہ معلوم نمایند"

شاہ نواز خان،

خلاصۂ خاندانِ مصطفوی، نقادۂ دودمانِ مرتضوی، رکن السلطنۃ العظمیٰ، عضد الخلافۃ الکبریٰ، خان رفیع مکان، سعادت نشان، عمدۃ الملک شاہ نواز خان تلطفات و تفقداتِ خاص عز اختصاص یافتہ معلوم نمایند"

مرزا راجہ جے سنگھ:-

زبدۂ دلاوران و مشہوران، خلاصۂ جان نثاران و ہوا خواہان، نقادۂ مخلصانِ ارادت کیش، قدوۂ خیر اندیشانِ عقیدت اندیش، شایستۂ مراحم بیکران بادشاہی، سزاوارِ عنایات بے پایانِ شاہنشاہی، عمدۂ راجہائے اخلاص شعار، مطیع الاسلام مرزا راجہ جے سنگھ بتوجہات بادشاہی مخصوص و مباہی بودہ بدانند"

شایستہ خان،

رکن السلطنۃ، مؤتمن الدولۃ البہیہ، نتیجۂ امرائے عظام رفیع المکان، سلالۂ خوانینِ کرام عظیم الشان، موردِ الطاف بے پایان، المخصوص بمزید الطاف و الاحسان، المختص بمواہب الملک المنان، خانِ سعادت نشان، عمدۃ الملک شایستہ خان مشمولِ عنایات و تلطفاتِ سلطانی بودہ معلوم نمایند"

مرزا سلطان (ملازم شاہی)

سعادت مرتبت، نجابت منزلت، خلاصۂ خاندانِ صفوت ہوردِ مراحم بیکران مرزا سلطان بعنایتِ خاص عز اختصاص یافتہ بدانند"

تقرب خان (طبیب شاہی)

حکمت پناہ، فطانت دستگاہ، جالینوس الزمان، سزاوارِ مرحمت بیکران، شایستہ الطاف بے پایان، تقرب خان بتوجہاتِ خاص اختصاص یافتہ بدانند"

اب اس نے اپنے ملازمین کو جس طرح مخاطب کیا ہے، اسے بھی دیکھ لیجئے،

ملتفت خان،

"آن زبدۂ مخلصان و خلاصۂ دولتخواہان معلوم نماید"

یا "بوفور توجہ خاطر والا مختص بودہ بدانند"

شاہ بیگ خان،

"امارت پناہ، ایالت دستگاہ، قابل المرحمت الاحسان شاہ بیگ خان بعنایت سلطانی مباہی گشتہ بداند"۔

یہ سرکاری ملازمون کے متعلق تھا، اب بزرگانِ دین کے متعلق ملاحظہ فرمایئے،

خواجہ عبدالغفار،

"سیادت مرتبت، ونجابت وشرافت منزلت خلاصۂ خاندانِ ہدایت وکرامت نتیجۂ الابرار خواجہ عبدالغفار برجادۂ خداپرستی وحق جوئی مستقیم بودہ بعافیت باشند"

خواجہ عبدالوہاب،

"شرافت ونجابت پناہ، حقائق ومعارف آگاہ نتیجۂ ابرار ولایت جناب خواجہ عبدالوہاب ہموارہ برجادۂ صدق وعقیدت مستقیم باشند"

اب سلاطین اور ہمسایہ حکمرانون کے نام کے خطوط کے ابتدائی الفاظ دیکھئے، اس نامہ مین ایسے خطوط یا توحمد ونعت سے شروع ہوتے تھے، یا رسید خط سے حمد ونعت کو حذف کرنے کے بعد عبارتین اس طرح ہین،

موالیٔ ایران[1]،

عالی منزلت، خلافت مرتبت، گرامی فطرت، سامی منقبت واسطۃ العقد وزینت آل عبا مرسلۃ الصدور، عزت رسول مجتبیٰ، ستودۂ خلف حضرت خیرالانام، شرف خاندان عزت واکرام ثمرۂ شجرۂ ولایت وکرامت، فروزندۂ اختر سماے شوکت وایالت، برآرندۂ لشکر

[1] اس عبارت کے سمجھنے کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے، کہ شاہانِ صفویہ سید اور ایک بڑے صوفی بزرگ کی نسل سے تھے، اور انھون نے انھی دو چیزون کی بدولت حکومت حاصل کی تھی،

سیادت و اصطفا، طراز ندۂ سریر نجابت و ارتضا، زبدۂ آلِ ستودہ خصال، مرکزِ دائرۂ دولت و اقبال، گوہرِ درجِ سلطنت و بختیاری، زینت و سادۂ عظمت و نامداری، سعد اکبرِ فلکِ سروری، مشتری برجِ نیک اختری، زیورِ افسرِ دولت و دین، مہرِ سپہرِ عزت و تمکین . . . .

. . . . . (بہارِ سخن)

والیِ بخارا،

"بلند مرتبت، عالی منقبت، رفعت و شوکت و اقبال پناہ، حشمت و ابہت و اجلال دستگاہ، شجاعت و شہامت و بسالت اکتباہ، والیِ ولایتِ عدل و انصاف، ہادمِ بنیانِ جور و اعتساف، خلاصۂ خاندانِ مجد و اعتلاء، نقادۂ دودمانِ عز و علاء، دیباچۂ صحیفۂ مردانگی، طرازِ جریدۂ فرزانگی، نہالِ گلشنِ سلطنت و جہانداری، مروجہ (سرد؟) جوئبارِ عظمت و شہریاری، قطب فلکِ ایالت، مرکزِ دائرۂ جلالت، آفتابِ روزۂ سطوت، نگینِ خاتمِ دولت . . . . ."

والیِ بلخ،

"رفعت و شوکت پناہ، حشمت و ابہت انتباہ، فارسِ مضمارِ شہامت و ایالت، عارجِ مدارجِ نصفت و عدالت، سلالۂ خواقینِ عظیم الشان، نقادۂ سلاطینِ بلند مکان، مظہرِ انوارِ نامداری، مصدرِ آثارِ بختیاری، قرۂ باصرۂ دولت و اقبال، غرۂ ناصیۂ سطوت و اجلال، مشیدِ ارکانِ شجاعت، مؤسسِ بنیانِ بسالت . . . ."

اب ہندوستان کی باج گذار حکومتوں کے فرمانرواؤں کے نام کے خطوط پڑھیے۔

قطب الملک (والیِ گولکنڈہ)

"امارت و ایالت پناہ، ارادت و عقیدت دستگاہ، عمدۂ امائجد کرام سلالۂ اکارم عظام،

نقادۂ خاندانِ عز و علا، عضادۂ دودمانِ مجد و اعتلا، زبدۂ مخلصانِ صلاح اندیشِ درگاہ والا، خلاصۂ متخصصانِ سعادت کیش۔ بارگاہِ معلّی، مورد الطافِ بادشاہی، مصدرِ آدابِ خیر خواہی، جوہرِ مرآتِ صفا و صفوت، فرعِ نامیۂ دولت و رفعت، سزاوارِ عواطفِ بیکران، شایستۂ اشفاقِ بے پایان، المختص بمواہب الملک المنان، قطب الملک بجلائلِ تلطفاتِ بے غایات و جزائلِ توجہاتِ بلا نہایات مخصوص و ممتاز گشتہ بدانند"

ہمشیرۂ قطب الملک (حرم محترمۂ عادل شاہ والی بیجاپور) :-

عفت قباب، عصمت احتجاب، زینت افزائے ہودجِ عزت و رفعت، حجلہ آرائے شبستانِ دولت و مکنت، مخدرۂ تنقِ عظمت، مستورۂ نقابِ حشمت، ہمشیرۂ محترمۂ مکرمۂ قطبِ سمائے شوکت و ابہت، تفقدات و تلطفاتِ خاص فراوان بہجت و مسرت اندوختہ معلوم نمایند . . . . . "

عادل شاہ (والی بیجاپور) :-

"امارت و ایالت پناہ، شوکت و حشمت دستگاہ، مورد عنایاتِ جمیلہ، مشمولِ عواطفِ جلیلہ، سزاوارِ مراحمِ بیکران، شایستۂ تلطفاتِ بے پایان، مہبطِ اصنافِ اعطاف، مطرحِ انوارِ الطاف، المختص بمواہب الملک المنان عادل خان بعنایاتِ بادشاہی مباہی بودہ بدانند . . . ؟

ان القاب کے بعد ان القاب کو بھی دیکھئے جو اس نے دوسرے حکمرانوں کے نوکروں کے لیے استعمال کیے ہیں یا جن کے ذریعہ آزاد سرداروں کو مخاطب کیا ہے،

میر جملہ (میر محمد سعید وزیر قطب الملک)

"سیادت پناہ، نجابت دستگاہ، مورد مراحمِ بیکران، سزاوارِ صنوفِ مکرمت و

احسان، میر محمد سعید بفوز عنایات سلطانی مفتخر و مباہی گشتہ بداند"

لیکن جب یہی میر جملہ شاہجہان کے دربار مین پہنچکر معظم خان وزیر شاہجہان ہوتا ہے، تو اس کے القاب بھی بدلجاتے ہین،

"سیادت و نجابت پناہ، امارت و ایالت دستگاہ، خلاصۂ مخلصان صافی طویت، عمدۂ خیر اندیشان وافی عقیدت، مورد مراحم بیکران، مہبط مکارم بے پایان، شایستۂ صنوف عاطفت و احسان، خان رفیع مکان، معظم خان، بتوجہات علیہ و عنایات سنیہ مخص بودہ بدانند"

شیواجی (اس وقت شیواجی ایک معمولی آزاد جاگیردار کی حیثیت سے تھا):-

"خلاصۃ الانتباہ والاعیان، زبدۃ الامثال والاقران، قابل المرحمۃ والاحسان، شیواجی بعنایت پیشگاہ سلطنت مفتخر و مباہی گشتہ بداند"

ہم نے اس جگہ جتنی مثالین دی ہین، وہ تمامتر ان خطوط کی ہین جو اورنگ زیب نے تخت نشین ہونے کے وقت تک لکھے تھے، پنجاہ سالہ عہد حکومت مین اسکا کمال فن اس کی عام عظمت و شوکت سے بھی کہین بڑھ گیا تھا، اس ترقی پر بحث کرنے کا اگرچہ موقع یہی ہے، لیکن بخوف طوالت ہم اسے نظر انداز کرتے ہین،

شکریہ | فرق مراتب کے نمایان کرنے کا دوسرا پہلو یہ ہے، کہ یہ دکھایا جاے کہ وہ مختلف مواقع پر مختلف درجہ کے لیے کس قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے، اس سلسلہ مین پہلی چیز وہ شکریہ یا اظہار مسرت ہے، جو اسے خطوط، تبرکات، یا تحف کے موصول ہونے پر کرنا پڑتا ہے، شاہجہان کے خطوط یا انعامات کا شکریہ ان الفاظ مین ادا کرتا ہے:-

فرمان عالیشان، سعادت عنوان کہ از کمال عنایت و ذرہ پروری نامزد این مرید

فدوی شده بوده، باکاغذ ساعت فیض اشاعت که درین ولا منجانب حضور پرنور برائے ملازمت سراسر سعادت اختیار نموده اند، شب مبارک دوشنبه بست و چهارم ذیحجه در منزل هربه درحینے که سحاب رافت الٰہی رحمت بار بود، شرف ورود ارزانی داشته رحمت بر رحمت افزود، وسجدات شکر خدائے تعالیٰ حقیقی عز اسمہٗ وتسلیمات عنایت خداوند حقیقی مدظلہ از سر صدق واخلاص بتقدیم رسانید" (۲)

یا "صبح روز یکشنبه غره ماه محرم مکرم در منزل اچهره بوصول عطیه خلعت خاصهٔ زمستانی که از کمال لطف ومهربانی عنایت شده بود، سرفراز گردیده آداب ارادت وتسلیمات عقیدت بتقدیم رسانیده بادائے شکر الطاف وعنایات پیرومرشد حقیقی رطب اللسان گشت (۳)

یا "فرمان عالیشان عنایت عنوان که از کمال ذره پروری ومرید نوازی مرقوم قلم خجسته رقم شده بود، . . . . شرف ورود ارزانی داشته سعادت افزا گشت، شکر این مواهب وعنایات که زیاده از حوصلهٔ استعداد مریدان بنظر میرسد بکدام زبان ادا تواند نمود، ؎

زبان او نتواند جهات شکرش را،
اگر بهر نفسے صد چون من کند تقریر" (۵)

یا "فرمان عالیشان سعادت عنوان باسر بیچ زمرد ومروارید که مصحوب یساول سرکار عالی شرف صدور یافته بود، روز یکشنبه هشتم ربیع الاول پرتو ورود بخشید، تارک مباهات وافتخار این مرید را باوج فلک الافلاک رسانید، تسلیم واداب بجا آورده از عنایت بے غایت بادشاهانه سرافراز وسربلند گشت، سایهٔ بلند پایهٔ قبله وکعبهٔ کونین برمفارق مریدان فدوی اخلاص سرشت گسترده پاینده بماناد" ۹/۱۴

"دو منشور لامع النور سعادت ظهور مشتمل بر اضافهٔ منصب این مرید . . . . ومتضمن

عنایت بے غایت پنج لکھ روپیہ مساعدہ کہ دریں دلا بصیغۂ انعام مرحمت شدہ . . .

. . پرتوِ ورود انداختہ تارکِ افتخار و مباہات مرید فدوی را از اوجِ کیوان وفرق فرقدان گذرانید، تسلیماتِ مریدی وآدابِ بندگی بتقدیم رسانیدہ وبآن عطیاتِ نمایان ومراحمِ بے پایان سرفرازی حاصل نمودہ، سعادت اندوخت، ؎

گر بتنِ من زبان شود ہر موے یک شکرِ شہ از ہزار نتوانم کرد"

اب دوسری صورت ملاحظہ فرمائیے، اورنگ زیب کوئی تحفہ شاہجہان کو بھیجتا ہے، اور وہ اسے شرفِ قبولیت بخشتا ہے، اورنگ زیب اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے،

حکمِ جہان مطاع بصدور پیوستہ کہ انارِ بے دانہ تتہ کہ کمترینِ مریدان بدرگاہِ سلاطین پناہ ارسال میدارد، بہ از انارِ جلال آباد است"

"ازین نویدِ مسرت افزا خوش وقت ومبتہج گشتہ" (۲)

یا "حکمِ اقدس پیرایۂ ورود یافتہ کہ "چیرہاے چھیت تتہ کہ این مرید فرستادہ بود مستحسن افتاد، از ہمان جنس دیگر نیز مرسول دارد"

"از ظہورِ این عنایت کہ محض ذرہ پروری وبندہ نوازی است کلاہِ شادی بر سرِ آسمان انداخت، ع

بدین مژدہ گر جان فشانم رواست" (۳)

یا "چون در آن منشور لامع النور بتقریبے این مرید را بعنوانِ ضاجوئی یاد فرمودہ بودند" این معنی را وسیلۂ سعادت دینی ودنیوی دانستہ وظائفِ حمد وسپاسِ جل شانہٗ وآدابِ تسلیماتِ پیر ومرشدِ حقیقی مدظلہٗ بتقدیم رسانید" (۴)

جہان آرا،

"عنایت نامہ معطوف پیرایہ در بہترین وقتے پرتو وصول انداختہ مسرت بے اندازہ بخشید" (۱/۱۳۴)

یا "از عنایتِ میوہ خوش وقت گشتہ تسلیمات بجا آوردہ ۔

مہربانیت را شمارے نیست زندگانیت را شمار مباد" (۵/۱۳۷)

مراد بخش:-

"رقیمۂ الوداعی کہ نگاشتہ خامۂ اتحاد و یگانگی بود، در عینِ انتظار رسیدہ بہجت افزا گشت" (۲/۱۴۸)

سعد اللہ خان:-

"عرضداشتے کہ پرسش ازمدتے ارسال داشتہ بودند، مطالعۂ آن گلشنِ ہمیشہ بہار اختصاص را طراوتے تازہ بخشید"

شاہ نواز خان:-

"عریضۃ الاخلاص کہ درین ولا از روے یکجہتی ارسال داشتہ بودند، در بہترین وقتے بگرامی مطالعہ رسیدہ، بہجت افزا گردید"

مرزا سلطان:-

"عرضداشتے آن قابل الاحسان بوساطتِ حاضرانِ اقبال نشان از نظرِ اکسیر اثر گذشتہ"

مرزا راجہ جے سنگھ:-

"عرضداشتے کہ درین ہنگام فیض ارتسام در جوابِ فرمان عالیشان عنایت و مرحمت عنوان بہ آستانِ فلک نشان ارسال داشتہ بود، از نظرِ اشرفِ اعلیٰ گذشت"

قطب الملک:-

"عریضۂ الاخلاص کہ بعد تمادیٔ ایام بحضور سراسر سرور ارسال داشتہ بودند بعز

مطالعۂ گرامی رسیدہ، مطالب معروضہ در آئینۂ ضمیر منیر منطبع گردید"

ہمشیرۂ قطب الملک:-

"عرضداشت آن عفیفۂ عصمت آئین کہ باعریضۂ مورد الطاف بادشاہی . . . علی عادل خان . . . مصحوب . . . ابراہیم بدرگاہِ اقبال بارگاہ ارسال داشتہ بود بتوسط سعادت اندوزانِ محفلِ فیض منزل از نظرِ انور اطہر گذشتہ"

میر جملہ:-

عرضہ داشتے آن سزاوارِ مراحمِ بے پایان کہ بعد استسعاد بوصولِ کرامت موصولِ نشانِ خجستہ عنوان وعطیۂ اسپ وخلعت ببارگاہِ اقبال ارسال داشتہ بود بوساطتِ حاضرانِ بساطِ سلطنت مناط از نظرِ انور گذشتہ"

وزیر مقرر ہونے پر:-

"استماعِ نویدِ طلوعِ اشعۂ عنایات وتلطفاتِ پیشگاہِ خلافت بوفورِ مراتبے کہ مرکوزِ ضمیرِ منیر ما بود، بہجتِ بے اندازہ بخشید واز آنجا کہ کیفیتِ صنوفِ اعطافِ بادشاہانہ کہ بمقتضائے استحقاق وشایستگی پیش از دریافتِ سعادتِ آستانبوسی ودرحینِ حصولِ آن موہبت قرینِ حال خیرمالِ آن عمدۂ مخلصان صافی طویت گردیدہ مفصلاً از عرضداشتِ وکیل نیز مسرت افزا شدہ بود، اطلاع برمضمون عریضۃ الاخلاص مورث انبساطِ تازہ گشت، حق تعالیٰ عواقبِ امورِ خیر مقرون داشتہ این پایۂ بلند را برایشان مبارک کند، وتوفیقِ استرضائے خاطرِ ملکوت ناظرِ اعلیحضرت . . . . . عطا فرمودہ سرخروئی دارین . . . . نصیب گرداناد"

تہنیت وتعزیت | شاہزادوں اور امیروں کا قاعدہ تھا، کہ وہ جشنِ سالگرہ یا کسی دوسرے خوشی

کے موقع پر بادشاہ یا اپنے دوستوں کے پاس تہنیت کے پیغام بھیجتے تھے، اورنگ زیب نے بھی شاہجہان کے نام اس قسم کے متعدد پیغام بھیجے ہین، اس کے علاوہ غم کے موقع پر بھی اس نے خطوط لکھے ہین، اوران دونون موقعون پر اس کو اس قسم کے جو خطوط آئے ہین ان کے جوابات بھی لکھے ہین، تعزیت کے خطوط کی انتہائی بلاغت یہ ہے، کہ اس کے الفاظ سادہ اور مؤثر ہون کہ مغلق عبارت تعزیت کے اصلی مقصد کو برباد کردیتی ہے، اورنگ زیب کے خطوط مین یہ بات بدرجۂ اتم موجود ہے، ہم تہنیت کے خطوط سے شروع کرتے ہین،

"مرید عقیدت سرشت زمین خدمت بلب ادب بوسیدہ و وظائف بندگی بجا آوردہ بزبان تہنیت بیان معروض عاکفان کعبۂ جاہ وجلال میدارد، کہ بھار بوستان امانی وآمال وطراوت حدیقۂ سلطنت و اقبال یعنی آرایش جشن وزن متبرک قمری کہ تا انقراض دوران زینت افزاے بزم جہان خواہد بود، بر ذات قدسی درجات کہ امتداد بقاے آن واسطۂ انتظام مہام عالمیان است، مبارک وخجستہ باد،

ایزد تعالی عرصۂ آفاق را از انوار فیوضات این روز فرخندہ منور داشتہ مژدۂ این جشن والا را ابدالدہر سامعۂ آراے مریدان کامل اعتقاد و بندہاے اخلاص نہاد علی الخصوص این مرید فدوی گردانادہ" (۱/۱۰۲)[1]

معظم خان (میر جملہ) :-

"وصول عطایاے پیشگاہ خلافت از علم و نقارہ وخلعت سراپا عزت کنادہ"

اب تعزیت کے خطوط دیکھئے،

جہان آرا :- (پھوپھی کے مرنے اور اس کے بعد شاہجہان کی وفات پر اس نے یہ خطوط لکھے ہین)

"از استماع قضیۂ ناگزیر کہ درین ولا بتقدیر حق سبحانہ بوقوع آمدہ خاطر بدان مشابہ متالم گشتہ کہ شرح کیفیت آن بتحریر درآید، از آنجا کہ درین جہان ناپائدار، گذران

[1] دوسرے ایسے خطوط کے لئے دیکھو رقعات از ع۱۰۰ - ع۱۱۶،

از ظہور امثالِ این وقائع چارہ نیست، و آفریدہ را با قضائے آفریدگارے مقاومت میسر نہ، امید کہ آن مشفقہ دستِ اعتصام بحبل المتینِ صبر و شکیبائی استوار نمودہ حزن واندوہ را بخاطرِ گرامی راہ نہ دہند"

"ایزد تعالیٰ سایۂ بلند پایۂ اعلیحضرت را بسے سال مستدام و پائیدہ دارد، زیادہ چہ تصدیع دہد، ایام شفقت و رافت بماناد" (۱۴/۱۴۹)

یا آفریدگارِ جہان عزاسمۂ آن مشفقۂ مہربان را درین حادثۂ عظیم صبرِ جمیل فرمودہ اجر جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد، کہ ازین قضیۂ ناگزیر بر خاطرِ غمگین چہ می گذرد، قلم را چہ یارا کہ ازین دردِ جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ از الم شکیب ربا برگذارد، تصورِ غم واندوہ آن صاحبہ دل بیتاب را بیشتر برقت و اضطراب می آرد، اما با تقدیر ایزدی و قضائے آسمانی جز بے چارگی و تسلیم چارہ نیست کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام

"بہمہ حال این ہمہ در دشمر مسار را بزودی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ دانند بیقین کہ نسبت بہ تعزیت دارانِ اعلیحضرت، خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کے باید میکردہ باشند"

مہربانِ من! چیزے کہ درین وقت بکارِ آنحضرت می آید، رسانیدن ثوابِ تلاوت قرآن مجید و خیراتِ مستحقان است، درین باب سعی نمایند، و ثوابِ آن را بروحِ مطہرِ آنحضرت ہدیہ بگذرانند، و این گناہگار نیز درین کار است، امید کہ شرفِ قبول یابد" (۲۹/۱۶۱)

علامہ سعد اللہ کے لڑکے کا انتقال ہوتا ہے، اس پر اورنگ زیب لکھتا ہے:-

---

لہ یہ خط شاہجہان کی وفات پر ہے،

"کلفت نائبہ کہ در نشأۃ امکان از سنوح امثال آن گریزے نیست، افزون تر ازان است کہ بتحریر و تقریر در آید ؎

گر بگویم شرح آن بے حد شود　　مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

حق تعالیٰ توفیق شکیبائی عطا کند"

ہمشیرۂ قطب الملک کی اُسکے شوہر عادل خان والیٔ بیجاپور کی وفات پر ان الفاظ میں رسمِ تعزیت ادا کرتا ہے:-

"درین ولا از استماعِ قضیۂ نامرضیہ عدالت و فضفت مرتبت کہ ازدولتخواہانِ دولت آسمان جاہ بود فورِ عقیدت و ارادت علم امتیاز افراختند، و نقدِ اخلاص ایشان بمحکِ امتحان رسیدہ بود، خاطر گرامی بنہایت مکدر گردید و از سنوحِ این واقعۂ ہائلہ و انتقالِ آن عمدۂ مخلصانِ نیکو خصال تاسف تمام روے داد، حق تعالیٰ آن مسافرِ ملکِ بقا را غریقِ بحرِ بیکرانِ رحمت و غفرانِ خویش داشتہ، باز ماندہا را اجر چنین مصیبتے کرامت کناد"

"اگرچہ در امثالِ این حوادث و نوائب اختیار خود را بدستِ اصطبار سپردن و از جزع و فزع بر کنار بودن بسے دشوار است، لیکن از آنجا کہ این امور ناگزیر بتقدیرِ حی قدیر واقع می شود، و ہیچ آفریدہ را از تحملِ این بارِ گران گریز نیست و تدبیر انسانی با قضاے انسانی مقاومت نمی تواند نمود، بنابران مقتضاے عبودیت و بندگی آن است کہ جہانیان در حینِ ظہورِ چنین قضایا کہ تدارکِ آن از حیطۂ قدرت بشری بیرون است، بحبلِ المتینِ شکیبائی جستہ بارادۂ ایزد جہانیانِ جان آفرین راضی و خرسند باشند تا بوسیلۂ خوشنودیٔ قادرِ علی الاطلاق از اجر و ثوابِ آن در ہر دو سرا بہرہ مند گردند ؎

آفریدہ چہ کند گر نہ کشد بار قضا　　کافرینش ہمہ در سلسلۂ قدرت اوست

امید کہ آن مخدرۂ تتق عصمت و عفت نیز بحکم قضا، رضا دادہ، درین قضیۂ ملال افزا حزن واندوہ را بخاطر خویش راہ نخواہند داد، وصبر جمیل را شعار خود ساختہ بقدر آن امید وار اجر جزیل خواہند بود و توجہ خاطر عاطر را نسبت بخود روز افزون تصور خواہند نمود۔"

ان تعزیت و تہنیت کے خطوط کے بعد ان خطوط کو دیکھئے، جو اس نے تہنیت وغیرہ کے جواب مین لکھے ہین، شہزادۂ اعظم کی پیدائش پر روائی گولکنڈہ نے تہنیت نامہ بھیجا تھا، اس کے جواب مین لکھتا ہے:-

"عرضداشتِ آن امارت و ایالت مرتبت مشتمل بر تقدیم مراسم تہنیت و ولادت با سعادت فرزند اقبال مند بجان پیوند، قرۂ باصرۂ کامگاری غرۂ ناصیت عظمت و بختیاری کہ درین ہنگام فرخندہ فرجام بمحض فضل نامتناہی الٰہی قدم میمنت توام بعرصۂ وجود گذاشتہ گلشن بہجت و مسرت اولیاے دولت ابد مدت را طراوت تازہ و نظارت بے اندازہ ارزانی داشتہ بوساطت باریافتہاے فیض منزل از نظر فیض اثر گذشتہ، موجب ازدیاد الطاف وعنایت نسبت بآن قطب فلک اہبت گشت و ادار بہمال سائر دولتخواہان درگاہ والا را عموماً و آن خلاصۂ مخلصان بارگاہ معلی را خصوصاً از برکات قدوم خیر لزوم آن نوبادۂ بوستان سلطنت و اجلال بہرہ مند کامیاب گردانادہ۔"

اورنگ زیب کی حرم محترمہ دلرس بانو بیگم صبیۂ شاہ نواز خان کا انتقال ہوتا ہے، تو ان الفاظ مین خان مذکور کو لکھتا ہے:-

"درین ولا از وقوع سانحۂ ناگزیر یعنی وفات صبیۂ مرحومۂ آن رکن السلطنۃ العظمیٰ

خاطر قدسی مآثر چندان متالم و متاثر گشته که کیفیت آن در حوصلهٔ بیان نگنجد، لیکن چون جزع در امثال این قضایا ستیزه با قضا است، بجز شکیبائی چه تواند کرد، یقین که آن مومن الدولة البهیه نیز بمقتضای دانش و فرهنگ عمل نموده، درین واقعهٔ ملال افزا، که الحق جاے تاسف است، عروة الوثقیٰ صبر و تحمل را از دست نخواهند داد، تا بفوت اجر مصیبت محزون نگردند۔ ۔ ۔ ۔"

حق تعالیٰ آن خان رفیع المکان را موفق داشته از مکاره برکنار دارد، معلوم نموده باشند که از روے مرحمت چه مقدار توجه بمعالجهٔ آن مغفوره مصروف شده بود، اما از آنجا که تقدیر حق قدیر بهیچ حیله و تدبیر تغییر پذیر نیست، اثرے بر معالجات مرتب نگشت، و آن مرض مهلک روبهی نیاورد،"

حقیقت وصیت آن مرحومه از مکتوب سیادت مآب ابوالفضل که حسب الامر نوشته است مشروحاً بوضوح خواهد پیوست،

عنایات و تلطفات مارا در بارهٔ خویش روز افزون دانسته، از حوادث ناگزیر مکدر نباشند، در جمیع احوال مشیت الٰہی را بر ذمهٔ عبودیت لازم شناسند، خلعت خاصه بآن عمدة الملک ارسال نمودیم، والسلام"

اظہار جذبات خطوط اگرچہ ایک حیثیت سے ہمہ گیر ہوتے ہین، لیکن جذبات کی حیثیت سے ان کا میدان بہت تنگ ہوتا ہے، کہ ان مین انسان احساسات سے زیادہ واقعات پر متوجہ ہوتا ہے، اس لیے خطوط مین جو کچھ بھی جذبات ہو سکتے ہین، وہ تعزیت و تہنیت یا غم و مسرت کے جذبات کے علاوہ، عیادت صحت کی مسرت، مکتوب الیہ سے دوری، یا اس سے ملنے کی تمنا کے جذبات ہوتے ہین، اور اورنگ زیب مین کمال یہ ہے، کہ وہ ہمیشہ کی طرح ان جذبات

کے اظہار مین بھی سررشتۂ ادب اور مرتبہ کو ہاتھ سے نہین جانے دیتا، باپ، بہن اور سرکاری ملازمون سے ملنے کے شوق یا جدائی کے غم مین جو فرق ہونا چاہیے، وہ اس کے یہان بدرجۂ اتم موجود ہے، شاہجہان نے اسے دہلی بلایا ہے، ملتان سے روانہ ہوتے وقت باپ سے ملنے کی جو خوشی اُسے ہے، اس کو ان الفاظ مین ادا کرتا ہے :-

"چوں ارزوے ادراکِ سعادتِ آستان بوسی والا و تمنّاے دریافتِ استلامِ عتبۂ معلّی کہ قبلۂ توجہ بادشاہانِ ربعِ مسکون است، عنانِ صبر و شکیبائی از پنجۂ اقتدار بدر بردہ مین فدوی را ذرہ وار جویان پرتوِ آفتاب عالمتاب ساختہ بود، لاجرم با شوق پس نیامد، از صدقِ ارادت و خلوصِ عبودیت ظاہر و باطن را مستعد افاضۂ فیوضاتِ صوری و معنوی پیر و مرشدِ حقیقی گردانیدہ و خاطر از محافظت و بند و بستِ این حدود و اپرداختہ شب چہاردہم ذیحجہ بقصدِ طوافِ آستان ملائک پاسبان احرامِ کعبۂ حضور بستہ از شہر بیرون آمد، امیدوار است، کہ حسب الحکم جہان مطاع منجانِ رکابِ سعادت، ساعت ملازمت سراسر عبادت اختیار نمایند، تا ایں مرید عقیدت کیش کہ پیروئ رضاے پیر و مرشدِ جہانیان را سرمایۂ دولت دارین میداند، دران زمانِ مسعود جبینِ اخلاص بسجداتِ بندگی نورانی ساختہ، کامیابِ مطالبِ دو جہان گردد" (۱)

دوسرے خط مین لکھتا ہے،

"از آنجا کہ اشتیاقِ استلامِ عتبۂ علیہ بریں مرید مجور مستولی بود، میخواست بطریق ایلغار باداکِ این موہبت عظمیٰ شتابد و در ساعت اوّل خود را بملازمت اعلیحضرت رساند، لیکن چون حکم اقدس صادر شدہ بود، کہ منزل بمنزل بیاید . . . . . بکرم ایزد تعالیٰ و عنایت پیر و مرشد امیدوار است کہ در ساعت مسعود حال کہ مختار انجم شناسان

درگاہِ والا است توفیق پائے بوس ہمنت مانوس دریافتہ کامیابِ سعادات دوجہانی گردد" (۲)

قندھار کی دوسری مہم سے واپس ہوتے ہوئے، جہان آرا کو جو شاہجہان کیساتھ کابل میں ہے، لکھتا ہے:-

"مخلص سراپا اشتیاق، بعد اداے مراسم اخلاص معروض میدارد عنایت نامہ سراسر لطف و مہربانی روز یکشنبہ مسرت ورود بخشیدہ باعثِ ابتہاجِ خاطرِ آرزومند شد و شوقِ دریافت ملازمت دانی بہجت را فزون تر ساخت" (۵/۱۳۷)

دوسرے خط میں لکھتا ہے:-

"طے زمانہ کن اے فلک وعدۂ وصلِ یار را
باز از میان ببر این شبِ انتظار را

مخلصِ مشتاق، مراسمِ اخلاص بتقدیم رسانیدہ، بزبانِ شوق بیان معروض میدارد
. . . . . کاغذے کہ منجانبِ حضور موفور السرور فرستادہ بودند، رسیدہ کیفیت بوضوح پیوست، انشاء اللہ تعالیٰ بہمین ساعتِ مسعود مقرر شرف پائے بوس مقدس حاصل نمودہ، دیدۂ دل را از فیضِ مشاہدہ دیدار فیض آثار صاحب خجستہ و منور خواہد ساخت" (۶/۱۳۸)

تیسرے خط میں اس طرح اظہارِ شوق ملاقات کرتا ہے،

"باجہانِ شوق دریافت صحبت دانی بہجت کہ اہم مطالبِ مخلصانِ بے ریا است معروض خدمتِ گرامی دارد" (۷/۱۳۹)

جہان آرا سے رخصت ہو کر پنجاب کی طرف روانہ ہوتا ہے، بھائی کو بہن سے جدائی کا جو صدمہ ہے، اس کو اس طرح ظاہر کرتا ہے،

"آنچہ درین دو سہ روز مہجوری بر خاطر مشتاق میگذرد، و بیتابیٔ دل اخلاص منزل از محرومی

ملازمت سامی دارد، چگونہ اظہار نماید ہر گاہ این مخلص صدقِ محبت و مودتِ صاحب مہربانِ خود را سرمایۂ سعادتِ دو جہانی می دانستہ باشد، از مراتبِ تفقداتِ علیہ کہ درین مدت نسبت بحالِ خویش مشاہدہ نمودہ چہ سان غافل بود۔" (۱۳۰)

ایک اور خط مین لکھتا ہے:-

"عنایت نامۂ التفات عنوان . . . . درعینِ انتظار پرتو ورود انداختہ نشاط افزائے خاطرِ آرزومند گشت، وہنگامۂ شوق را گرم تر ساخت، از المِ جدائی وسوزِ مفارقت دوری ضروری چہ نویسد و تا چند نویسد،

زدیدہ دوری و از دل نمیروی بیرون
خدا بکس ننماید وصالِ ہجر آمیز" (۱۳۱)

ارکانِ خاندان کے علاوہ امرا سے شوقِ ملاقات یا ان سے علیحدگی کے جذبات کو ان الفاظ مین پیش کرتا ہے، میر جملہ اس سے ملنے کو آرہا ہے، اتفاق سے راستہ مین رک جاتا ہے اس پر لکھتا ہے،

"عرضداشتے کہ . . . . ارسال داشتہ بود . . . . رسید، چون از قرب وصول آن نقادۂ ارباب قبول خبر میداد، مطالعۂ آن شوق افزا گردید، وسببِ تعذرِ ادراکِ عزِ ملازمت باسعادت بساعتے کہ بمقتضائے فرط اشتیاق پرتوِ اختیار بران افتادہ بود، سمتِ وضوح گرفت ہر چند نظر بر توجہ تمامی کہ برائے وصول آن زبدۂ متخصصان است، بمقتضائے این مصرع کہ

ایامِ وصال را چہ حاجت ساعت

مقید بساعت شدن بغایت دشوار بود . . . . . ظن غالب آن است

کہ آن خلاصۂ دولتخواہان تاسلخ شہر حال . . . . بنواحیٔ حیدرآباد خواہد رسید"

شایستہ خان، اورنگ زیب اوراس کے بچون سے ملنے آتا ہے، اس کی اطلاع پاکر لکھتا ہے،

"خان رفیع المکان ازحد افزون مشتاق دانند عریضۃ الاخلاص . . . . رسیدہ ظہور کیفیت رہ نوردی ومرحلہ پیمائی آن عمدۂ خوانین زمان، موجب مسرت وبہجت بے پایان گردید وبمقتضاے فرط اشتیاق زبان حال بدین مقال مترنم نمود،

با مژدہ گر از درم درآئی چہ شود　　تا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود

زود آمدنت نظر بشوقم دیر است　　از زود و گر زود تر آئی چہ شود"

اب دوری ومہجوری کا بھی ایک نمونہ دیکھئے، میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"معلوم نماید کہ شرح کیفیت استیلاے اشتیاق صحبت واظہار شدت الم مفارقت از وسعت آباد اندیشہ بیرون است، تا بہ تحریر چہ رسد، سبحان اللہ کرانجا طرمیگذشت کہ باوجود خواہش دوام قرب حضور از گردش سپہر شعبدہ باز نیرنگ ساز . . . . حجاب بعد وغیبت بمیان آمدہ موجب جہان جہان حسرت گردید "ناپائداری ایام وصال زبان حال رابدان مقال مترنم خواہد ساخت ؎

رسید ومضطربم کرد وآن قدر نشست　　کہ آشنائے دل خود کنم تسلی را

ازآنجا کہ رابطۂ قلبی وتناسب روحانی بآن مجموعۂ دانش وفرہنگ بمرتبۂ کمال است، وخاطر را بصحبت مسرت افزاے وحید زمان الفتے حاصل، درین چند روزہ مفارقت اشتیاق ایشان نوعے مستولی گشتہ کہ شرح آن تحریر پذیر نیست، طریقۂ اتحاد آنست کہ بر کیفیت حال خیر مآل . . . . . اطلاع بخشند کہ ہر آئینہ این معنی موجب

اطمینان خاطر خواہد بود"

اپنی رفاقت اور دوستی کا ان الفاظ مین یقین دلاتا ہے:- مصرع

صلاح ما ہمانست کان تراست صلاح.

خاطر ما ثر خود را عنایت و توجہات پیشگاہِ خلافت در جمیع اوقات جمع داشتہ ما را ہیچ وجہ

از صوابدید خود بیرون تصور نہ نمایند ؎

توئی بجاے ہمہ ہیچ کس بجاے تو نیست"

مقامات | اس وقت تک ہمارے سامنے جتنی مثالین آئین وہ تمامتر جذباتی یا داخلی حالات کے متعلق تھین، اب ہم اس کو بیرونی اور خارجی حالات مین لاکر یہ دکھانا چاہتے ہین، کہ وہ مختلف مقامات کے جغرافیہ، مقاماتِ سفر، نیز عمارتون، باغون، محاصرون، حملون، اور لڑائیون کے حالات بیان کرنے مین کتنا بلیغ اور کسقدر باکمال ہے، وہ جب کبھی بھی سفر کرتا ہے، تو وہ راستہ، پہاڑ، نہر، مکانات وغیرہ کی جغرافی حالت کا بھی مطالعہ کرتا جاتا ہے، پھر ان حالات کی اس مکمل طریقہ سے الفاظ مین تصویر کھینچ دیتا ہے، کہ وہ چیز مجسم آنکھون کے سامنے آجاتی ہے، اس کے ساتھ ہی اس مین جغرافیہ کی خشکی نہین ہوتی، بلکہ فصاحت و بلاغت کی طراوت و نضارت اسے دلچسپ اور جاذبِ توجہ بنا دیتی ہے، محاصرۂ قندھار کے لیے روانہ ہوتا ہے، تو اسے راستے مین قصبے ملتے ہین، وہ ایک قصبہ کا حال ان الفاظ مین بیان کرتا ہے:-

"چتیالی قصبہ ایست معمور، تخمیناً مشتمل بہ سہ صد خانہ دار افغان ترین، زراعت از گندم و جو خوب و بسیار دارد، آب چشمہ قریب بدو آسیا از پاے قصبۂ مذکور میگذرد، درین روز کہ مقام واقع شد، نرخ جو نہ سیر بود، و غلہ دیگر وافر و علف نیز بلشکرِ ظفر اثر رسید" (ص ۲۳)

ایک دوسرے گانون کے متعلق لکھتا ہے:-

"قصبہ قوشنج در معموری از دوکی زیادہ است، وقلعہ اش از گل تعمیر یافتہ وبنا نہادہ شیر خان است، از قلعۂ دوکی وسیع تر ومستحکم تر است، نہر آبے بعرض یک ونیم گز درمیان قصبہ جاری است، حمامے مختصر است، ومسجد جامعے دارد کہ بیرونِ قلعہ برکنارِ تالاب کہ چکے کہ از آب نہر پر میشود، عمارت کردہ اند، وجاے حاکم نشین قلعۂ شیر خان ودولت مزبور است کہ بالفعل متعلقان دولت در آنجا می باشند، ودر بیرون قلعہ متصل مسجد باغے است گل سرخ فراوان ودرخت میوہ دار از شفتالو وزردآلو بقدر دارد" (۹/۲۴)

کیا ایک ہوشیار سے ہوشیار سیاح اس سے زیادہ معلومات بہم پہنچا سکتا تھا، راستہ مین اسے ایک پہاڑ ملتا ہے، اس کے متعلق اطلاع دیتا ہے کہ:-

"آن کوہیست رفعت اساس درزمین مسطح، اطرافش از جانب جنوب وشمال بفاصلہ یک کردہ دو کوہیست کہ بہ پنج مندرک منتہی میشود، واطراف شرقی وغربی میدان ودرہ اش از پایان چہار کردہ وبر بالاے قلعۂ آن کہ سنگ سخت است در سوالف ایام قلعے بودہ طول آن یک کردہ وعرضش جاے چہل جریب وبعضے جاسی جریب ومکتر ازان وبراے وبرآمد وفرود آمد بجز یک راہ تنگ ودشوار کہ پیادہ بتلاش بسیار تردد دران تواند کرد، ندارد، از آثارِ قلعہ وعمارات سابقہ بالفعل دیوارِ سنگین بسمت جنوب وچند خانۂ کہنہ ویران ویک مسجد شکستہ وچند آب گیر برہم خوردہ کہ در موسمِ برسات آب باران در آنہا جمع میشود، موجود است ودر کمر کوہ چشمہ ایست کم آب بمرور ایام اپنا شتہ شدہ" (۹/۲۴)

شاہجہان کے حکم سے میر جملہ کے لڑکے کو چھوڑنے کے لیے حیدرآباد کی طرف روانہ ہوتا ہے، راستہ مین نافرمانبردار حاکم گولکنڈہ کا سرسبز وشاداب علاقہ ملتا ہے، اس کے متعلق شاہجہان

کو لکھتا ہے:-

"این مرید از خوبیہاے این سرزمین و وفور آب و آبادانی و کیفیت ہواے نشاط افزا و کثرت مزارعات کہ در اثناے طے مراحل مشاہدہ نمودہ چہ عرض کند، ازان روز کہ داخل سرحد شدہ و ہر منزلے چندین تالاب کلان و چشمہاے خوشگوار و آبہاے روان و مواضع و قریات معمورہ کہ بسیارے از مزرعاے آباد، ہر یکے ازان متعلق است بنظر در آمد، . . . . . یک قطعہ زمین بے مزروع نیست، ہرگاہ این قسم ولایت زرخیز کہ در اکثر ممالک محروسہ بادشاہی نظیر ندارد بے شریک و سہیم بدست این چنین کافر نعمتے حق ناسپاس افتادہ باشد، نخوت و غرور بجا است، سبحان اللہ ؎

رضوان کدہ چنین بر و مند

ماندہ بکف زیانی چند (۱۰۴۱/۱۵)

دکن جاتے ہوے اسے جس راستہ سے جانا پڑا ہے، اس کے ایک حصہ کے متعلق وہ شکایت کرتا ہوا مشورہ دیتا ہے، کہ:-

از آنجا کہ راہ راست بادشاہی از پلانچہ تا سپری کتل و سنگلاخ بسیار داشت و سہل و ارابہ بصعوبت می گذشت این مرید را ہے دیگر کہ از پلانچہ بطرف دست راست جدا میشود، و کتل سہل و سنگلاخ کمی دارد و بدین طریق از دریاے نرور بنا بستے گذشت اختیار نمودہ بآسانی عبور کرد، اگر بریغ گیتی مطاع شرف نفاذ یابد کہ فوجدار نرور در جاری ساختن این راہ مساعی جمیلہ بظہور رسانیدہ چندگاہ تہانہ . . . . . دراین جا مقرر کند، موجب آسایش خلق اللہ خواہد بود، چہ در موسم برشکال کہ راہ راست از طغیان دریا مسدود میشود، مترددین محنت فراوان می کشند، و مسافت ہر دو طریق برابر است این فدوی درین راہ

ودمکان قابل احداث را بنظر آورده بعد ازان کہ حسب الحکم الارفع راہ جاری شود سراہا
نیز بزودی عمارت خواہد یافت" (۱۴/۱۴۴)

موسم | اثنائے سفر مین موسم بدلتا ہے ، تو اس کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے :-

"از گوالیار این طرف وہوا خیلے تفاوت ظاہر شد، شبہا بلحاف احتیاج ہست،
واوّل روز اگرچہ نیمہ آستین پوشیدہ میشود، اما بعد یک پاس تا سہ چہار گری از روز
ماندہ قباہم گرمی میکند" (ایضاً)

ایک دوسرے موسم ومقام کی آب وہوا کے متعلق لکھتا ہے،

"از دوکی تا بدومنزل پاے کوتل ہوا سرد بود، چنانچہ در سہ شب از قوشنج آن طرف
یخ می بست ودرین طرف کوتل ہوا حرارتے پیدا کردہ" (۹/۲۴۴)

ایک خط مین جہان آرا کو لکھتا ہے،

"از گرمی ہوا انچہ نگاشتہ بودند بجا است، شب شنبہ در منزل خیر اندک تفاوتے
شدہ ہوا را خیلے پیش آورد، وحالت تحریر کہ اوّل شب یکشنبہ است، نیز بے ترشح نیست
از فیض این بارش تمام راہ از کوتل گذشتہ تا علی مسجد چون کوہہا سبزہ شدہ، بغایت
نظر فریب ودلکشا است اگر ہوا ہمین کیفیت بماند شاید صاحب نیز ازین سرزمین بسیار
محظوظ شوند" (۱۴۰/۱۴۰)

جہان آرا نے اس سے دریافت کیا ہے کہ دی وبہمن مین دولت آباد کا موسم کیسا
ہوتا ہے ، وہ ان الفاظ مین جواب دیتا ہے،

"تا اواخر بہمن احتیاج بپوشش نبود، اوّل روز نیمہ آستین پوشیدہ می شد، میان
روز قبا گرمی میکرد، درین ولا کہ ماہ اسفندیار آمدہ بجامہ دولای بسر میروند" (۱۶/۱۴۸)

ایک دوسرے خط مین اسی قسم کے استفسار کے سلسلہ مین لکھتا ہے،

"تا امروز کہ چہارم ماہ اروی بہشت است، نصف آخر شب بلحاف و دولائی احتیاج میشود، اوّل روز ہم بے جامۂ دولائی نمیتواند بود، میان روز فی الجملہ ہوا رو بہ گرمی دارد، و آن نیز چنان نیست، کہ حاجت بخسخانہ باشد، بعد ازین تا چہ شود" (۱۹/۱۵۱)

باغ | تمام باغ عموماً اور شوقین مغل سلاطین کے جنت نظیر باغ خصوصاً اور اس پر جہانگیر و شاہجہان کے حسن ذوق کی روشنی مین تیار شدہ باغ اپنے اندر اپنے عہد شباب مین جو دلکشی جوجاذبیت اور جو زندگی رکھتے ہون گے، اس کا ادنیٰ سا تصور اس انبساط سے ہو سکتا ہے، جو آج بھی سینکڑون سال بعد خزان دیدہ ویران باغون مین حاصل ہوتا ہے،

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اورنگ زیب کو بھی اثنائے سفر مین لاہور، دہلی، آگرہ وغیرہ کے شاہی باغون کی سیر اوران مین قیام کا موقع ملا ہے، چنانچہ شاہجہان کو ایک خط مین لاہور کے مشہور باغ فیض بخش و فرح بخش کے متعلق لکھتا ہے،

"زمانے بتماشائے باغ فیض بخش و فرح بخش کہ از تعریف و توصیف مستغنی است پرداختہ روانۂ منزل شد . . . . باوجود آنکہ ایام طراوت باغ و سرسبزی درختان نبود امانضارت و تازگی سہ برگہ و نرگس و جلوۂ فوارہ و آبشار و صفائی عمارات عشرت نگار از فیض بہار کم نیست، در دو تختہ یمین و یسار نزدیک خوابگاہ مبارک نارنج و کنولہ بسیار و بغایت بالیدہ و رنگین بود" (۳)

انھی باغون کے متعلق لکھتا ہے:-

"از خوبیہائے این باغات ہرچہ نوشتہ شود کم است، اگرچہ لالہ و یاسمن زرد در کمال

طراوت وتازگی است وشگوفہ ناشپاتی وشفتالو قابل تماشا است، لیکن آب وتاب سوسن زیادہ برآن است کہ زبان متصدی وصف آن تواند شد، مجملاً درین مدت ہرگز سوسن با این کیفیت دیدہ نشدہ ویک دست ازغوان بنظر درآمد کہ در ازغوان زار کابل نیز درختے باین خوبی نخواہد بود، برگ اصلا نداشت وسراپا یک گل می نمود" (۱۳۵/۱۴۵)

کیا اس سے زیادہ بلیغ ومؤثر جملہ لکھا جا سکتا تھا،

عمارت | عمارتون کے بیان کرنے مین اس کو وہی کمال حاصل ہے، اوران کے ہر ہر حصہ کو اس بہتر طریقہ سے بیان کرتا ہے، اور اس کے متعلق اتنی صحیح راے دیتا ہے، کہ اعلیٰ سے اعلیٰ انجینیر بھی اس سے بہتر راے نہین دیسکتا، لاہور مین جہان آرا نے اپنا باغ بنوایا تھا، وہ ابھی زیر تعمیر ہی تھا، کہ اورنگ زیب اس طرف سے گذرا، اس باغ کے متعلق جہان آرا کو ان الفاظ مین مشورہ دیتا ہے،

"لحظہ سیر باغ سرکار علیہ نشاط افزاے خاطر مشتاق گشت واز مشاہدۂ تالاب وعمارت کہ بتازگی اساس یافتہ بحجت فراوان اندوخت، بغایت جاے تفریح ودلکشا است اگر عمارت فراست خان را برطرف ساختہ درانجا بقرینہ ایوانے کہ در برابر آن مرتب میشود، نشیمنے ترتیب یابد، وبعض تصرفات مناسب بعمل آید، سیرگاہے بے نظیر میشود" (ایضاً)

دہلی سے باہر شاہجہان نے اپنے قیام کے لیے اعزاباد مین باغ اور محل تعمیر کرائے تھے، ان کے متعلق اورنگ زیب لکھتا ہے،

تا اخر آن روزہ اعزآباد فیض بنیاد بسر بردہ . . . . . خوبیہاے این مکان نزہت نشان زیادہ ازان است کہ بعبارت درآید، عمارتے کہ درین ولا حکم شد بود، صورت اتمام گرفتہ، طلاکاری سقف سہ ایوان مرتبہ پایان اطراف حوضے کہ تازگی

ترتیب یافتہ و ماہر دران بسیار سر دادہ اند، ماندہ و یک ایوان و دو حجرہ کہ بجاے بنگلہ حکم شدہ بود، مرتب گشتہ، بسیار بموقع است، نقاشی عمارت چہار آبشار باتمام رسیدہ و در مجر سنگین حوض میان باغ کارے ہست، خواص پورہاے نور اسفید کاری می کنند" (۱۲/۴۴)

خود دہلی میں اگرچہ قلعۂ معلّٰی کی بعض عمارتیں تیار ہو گئی تھیں، لیکن پھر بھی سلسلۂ تعمیر جاری تھا، اورنگ زیب اس کا حال اس طرح بیان کرتا ہے:-

فردائے آن روز چہار شنبہ حسب الحکم الارفع بدیدن ہمشیرہاے محترمہ بدرون قلعۂ رفتہ نخست باخانہ زادان اعلیحضرت از تماشاے عمارات دولتخانۂ مبارک کہ در معمورۂ ربع مسکون بے مثلی طاق است، فرحت اندوز گشتہ تا دو پہر سیری نمود، و درین مدت ہر چند دران مکانہاے عشرت بنا نظر بیشتر میکرد، شوقِ تماشا افزون ترمی شد، و دل از تفرجِ آن برنمی توانست گرفت ؎

زپاے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا است

پایہ ستونہاے جھروکۂ خاص و عام مقدس را بر چین کاری نمودہ مرتب ساختہ اند، و رنگ محل کہ اسم با مسمّٰی است تا پاے کار از سنگ مرمر تیار شدہ، و سقفش کہ بطرز گنبد بود مسطح ساختہ، موافق حکم کردہ پردہاے آئینہ کاری ترتیب دادہ اند، بغایت زیبا و خوش نما است، برج مثمن خشخانہ نیز مطابق حکم باتمام رسیدہ، پارۂ کار حکاکی دران ماندہ، بسیار خوش طرح و بجا است، از راہ ہاے غسلخانہ سلطنت کاشانہ را بر چین کاری بس بتکلف کردہ فرش حمام خاصہ را حسب الحکم نیز چین کاری باشان نمودہ اند، نہر مرغولہ دار سنگ مرمر مشتمل بر دو حوض کہ مجدداً جانب دریا در باغ حیات بخش احداث یافتہ

خیلے تازگی دارد، وحوض آبشار شاہ برج کہ از سنگ قندھار است، ونہر مرغولہاے حوض میان برج را برچین کاری کردہ، باتمام رسانیدہ اند، درباغ حیات بخش کہ الحق تفرجِ آن نہالِ زندگانی را تازہ می سازد وگلِ زعفران بسیار خوب شگفتہ بود، باغ آرامگاہ فیض بارگاہ خیلے باصفا است، وعمارات محل نواب بیگم صاحب جیو بموجب حکم اقدس سمت اتمام یافتہ درخس خانہ کہ بجاے دیوان خانہ شدہ، کار باقی ہست، عنقریب مرتب خواہد شد،

زبانِ مقال در تعریف وتوصیفِ این عمارات راحت افزا وباغاتِ دلکشا لال است، حق تعالیٰ بزودی این مکانہاے بے نظیر را بعزِ قدومِ سعادت لزوم شرف ورونق تازہ وطراوتے بے اندازہ بخشیدہ، ذات مقدس اعلیٰ حضرت را فراوان سال در کمال جمعیت باگوناگون عیش وعشرت زینت افزاے عرصۂ جہان دارا (الخ)

دہلی سے چل کر وہ آگرہ پہنچتا ہے، وہاں اس کی پیاری ماں کا وہ مشہور عالم بے مثال مقبرہ ہے، جسے دنیا "تاج" کے نام سے یاد کرتی ہے، ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتا ہے، ماں کی محبت اور اس کے احترام نے اس کے لیے تاج کو صرف دنیا کی عجیب ترین عمارت ہی کی حیثیت نہیں دے رکھی ہے بلکہ وہ مادرانہ شفقت کا مقدس گوشہ اور پسرانہ اطاعت کا پاک زاویہ بھی ہے، چنانچہ وہاں سے واپسی پر اس حسین ترین عمارت کے متعلق ان الفاظ میں شاہجہان کو اطلاع دیتا ہے،

"جمعہ بطواف روضۂ منورہ رفتہ برکات زیارت سراسر اطاعت اندوختہ، عمارات این حظیرۂ قدسی اساس بہمہ دستور کہ در حضور پر نور باتمام رسیدہ، استوار است مگر گنبدِ مرقدِ مطہر کہ از جانبِ شمال در برشکال از دو جا تراوش میکند، وہم چنین چہار پیش

طاق واکثر شاہ نشینان مرتبۂ دوم وچہار گنبد خورد وچہار صفہ شمالی وتہ خانہ ہاے کرسی ہفت در
درہم کشیدہ، پشت بام خام پوش گنبد کلان درین فصل از دوسہ جا چکیدہ بود، ومرمت شدہ
دربرشکال آیندہ تاچہ روے دہد، گنبد ہاے مسجد وجماعت خانہ نیز درموسم باران می چکد،
ومرمت کردہ اند، بنایان مینمایند، کہ اگر فرش پشت بام مرتبۂ دوم را داکردہ ریختہ سازند و
بالاے ریختہ بار تفاع نیم گز تہ کاری شود، شاید پیش طاق وشاہ نشین وگنبد ہاے خرد
باصلاح بیاید، ودر تدبیر گنبد کلان بجز معترف اند، . . . . . .
این قسم عمارات عالی بنا را چشم زخمے رسیدہ اگر پرتو التفات اقدس بر علاج ودفع آن
افتاد بجا خواہد بود،

باغ ماہتاب را تمام آب گرفتہ بود، بنابران از صفا افتادہ عنقریب طراوت
تازہ خواہد یافت، حوض مثمن وبنگلہ ہاے اطراف آن پاکیزہ ومصفا است" (۶۳/۴۵)

حالات جنگ | اورنگ زیب کو جس طرح ان چیزون کے بیان کرنے مین کمال قدرت تھا
اس سے کہین بڑھکر وہ جنگ کی تمام صورتون کو لکھنے مین ید طولیٰ رکھتا تھا، قندھار کے دوسرے
محاصرہ کے لیے جب وہ وہان پہنچتا ہے تو وہ وہان کے حالات اور مختلف افسرون
کے فرائض کے متعلق مندرجۂ ذیل اطلاع شاہجہان کو دیتا ہے:-

"این قندی اطراف قلعہ را بنظر احتیاط ملاحظہ نمودہ دانست کہ تا آب خندق بر
نیاید، پیش رفت سپہا ازینجانب نفعے نمی بخشد، ونقب زدن ممکن نیست، بادولتخواہان
درگاہ سلاطین پناہ درجہان آورد، وبعد از زد وبدل بسیار باتفاق خان سعادت
نشان قرار یافت، کہ قاسم خان کہ بندۂ کارطلب است، ومصالح خدمت با او
بسعی فراوان بہ برآوردن آب خندق پردازد وچون ظاہر بود کہ درین

صورت ہجوم بر سر مورچال بیشتر خواہد شد، تا زمانے کہ آب برآید معطل بودن مورچال
خان سعادت نشان وجہے ندارد، ان دستور وافی خبر دامن کوہ قیتول جائے کہ
سپہ سالار روائی ایران سپہ بردہ بود، وخندق کم است، و آبے ندارد، و دیوار قلعہ آن
طرف یکے پیش نیست، مورچال نماید، و رستم خان بہادر فیروز جنگ کہ خواہش
بودن این خللے بسیار داشت میان سپہ ایشان و مورچال قاسم خان سرگرم کار
باشد، و مہابت خان و راجروپ بطریق نخست جانب چہل زینہ تردد نمایند، و
چون خال گذاشتن طرف دروازہ خضری نیز مناسب نبود راجہ جے سنگھ را بجانب
سابق مقرر داشتہ، مورچال خان سعادت نشان بعہدۂ نجابت خان با فواج
التمش و مورچال قاسم خان بعہدۂ نصیری خان با جمعے از سوار و پیادہ واگذاشت خان
سعادت نشان در پیش بردن سیاہ و ساختن دمدمہ برائے توپ اندازی اہتمام تمام
دارند. . . . . .

امید کہ حق تعالیٰ جمیع بندہائے خدمت گذار را توفیق جان سپاری و جانفشانی رفیق
ساختہ در پیشگاہ اقدس سرخ رو و سربلند گرداند، و مکنون خاطر اقدس بوجہ احسن
بمنصۂ ظہور جلوہ کند (۲/۲۶)

محاصرہ کے سلسلہ مین ایرانیون کے بارود خانہ مین اتفاق سے آگ لگ جاتی ہے،
اس سے جو نقصانات دشمن کو پہنچتے ہین، ان کو اس طرح بیان کرتا ہے:-

از تائیدات اقبال بے زوال بادشاہی، درون قلعہ غریب سانحہ روداد تفصیلش
آنکہ ظاہر آ آثار نابکار محمد ہاشم وزیر و شیخ علی ستنوی و خواجہ آقا علی ضابطہ حاصل چہل لک و
محمود بیگ ارباب قندہار و پیر بازار و پسر علی بیگ حبیبہ: ارباشی و جمعے دیگر را

فرستادہ بود، کہ انبار خانہ باروت راکہ در قلعہ دامن کوہ است واکردہ باروت را بہ توپ اندازان و تفنگچیان قسمت کنند و آنجماعت بانجا ہنوز، دست بکار نبردہ بودند، کہ قضا را آتش تنباکو از دست شخصے کہ نزدیک بجوالہاے گوگرد، کہ در گوشۂ باروت خانہ بود، تنباکو می کشید، در گوگرد افتاد، و تا آگاہ شدن مردم آتش بلند شد، درین اثنا گروہے از متحصنان بقصد فرو نشاندن آتش ہجوم آوردہ، ہر چند سعی نمودہ، فائدہ نہ کرد، و بارود در گرفتہ صدائے ہولناک برخواست، و اکثر خانہاے شہر بلرزہ درآمدہ باروت خانہ باعمارتے کہ متصل آن بود، بخاک تیرہ برابر گشت، و از آنجا تا دروازۂ ماشوری کہ خیلے مسافت است، خانہاے راستہ بازار، بعضے افتاد، و بعضے ترکیدہ پارچہاے سرب و سنگہاے بنیاد انبار خانہ کہ بر ہوا رفتہ بود، باسپ و آدم رسیدہ بسیارے را مجروح ساخت، و قریب یکصد و پنجاہ کس از سپاہی و سقہ وغیرہ در آتش سوختہ یا دفنا بر رفت، و از دو شنبان قلعہ کہ بانجا آمدہ بودند، جز محمد ہاشم وزیر کسے نجات نیافت، پسر علی بیگ مشرف بر ہلاک و دیگران نیم سوختہ بہزار خواری بر بستر بیماری افتادہ جان می کنند، آرے از قوت طالع اقبال مطالع اعلیحضرت وقوع امثال این غرائب بعید نیست" (ص ۳۲)

ایک مرتبہ اسی قسم کے ایک حادثہ سے بعض ممتاز ایرانی افسر ہلاک ہوتے ہین، انکی موت کی اطلاع ان الفاظ مین دیتا ہے:-

"آنچہ از آثار اقبال بیمثال اعلیحضرت بتازگی روے دادہ، کشتہ شدن میر عالم مخاطب بر میر کلان ثانی است، کہ بیگ باشی و صاحب اہتمام برج نود برج خاکستر بود، و در سلک مردم خوب والی ایران انتظام داشت، و یک یوزباشی کہ نامش معلوم نشد، و صورت قضیہ آنکہ روزے یکے از توپہاے کلان کہ بر برجہاے . . . . . انداختہ میشود و شد

قضا رایان بدکیش فتنہ سرشت و یوزباشی، مذکور کہ در برج نوشتہ نزدمی باختند رسیدہ
ہنوز بخاک ہلاک انداختہ آنچنان بہ باد فنا بردادہ، کہ مقہوران قلعہ اعضاے آنہا را کہ بہوا
رفتہ پراگندہ شدہ بود، بہ تفحص بسیار بدست آوردہ در گور مذلت وادبار فرو بردند و از نابود
بودن آن مفسد غریوے از نہاد مخذولان قلعہ برخواست، می گویند کہ او پسر میر کلان
خفاچہ است، کہ در عہد شاہ عباس اعتبارے وحالتے داشت، و در قلعہ بغداد مصدر ے
ترددات شدہ بود، و عموئی او خانہ دار از مردم معتبر شاہ طہماسپ بودہ" (۴۸/۴۲)

اسی سلسلہ مین راجہ راجروپ سعداللہ خان اور، اورنگ زیب سے اگر کہتا ہے، کہ اس نے ایک
ایسے راستے کا پتہ چلایا ہے، کہ اس کے ذریعہ بہت جلد قلعہ فتح کیا جا سکتا ہی، اورنگ زیب نے
ہر قسم کی امداد کا انتظام کر دیا لیکن بعض لوگون کی غلطی سے یہ شب خون ناکام رہا اورنگ زیب
نے اس تمام واقعہ کو جس انشا پردازانہ مفصل طریقہ پر بیان کیا ہی، شاید ایک مورخ بھی اس سے
زیادہ نہین لکھ سکتا تھا، اس کے علاوہ ادب کی چاشنی بھی کم نہین ہوتی، اس کے الفاظ یہ ہین

"ہفتہ پیش ازین نزد دستور الوزرا رشتہ نمود کہ "راہے نظر مردم من در آمدہ کہ از آنجا بزودی
ارک قیتول را مسخر میتوان ساخت"، و ایشان خاطر خود را جمع کردہ این شخص را باین قدر
مذکور نمودند، ہر چند نظر بہوشیاری و خبرداری قلعہ نشینان بغایت بعید نمود معقول
نمی شد، اما چون راجہ راجروپ جد تمام داشت، و مبالغہ می کرد، از ملاحظہ آنکہ مبادی
چون فرصت فوت شود، و ارادہ خود را بعرض اشرف رساند، تہاون درین باب سبب
عتاب بادشاہی گردد، برائے الزام حجت و دفع گفتگوے او مقرر شد، کہ در کمین بود
ہرگاہ قابو بیابد، از روے فہمیدگی و پختگی پیش نہاد خویش بعمل آورد، ما یکمن در اخفاے
این راز کوشش میرفت، و بجہت سرانجام این مطلب، مصالح و کومک آنچہ او خواست

سعادت نشان رو برو کرده تا آنکه شب یکشنبه که ساعت مختار او بود، دستور صائب رای
بحسب خواهش و التماس او باقی خان و راجه مدن سنگهه و چتر بهوج وغیره را که درین سمت
موچال داشتند، و قریب هزار سوار از مردم انتخابی خود مقرر کرد، که شریک خدمت بوده کوچ
نمایند، و خود برای کس همه جا و مکان مقرر ساخت، و بهمین قرار داد اول شب یکشنبه
مذکور راجه راجروپ بجماعتی را براه مقرر فرستاده خود در کوه سنگها را پناه ساخته و در حجرها جا
خان سعادت نشان را خبر کرد، و باقی خان کا طلب راجه مدن سنگهه و چتر بهوج
چوهان وغیره جمعیتها را همراه مردم وزیر بے نظیر بموجب قرارداد بجانب علی قابی فرستاده
نزد راجه راجروپ آمدند، این مرد نیز سه صد سوار چیده از ملازمان خود بهمراهی او تعین کرده
بود، درین اثنا میان راجه راجروپ و مظفر حسین گفتگو میشود، چون شب بود و مردم کوکی
بسیار جمع شده بودند، آواز ها بلند گشت، و تا طلوع ماه که یک پهر شب مانده بود اثر
از فرستاد های راجه مذکور پیدا نشد، وقتے که چهار گهڑی از شب باقی مانده و خبر رسید که
مردم یک طرف متحصنان را بیدار یافته برگشتند، راجه راجروپ بند های بادشاهی
را از کیفیت حال آگاه ساخته گفت که مراجعت نمایند، و خود تا آمدن مردمش که پیش رفته
بودند، همانجا توقف کرد و جمعے دیگر نیز از روے کار طلبی با او ماندند، اتفاقا درین ضمن کس
راجه مذبور نا فهمیده باو خبر رسانید که جمعے از مردم او بالاے کوه رفته بقلعه در آمده اند، و او از
خام کاری و سرسیمگی بران سخن بے بنیاد اعتماد کرده کرنا کشیده نقاره نواخت و بجانب
رفیع مکان مزبور نسبتے فرستاد، و مردم که مراجعت نموده بودند، از آوازه کرنا و نقاره باز
آمده حاضر شدند، و معلوم گشت که آن خبر اصلے نداشته مقارن این حال آفتاب پرده دری
آغاز کرده طالع گردید، و غنیم خبردار شده صحبت تنگ دیگر گرفت، متحصنان هجوم آورده گروهے را

کہ بالاے کوہ برآمدہ بودند، بباد تفنگ گرفتہ برخے راکشتہ وخستہ ساختند، بالجملہ ازان جاکہ وقت مقتضی آن نبود کہ باز خواست این غفلت وخطاے عظیم از راجہ راجروپ کردہ آید تو بیخ وسرزنش نباقی نمودہ، چون ازین سمت اورا یاس حاصل شد، نوعے کہ پیش ازین مقرر گشتہ بود، این مرید اورا جانب مورچال خود آورد کہ شاید دریں مصدر خدمت شایستہ گشتہ عرقِ انفعال از چہرۂ حمیتِ خویش پاک سازد، وبآن وسیلہ از عتابِ بادشاہی ایمن گردد" (۶)

اس وقت تک ہم نے جتنی مثالین دی ہین، ان سے اورنگ زیب کے کمالِ انشا کا ایک عام تخیل ذہن نشین ہوگیا ہوگا، یہ مثالین کسی خاص غور وفکر اور جستجو وتلاش کے بعد منتخب نہین کیگئی ہین، بلکہ صرف سرسری نظر کا نتیجہ ہین، اور بہت ممکن ہی کہ جو شخص نفس ادب وانشا کے لحاظ سے ان خطوط کا مطالعہ کرے گا، وہ ان خطوط مین اس سے بہتر مثالین پائیگا، دوسرے ان مثالون کے علاوہ بہت زیادہ مثالین بڑھائی جاسکتی ہین، لیکن مقدمہ کی طوالت کے خوف سے ہم انکو نظر انداز کرتے ہین اور اس چیز کو پڑھنے والون کے ذوقِ سلیم پر چھوڑتے ہین، کہ یہ پورا مجموعہ ادب وانشا کے کمال کا حامل ہی، اور اس مختصر مقدمہ مین اسپر مفصل بحث ناممکن سی ہے،

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار
گلچین بہارِ تو داماں گلہ دارد

(۳)

سیرتِ اورنگزیب کے ماخذ

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہی، اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ اورنگ زیب کے صحیح حالات اور اس عہد کے اندرونی واقعات اور اُن کی تفصیل کیلئے خود اورنگ زیب اور اس کے دوسرے شرکاے کار کے خطوط سے بہتر کوئی دوسرا تاریخی مواد نہین ہو سکتا، لیکن بدقسمتی سے یہ خطوط اس وقت سے شروع ہوتے ہین جب اورنگ زیب کی عمر ۳۰ سے زیادہ ہو چکی تھی، اسکے علاوہ بہت سے ایسے واقعات بھی ہین، جنکا خطوط مین کوئی تذکرہ نہین ہی، اس لیے اسکے عہدِ شاہزادگی کے حالات کے لیے ہم کو مجبوراً دوسرے ماخذون کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے، اس لیے اسکی سیرت کے ماخذون کا مختصر تذکرہ شاید اس جگہ بیجا نہ ہوگا،[1]

عہدِ جہانگیر

(۱) **تزک جہانگیری**، یہ اورنگ زیب کے دادا شہنشاہ نورالدین جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری کے نام سے مشہور ہے، لیکن ایسا کہنا ایک غیر واقعی

[1] ماخذون کی تفصیل پر یون تو ہم نے خود پروفیسر عبداللہ چغتائی کے مضمون کے سلسلے مین جو روزنامہ انقلاب لاہور مین شائع ہوا تھا، ایک مضمون اسی روزنامہ مین لکھا تھا، لیکن اس کے علاوہ، اس سلسلہ مین جدوناتھ سرکار کی تصنیف اورنگ زیب جلد دوم وسیوم، اور مختلف کتبخانون کی فہرستین بھی ہمارے پیش نظر ہین اس کے ساتھ ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ اس فہرست کی تقریباً اکثر کتابین ہمنے جمع کر لی ہین، اور جو چند رہگئی ہین ان کے حصول کی عملی کوشش جاری ہے،

تعمیم ہے، آج سے تقریباً ۶۵ سال پہلے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اپنی مطبوعات متعلقۂ ہند (Bibliotheca Indica) کے سلسلہ مین عہد جہانگیر کی دو تصانیف یعنی یہی تزک جو کم و بیش نصف درجن ناموں سے موسوم ہوا اور دوسرے اقبالنامۂ جہانگیری کے شایع کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور یہ خدمت کپتان لیس (Captain Lees) کے سپرد کی گئی تھی، لیکن ۱۸۶۵ء تک وہ اس کام کو شروع نہ کر سکے، اور اسی اثنا مین ۱۸۶۴ء مین سرسیدؒ نے علی گڈھ سے تزک کو اڈٹ کر کے شائع کر دیا، اس کے بعد ۱۸۶۵ء مین سوسائٹی مذکور نے اپنے ایک اجلاس مین اس مسئلہ پر از سر نو غور کرنا شروع کیا، اور اس مین تزک کے متعلق کپتان موصوف نے بہت سے مفید معلومات پیش کرتے ہوے بتایا، کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے، کہ وہ تزک جہانگیری جسے محمد ہادی نے محمد شاہی عہد مین مرتب کیا ہے، خود جہانگیر کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، بلکہ کم از کم ۱۲، اور زائد از زائد ۱۷ سال کے ابتدائی حالات تک اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین، اس کے بعد اس نے یہ کام معتمد خان کے سپرد کیا، لیکن دو سال کے اندر ہی اندر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا، موجودہ مطبوعہ تزک محمد ہادی کا مرتب کردہ نسخہ ہے، اس کے علاوہ ابتدائی حالات کے متعلق دو جداگانہ نسخے ہین، اور دونون مین اتنا اختلاف ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، اور محققین نے اس نسخہ کو جو اپنے جواہرات، حیوانات وغیرہ کے بیان مین مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، نقلی قرار دیا ہے، ۱۲۹۱ھ مین جناب سید احمد علیصاحب رامپوری نے اسکا اردو ترجمہ کیا تھا، اور وہ مطبع نظامی کانپور سے شائع بھی ہوا تھا، سب سے پہلے ۱۸۳۶ء مین جیمس انڈرسن نے اس کی طرف توجہ دلائی، ایشیاٹک مسلینی (جلد ۲ ص ۱۷۱ اور ۱۷۲ مین اس کے بعض حصون کا ترجمہ شائع کیا، اس کے بعد فرنسس گلڈون نے اپنی تاریخ ہندوستان کی جلد اول مین اس کے اقتباسات کا ترجمہ داخل کیا، نقلی نسخہ کا (جو پندرہ سال کے حالات پر مشتمل ہے) ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا اور ۱۸۲۹ء مین وہ مجلس تراجم شرقیہ

(Oriental Translation committee) کی طرف سے شائع کیا گیا، ہمارے پیش نظر سرسید کے شائع کردہ نسخہ کا وہ اڈیشن ہے، جو نولکشور پریس نے چھاپا ہے[1]،

۲- **اقبال نامۂ جہانگیری**، اس کا مصنف محمد شریف المخاطب بہ معتمد خان (المتوفی ۱۰۴۹ھ) ہے، یہ وہی معتمد خان ہے، جسے جہانگیر نے اپنی حکومت کے سترہوین سال تزک کے سلسلہ کو قائم رکھنے پر مقرر کیا تھا، اس کی یہ تاریخ تین حصوں پر ہے جلد اول مین تیمور سے ہمایون تک کے حالات ہین، جلد دوم مین اکبر کے اور سوم مین عہد جہانگیر ہے، اول الذکر دو جلدین بہت نایاب ہین، البتہ تیسری جلد کو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۸۶۵ء مین شائع کیا، اور اس کا دوسرا اڈیشن ۱۸۷۸ء مین لکھنؤ سے بھی شائع ہوا، اس جلد کا انگریزی خلاصہ برطانوی متحفہ مین موجود ہے،

۳- **مآثر جہانگیری**، کا مگار حسینی المخاطب بہ غیرت خان (المتوفی ۱۰۵۰ھ) نے جہانگیر کے ابتدائی حالات سے اس کی موت تک کے حالات لکھے ہین،

۴- **مجالس السلاطین**، مصنفہ محمد شریف حنفی، الیٹ نے اپنی تاریخ (جلد ۶ ص ۱۳۴) مین عہد جہانگیر کی اس نام کی ایک تاریخ کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہ کتاب غزنویون سے شروع ہوکر جہانگیر کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے،

عہد شاہجہان، ۵- **اقبال نامہ**، مصنفہ معتمد خان، اس کتاب مین شاہجہان کے عہد شاہزادگی کے مفصل حالات (پیدایش سے لیکر تخت نشینی تک) لکھے گئے ہین، اس وقت تک اسکے صرف دو نسخے میری نظر سے گذرے ہین، ایک نسخہ وہ ہے، جو خدا بخش خان کے کتب خانہ کی کتاب نمبر ۵۶۵ شاہجہان نامہ کے ابتدائی حصہ مین مشتمل ہے، اور فہرست نگار نے اسے اس مجموعہ کا حصہ اول قرار دیا ہے، اور دوسرا نسخہ کلکتہ کی امپیریل لائبریری کے اسلامی حصہ مین جو

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو فہرست کتب خانہ پٹنہ ص ۵۴۶ اور الیٹ جلد ۸ ص ۲۵۱

بوہار لائبریری کے نام سے موسوم ہے، موجود ہے، اور وہان اسکا نام، احوال شاہزادگی شاہجہان ہے، ریو نے اپنے ضمیمہ مین بھی اس کے ایک نسخہ کا تذکرہ کیا ہے، بوہار لائبریری کی فارسی کتابون کے اوّلین فہرست نگار جناب میر حسین عظیم آبادی نے جو کچھ دنون تک ادیب الہ آباد کے اڈیٹر بھی تھے، اس کو اڈٹ بھی کیا تھا، لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی، اور اس اہم کتاب کا مسودہ ان کے ایک عزیز کے پاس موجود ہے،

۶- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد امین بن ابو الحسن قزوینی، مرزا امین یا امنیا شاہجہانی حکومت کے پانچوین سال ہندوستان آیا، اور منشیون کے زمرہ مین دربار مین داخل ہوا، آٹھوین سال سُنے بندیلون سے لڑائی کے حالات لکھ کر شاہجہان کی خدمت مین پیش کیے، بادشاہ کو اس کا طرز بیان پسند آیا، اور اس نے اسی سال مرزا کو سرکاری تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا، چنانچہ اُس کی تاریخ شاہجہان کے ابتدائی حالات سے لیکر اس کی حکومت کے اوّلین بس سال کے واقعات پر مشتمل ہے، یہ تین حصّون پر منقسم ہے، (۱) مقدمہ، (۲) مقالہ اور (۳) خاتمہ اگرچہ اس کا یہ بھی بیان ہے کہ اسے بادشاہ نے دوسرے دس سال کی تاریخ لکھنے کو بھی کہا تھا لیکن شاید اس حکم نے کبھی بھی عملی صورت اختیار نہین کی،

۷- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ عبد الحمید لاہوری (المتوفی سنہ ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء) یہ شاہجہان کی حکومت کے ابتدائی بست سالہ (سنہ ۱۰۳۷-۱۰۵۷ھ / ۱۶۲۷-۱۶۴۷ء) حالات کی تاریخ ہے، صاحب عمل صالح کا بیان ہے کہ وہ ابو الفضل کا شاگرد تھا، بادشاہ نے اسے تتہ (یا پٹنہ) سے بلوا کر اس کام پر مامور کیا، یہ تاریخ دو ضخیم جلدون مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، جلد اوّل سنہ ۱۸۶۷ء اور جلد دوم سنہ ۱۸۶۸ء مین طبع ہوئی ہے،

۸- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ محمد وارث (المقتول سنہ ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ء) ہمارا مصنف عبد الحمید لاہوری

کا شاگرد ہے، ابتداً اس کی تاریخ کی اصلاح علامہ سعداللہ خان کے ذمہ تھی، لیکن اسکی موت کے بعد یہ کام عطاء الملک تونی المخاطب بہ فاضل خان کے سپرد ہوا اس مین شاہجہان کے ۱۲ سے ۳۰ سال تک کے حالات ہین،

۹۔ **عمل صالح**، مصنفہ محمد صالح کنبولاہوری، یہ شاہجہان کی پیدائش سے لیکر قید و وفات کے حالات پر مشتمل ہے، اور اس کے ۱۲ سال سے لیکر موت تک کے اہم ترین واقعات کیلئے ایک ایسا بیان ہے، جو شاہجہانی نقطۂ خیال سے لکھا گیا ہے، اور اس لیے یہ کتاب خاص اہمیت رکھتی ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اس کو بھی شائع کر رہی ہے،

ان سرکاری تاریخون کے علاوہ عہدِ شاہجہان کی مندرجۂ ذیل اور تاریخین بھی ہین، لیکن ان مین کوئی نئی بات مشکل ہی سے ملتی ہے، اس لیے تاریخی حیثیت سے ان کو کوئی ایسی زیادہ اہمیت حاصل نہین ہے، لیکن پھر بھی عام واقفیت کے لیے ہم ان کا حال بھی مختصراً لکھ دیتے ہین[1]،

۱۰۔ **ملخص**، مرتبہ محمد ظاہر آشنا، المخاطب بہ عنایت خان، یہ تاریخ دراصل ہر سہ بادشاہ نامہ (قزوینی، عبدالحمید اور وارث) کی تلخیص ہے، اور اسی لیے اس کا نام ملخص رکھا ہے، بوہار لائبریری مین صرف وارث کی تاریخ کا خلاصہ ہے اور وہان اسکا نام **قرنیہ شاہجہان بادشاہ** لکھا ہے،

۱۱۔ **شاہجہان نامہ**، یا تاریخ شاہجہانی مصنفہ منشی محمد صادق المخاطب صادق خان یہ کتاب مکمل صورت مین شاہجہان کے تخت نشین ہونیکے وقت سے اورنگ زیب کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے لیکن جیسا کہ ہمنے معارف کے دو نمبرون مین اس کتاب پر تنقید کرتے ہوے بتایا ہے، یہ خافی خان کا چربہ معلوم ہوتا ہے، البتہ

---

[1] مآثر الامراء کا حکیم صادق کے متعلق بیان ہے کہ چندے دزنگارش مآثر صاحبقران ثانی قلم بیانی راجولانی نمودہ، چون دیگر منشیان سخندان بدان کار پرداختند او دست کشید، جلد اول صفحہ ۹۰-۵۰۹ لیکن اس تصنیف کا کہین بھی پتہ نہین ہے،

یہ معلوم کرنا دقت طلب ہے کہ آیا صادق خان سے خافی خان نے چرایا، یا خافی خان سے صادق خان نے، اگرچہ مصنف اپنے کو اکثر اہم واقعات کے وقت موجود بتاتا ہے، لیکن اسکا بیان حقیقت سے بہت دور ہے[1]

۱۲- **شاہجہان نامہ**، مصنفہ مرزا جلال طباطبائی، اصفہانی، میرزا ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۸ء مین ہندوستان آئے، دربار تک رسائی ہوئی، اور وہان تاریخ لکھنے پر مامور ہوے، چند سال کی تاریخ لکھنے پائے تھے کہ اغیار کی سازش نے ان کی تاریخ نویسی کا خاتمہ کر دیا، پانچوین سال سے آٹھوین سال تک کے حالات والا نسخہ اکثر مل جاتا ہے۔ اس کتاب کے علاوہ میرزا کی دو اور کتابین ہین، ان مین سے ایک شاہجہان کی فتح کانگڑہ کے متعلق ہے، یہ فتح شاہجہان نے عہدِ شاہزادگی ہی مین حاصل کی تھی میرزا نے چھ مختلف طریقون سے اس فتح کو بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہے، اس کا ایک نسخہ (نمبر ۳۵۱) کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

۱۳- **شاہجہان نامہ**، مصنفہ علاء الملک تونی الخاطب بہ فاضل خان (المتوفی ۱۰۷۳ھ) اس وقت تک جتنی تاریخون کا ذکر کیا گیا، وہ نثر مین تھین، لیکن عہدِ شاہجہان مین نظم مین بھی بعض نامکمل سرکاری وغیر سرکاری تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین قابلِ ذکر یہ ہین،

۱۴- **ظفر نامۂ شاہجہانی**، مصنفہ حاجی محمد جان قدسی (المتوفی ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء) عہدِ شاہجہان مین ہندوستان آیا، عبداللہ فیروز جنگ کی معرفت دربار تک رسائی حاصل کی اور وہان کے شعرا مین ممتاز رہا، اسی زمانہ مین اس نے شاہجہان کی پیدائش سے اپنے عہد تک کے حالات نظم کرنے شروع کیے، لیکن شاید مکمل نہ کر سکا، کہ اس مین صرف ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء تک کے واقعات ہین،

۱۵- **پادشاہ نامہ**، مصنفہ ابو طالب کلیم (المتوفی ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء) کلیم ہمدان کا رہنے والا تھا، ہندوستان آکر پہلے میر جملہ روح الامین سے ملا، پھر شاہی دربار تک پہنچا، اور اس کے بعد شاہی

[1] اس کتاب کے مفصل حالات کے لیے دیکھو معارف جلد ۲۲ نمبر ۳ و ۴،

منظوم تاریخ کے لکھنے پر مامور ہوا، اطمینان و یکسوئی کے لیے، اسے کشمیر بھیجدیا گیا، لیکن وہاں جاکر اس کا انتقال ہوگیا، اور اس کا بادشاہ نامہ مختلف نامکمل حصّون مین اب تک موجود ہے، اس مین ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء تک کے حالات ہین، اس کے علاوہ اس کے کلیات مین متعدد تاریخی واقعات سے متعلق مختلف تاریخی قطعات بھی ہین، جو تاریخ کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہین اس کے بادشاہ نامہ کا نام شہنشاہ نامہ بھی ہے،

۱۶- **بادشاہ نامہ**، مصنفہ میر محمد یحییٰ کاشی (المتوفی ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۳ء) یحییٰ شاہجہان کے عہد مین ہندوستان آکر دربار مین داخل ہوا، اس نے شاہجہان اور داراشکوہ کے نام بہت سے قصیدے بھی لکھے ہین، افسوس کہ وہ بھی اپنا بادشاہ نامہ مکمل نکر سکا، اور وہ بھی نامکمل صورت مین ہم تک پہنچا ہے،

۱۷- **لطائف الاخبار**، مصنفہ رشید خان المخاطب بہ بدیع الزمان، اورنگ زیب کو جب قندھار کے دوسرے محاصرہ سے واپس بلالیا گیا، تو تیسری مرتبہ داراشکوہ اس کام پر مقرر کیا گیا، مصنف نے اس کو قندھار کے متعلق ابتدائی کوششون کے مختصر سرسری بیان سے شروع کیا ہے، اور اس کے بعد داراشکوہ کے ماتحت محاصرہ کے مفصل حالات اس کے ملتان کی واپسی تک لکھے ہین، اسکا مصنف محاصرہ کا چشم دید گواہ تھا،

عہد عالمگیر

۱۸- **عالمگیر نامہ**، مصنفہ منشی مرزا محمد کاظم، یہ تاریخ اورنگ زیب کے حکم سے لکھی گئی، اسمین جنگ برادرانہ کی ابتدا سے حکومت کے ابتدائی دس سال کے حالات "سرکاری زبان" مین مفصل طریقہ سے بیان کئے گیے ہین، یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع بھی ہوچکی ہے،

۱۹- **مآثر عالمگیری**، مصنفہ محمد ساقی مستعد خان، یہ اورنگ زیب کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کی مجمل لیکن جامع تاریخ ہے، یہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد سرکاری کاغذات سے مرتب

کی گئی ہے، یہ بھی چھپ گئی ہے،

۲۰۔ **ظفرنامۂ عالمگیری**، مصنفہ عاقل خان رازی، میرزا عسکری المخاطب بہ عاقل خان عہدِ اورنگ زیب کا مشہور امیر تھا، وہ شہزادگی کے عہد سے ہی اورنگ زیب کے پاس رہا ہے، اس کی یہ تاریخ خانہ جنگی کے حالات کے لیے بہت مفید ہے، وہ اپنی تاریخ کو جنگ بیجاپور سے شروع کرکے میر جملہ کی وفات پر ختم کر دیتا ہے، اس کتاب کے متعدد نام ہین، اور بعض لوگون نے تو اسے غلطی سے امیر یا میر خان کابلی کی تصنیف بھی بتا دی ہے،

۲۱۔ **تاریخ جنگ برادران**، مصنفہ محمد صادق انبالوی، یہ کتاب دراصل آداب عالمگیری کا ایک حصہ ہے، اس مین اورنگ زیب اور اس کے بھائیون کی خانہ جنگی کے حالات درج ہین، اور اگرچہ یہ تمام تر عالمگیر نامہ اور عمل صالح کی نقل ہے کہ صفحون کے صفحے اس سے لفظ بلفظ لئے گیے ہین، پھر بھی مصنف نے اس مین بعض ایسے اضافے کیے ہین، جو اہم ہین،

۲۲۔ **تاریخ شاہ شجاعی**، مصنفہ میر محمد معصوم، اس کا مصنف اورنگ زیب کے دوسرے بھائی شاہزادہ شجاع کا پرانا ملازم تھا، اور اس نے ۱۶۶۰ء مین مالدہ مین یہ کتاب لکھی ہے، وہ شجاع کا حامی تھا، اس کے علاوہ اس کا سالہ محمد سعید، شہزادہ سپہر شکوہ کے یہان بخشی تھا، اور اس کے بعد وہ اورنگ زیب کے بڑے لڑکے شہزادہ محمد سلطان کی ملازمت مین داخل ہو گیا تھا، یہ تاریخ شاہزادہ شجاع کے نقطۂ نظر کو جاننے کے لیے بہترین ذریعہ ہے،

۲۳۔ **فتحیہ عبریہ**، مصنفہ شہاب الدین طالش، یہ کتاب میر جملہ کے فتوحات کوچ بہار اور آسام کے حالات پر مشتمل ہے، اس کتاب کا ایک اضافہ جو میر جملہ کی وفات سے شائستہ خان کے فتح چاٹگام تک کے حالات پر مشتمل ہے، بوڈلین لائبریری مین ہے، پروفیسر سرجدوناتھ نے چار نسخون کی مدد سے اس کو مرتب اور اسکا انگریزی ترجمہ کیا ہے،

۲۴۔ **نسخۂ دلکشا**، مصنفہ بھیم سین کایستھ، ہمارا مصنف دیوانِ دکن دیانت راے کا بھائی تھا، وہ بندیلہ راجہ دلپت راؤ کا ملازم تھا، اس نے دہلی سے راس کماری تک سفر بھی کیا ہے اور اس کی تاریخ دکن کے حالات کے لیے از بس ضروری اور پُر از معلومات ہے، اس کے دو نسخے ہین، ایک کتبخانۂ دفتر وزیر ہند مین، اور دوسرا برطانوی متحفہ مین، مؤخرالذکر مکمل ہے،

۲۵۔ **فتوحات عالمگیری**، مصنفہ ایسر (یا ایسری) داس ناگر ساکن پٹن، وہ پہلے قاضی عبدالوہاب کے صاحبزادے شیخ الاسلام کا ملازم تھا، اور پھر گجرات کے صوبہ مین ضلع جودھپور کا حاکم مقرر ہوا تھا، راجپوتانہ اور مالوہ کے حالات کیلئے اسکا بیان اہم ترین ہے، اس مین ۱۶۵۷ء سے ۱۶۹۵ء تک کے حالات ہین،

۲۶۔ **اورنگ نامہ**، مصنفہ گرویزی، یہ تاریخ منظوم ہے، اور برادرانہ جنگ کے حالات پر مشتمل ہے، اسکا بیان تاریخ شاہ شجاع کے بیان سے بہت ملتا جلتا ہے، اور چونکہ یہ کتاب سرکاری اثرات سے آزاد ہوکر لکھی گئی ہے، اس لیے اس کے بیان کردہ واقعات کی صحت مین بہت کم شبہ کیا جاسکتا ہے،

۲۷۔ **آشوبِ ہند**، مصنفہ بہشتی یہ بھی برادرانہ جنگ، عموماً اور مراد کے حالات مین خصوصاً منظوم تاریخ ہے، اس کا مصنف مراد کا ملازم تھا، اور اس نے اپنے آقا کی حمایت اور موافقت مین یہ تاریخ لکھی ہے، یہ کتاب چھپ بھی گئی ہے،

۲۸۔ **تاریخ شیواجی**، مصنف لامعلوم، یہ تاریخ کسی مرہٹی کتاب کا ترجمہ معلوم ہوتی ہے، اس مین مرہٹہ قوت کی ابتدا سے سنبا جی کی تخت نشینی تک کے حالات ہین، اس کی خاص اہمیت یہ ہے، کہ اسکے ذریعہ ہم کو مرہٹون کے نقطۂ خیال کا پتہ چلتا ہے، سر جدوناتھ سرکار نے ۱۹۰۷ء کے ماڈرن ریویو کلکتہ مین اسکا ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے،

۲۹۔ **خلاصۃ التواریخ**، مصنفہ سبحان رائے ساکن پٹیالہ، یہ ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے، جو ابتدا سے لیکر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۵ء مین دو سال کے عرصہ مین ختم ہوئی ہی، اس کتاب کو خانصاحب جناب سید ظفر حسن صاحب (محکمۂ اثریات ہند) نے اڈٹ کرکے شایع بھی کر دیا ہے،

۳۰۔ **لب التواریخ** مصنفہ رائے بندرابن ولد رائے بہارامل، ہمارے مصنف کا باپ شاہجہانی حکومت کے بیسوین سال رائے کے خطاب سے سرفراز اور دارا شکوہ کا دیوان مقرر ہوا، لیکن ۹ سال کے بعد ہی مرگیا، بندرابن کو اورنگ زیب نے یہی خطاب دیا، اس مین شہاب الدین غوری سے لیکر ۱۱۰۱ھ تک کے حالات ہین، اس کا دوسرا نام لب التواریخ ہند ہے،

۳۱۔ **منتخب التواریخ** مصنفہ جگجیون داس ولد منوہر داس گجراتی، اس کا مصنف ۱۱۰۵ھ مین سرکاری ہرکارہ مقرر ہوا، اور جیسا کہ اسکا بیان ہی کہ اس نے اسی وقت سے اہم واقعات کی یادداشت رکھنا شروع کی، تا آنکہ بہادر شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کو ہندوستان کی ایک مکمل تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا، اور اسی خیال نے اس کتاب کی صورت مین عملی جامہ پہنا، اس کتاب کی اصلی اہمیت اس کا وہ آخری باب ہے، جس مین اس نے ہندوستان کے صوبون کے ان حالات کو دیا ہے، جو بہادر شاہ کے حکم سے جمع کیے گئے تھے، ورنہ کتاب تو بندرابن کی تاریخ لب التواریخ کا چربہ معلوم ہوتی ہے،

۳۲۔ **زینۃ التواریخ**، مصنفہ عزیز اللہ، یہ ایک عام تاریخ ہے، جسمین ہندوستان کی محکومون کے حالات بھی ہین، اور یہ حالات ابتدا سے لیکر فرخ سیر تک کے زمانہ پر مشتمل ہین، اس کی کوئی خاص اہمیت نہین ہی،

خلاصۂ عالمگیر نامہ، ملخصہ حاتم خان، یہ اورنگ زیب کے ابتدائی ۱۰ سالہ سرکاری

تاریخ عالمگیر نامہ کا خلاصہ ہے،

۳۴- **مراۃ العالم یا مراۃ جہان نما**، عموماً اس کی تصنیف کا سہرا بختاور خان کے سر باندھا جاتا ہے، لیکن یہ طے نہ ہو سکا، کہ اسکا حقیقی مصنف کون ہے، البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسے پہلے محمد بقا نے لکھا، اور پھر اس مسودہ کو اس کے بھانجے محمد شفیع اور چھوٹے بھائی محمد رضا نے الگ الگ مکمل کیا، اس لیے دونون نسخون مین کہین کہین اختلاف بیان ہی، اورنگ زیب کے متعلق اسمین جو حالات ہین، وہ خلاصۂ عالمگیر نامہ کی طرح ایک بڑی حد تک عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہین،

۳۵- **تذکرۃ السلاطین چغتائی**، مصنفہ محمد ہادی کامور خان، یہ تاریخ تیموری خاندان کی تاریخ ہے، دو حصون مین تقسیم ہے، تیمور سے لیکر محمد شاہ کے چھٹے سال تک کے حالات پر مشتمل ہی، ابتدا مین ترکون اور مغلون کا بھی مختصر تذکرہ ہے،

۳۶- **منتخب اللباب**، مصنفہ محمد ہاشم خافی خان، یہ تاریخ بابر سے لیکر محمد شاہ بادشاہ کے چودھوین سال تک کی تاریخ ہے، اور اسے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے دو جلدون مین شایع بھی کر دیا ہی، یہ کتاب بہت مشہور و عام ہے،

تذکرے

۳۷- **مآثر الامراء**، مصنفہ شاہ نواز خان شہید خوافی اورنگ آبادی، یہ تیموری امرا کا سب سے بڑا تذکرہ ہے، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے تین جلدون مین شائع بھی کر دیا ہے،

۳۸- **تذکرۃ الامراء**، مصنفہ کیول رام ولد رگھوناتھ داس اگروال، یہ بھی اکبر سے لیکر بہادر شاہ کے زمانہ تک کے امراء کے حالات مین ہی، اس مین دو سو سے زیادہ کے تمام منصب داروں کا تذکرہ ہے، اور ہندو راجاؤن اور امیرون کے حالات کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہی،

۳۹- **فرحت الناظرین**، مصنفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ اللہ سہسپوری اگرچہ یہ ایک عام تاریخ ہے

لیکن اس کے آخر مین علما، شعرا وغیرہ کے تذکرے بہت مفید ہین اور نیشنل کالج میگزین (لاہور) کے دو نمبرون مین عہد اورنگ زیب کے فضلا، علما، اور شعرا کے حالات اس مین سے شائع کئے گئے ہین،

۴۰۔ **مآثر الکرام**، مصنفہ غلام علی آزاد بلگرامی، یہ کتاب حیدرآباد سے دو جلدون مین شایع بھی ہو چکی ہے،

۴۱۔ **زبدۃ المقامات**، یہ کتاب حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، فاروقی سرہندی نقشبندی اور ان کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے حالات، کرامات، اور تعلیمات پر مبنی ہے، مصنف کا نام معلوم نہین، ایک تصوف دوست ہندو بزرگ نے اسے شائع بھی کر دیا ہے،

۴۲۔ **سفینۃ الاولیا**، مصنفہ شہزادہ داراشکوہ، یہ ابتداے عہد اسلام سے عہد شاہجہان تک کے صوفیاے کرام کے روشن حالات کا منور تذکرہ ہے،

۴۳۔ **سکینۃ الاولیا**، اس کتاب مین شہزادہ داراشکوہ نے اپنے پیر ملا شاہ کے مرشد حضرت میان میر لاہوری کے حالات قلم بند کیے ہین،

۴۴۔ **مجمع البحرین**، مصنفہ محمد فاضل سید احمد اکبرآبادی، یہ بھی بزرگون کی وفات وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے،

۴۵۔ **بحر زخار**، مصنفہ وجیہ الدین اشرف، اس مین صوفیاے اسلام کے عموماً اور ہندوستان کے خصوصاً حالات درج ہین، یہ تذکرہ لکھنؤ مین ۱۲۰۳ھ مین لکھا گیا،

۴۶۔ **خزینۃ الاصفیا**، مصنفہ غلام سرور بن غلام محمد لاہوری، یہ تذکرہ چھپ گیا ہے، اور بہت مشہور ہے،

۴۷۔ **مفتاح التواریخ**، مرتبہ مسٹر تامس ولیم بیل صاحب آئین اسلامی تاریخ کے تمام اہم واقعات کی تاریخین درج ہین، اس کے علاوہ عمارتون وغیرہ کے متعلق تاریخی قطعات دیے گئے ہین،

۴۸- **طبقات شاہجہانی**، اس مین شاہجہان بادشاہ کے عہد تک کے امرا کے حالات ہین، اس کے مصنف کا نام محمد صادق ہے،

۴۹- **تذکرۂ علماے ہند**، مصنفہ جناب مولوی رحمان علی مرحوم،

۵۰- **حدائق الحنفیہ**، مصنفہ مولوی فقیر محمد صاحب مرحوم،

۵۱- **مخزن الغرائب**، مرتبہ احمد علی سندیلوی،

خطوط | جیسا کہ مکاتیبِ اورنگ زیب کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین، اورنگ زیب کے خطوط پانچ قسم کے مجموعون مین پاے جاتے ہین،

(۱) ان خطوط کے مکمل مجموعے (۲) ان مجموعون کے انتخابات (۳) دو نامکمل مجموعے جو ابتدائی مجموعون کے خطوط سے علیحدہ ہین (۴) احکام یعنی وہ عبارتین جو مختلف عرائض پر لکھی گئی ہین، (۵) ایسے خطوط جو تاریخی کتابون، خطوط کے مجموعون اور مختلف اشخاص کی ملکیت مین ملتے ہین، اب ہم ہر قسم کے خطوط کے مجموعون پر علیحدہ علیحدہ کچھ کہنا چاہتے ہین،

(۱) اس سلسلہ مین جو کتاب سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے، وہ آداب عالمگیری ہے،

۵۲- **آداب عالمگیری**، کے متعلق ہم مکاتیب کے سلسلہ مین بہت کچھ لکھ آئے ہین اور یہان پر اس مین کچھ زیادہ اضافہ نہین کرنا چاہتے،

۵۳- **احکام عالمگیری**، یہ مجموعہ اورنگ زیب کے آخری منشی عنایت اللہ خان کا ترتیب دادہ ہے، اگرچہ یہ خطوط مکمل صورت مین نہین ہین، کیونکہ یہ وہ عبارتین معلوم ہوتی ہین جو اورنگ زیب نے خطوط مین شامل کرنے کے لیے بتائی ہین، لیکن وہ اتنی مجمل بھی نہین ہین کہ ان کے کچھ معنی سمجھ مین نہ آئین، اس کے علاوہ مکتوب الیہم کے نام بھی دیئے ہوئے ہین، یہ اورنگ زیب کے آخری دور کے خطوط ہین، اس مجموعے کے اس وقت تک صرف دو نسخون کا

پتہ چلا ہے، ان مین سے ایک ریاست رامپور کے کتب خانہ مین ہی اور دوسرا خدا بخش خان کے کتب خانہ مین، اسکا ایک نامکمل نسخہ مدرسہ محمدیہ آگرہ مین بھی ہی،

۵۴۔ **کلمات طیبات**، یہ مجموعہ بھی اورنگ زیب کے اسی منشی عنایت اللہ خان کا مرتب کیا ہوا ہے، اسکی عبارتین بہت مجمل ہین، اور اسمین مکتوب الیہم کے نام بھی نہین ہین، یہ احکام کی طرح کمیاب اور نادر نہین ہی، ہندوستان مین بھی اس کے متعدد نسخے ہین،

(۲) اس سلسلہ مین بھی متعدد مجموعے ہین،

۵۵۔ **رقائم کرائم**، اس مجموعہ کو سید اشرف خان میر محمد حسینی نے مرتب کیا ہی، اسمین زیادہ تر وہ خطوط ہین، جو اورنگ زیب نے جامع کے باپ میر عبدالکریم کو لکھے تھے، اس کے کئی نسخے میری نظر سے گذرے ہین، اور ان مین کچھ اختلاف بھی موجود ہی،

۵۶۔ **دستور العمل آگہی**، یہ مجموعہ راجہ سیوا سے جے سنگھ والی جے پور کے دیوان راجہ ایال کی فرمایش سے ترتیب دیا گیا ہے، اس مین اورنگ زیب کے لڑکون اور افسرون کے علاوہ شاہجہان وغیرہ کے نام کے بھی بعض خطوط ہین،

۵۷۔ **رموز و اشارات عالمگیری**، یہ مجموعہ بھی دیوان مذکور ہی کی فرمایش سے لکھا گیا ہے، لیکن اسمین شاہجہان وغیرہ کے نام کے خطوط نہین ہین،

۵۸۔ **رقعات عالمگیری**، یہ وہ مجموعہ ہے، جو عام طور سے بازار مین ملتا ہے، وہ نمبر ۵۳ و نمبر ۵۴ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہی، اس وقت تک اسکے چار انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہین، اور اب اردو مین بھی اسکا ترجمہ ہو گیا ہے،

ایسے مجموعے بکثرت دستیاب ہوتے ہین، لیکن یہ عجیب بات ہے، کہ کوئی ایک نسخہ بھی دوسرے نسخہ سے مکمل طور سے نہین ملتا، بلکہ بعض اوقات تو عبارتون مین نہ صرف کمی اور زیادتی ہوتی ہی

بلکہ دوسری عبارتین ہی ملتی ہین، چنانچہ اس وقت ہمارے پاس، دفتر وزیر ہند، متحفہ برطانیہ، دوسرے اور کتب خانون اور متعدد بزرگون کے ہر کتاب کے تقریباً درجن درجن بھر نسخے ہین، لیکن ان مین ایک بھی مکمل طور سے دوسرے سے نہین ملتا،

(۳) اس قسم کے ہمارے پاس دو مجموعے ہین،

۵۹، **کلمات اورنگ زیب**، یہ اورنگ زیب کے آخری عہد کے نامکمل خطوط ہین، یہ مجموعہ دفتر وزیر ہند کے کتب خانہ مین ہے،

۶۰، **کلمات طیبات**، اگرچہ اس مجموعہ کا دیباچہ مذکورہ کلمات طیبات ہی والا دیباچہ ہے، لیکن اصل کتاب بالکل اس سے جداگانہ ہے، اس مجموعہ کا دوسرا نام کلماتِ اورنگزیب بھی ہے، اور اول الذکر کلماتِ اورنگ زیب کے کچھ حصے اس سے ملتے ہین،

(۴) اس حصہ مین ہم کو اب صرف دو چیزین ملی ہین،

۶۱، **احکام عالمگیری**، اس مین اورنگ زیب کی زندگی سے متعلق بہت کچھ وہ حالات ہین، جو عام تاریخون مین تقریباً نہین ہین، اور اس کے ساتھ ہی اس کے وہ احکام ہین، جو اس نے عریضون پر لکھائے ہین، اس مجموعہ کو استاذِ محترم سر جدوناتھ سرکار نے ترجمہ کے ساتھ اڈٹ کرکے شائع کیا ہے،

۶۲، **اشاراتِ عالمگیری**، اس مین بھی اورنگ زیب کے احکام ہین، چند صفحات کا چھوٹا سا مجموعہ ہے،

(۵) اس قسم مین مندرجہ ذیل جگہون سے خطوط و فرامین ملے ہین،

۶۳، کتاب نمبر ۴۷۶، یہ فرانس کے قومی کتب خانہ مین ہے، اور اس مین صفحہ ب ۱ سے الف ۱۳ تک اورنگ زیب کے وہ خطوط ہین، جو اس نے راجہ جے سنگھ کو لکھے ہین،

۶۴، **مکاتیب ریاست جے پور**، ریاست جے پور مین شاہی مکاتیب کا بہت اچھا ذخیرہ ہے، اور اورنگ زیب نے اس خاندان کے لوگون کو جو خطوط لکھے ہین، وہ سب محفوظ ہین، اورنگ زیب کے علاوہ دارا، مراد، شاہجہان وغیرہ نے بھی جو خطوط لکھے تھے، وہ بھی اس دربار مین موجود ہین، ٹاڈ نے ان کی نقلین حاصل کی تھین اور اب سرکار نے بھی ان کی نقلین حاصل کر لی ہین،

۶۵- **فرامین برلن**، یہ وہ فرامین ہین، جنکا ترجمہ سر جدوناتھ سرکار نے اپنی کتاب ہندو رنگزیب مین دیا تھا، یہ فرامین مرآۃ احمدی مین بھی ہین،

۶۶- **مراۃ احمدی**، یون تو مرآۃ احمدی گجرات کی تاریخ کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے، لیکن فرامین کے لحاظ سے بھی وہ کم اہم نہین ہے،

۶۷- **خطوط شیواجی**، اس مجموعہ مین شیواجی اور اس کے افسرون کے خطوط کے علاوہ وہ خط و کتابت بھی ہے، جو باغی اکبر اور اورنگ زیب مین ہوئی تھی،

۶۸- **ظہور الانشا**، اس مین بھی اورنگ زیب کے متعدد خطوط ہین،

۶۹- **انشاے فارسی**، یہ ایشیاٹک سوسائٹی کے فن انشا کی کتاب الیف ۵۶ ہے، اس مین باغی اکبر اور نگریب والی مراسلت کے علاوہ اورنگ زیب و شاہجہان (بوقت محاصرہ) اور اورنگ زیب کے، اس کے لڑکون وغیرہ کے نام کے خطوط بھی ہین،

۷۰- فرامین مملوکہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ،

۷۱- فرامین مملوکہ کتب خانہ بشیر اسلامیہ ہائی اسکول الٰہ آباد،

۷۲- فرامین مملوکہ ریاست دھار،

۷۳- فرامین مملوکہ ریاست سوسنگ (میمن سنگھ بنگال)

۷۴- فرامین مملوکہ ڈی، بی پرسنس آنجہانی پونہ، ان مین وہ فرامین بھی ہین، جو اورنگ زیب

اورمرادبخش نے شیواجی کو اپنے صوبہ داری دکن کے زمانہ مین لکھے تھے،

۷۵۔ فرامین مملوکہ بابو سادیو وشنو جوشی ستارہ،

۷۶۔ خطوط در مجموعہ کتاب نمبر ۱۸۸۱ متحفہ برطانیہ، اس مین دارا کا وہ خط ہے، جو موت سے پہلے اس نے اورنگ زیب کو لکھا تھا، اور اورنگ زیب کا جواب بھی ہے،

۷۷۔ مجموعہائے خطوط نمبر ۲۵ و ۱۷۳ مملوکہ مسٹر ولیم ارون آنجہانی،

۷۸۔ فرامین مملوکہ جادھے دیشمکھ،

۷۹۔ **فیض القوانین** یہ تیموری سلاطین، دوسرے حکمرانون اور امرار کے خطوط کا عجیب وغریب مجموعہ ہے، اس کا سب سے مکمل ترنسخہ جناب شمس العلما صفی الدولہ حسام الملک نواب علی حسن خان صاحب ناظم ندوہ لکھنؤ کے پاس ہے، یہ تین حصون مین ہے، (۱) سلاطین کے خطوط (۲) امرا کے خطوط (۳) متفرقات، ہمارے سلسلہ مین مندرجۂ ذیل لوگون کے خطوط ہین،

(الف) شاہجہان ۲۵ خطوط،

(ب) اورنگ زیب ۱۱ (اس مین دو خط عربی مین بھی ہین، ایک اپنے استاد مولوی سید محمد قنوجی کے نام اور دوسرا اپنی چہیتی بیٹی زیب النسار کے نام)

(ج) جہان آرا، ۱

(د) داراشکوہ ۸

(ہ) شجاع ۶

(و) مرادبخش ۴۷

(ز) جعفرخان وزیراورنگ زیب ۹،

ان کے علاوہ عادل شاہ، قطب شاہ، جے سنگھ وغیرہ کے خطوط بھی ہین،

۸۰، **گلدستہ**، اس مین اورنگ زیب، شاہجہان، قطب شاہ، وغیرہ کے خطوط ہین، یہ مجموعہ سرسار لار جنگ کے کتب خانہ مین ہی، اور اس کا نمبر ۲۷۳۱ ہے،

تاریخی خطوط کے مجموعے | اس سلسلہ مین مندرجۂ ذیل مجموعے قابلِ ذکر ہین،

۸۱، **ہفت انجمن**، اس کا مرتب و مصنف ایک تو مسلم طابع یار ہے، اس کا اصلی نام اودے رائے تھا، وہ پہلے رستم خان دکنی، اور پھر مرزا راجہ جے سنگھ کا منشی تھا، راجہ جے سنگھ کی وفات کے بعد اوسنے اسلام قبول کرلیا، اس نے اپنی کتاب کو اسطرح سات انجمنون مین تقسیم کیا ہی،

(۱) عرائضِ رستم خان بشاہجہان،

(۲) عرائضِ مہاراجہ جے سنگھ باورنگ زیب، یہ وہ خطوط ہین جو مہاراجہ نے اجمیر کی جنگ کے بعد داراشکوہ کے تعاقب کے سلسلہ مین لکھے،

(۳) عرائضِ مہاراجہ جے سنگھ باورنگ زیب (دکن کی لڑائیون کے سلسلہ مین)

(۴) " رستم خان پسرانِ شاہجہان،

(۵) (الف) رستم خان بامرائے شاہجہان، (ب) جے سنگھ بامرائے اورنگ زیب،

(ج) جے سنگھ بامرائے کہ مامورِ دکن بودند (د) جے سنگھ بسعادت خان، قطب شاہ وغیرہ،

(۶) جے سنگھ بسفرائے شاہی کہ بحکمانِ دکن رفتند،

(۶) (الف) شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد کے مختلف خطوط، (ب) جے سنگھ کے ذاتی خطوط،

(۷) طابع یار کے اپنے یا دوسرون کے لیے لکھے ہوے خطوط،

۸۲- **انشای روشن کلام**:- مرتبہ و مصنفہ منشی بھوپت رائے وہ، بیسواڑا کے فوجدار رعد انداز خان کا منشی تھا،

۸۳، **مرقعاتِ حسن**، مصنفہ و مرتبہ مولانا ابوالحسن (۱۶۶۹ء) یہ سرکاری ملازم تھے، اور ۱۶۶۷-۱۶۵۵ء تک بنگال اور اوڈیسہ مین رہے تھے، تربیت خان کے عہدِ صوبہ داری اوڈیسہ کے لیے ان کے خطوط اہم ہین،

۸۴، مجموعۂ منشآت وغیرہ، یہ مجموعہ رامپور کے کتب خانہ مین ہی، اور اس مین بیدار بخت، روح اللہ خان، اسد خان، مخلص خان وغیرہ کے خطوط ہین،

۸۵- مجموعہ نمبر ۶۶۰۰ مملوکہ متحفۂ برطانیہ، اس مین وہ خطوط ہین، جو عبداللہ قطب شاہ نے شاہجہان، دارا، شجاع، اورنگ زیب اور عادل شاہ وغیرہ کو لکھے ہین،

۸۶- مجموعہ، نمبر ۸۲ ۳۵، مملوکہ متحفہ برطانیہ، اس مین کرناٹک سے متعلق ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰-۹۱ء تک کے خطوط و سرکاری کاغذات ہین،

۸۷، **مجمع الافکار**، یہ ایک نادر مجموعہ ہے، جسمین تاریخی خطوط، فرامین، وغیرہ کی بڑی تعداد جمع کیگئی ہی، یہ مجموعہ خدا بخش خان کے کتب خانہ مین ہی، خطوط کے علاوہ اس مین بہت سی کتابون کے دیباچے بھی ہین،

۸۸، **رقعاتِ منشی** المعروف بہ ملک زادہ کے جمع کردہ وہ فرامین ہین، جو تمام تر اورنگ زیب کے عہدِ حکومت سے متعلق ہین، یہ بھی خدا بخش خان کے کتب خانہ مین ہی،

۸۹، **منشآتِ طاہر وحید**، یہ مجموعہ حملۂ قندھار، برادرانہ جنگ، اور ایرانی حکومت کی دکن کی شیعہ حکومتون سے، مغلون کے خلاف سازش کے سلسلہ مین بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اگرچہ درسی حیثیت سے یہ بہت متداول ہے، لیکن تاریخی حیثیت سے اس سے اب تک بہت کم کام لیا گیا ہے،

۹۰، **بہارِ سخن**، مصنفہ محمد صالح کنبو،

۹۱- انشاے مصنفہ مادھورام،

۹۲- ریاض الوداد " ایزدبخش رسا،

ان مختلف مجموعون کے علاوہ اور دوسرے مجموعے بھی ہین لیکن ہم طوالت کے خیال سے ان کو اس جگہ نظرانداز کرتے ہین، البتہ اگر ہم نے ضرورت دیکھی تو تیسری جلد مین ان کی مفصل فہرست دیدینگے،

دکن کی تاریخین ۹۳- **بساتین السلاطین**، یہ بیجاپور کے عادل شاہی خاندان کی مکمل تاریخ ہے، اس کا مصنف مرزا ابراہیم زبیری ہے، اور اگرچہ یہ ۱۸۲۴ء کی لکھی ہوئی ہے لیکن چونکہ پرانی تاریخی کتابون پر مبنی ہے، اس لیے اسکی صحت مین بہت کم گنجایش ہے،

۹۴، **تاریخ علی عادل شاہ ثانی**، مصنفہ نوراللہ بن قاضی سید علی محمد الحسینی القادری، یہ تاریخ خود اس بادشاہ کے حکم سے لکھی گئی تھی،

۹۵، **تاریخ ہفت کرسی**، مصنف کا نام معلوم نہین، یہ بیجاپور کی مکمل تاریخ ہے، یہ تاریخ سات مجالس مین منقسم ہے،

۹۶، **احوال سلاطین بیجاپور**، اس کے مصنف کا نام بھی معلوم نہین، یہ تاریخ بھی ابتدا سے لے کر سکندر عادل شاہ کی موت تک کے حالات پر مشتمل ہے،

۹۷، **علی نامہ**، مصنفہ نصرتی دکنی، یہ علی عادل شاہ ثانی کے حالات مین دکنی اردو مین منظوم تاریخ ہے،

۹۸، **حدیقۃ السلاطین**، مصنفہ نظام الدین احمد بن عبداللہ الشیرازی الصاعدی، یہ سلطان عبداللہ شاہ والی بیجاپور کی ابتداے پیدایش سے سولھوین سال حکومت تک کی تاریخ ہے،

۹۹، **حدیقۃ العالم**، مصنفہ ابوالقاسم بن رضی الدین المولوی المخاطب بہ میر عالم یہ تاریخ

دو حصّون مین ہے،

۱۰۰، **وقائع دکن**، مصنفہ نعمت خان عالی،

۱۰۱، **تاریخ دکن**، مصنفہ خافی خان ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے اسے شایع بھی کر دیا ہے

ایران کی تاریخ

اس عہد کی ایران کی تاریخین، ہندوستان کی تاریخ کے سلسلہ مین اس لیے ضروری ہین، کہ اس عہد مین قندھار کے دیرینہ مسئلہ نے ایک اہم صورت اختیار کر لی تھی، اور اورنگ زیب کا اس مین کافی حصہ ہے،

۱۰۲، **تاریخ عالم آرائے عباسی**، مصنفہ اسکندر بیگ منشی، یہ شاہ عباس اعظم کے حالات مین ہے اور ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۹ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے،

۱۰۳، **تاریخ شاہ عباس ثانی**، مصنفہ مرزا محمد طاہر وحید مرزا نے یہ تاریخ خود بادشاہ کے حکم سے لکھی تھی، اور حملۂ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین بہترین ایرانی بیان کی حامل ہے،

اخبارات دربار

۱۰۴، مغل دربار مین تمام صوبہ دارون اور باجگذار راجاؤن کے سفیر رہتے تھے، وہ وکیل کہلاتے، اور اپنے آقا کے نائب کی حیثیت سے تمام کام انجام دیتے، اپنے آقا کو دربار کے روزانہ حالات سے واقف رکھنے کے لیے وہ یہ بھی کرتے تھے کہ روزانہ کے واقعات قلم بند کر کے اپنے آقا کو روانہ کرتے، اس مین بادشاہ کے ایک ایک کام کا حال درج ہوتا، ان یومیہ اطلاعات کو "اخبارات دربار مولا" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، یہ پیلے قسم کے چھوٹے چھوٹے کاغذ کے سلپ ہوتے تھے، اورنگ زیب کے عہد کے ایسے اخبارات رائل ایشیاٹک سوسائٹی مین ہین، لیکن افسوس کہ وہ مکمل نہین ہین، مندرجۂ ذیل سال کے وہان موجود ہین،

۳، ۴، ۸ سے ۱۵، ۱۷، ۲۰ سے ۲۲ (ان سالون مین یہ سلپ اسے لیکر ۶۱ تک ہین)

۳۶ سے ۴۰ اور ۴۲ سے ۴۹، ان مین سے صرف ۶ سال (۳۸، ۴۳ سے ۴۸) ایسے ہین جنمین

ہر سال کے ۲۰۰ دنون تک کے رقعے ملتے ہین، ۲۹ کے ۱۰۱ ہین اور باقی سال کے ۷۱ سے کم ہین،

عہد اورنگ زیب کے ایسے اخبارات جے پور کے دربار مین بھی ہین، اور پروفیسر جدوناتھ سرکار نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور جے پور دربار دونون جگہون کے رقعون کی نقلین بھی حاصل کرلی ہین،

اسی سلسلہ مین جامعہ ملیہ کے رسالہ جامعہ کے مارچ ۱۹۲۶ء مین مولانا احتشام الدین نے اورنگ زیب کے روزانہ حالات کے متعلق ۵۱ جلدون مین ایک روزنامچہ کا تذکرہ کیا تھا، جواب چوری ہوچکا ہے، مین نے اسی زمانہ مین روزنامہ زمیندار مین اس کے متعلق لکھا تھا، کہ وہ اورنگ زیب کا کوئی روزنامچہ نہ تھا، بلکہ وہ اسی قسم کے اخبارات کا کوئی مکمل مجموعہ ہوگا افسوس کہ یہ مکمل نسخہ غائب ہوگیا، ورنہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہوتا،

اسی طرح مسٹر ولیم اروِن نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین اورنگ زیب کے حالات کے ماخذ مین ایک سفرنامہ کا تذکرہ کیا ہے، جسمین اورنگ زیب کی بعض سیاحتون کے روزانہ حالات درج ہین، اور اسی قسم کے ایک سفرنامہ کا میرے محترم دوست یا فعی صاحب نے بھی پتہ بتایا ہے، مین اب تک دونون مین سے کسی کے حاصل کرنے مین کامیاب نہین ہوا ہون، اور کوشش جاری ہے، ان کو دیکھے بغیر ان کے متعلق کوئی راے ظاہر نہین کیجاسکتی،

تاریخی جغرافیے وغیرہ | ۱۰۵ معجم البلدان، مصنفہ یاقوت حموی،

۱۰۶، ہفت اقلیم، مصنفہ امین رازی،

۱۰۷، تذکرۃ البلاد والحکام، مصنفہ میر حسن علی ولد سید عبدالقادر کرمانی ہیبالاگھاٹ کے متعلق ہے،

۱۰۸ آئین اکبری مصنفہ ابوالفضل،

۱۰۹- تاریخ بناے تاج گنج وغیرہ یا تاریخ تاج محل و مصارف بناے آن،

۱۱۰- تاریخ بناے حیدرآباد،

۱۱۱- تذکرہ نرمل مصنفہ عبدالرزاق بن عبدالنبی،

۱۱۲- تاریخ برہانپور مصنفہ خلیل الرحمن برہانپوری،

۱۱۳، تاریخ بیڑ (دکن) مصنفہ محمد قطب اللہ،

۱۱۴- تاریخ قلعہ رودگیر، مصنفہ نواب فرامرز جنگ،

۱۱۵- تاریخ قندھار (دکن) مصنفہ شیخ محمد امیر حمزہ،

۱۱۶- رہبر دکن، مصنفہ محمد حسن،

۱۱۷- گزیٹر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ مرزا مہدی خان کوکب،

۱۱۸- گزیٹر آف انڈیا، اوکسفورڈ اڈیشن،

۱۱۹- گزیٹر آف سندھ،

۱۲۰- آگرہ، لاہور، مصنفہ نواب عبداللطیف صاحب،

۱۲۱- تاریخ آگرہ، یا معین الآثار مصنفہ مولوی معین الدین صاحب،

۱۲۲، ضوابط عالمگیری، اس مین سلطنت اورنگ زیب کے مختلف صوبون، ان کی آمدنیون اور پیداوار کا مفصل بیان ہی،

۱۲۳- دستور العمل اسمین سلاطین ہند اور ہندوستان کے مختلف صوبون، کے حالات ہین

۱۲۴- سعید نامہ، یہ کرناٹک کی تاریخ ہے،

۱۲۵- تاریخ کشمیری مصنفہ محمد اعظم،

۱۲۶- تاریخ بنگالہ " سلیم اللہ،

۱۲۷- بہارستانِ غیبی، مصنفہ علاء الدین اصفہانی المخاطب بہ شتاب خان،

۱۲۸- چہار چمن برہمن " منشی چندر بھان،

مذہبی کتابیں | ۱۲۹- سر اکبر، مترجمہ داراشکوہ،

۱۳۰- مجمع البحرین، مصنفہ "

۱۳۱- رسالۂ حق نما، مرتبہ چندر بھان،

۱۳۲- دبستان المذاہب،

انگریزی تاریخ وغیرہ | ۱۳۳- تاریخ ہندوستان، مصنفہ ڈو،

۱۳۴، تاریخ دکن . . . . " اسکاٹ

۱۳۵- تاریخ ہند، " الیٹ و ڈروسن،

۱۳۶- تاریخ ہند، " الفنسٹن،

۱۳۷- تاریخ ازمنۂ وسطیٰ ہند " لین پول

۱۳۸- تاریخ اورنگ زیب " سر جدوناتھ سرکار

۱۳۹- " " " لین پول،

۱۴۰- تاریخ ہندوستان، " اورمے،

۱۴۱- " " " کین،

۱۴۲- ہندوستان کے مسلم سلاطین، " ویلر

۱۴۳- شیواجی، " سر جدوناتھ سرکار،

۱۴۴- تاریخ ہند، " وسنٹ اسمتھ

۱۴۵- مغلون کا نظام فوج۔ " ولیم اروِن،

۱۴۶- مغلون کا نظام حکومت،	مصنفہ، سرجدوناتھ سرکار
۱۴۷، ہند عہد اورنگ زیب مین،	〃 〃
۱۴۸- بلوچ اقوام،	〃 ڈیم
۱۴۹- افغانستان	〃 ہملٹن
۱۵۰- سفرنامون کے مجموعہ	متعلق سٹیل اور کردور
۱۵۱- سفرنامہ	مصنفہ مسان،
۱۵۲- 〃	مصنفہ فوسٹر
۱۵۳ ہندوستان کے دروازے	〃 ہولڈخ
۱۵۴- تاریخ ہندوستان	〃 ارسکین
۱۵۵ سیاسی سفرنامہ،	〃 پیلو
۱۵۶- سفرنامۂ ہند	〃 برنیر
۱۵۷- 〃	〃 ٹورنیر
۱۵۸- تاریخ منوچی،	مترجمۂ ولیم اروِن،
۱۵۹- سفرنامہ	ہملٹن
۱۶۰- 〃	(مرزا سمیع اللہ بیگ نے اسکا خلاصہ ہند عہد اورنگزیب کے نام سے شائع کیا ہے،)
۱۶۱- تذکرہ	مرتبۂ بیل
۱۶۲، مغلون کے باغ،	ایم اسی، ایل، اسٹوارٹ،
۱۶۳- تاریخ مرہٹہ،	ڈف،

	۱۶۴- جہانگیر	بینی پرشاد،
	۱۶۵- راجستان،	ٹاڈ،
	۱۶۶- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام	ارنلڈ وغیرہ،
	۱۶۷، ڈکشنری آف اسلام،	ہیو،
	۱۶۸، سکھ مذہب	میکلف
اردو تاریخ	۱۶۹- اورنگ زیب،	مترجمہ عبداللطیف صاحب،
	۱۷۰- مضامین عالمگیری	علامہ شبلیؒ
	۱۷۱- اورنگ زیب	مولوی احمد دین صاحب وکیل،
	۱۷۱- تاریخ ہند،	مولانا ذکاء اللہ صاحب مرحوم،
	۱۷۲ تاریخ بیجاپور	مولوی بشیر الدین،
	۱۷۳، آثار الصنادید	سرسیدؒ

اس فہرست کے علاوہ عہد اورنگ زیب کے سلسلہ مین متعدد اور کتابون کے مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا ہے، لیکن طوالت کی وجہ سے نظرانداز کیا جاتا ہی، اس سلسلہ مین ہم یہ ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ اس وقت اورنگ زیب سے متعلق بہترین مجموعہ استاذ محترم پروفیسر سرجدوناتھ سرکار کے پاس موجود ہی ہم نے سال بھر تک مستقل طور پر وہان قیام کرکے جہان تک ہو سکا، اس علمی باغ سے خوشہ چینی کی ہی،

۴

شہنشاہ اورنگزیب

باب ۱

ولادت، تعلیم، تربیت

پروفیسر جدوناتھ سرکار اپنی مشہور تاریخ اورنگزیب کی تمہید ان الفاظ سے شروع کرتے ہین،

"اورنگزیب کی تاریخ عملاً ہندوستان کی شصت سالہ تاریخ ہے، خود اس کا عہد حکومت (۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء) سترہوین صدی کے منتصف آخر پر حاوی ہے، اور ہمارے ملک کا اہم ترین تاریخی زمانہ ہے، یہ اسی بادشاہ کا دور مسعود تھا جبکہ حکومت مغلیہ اپنے انتہائی عروج کو پہنچی، اور ابتدائے عہد تاریخ سے برطانوی حکومت کے قیام تک کے زمانہ مین شاید یہ واحد حکومت ہے جس نے اتنی وسعت حاصل کی، غزنی سے لیکر چاٹگام تک اور کشمیر سے لیکر کرناٹک تک تمام ملک ایک ہی فرمانروا کے زیر نگین تھا، اور لداخ[1] سے لابار کے دور دراز مقامات پر بھی اسی بادشاہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، اسلام کی آخری سب سے بڑی ترقی کا یہی زمانہ تھا، اس طرح سے جو حکومت قائم ہوئی تھی، ایک سیاسی وحدت تھی اس کے مختلف قطعات پر ماتحت حکمرانون کا تسلط نہ تھا، بلکہ بلاواسطہ بادشاہ کے ماتحت تھے، اور اس حیثیت سے اورنگزیب کی ہندوستانی حکومت اشوک، سمدرگپت یا ہرشوردھن کی حکومت سے وسیع تر تھی، اس وقت تک کسی صوبہ کے گورنر نے سر نہ اٹھایا تھا، اگرچہ کہین کہین علم بغاوت بلند کیا گیا، لیکن کسی صوبہ مین بھی کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا، جو شہنشاہ دہلی کے احکام سے سرتابی کر سکتا"[1]

---

[1] اورنگ زیب جلد اول مقدمہ،

یہ مورخانہ بیان دراصل ہمارے اس مختصر بیان کی توضیح ہے، کہ اورنگزیب عہدِ شاہجہان کا بھی ہیرو تھا، اور اسکے عہدِ حکومت مین جو کچھ ہوا، وہ تمام تر اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات و واقعات کا لازمی نتیجہ تھا، اور اگر ہم اسکی شہزادگی کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لین، تو پھر ہمکو اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے واقعات پر کچھ بھی استعجاب نہ ہوگا،

اس وقت تک اورنگزیب کے متعلق فارسی یا اردو مین جتنی کتابین لکھی گئی ہین ان مین اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات کو شاہجہان کے حالات کے سلسلہ مین ضمناً بیان کر دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے اس کے اس اہم ترین زمانہ کے اصلی واقعات ہمارے سامنے نہین آئے، اور وہ یکبک دکن سے ایک بڑی فوج لیکر اپنے معرضعیف و لب گور باپ اور اپنے بڑے بھائی سے لڑنے کے لیے آتا ہوا نظر آتا ہے، اور اس کے بعد اسکی تمام زندگی ایک خونی داستان بنکر رہجاتی ہے، حالانکہ جیسا کہ ہم نے متعدد بار بتایا ہے، اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کی تاریخ تمامتر نتیجہ ہے، اس کے عہدِ شاہزادگی کے حالات کا، اور جبتک ہم اس عہد کے خانگی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی واقعات کو نہ جانین، ہم اسکی بعد کی طویل تاریخ کے رخ کو نہین پہچان سکتے، اس لیے ہم ابتداءً اس وقت تک جب تک کہ اس کے خطوط شروع نہین ہوتے عام تاریخون سے، اور پھر زیادہ تر خطوط اور بعض جگہ تاریخ کی مدد سے اس کے عہدِ شاہزادگی کے واقعات قلمبند کرتے ہین، اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین، کہ چونکہ موجودہ مقدمہ عالمگیر کی کوئی مفصل و مستقل تاریخ نہین ہے، بلکہ واقعات کا ایک تمہیدی حصہ ہے، اس لیے ہم اس مین ان واقعات کو جو مفصل طریقہ سے دوسری عام تاریخون مین موجود ہین، اور جو کسی صورت سے بھی متنازع فیہ نہین ہین، سرسری طور سے بیان کرینگے، البتہ ہم ان واقعات کو جو متنازع فیہ ہین یا ان الزامات کے متعلق جو اورنگزیب پر لگائے جاتے ہین تفصیل کے ساتھ بحث کرین گے، اس کے علاوہ ان معلومات کا بھی اضافہ

کرینگے، جو ہم کو رقعات کی تحقیقات کے سلسلہ مین معلوم ہوئے ہین، اور کسی تاریخ مین اُن کا ذکر نہین ہے،

ولادت یون تو شاہجہان کی اولاد کی تعداد سولہ ہے، لیکن اسکی محبوب ترین بیگم، ممتاز محل بنت آصف خان، اُس کے چودہ بچون کی ماں بنی، اور اورنگ زیب کو باعتبار ترتیب چھٹا درجہ حاصل تھا، جس طرح اورنگزیب کی تمام عمر گھر سے باہر اور دارالسلطنت سے دور گذری، اسی طرح اس کی ولادت وموت دونون پردیس مین واقع ہوئی، جہانگیر احمد نگر کے سپہ سالار ملک عنبر کو شکست دیکر آگرہ کی طرف اطمینان سے واپس آرہا تھا، کہ مالوہ وگجرات کی انتہائی سرحد پر بمقام دوحد سنیچر کا دن گذار کر رات کے وقت ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء کو ہندوستان کے سب سے بڑے مسلم تاجدار نے کتم عدم سے عالم وجود مین قدم رکھا، شاہجہان بھی جہانگیر کے ساتھ تھا، اور اس نے دیرینہ رسم کے مطابق ایک ہزار اشرفی کی نذر گذرانی، جہانگیر نے اسے قبول کرتے ہوئے اس مولود مسعود کا نام اورنگزیب رکھا، گویا اسی وقت قضا وقدر کے کارکنون نے خود داد کے منہ سے اس پیشینگوئی کو ظاہر کردیا، جو چالیس سال بعد پوری ہونے والی تھی[۲]، چونکہ دوحد کی زمین اس قابل نہ تھی، کہ "لائق جشن وضیافت باشد" اس لیے جہانگیر وہان سے کوچ کرکے ایک تالاب کے پاس ٹھہرا، اور وہان ابتدائی رسوم ادا کرکے پورا قافلہ اوجین پہنچا، اور وہان پہنچکر جشن ولادت پوری شان وشوکت سے منایا گیا، طالب کلیم نے سنہ ولادت کی یہ تاریخ نکالی،

واد ایزد بباد شاہِ جہان خلفے ہمچو مہر عالمتاب

---

[۱] چونکہ جدوناتھ سرکار نے اورنگزیب کے حالات بہترین ترتیب سے لکھے ہین اس لیے ہم بھی ان کی ترتیب کو قائم رکھنا چاہتے ہین،

[۲] اقبال نامہ شاہجہانی ص ۳۰، عمل صالح ص ۵-۱۲۴ تزوک جہانگیری، صفحہ ۲۵۲، [۳] ایضاً

تاجِ صاحبقران ثانی یافت　　گوہرِ بحر از و گرفتہ حساب

نامش اورنگ زیب کرد فلک　　تخت ازین پایہ گشتہ عرش جناب

چون بآن مژدہ آفتاب انداخت　　افسرِ خویش بر ہوا چو حباب

خامہ از بہرِ سال تاریخش　　زد رقم "آفتاب عالم تاب"

۱۰۲۷-۱-۱۰۲۸

ایک دوسرے شاعر نے اس مصرع سے تاریخ نکالی ہے:-

گوہرِ تاجِ ملوک اورنگ زیب

خود اورنگزیب کو اپنے مولد سے خاص محبت رہی ہے، اور وہ اس مقام اور اس کے رہنے والوں کی فلاح و بہبود کا ہمیشہ خواہاں رہا، چنانچہ اپنے ایک خط میں اپنے بیٹے محمد اعظم کو لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! قصبۂ دوحد از مضافاتِ صوبۂ گجرات مولدِ این عاصی پر معاصی است، رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند، و پیرمنجنی را کہ از مدت فوجدارِ آنجاست، مستمال و بحال دارند، و حرفِ مرضیان غرض کہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ورشانِ آنہاست، بگوشِ ہوش نشنوند فرمود

عنایت بر ضعیفان گوشۂ چشمِ دیگر دارد

بہر کو چک خود لطف دیگر ہست شاہان را[1]"

اسی شہزادہ کے نام ایک دوسرے خط میں ہے،

"نقل فرمودہ سوانح رکاب سامی متضمن گذرانیدن داروغہ سرائے دوحد التماس بجناب فیض مآب در مقدمۂ احداث باغ و ساختن پورہ و مسندی بموجب حکم ارسال داشت ارشاد شد کہ انچہ ضرور باعثِ آبادی و رفاہِ متردد دین باشد بکند و جزیہ و حاصل یک دو سال معاف[2]"

---

[1] رقعات عالمگیری ص ۲۵۰ و ۲۵۱ [2] احکام عالمگیری ریاست رامپور جلد ۱ ص ۳۵-۶،

پیدائش کے بعد سب سے پہلا مسئلہ رضاعت سے متعلق تھا، اور اس سلسلہ مین یہ شرف میرابوالمعالی خوافی خان کی اہلیہ محترمہ کو حاصل ہوا، اُن کے متعلق صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے :-

"سیدے بود موصوف بصلاح وتقویٰ، بعنوان دردیشانہ می گذرانید، حلیلۂ جلیلۂ او بشرف رضاعت فیض اشاعت شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر رسید"[1]

میرابوالمعالی کے دو لڑکے تھے، ان مین چھوٹا میر ملک حسین اورنگ زیب کا رضاعی بھائی تھا، وہ لڑکپن ہی سے اورنگ زیب کے ساتھ رہا، اورنگ زیب نے بھی اسکی ترقی مین کبھی اغماض نہین کیا، اور جس وقت وہ مرا ہے، وہ خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کے پر رعب القاب سے مخاطب تھا[2]

اورنگزیب کی تعلیم وتربیت کے متعلق تمام مورخین بالکل خاموش ہین، البتہ عام تاریخون کے مطالعہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگ زیب کو اپنے باپ شہزادۂ خرم کی باغیانہ حرکتون کی وجہ سے کبھی بھی ایک جگہ رہنا نصیب نہوا، اور چونکہ شہزادہ خرم کی چہیتی بیگم ممتاز محل نے ایک سچی وفادار بیوی کی طرح ایک منٹ کے لیے بھی جدائی منظور نہ کی، اس لیے یہ خاندان خانہ بدوشون کی طرح دکن سے بنگال و بہار اور پھر وہان سے دکن تک آتا جاتا رہا، تا آنکہ ابتداے سنہ ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء ہم مین باپ بیٹے مین ایک عارضی مصالحت ہوگئی، اور اس اطمینان کے لیے کہ شہزادۂ خرم آیندہ جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھے گا، یہ طے ہوا کہ وہ اپنے دو لڑکون، اورنگزیب اور مراد شکوہ کو ان کے دادا جہانگیر کے پاس بطور ضمانت بھیجدے، چنانچہ اورنگ زیب اپنے بچپن ہی مین اپنے ماں باپ کی محبت بھری گود سے جدا کرکے اپنے دادا کے دربار مین روانہ کردیا گیا، اور مضان (جون) سنہ ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۶ء مین لاہور پہنچ گیا، اور اس طرح اسے بچپن ہی مین بابر و اکبر کی خاندانی روایات کی تقلید و تتبع کی عزت حاصل ہوگئی، صاحب اقبال نامہ لکھتا ہے :-

---

[1] مآثر الامرا رج اول صفحہ ۷۹۸ [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۸۱۵ - ۷۹۸

"در ایام تکسر بر مرأت باطن حق شناس کہ مہبط انوار غیبی است پرتو افگند کہ غبارے کہ از فتنہ پردازی مفسدان ..... برجواشی خاطر قدسی مظاہر حضرت جنت مکانی جاگرفتہ بآبیاری استغفار و رضاجوئی، فرو نشانیدہ، عذر تقصیرات گذشتہ کہ بحسب سرنوشت از نہانخانہ تقدیر بعالم ظہور آمدہ، باید خواست شاید آنحضرت (جہانگیر) را کہ بجانب خود مستمال توان ساخت، و باین ارادہ حق پسند عرضداشتے مشتمل بر اظہار ندامت و انفعال و استغفار از تقصیرات گذشتہ و حال ارسال داشتند، و حضرت جنت مکانی منشورے بخط مبارک خویش قلمی فرمودند کہ اگر قرۃ العین خلافت سلطان داراشکوہ، و نور باصرۂ سلطنت شاہ اورنگ زیب را بملازمت اشرف فرستادہ قلعہ رہتاس و قلعہ اسیر ..... باز گذارد، رقم عفو بر جرائد تقصیرات او کشیدہ، بالا گھاٹ را با وعنایت فرمائیم"

"بعد از ورود منشور ..... بکمال تعلق و دلبستگی کہ بہ شہزادہ ہاے والا شکوہ داشتند، رضاجوئی دلی منعم را بر دلنوازی خویش مقدم شمردہ، آن جگر گوشہ ہا را بجہت استرضاے خاطر آنحضرت ..... روانۂ درگاہ ساختند"[1]

لیکن یہ جبری جدائی اور یہ جانگداز فرقت دیرپا ثابت نہیں ہوئی، کیونکہ ایک سال چند ماہ کے بعد ہی ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء) کو جہانگیر کا انتقال ہو گیا، اور شہزادۂ خرم کو جونہی خبر ملی وہ دکن سے آگرہ آیا، اور وہاں ۸ جمادی الثانی (۴ فروری) کو شاہجہان کے لقب سے تخت پر بیٹھا، فرزند و والدین کے لیے اب جدائی ناقابل برداشت تھی، چنانچہ ممتاز محل نے اپنے بھائی آصف خان کو اس کے متعلق لکھا، اور وہ ان دونوں کو لاہور سے لیکر آگرہ پہنچا، ان بچھڑے ہوؤں کے ملنے کا نظارہ بہت ہی مؤثر تھا، اور ہم سرکاری درباری مورخ عبدالحمید ہی کے قلم سے اس کی تصویر پیش کرتے ہیں،

[1] اقبال نامہ شاہجہانی صفحہ ۵۵ تزک صفحہ ۴۰۔

"غرۂ رجب ۱۰۳۶ھ (۱۴ر فروری ۱۶۲۷ء) . . . . بادشاہزادۂ محمد دارا شکوہ و محمد شجاع و محمد اورنگزیب . . . . . باصف خان . . . از دارالسلطنت لاہور بجوانی دارالخلافت اکبرآباد رسیدہ بحکم جہانمطاع درظاہر بہشت آباد معروف بسکندرہ نزول نمودند، حضرت مہد علیا (ممتاز محل) از نوید قدوم مسرت لزوم استمار فواد و ازہار رواد و مژدۂ رسیدن ابوین مکرمین کمال سرور انداختہ بدستوری خدیو عالم، خداوند بنی آدم، درۂ صدف دولت، موجۂ بحر سلطنت، غرۂ ناصیۂ کامرانی، قرۃ العین حضرت صاحبقران ثانی، بیگم صاحب دیگر فرزندان والاگہر برسم پذیرفتہ متوجہ گشتند، ازان سویمین الدولہ در خدمت داری فلک جلالت، باستقبال ہودج والا محمل علیات حضرت ممتاز الزمانی و گوہر درج جہانبانی بیگم صاحب سوار شد،

حضرت مہد علیا در اثنائے راہ جائے کہ سرادق رفعت برائے ملاقات برافراختہ بودند بدیدن دیدار مسرت آثار فرزندان کامگار بعد از مفارقت دراز و لقائے رافت افزائے والدین ماجدین پس از مہاجرت دیرباز، چندان نشاط اندوختند کہ نگارش نپذیرد، چہ در کارخانۂ ابداع عبارتے کہ بگذارش کیفیت این انبساط کہ حالتے است خیالی و وجدانی نہ لسانی و بیانی، وفا کند ایجاز نیافتہ، و تمام روز بجمال فرحت افروز اولاد امجاد و دیدار گرامی ابوین شریفین بہجت آمود گشتہ[1]

دوسرے دن جب یہ شہزادے دربار میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے باپ کے سامنے حاضر ہو کر نذریں گذرانیں، تو شاہجہان فرط محبت پدری سے بیقرار ہو گیا اور

"آن آسمان جاہ و جلال کواکب ثواقب اقبال را در آغوش عاطفت کشیدہ بتقبیل جبین روشن پیشانی گردانیدند"[2]

اور اسی دن سے اس کا ۵۰۰ روپیہ یومیہ مقرر ہو گیا[3]،

---

[1] بادشاہ نامہ ج اصحہ اول ص ۸۰۰ - [2] ایضاً ج ۱ ص ۱۰۹ [3] ایضاً ص ۹۷،

اورنگ زیب کی تعلیم اگرچہ اورنگ زیب کے تبحر علمی، کثرتِ مطالعہ اور وسعتِ نظر کی لاتعداد مثالین اور اس کا ادبی کمال ہم کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہی، کہ اس کی تعلیم بڑے پیمانہ پر ہوئی تھی، اسنے تمام متداول درسی کتابین پڑھی تھین، عربی و فارسی مین اُسے مہارت تامہ حاصل تھی، ہندوستانی سے بھی وہ بیگانہ نہ تھا، اور خاندانی ترکی زبان سے بھی اُسے ایک گونہ واقفیت تھی، لیکن اسکے ساتھ یہ کس قدر افسوسناک حقیقت ہی، کہ اس کے اساتذہ اور اسکی عام تعلیم کے متعلق، شاہی یا دوسری معاصرانہ تاریخون مین تقریباً کچھ بھی نہین لکھا ہی، تاہم ہمکو مختلف ذرائع سے جن اساتذہ کا نام معلوم ہوسکا ہے، ان کو مختصراً لکھدیتے ہین، ہمارا خیال ہی، کہ اورنگزیب کے اوّلین استاد مولانا عبداللطیف سلطان پوری تھے، کیونکہ تمام تذکرون نے ان کے سنِ وفات کی تاریخ اس مصرعہ سے نکالی ہے،

آفتابِ علم را آمد کسوف

اس کے معنی یہ ہین، کہ اس وقت اورنگزیب مشکل سے دس سال کا ہوگا، ملا صاحب کے متعلق تذکرۂ علماے ہند وغیرہ کا بیان ہی، کہ :-

"در معقولات و منقولات مہارتے تام داشت"[1]

عبدالحمید لاہوری نے اورنگزیب کے صرف ایک استاد کا ذکر کیا ہے، اور وہ ہاشم گیلانی ہین، فرحۃ الناظرین نے بھی ان کا مختصر حال دیا ہے، عبدالحمید لکھتا ہی،

میر محمد ہاشم خلف میر محمد قاسم گیلانی است، مدت دوازدہ سال در حرمین شریفین بودہ منقولات را از شیخ محمد عربی محدث و شیخ عبدالرحیم حسانی، و ملا علی نبیرۂ ملا عصام الدین مشہور و معقولات را از میر نصیر الدین حسین پسر زادۂ میر غیاث الدین منصور و مرزا ابراہیم ہمدانی فراگرفتہ بہندوستان آمد، و طب و ریاضی نزد سر آمد اطبا حکیم علی گیلانی ورزیدہ چندے در احمد آباد گجرات بتدریس مشتغل بود، چون دانائی او در فنون فضائل خصوصاً طب بعرض اقدس رسید، حکم شد کہ ہمان بلدہ

[1] تذکرۂ علماے ہند صفحہ ۹

بخدمت صدارت وطلبابت بپردازد، پس از انقضاے مدتے ملزم عبودیت سدۂ سنیہ گشتہ بامر خاقانی بشرف تعلیم اختر برج سعادت پادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر دریافت والکنون در ملازمت آن والاگوہر کامیاب است، بہ تفسیر بیضاوی حاشیۂ نگاشتہ[1]

اورنگ زیب کے تیسرے استاد ملا موہن بہاری تھے، اورنگ زیب نے اپنے ایک خط مین جو علامی سعداللہ وزیر شاہجہان کے نام ہے ان کا تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ صاحب مآثر الکرام نے بھی ان کے مختصر حالات قلمبند کیے ہین، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"نام اصلی او محی الدین است، مولد و منشا بلدۂ بہار، در سن دہ سالگی کلام اللہ را حفظ کرد، و بخدمت پدر خود ملا عبداللہ کسب علوم نمود، و در ہفدہ سالگی فاتحہ فراغ خواند، و چندے در وطن خود بہ درس و افادہ پرداخت، بعد ازان بہ ملازمت شاہجہان بادشاہ رسید، و بہ تعلیم شاہزادۂ محمد اورنگ زیب معین گردید۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"[2]

ان اساتذہ کے علاوہ اورنگ زیب نے مختلف علماء و فضلا سے بھی استفادہ کے طور پر کچھ نہ کچھ پڑھا ہے، اور اس کا یہ سلسلہ شاید اخیر عمر تک جاری رہا ہے، اس سلسلہ مین سب سے پہلے جس کا نام پیش کیا جا سکتا ہے، وہ شاہجہان کا لائق وزیر علامی سعداللہ ہے، احکام عالمگیری مصنفہ حمید الدین مین ہے،

"حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند۔ ۔ ۔ ۔ سعداللہ خان را کہ خطاب عصاے پیری وزیر با تدبیر داشت، انزداد درس خواندہ خود را شاگرد داد و مقرر نمود"[3]

اس قسم کے دوسرے استاد مولانا سید محمد قنوجی تھے، ان کا سب سے مفصل حال بحر زخار

---

[1] عبدالحمید ج ۲ حصۂ دوم ص ۶-۷۵، و فرحۃ الناظرین، [2] آداب عالمگیری و تحفۂ اکرام صفحہ ۴۳،

[3] احکام عالمگیری صفحہ ۴،

نے دیا ہے، صاحب تذکرہ علمائے ہند نے ان الفاظ مین اُن کا تذکرہ کیا ہے،

"از فرقۂ سادات رسول وازا ساتذۂ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ ماہر علوم ریاضیہ وادبیہ بود"

وحاشیۂ مطول از تصانیفِ اوست[1]"

تیسرے استاد ملا شیخ احمد معروف بہ ملاجیون تھے، یہ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور اپنی تفسیر احمدی اور نور الانوار کی وجہ سے ہندوستان مین بہت مشہور ہین، ان کی نیکی اور معصومیت کے افسانے بھی زبان زد عام ہین[2]

فرحۃ الناظرین کے مصنف نے دانشمند خان کو بھی اورنگ زیب کا استاد بتایا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ،

چون اورنگ خلافت وجہانداری بعزِ جلوس عالمگیری ارتفاع یافت خان مذکور (دانشمند خان) مورد مراحم خاقانی شد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وپادشاہ دین پناہ بعض کتب را نزد خان موصوف تکرار نمودہ خصوص احیاء العلوم امام غزالی از اول تا آخر تلمذ نمودہ[3]

مآثر الامرا نے شیخ عبد القوی کے حالات کے سلسلہ مین ضمناً اس بات کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ اس کو بادشاہ کے استاد ہونے پر بہت ناز تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

بنا بر تقرب سلطانی وپندار استادی پادشاہ (عالمگیر) اعتنا نشان مردم نمی کرد[4]

---

[1] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۸۳ [2] مآثر الکرام صفحہ ۱۷، ۳۱۶،

[3] اگرچہ مآثر الامرا جلد ۲ ص ۳۲۰ و مآثر الکرام جلد ۲ ص ۱۱۰ مین دانشمند خان کا تذکرہ موجود ہے لیکن ان دونون مین سے کسی نے بھی اس استادی کی طرف اشارہ نہین کیا ہے، علاوہ ازین بریز نے بھی جو دانشمند خان کا تقریباً نوکر تھا، اس کا ذکر نہین کیا ہے،

[4] مآثر الامرا جلد اوّل ص ۶-۲۲۵،

فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب مین اورنگ زیب کے ایک اور استاد کا ذکر کیا ہے، وہ اس کا نام محمد صالح بتاتا ہے، لیکن عام تاریخین اور تذکرے اس کے بیان کی تصدیق سے خاموش ہین، عہد شاہجہان مین اس نام کے دو ایسے آدمی ہین، جو کسی نہ کسی طرح اورنگزیب کے استاد کہے جا سکتے ہین، ایک تو میر عبداللہ مشکین رقم کا بیٹا میر محمد صالح ہے، جو خود بہت اچھا کاتب تھا، اور دوسرے میر محمد صالح بدخشانی، اوّل الذکر ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء مین مرگیا[1]، اور میر صالح بدخشی کا تمام شاہنامہ مین صرف ایک جگہ ذکر ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ یا تو برنیر کو بات سمجھنے مین غلطی ہوئی، یا پھر اس نے نام غلط دیا ہے[2]،

اس کے ساتھ یہ سنکر تعجب ہوگا، کہ یون تو ہر شخص جانتا ہے کہ اورنگ زیب حافظ قرآن بھی تھا، اس نے یہ فخر و سعادت لڑکپن مین بسلسلۂ تعلیم نہین، بلکہ عمر عزیز کی ۴۳ بہارین گذر جانے کے بعد حاصل کی تھی، اس وقت جبکہ تمام ہندوستان کو برادرانہ جنگ کی مصیبتون سے نجات مل چکی تھی، اور اورنگ زیب بلاشرکت غیرے شہنشاہ محی الدین عالمگیر ہو چکا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اس کی پہلی ریاضت یا رسم شکر الٰہی تھی جو اس نے تاجدار ہونے پر اس معبود تاج بخش کی خدمت مین پیش کی، ابتداے حفظ قرآن کی تاریخ آیت کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء) اور اختتام کی "نوعِ محفوظ" (۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲ء) سے نکلتی ہے، ایک سال کے اندر کلام مجید کو حفظ کر لینا ان حالات مین جنمین کہ اورنگ زیب گھرا ہوا تھا، اس کی قوّت حافظ کی بین دلیل ہے، اورنگزیب کے ایک مقرب شاعر ضمیر نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا، ؎

تو حامیٔ شرع و حامی تو شارع
تو حافظِ قرآن و خدا حافظِ تو[3]

---

[1] تذکرۂ خوشنویسانِ ہند، صفحہ ۱۰۱ [2] ترجمۂ برنیر صفحہ ۲۷۵-۸۱،

[3] مآثر عالمگیری ص ۵۳۲، عالمگیر نامہ ص ۱۰۹۲، مفتاح التواریخ ص ۳۹۸ و فرحۃ الناظرین،

اس کے درباری مورخ محمد کاظم اور اس کے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت کے مورخ مستعد خان ساقی نے بھی اس کے علمی مشاغل کا تذکرہ کیا ہے، اول الذکر لکھتا ہے،

"از کمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخش حالاتِ قدسیہ وہبیہ گشتہ تتبع علومِ دینیہ از حدیث و تفسیر عربیہ و فقہ شریف حنفیہ است، از بس بممارست مراتب شرعیہ و استکشافِ عقائد اصلیہ و مسائل شرعیہ اشتغال ورزیدہ اند، قوتِ حافظۂ اشرف مخزنِ این حقائق شدہ و بسیاری از کتبِ طریقت و سلوک و اخلاق چون احیاء العلوم و کیمیائے سعادت و دیگر تصانیفِ عرفا و اکابر و رسائل و مؤلفاتِ علمائے باطن و ظاہر بمطالعۂ ہمایون رسیدہ حل مشکلات و کشفِ اسرارِ آن فرمودہ اند، و بالفعل نیز بعد فراغ از نظمِ مہامِ سلطنت و سروری و تمہیدِ مراسمِ دین پروری و عدالت گستری، باین شرائفِ اشغال پیوستگی دارند۔"[1]

صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے،

"از کمالاتِ کسبیۂ آنحضرت کہ زینت بخش حالاتِ وہبیہ گشتہ تتبع علومِ دینیہ از تفسیر و حدیث و فقہ است و تصانیفِ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ و انتخابِ مکتوباتِ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری و شیخ زین الدین قدس سرہما و قطب محی شیرازی رحمہ اللہ و ازین قبیل کتبِ دیگر ہموارہ بقدسی مطالعہ درآمد۔"[2]

حفظِ قرآن کے متعلق عالمگیر نامہ میں ہے:-

از جلائلِ فضائلِ آن خدیو یزدان پرست توفیق حفظ تمام کلام مجید ربانیست، در عین اوانِ سلطنت و جہانبانی و زمانِ اشتغال بامورِ ملک رانی و کشورستانی کہ ہیچ یک از

---

[1] عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۹۱ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۲-۵۳۱،

سلاطینِ اسلام ودین پروران پاستانی را این خصیصہ سعادت چہرہ آرائے دولت نگشتہ ..... اگرچہ ہم از مبادی مال و دولت و اقبال برخے از سور کریمہ قرآنی وبسیارے از آیات بینات فرقانی محفوظ خاطر اقدس بود، لیکن حفظ مجموع کلام اللہ ازان بادشاہ خدا آگاہ بعد جلوس برادرنگ حشمت و جاہ اتفاق افتاد ..... درعرض اندک وقتے ومختصر فرصتے مجموع کلام مجید وفرقان حمید بارعایت مراتب قرأت وشرائط تجوید وادراک شانِ نزولِ آیات بینات وتفسیرِ معانی وفہم اسرار ونکاتِ آن برلوحہ حافظۂ اشرف ..... مرقم گشت[1]

اورنگ زیب کو امام غزالی کی کتابوں کیساتھ خاص شغف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اعظم کے نام ایک خط میں ان کی ایک دوسری کتاب کا تذکرہ کرتا ہے :-

درین ولا حکم محکم صادر شد کہ رسالہ منتخب تبر المسبوک تصنیف امام حجۃ الاسلام در عقائد اجمال بوکیل سرکار دولتمدار حوالہ شد کہ بجناب عالی بفرستد[2]

اسی طرح فقہ کی ایک کتاب کے متعلق صاحب مآثر عالمگیری کا بیان ہے :-

ہیبت اللہ عرب از حیدرآباد جنس بادشاہی آوردہ از نظر انور گذرانید، از انجملہ نہایہ بود، بخط ملا عبد اللہ طباخ جلد اوّل آن بسرکار رسیدہ بود، وحضرت خواہان جلد ثانی بودند[3]

یہ جو کچھ تھا، اورنگ زیب کے پڑھنے کے متعلق تھا، اس کے طرزِ تحریر، حسنِ خط، اور فنِ انشا

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۲ - ۱۰۹۱

[2] احکام عالمگیری نسخہ رامپور صفحہ ۵۵ [3] مآثر عالمگیری ص ۳۹۰ مآثر الامرا نے ایک واقعہ کا اور تذکرہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ معظم نے ایک فہرست قرآن عالمگیر کے سامنے پیش کر کے کہا، کہ یہ اپنے قسم کی پہلی کتاب ہے، اورنگزیب نے اپنے ناظمِ کتبخانہ کو حکم دیا، کہ اس فن پر اس سے پہلے جو کتاب لکھی جا چکی ہے وہ لاکر شہزادہ کو دکھاؤ،

پر ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہین اس لیے اس کو نظر انداز کرتے ہین،

اورنگ زیب کو جس قسم کی اور جن لوگون سے حصول تعلیم کا شرف حاصل ہوا تھا، اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا، کہ وہ ایک روشن ضمیر صاف باطن، پابند صوم و صلوٰۃ، اور پکا مسلمان ہوتا، اور ایسا ہی ہوا[1]، چنانچہ صاحب مآثر عالمگیری لکھتا ہے:-

"باقتضاے سعادات فطری در مراتب دینی بکمال رسوخ اتصاف داشتند و بمذہب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، عامل و بناے خمسۂ اسلام را کما ینبغی تاسیس و تشیید می نمودند و پیوستہ باوضو و بذکر کلمۂ طیبہ و دیگر اذکار و ادعیۂ ماثورہ رطب اللسان می بودند، و صلوٰۃ مفروضہ را اول وقت در مسجد و غیر مسجد باجماعت و جمیع سنن و نوافل و مستحبات را بحضور و خشوع تمام میکردند، و در شہور روزہاے بیض و در ایام ہفتہ دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ را صائم بودہ، نماز جمعہ در مسجد جامع بکافۂ مسلمین و عامۂ مومنین می گذاردند، و در لیالئ متبرکہ باحیاے شب می پرداختند۔۔۔۔ از غایت حق طلبی شبہا در مقصورۂ مسجد دولت خانہ صحبت باہل اللہی داشتند۔۔۔۔ و زکوٰۃ شرعی۔۔۔ ہر سال بارباب استحقاق می دادند،۔۔۔۔۔۔۔ و ماہ مبارک رمضان را بالصوم می گذرانیدند۔۔۔۔۔۔۔ و در عشرۂ اخیرہ در مسجد معتکف می بودند"[2]

اورنگ زیب کو چونکہ صحیح تعلیم حاصل ہوئی تھی، اور اس نے اسلام کی حقیقی روح کو سمجھ لیا تھا، اس لیے شریعت کی پابندی کے ساتھ ہی ساتھ طریقت کا جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا، وہ بھی

[1] اورنگ زیب کی پابندی نماز کے متعلق دو اہم واقعہ تاریخون مین مذکور ہین، ایک جنگ بلخ و بدخشان کے سلسلہ مین، اور دوسرا جنگ کجوا کی رات کو جب مہاراجہ جسونت سنگھ نے غداری کی،

[2] مآثر عالمگیری صہ ۵۲۵-۶،

وہ راستہ تھا، جس کی بنا ہندوستان کے سب سے بڑے مصلح طریقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی، چنانچہ بعض تذکروں کے بیان کے مطابق اورنگزیب کو حضرت مجددؒ کے خلیفہ وصاحبزادہ حضرت محمد معصومؒ سے شرف بیعت حاصل تھا، ایک دوسرے بزرگ حضرت عبداللطیف برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، اورنگزیب جب دکن میں صوبہ دار تھا، تو اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، وہ مردار دنیا سے کتنی دور بھاگتے تھے، اس کا اندازہ اورنگزیب کے ایک خط سے ہوسکتا ہے، وہ لکھتا ہے،

"یاد داریم کہ روزے بخدمت میان عبداللطیف قدس سرہ الشریف رفتیم در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چندہ از مضافات کرکون برائے مصارف خانقاہ مقرر کردہ شود این دو مصرعہ بر زبان صدق ترجمان راندند، بیت

شاہ مارا دہ دہ منت نہد　　رازق ما رزق بے منت دہد

گفتیم ہم چنین است، اما تقدیم خدمت فقراء و اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است نہ برائے ازروئے منت گفتند اگر نیتی بحقیقت از تصمیم ارادۂ باطن نیت خیر است نصف غلات از حصۂ رعایا بگیرند، بلکہ بمظلومان محنت کش زیادہ ازان گذارند اورادِ وظیفہ برائے گوشہ نشینانِ متوکل کہ زبانِ سوال بستہ در بیابانہا و زوایائے ویران مسکن دارند، مقرر سازند، و بدادِ مظلومان نوعے برسند کہ حق کسے تلف نشود، و دستِ اقویا از حالِ ضعفا کوتاہ باشد، افزونی نعمت مشاہدہ نمایند"[1]

اورنگزیب اور دارا کی شدتِ مخالفت کی ایک بڑی وجہ ان دونوں کے مذہبی عقائد بھی تھے، اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، نہ صرف دارا بلکہ خود شاہجہان بھی اسکو اس سلسلہ میں طعن دیا کرتا تھا، لیکن یہاں پر اسکا موقع نہیں ہے، اس لیے ہم اس وقت نظر انداز کرتے ہیں،

[1] رقعات عالمگیر مطبوعہ رقعہ نمبر ۲۲، اسکے علاوہ اسکو احمد آباد کے میر احمد درویش سے بھی عقیدت تھی، ایضاً نمبر ۲۴،

ہاتھی سے لڑائی اورنگ زیب کے عہدِ طفلی کا سب سے بڑا اور عظیم الشان واقعہ، اس کا مست ہاتھی سے جانبازانہ لڑنا ہے، آگرہ مین ۲۹ ذیقعدہ ۱۰۴۲ھ (۲۰ مئی ۱۶۳۳ء) کی صبح تھی، شاہجہان شاہانِ مغلیہ کی دیرینہ رسم کے مطابق ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا، دریا کے کنارے دو بدمست ہاتھی لڑنے کے لیے چھوڑ دیئے گئے تھے، ان مین سے ایک کا نام سدھکر تھا، اور دوسرے کا صورت سندر تھا، دارا، شجاع، اور چہاردہ سالہ اورنگزیب اپنے اپنے گھوڑون پر سوار میدان ہی مین کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، لڑائی شروع ہوئی، صورت سندر ایک طرف کو بھاگا، سدھکر نے تعاقب کیا، حریف دور نکل گیا تھا، اس لیے سدھکر نے مجمع کی طرف رخ کیا، سب سے آگے اورنگزیب کا گھوڑا تھا، مجمع مین ایک عام انتشار پیدا ہوگیا، لیکن اورنگزیب،

بمردی زجایک سرِ مو نشد　　زپیش چنان سیل یکسو نشد

تبمکین سرشتہ زبس جوہرش　　نجنبید جز نبض از پیکرش

اور جونہی اس کے پاس پہنچا اورنگزیب نے بازوے جلادت کشودہ بزخم برچھ پیشانیِ آن دو دہانہ دیو نشر اور المجروح ساخت، چوٹ کھاکر ہاتھی اور غضبناک ہوا، اور پورے جوش کے ساتھ اورنگزیب کی طرف لپکا، اس اثنا مین دوسرے لوگ وہان پہنچ گئے اور انھون نے چرخی اور بان چھوڑنا شروع کیا، مگر سیہ مست ہاتھی پر اس کا کوئی اثر نہین ہوا، اور اس نے اورنگ زیب کے گھوڑے پر اس زور سے اپنے دانتون سے حملہ کیا کہ اورنگزیب کا گھوڑا لڑکھڑا کر گرا، حاضرین کی سانسین یک بیک رُک گئین، لیکن اورنگ زیب کی پیشانی پر بل تک نہ تھا، وہ فوراً اچک کر کھڑا ہوگیا، تلوار نیام سے کھینچ لی، اتنے مین شہزادہ شجاع کی رگون مین برادرانہ محبت کے خون نے جوش مارا، وہ بڑھا ہی تھا، کہ اس کے گھوڑے کے ماتھے پر ایک چرخی آکر لگی، اور وہ وہین گر پڑا، دوسری طرف سے راجہ جے سنگھ نے نیزہ سے حملہ کیا، اس اثنا مین صورت سندر نے اپنے دشمن کو دوسری طرف

متوجہ دیکھکر عقب سے آکر حملہ کیا، اور سدھکر جو اس وقت آتشبازی وغیرہ سے پریشان ہوچکا تھا، بھاگ کھڑا ہوا، جس وقت اورنگ زیب باپ کے پاس پہنچا ہے، تو:-

"خدیو خدا آگاہ نخست نونہالِ حدیقۂ سلطنت بادشاہزادۂ محمد اورنگزیب را در آغوشِ شفقت کشیدہ بتقبیلِ عاطفت پیرایۂ سعادت بخشیدند، و بگوناگون عنایت و خطابِ بہادری نوازش فرمودند"[1]

اس موقع پر اورنگ زیب نے جس طرح ایک سچے بہادر تیموری شہزادہ کی شان قائم رکھی، اور جس طرح اس نے موت سے بے پروائی کا ثبوت دیا، وہ اس کی پردلی، جوانمردی، اور استقلال کا بین ثبوت ہے، پھر اس موقع پر جیسا کہ حمید الدین خان کا بیان ہے، اس نے شاہجہان کی نصیحت کا جو جواب دیا، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اسی وقت سے دارا و اورنگ زیب کے درمیان مخالفت کا بیج بویا جاچکا تھا، اور باقی ۲۴ سالون مین یہ رشک وحسد، ریشہ دوانیون اور سازشون کی آبیاری سے اتنا بڑھ چکا تھا، اور اس نے اتنی مہلک مضبوطی حاصل کرلی تھی کہ اورنگ زیب کو بالآخر اپنی حفاظت کے لیے اس درخت اور اس کے بونے والے سے نجات پانے کے لیے ایڑی، چوٹی کا زور صرف کردینا پڑا، حمید الدین کا بیان ہے:-

"ایشان (اورنگ زیب) باہستگی طرفِ بادشاہ می آمدند، اعتماد خان ناظر نزدیک آمدہ . . . . . باواز بلند گفت شما آہستہ می آئید و بادشاہ عجب حال دارند، باہستگی جواب دادند، کہ اگر فیل اینجامی بود، من جلدی میکردم، الحال چہ اضطراب است"

اور جب شاہجہان نے دریافت کیا کہ:-

"خدانخواستہ نوع دیگری شد چہ رسوائی بود؟ تو تسلیمات کردہ در جواب عرض کردند، کہ اگر نوع دیگری شد رسوائی نبود، رسوائی این بود کہ از برادران شد ع

[1] عبدالحمید ج ۱ حصہ ۱ ص ۹۲-۹۰۸ عمل صالح جلد ۱ ص ۵۴۰، ظفرنامہ عالمگیری ص ۲، خافی خان جلد ۱ ص ۴۷۴

پردہ پوش بادشاہان مرگ است

درین چہ رسوائی است[1]"

اس کے تین دن بعد" روز جمعہ دوم ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ (۱۰ جون ۱۶۳۳ء) کو اورنگ زیب کی پندرہوین[15] سالگرہ تھی، اس دن یہ جشنِ سالگرہ حسب شاں سے منایا گیا، اسکو درباری مورخ نے ان الفاظ مین لکھا ہے،

"خاقانِ دریانوال در دولت خانۂ خاص و عام آن اختر برجِ خلافت را بزر سرخ سنجیدہ این مبلغ را کہ پنجہزار اشرفی بود بان کامگار حوالہ نمودند، و حکم فرمودند کہ وجہ مسطور مستحقین بدہند، و آن والا نژاد را بعنایتِ خلعت و جیغہ مرصع و تسبیح مروارید، مزین بقطعہای لعل و زمرد گران بہا و کرۂ مرصع و بازو بند مرصع بالماس و اقسام انگشتری از لعل و یاقوت و الماس و مروارید و خنجر مرصع باپھول کٹارہ و شمشیر مرصع و سپر بایراق مرصع و برچھی مرصع و دو اسپ قپچاق، یکے سرافراز نام بازین مرصع و دیگرے بازین طلاے میناکار و فیل سدھکر باماوہ فیل کہ قیمت مجموعہ دو لک روپیہ شد سربلند گردانیدند،

سخن طرازانِ فارسی و ہندوستانی بنظم و نثر داستانِ آن رستم آثار بگذارند[2]"

اس اہم تاریخی واقعہ کے بعد ہم کو تقریباً ایک سال تک اورنگزیب کے حالات کا کوئی علم نہین، تا آنکہ غرۂ ربیع الثانی ۱۰۴۴ھ (۱۴ ستمبر ۱۶۳۴ء) کو اورنگ زیب ہم کو سفر کشمیر مین شاہجہان کے ساتھ نظر آتا ہے، اور اسی دن اس کو لوکہ بھون کا پرگنہ عطا ہوتا ہے[3]

اس وقت تک اورنگزیب ایک معمولی کمسن شہزادہ کی طرح ۵۰۰ روپیہ یومیہ پاتا تھا لیکن سوم

---

[1] احکام عالمگیری ص ۲-[2] عبد الحمید ج ۱ ص ۴۹۳ اس سلسلہ مین سعید گیلانی اور طالب کلیم کے قصائد قابلِ ذکر ہین، [3] ایضاً ج ۲ ص ۵۲،

رجب سنہ ۱۰۴۴ھ (۱۳ دسمبر سنہ ۱۶۳۴ء) کو

"بمنصب دہ ہزاری ذات و چہار ہزار سوار و علم و نقارہ و تومان طوغ بلند پائیگی بخشیدہ فرمان دادند کہ بعد ازین خیمہ سرخ برائے آن گوہر اکلیل سلطنت برپا می کردہ باشند"[1]

یہ اسکی حقیقی زندگی کی ابتدا تھی، جو ۶۴ سال تک اورنگزیب کو ہندوستان مین بسر کرنا تھی، آگے چل کر یہ معلوم ہوگا، کہ اُسے پہلے دن جو عہدہ دیا گیا تھا، اس کو اس نے اپنی شجاعت، بہادری، تدبر، تجربہ اور فن جنگ کے کمال مہارت کی بدولت نہ صرف باقی رکھا، بلکہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتے ہوے ترقی کے انتہائی درجہ تک پہنچکر شہنشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بنا کہ

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

---

[1] عبدالحمید ج ۲ صفحہ ۶۵

باب ۲

ابتدائی لڑائیان

اور

دکن کی نظامت

بندیل کھنڈ کی جنگ بندیل کھنڈ کا علاقہ ہمیشہ سے اپنی شوریدہ سری، شورپشتی، رہزنی اور غارتگری کے لیے مشہور رہے، ہر عہد مین یہان کے باشندون نے حکومتون کو تنگ اور رعایا کو تباہ کیا ہے، اس علاقہ پر اگرچہ اکبر ہی کے عہد مین قبضہ ہو گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہی وہ علاقہ تھا، جہان اکبر کا وزیر علامی ابوالفضل قتل کیا گیا، جہانگیر اس کو اپنا دشمن سمجھتا تھا، اور اس نے موقع پاکر اس وقت جبکہ ابوالفضل دکن سے واپس آرہا تھا، بندیلہ سردار بیر سنگھ دیو کے ذریعہ سے قتل کرادیا[1]، اگرچہ اکبر نے انتقاماً اسے ریاست سے بے دخل کر دیا، لیکن اس کا اس پر

[1] بیر سنگھ کو عبدالحمید اور بعض دوسرے مورخون نے غلطی سے نرسنگھ لکھا ہی، حالانکہ سندی مین اس کی جو سوانحعمری لکھی گئی ہی، اس کا نام بیرچرتر ہے، اور اس نے جو تالاب بنایا ہی اس کو عبدالحمید تک بیرساگر لکھتا ہے، اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھو ماثر الامرا جلد ۲ ص ۹۵-۱۰۱، اقبال نامہ جہانگیری اور توزک جہانگیری مین ان عنایات و تفضلات کا حال جو جہانگیر نے بیر سنگھ اور اس کے رشتہ دارون کے ساتھ کئے مذکور ہی اور اب معلوم ہوتا ہی کہ جہانگیر اس کے احسان کے بوجھ سے اسقدر دبا ہوا ہی کہ وہ اسکی کسی درخواست کو رد نہین کرسکتا۔ اس کے علاوہ یہ جاننا بھی دلچسپ ہوگا کہ

کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ جونہی جہانگیر تخت پر بیٹھا بیر سنگھ دیو کا ستارۂ اقبال چمک اٹھا، نہ صرف یہ کہ خاندان کے راجہ کو گدی سے جدا کر کے اُسے راج دیا گیا، بلکہ اُسے تقریباً مطلق العنان بنا دیا گیا، اب اس نے رہزنی و غارت گری شروع کر دی، اور اس مالِ غنیمت سے اس نے متعدد مندر، تالاب وغیرہ بنوائے اور جب وہ مرا، تو اپنی کروڑوں کی دولت بندیلہ رسم کے مطابق غیر معروف جگہوں میں دفن کر دیا گیا

اس کا بیٹا[1] جھجھار سنگھ جہانگیر ہی کے عہد میں اپنے باپ کی جگہ گدی پر بیٹھ چکا تھا، اور جب شاہجہان بادشاہ ہوا، تو دوسرے راجاؤں کی طرح وہ بھی دربار میں حاضر ہوا، لیکن نہ معلوم اسے کیا خیال پیدا ہوا، اور اس کے مشیروں نے اسے کیا رائے دی، کہ وہ ایک رات یک بیک بھاگ کھڑا ہوا، جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کے تعاقب میں فوج روانہ کی، اسے شکست ہوئی، اور اس نے پھر اطاعت قبول کر لی، اس معافی کے باوجود وہ کب نچلا بیٹھ سکتا تھا، اس کی فطرت ہی میں رہزنی تھی، چنانچہ اس نے گونڈ علاقہ گڈھ کے دارالسلطنت چوڑاگڈھ پر حملہ کر کے اور اس کے راجہ بھیم نرائن (پریم نرائن ؟) کو قتل کر کے اس پر اپنا قبضہ جما لیا، پریم کے لڑکے نے شاہجہان سے آکر شکایت کی، شاہجہان نے اس پر مندرجہ ذیل تہدیدی خط جھجھار کو لکھا

"چون بے حکم اقدس خونِ بیم نرائن و منسوبانِ او ریختہ و ولایت گڈہ را بتصرف در آوردہ است، سود کارِ او دران است کہ ولایت مذکور بہ بندہائے پادشاہی تسلیم نماید، واگری خواہد کہ در اقطاعِ او مقرر شود، در عوضِ آن جاگیر ہائے حوالیٔ وطن بگذارد و از نقود بیم نرائن مبلغ دہ لک روپیہ بدرگاہِ والا بفرستد"[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) کہ ابوالفضل کے اعتقادات کی وجہ سے ایک بڑی جماعت اس کو ملحد و بے دین سمجھتی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ جب بیر سنگھ نے ابوالفضل کے روپیے سے اپنا بڑا مندر بنوایا تو ایک شخص نے اسکے متعلق کہا کہ "مالِ حرام بود بسے حرام رفت"

[1] عبدالحمید جلد اوّل حصہ دوم صہ ۹۵۔ پروفیسر جدوناتھ سرکار اس خط کے متعلق اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:-

اس کے علاوہ اس کے لڑکے سے یہ قصور بھی ہوا تھا، کہ جب خانجہان لودی آگرہ سے بھاگ رہا تھا تو راستہ مین اس کا علاقہ پڑتا تھا، اس کا لڑکا بکرماجیت وہان موجود تھا، اور اس نے اوسے غیر معروف راستون سے اپنے ملک سے نکال دیا، اور اس طرح ایک باغی سردار کی مدد کی، عبدالحمید لکھتا ہے:-

"چون آن کافرنعمت (خانجہان) خود را بولایت ججھار سنگھ بندیلہ ..... انداخت بکرماجیت پسر کلان او کہ در وطن بود، آن سرگروان بادیۂ ادبار را براہ غیر متعارف از ملک خود گذرانید، اگر بکرماجیت آن مقہور را راہ نمی داد، او بآسانی دستگیر می شد، یا بقتل می رسید"[1]

شاہجہان کا خط ابھی ججھار سنگھ کو ملا بھی نہین تھا، کہ اسے اپنے وکیل کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوئی خانجہان لودی، نظام الملک اور دکن کے دوسرے علاقون کے انتشار نے اس کے حوصلے بڑھائے، اور اس نے اپنے بیٹے کو جو اس وقت خان زمان کے ساتھ بالاگھاٹ مین تھا، لکھا، کہ وہ جس صورت سے ہو، وہان سے نکل بھاگے، اس نے باپ کے کہنے کی تعمیل کی، مگر خان دوران نے اس کا تعاقب کیا، آشٹہ کے قریب لڑائی ہوئی اور شکست خوردہ بکرماجیت بھاگ کر دھاموفی مین اپنے باپ سے جاملا،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸) "مقتول کے لڑکے نے بادشاہ سے شکایت کی، لیکن کیسقدر حیرت انگیز ہے کہ بادشاہ کو اس صاف و صریح ظلم پر بالکل غصہ نہین آیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا وہ صرف یہ تھا کہ اس لوٹ کے مال مین اپنے حصہ کا طالب ہوا" (اورنگزیب جلد اول صفحہ ۱۰) مگر میرا خیال ہو کہ شاہجہان نے علاقہ کی واپسی یا اس کے برابر بندیلہ علاقہ کا مطالبہ صرف اسلیے کیا تھا کہ وہ اس طرح بھیم زائن کے لڑکے کی اشک شوئی کر سکے، چنانچہ خافی خان نے اس خیال کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یون بیان کیا ہے کہ:

"حکم نصائح آمیز مشتمل بر منہائی بازگشت از راہ خطا دستر دساختن مال بھیم زائن بوارثان مکرر بنام آن برگشتہ طالع صادر گردید" (منتخب اللباب حصہ اول صفحہ ۵۰۰)

[1] عبدالحمید حصہ اول صفحہ ۲۰۹،

اب شاہجہان کے لیے اس کی تنبیہ ناگزیر تھی، تاکہ ماوراے نربدہ کی بلا اس طرف نہ آجائے اور اسکی تنبیہ کے لئے تین فوجین

"بسرکردگی سہ سردار . . . یکے عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ . . . . . دوم سید خانجہان وسیوم خان دوران . . . . . معین گشتند"[1]

لیکن اب مشکل یہ آن پڑی کہ یہ تینون سردار ہم رتبہ تھے، اور ممکن تھا کہ ان مین آپس مین اختلاف راے ہو جاے، اور ایسی حالت مین کوئی بھی ایسا نہ ہوتا جسکا حکم ان کے لیے ناطق ہوتا، اس لیے شاہجہان نے اورنگ زیب کو اس فوج کا سردار بنا دیا، اور اورنگ زیب کے فن حرب کی عملی تعلیم کی یہ بسم اللہ تھی، عبدالحمید کا بیان ہے،

چون بر خاطر خیب ناظر . . . پرتو افگند کہ مبادا سرداران مذکور . . . . . از راے یکدگر سر برتابند، و موافقت بمخالفت منجر گردد، سرداری مواکب منصورہ بہ اختر سماے خلافت پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر مقرر فرمودند"

چنانچہ پانزدہم ربیع الثانی ۱۰۴۵ھ (مطابق ۱۸ ستمبر ۱۶۳۵ء) آن والا گوہر را . . . . . باضافہ ہزار سوار بمنصب دہ ہزاری پنجہزار سوار . . . . . روانہ آنصوب فرمودند"[2]

اس فوج نے ججھار سنگھ کو شکست دیکر پہلے اورچھا (اندوچہ) پر قبضہ کیا اور یہان دیبی سنگھ کو جو بیر سنگھ اور ججھار سنگھ دونون کو غاصب سمجھتا تھا، اور جس نے اسی گدی کے وعدہ پر بادشاہ کی مدد کی تھی، راجہ بنا دیا گیا، ججھار یہان سے داھا موتی بھاگا، لیکن وہان بھی اس کے قدم نہ جم سکے، وہان سے اپنے خاندان سمیت گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوا، اب اس کے لیے دوہری مصیبت

---

[1] عبدالحمید ج ۱ ص ۹۹، [2] ایضاً

تھی، ایک طرف مغل فوج سختی سے تعاقب کر رہی تھی، اور دوسری طرف گونڈ جان کے دشمن تھے، آخر وہ اور اس کا لڑکا مارے گئے، دوسرے لوگ قید ہوے، اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہوا،

اسی سلسلہ مین چاندا کے گونڈ راجہ کیبا نے بھی اطاعت قبول کرلی،[1]

دکن | اس بدقسمتی کا کیا علاج ہو سکتا ہے، کہ وہی چیز جو تمام حکومتون اور فرمانروائون کے لیے طرۂ امتیاز اور تمغاے افتخار ہو، وہی کارروائیان، جو سلاطین اور کشور کشائون کے حالات مین کارنامے کہے جائین، غریب اور نگریب کے لیے ذلت و بدنامی، رسوائی و شرمساری کا موجب ہون، رومیون نے قدیم دنیا کے تینون براعظمون کے بیشتر حصہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے کچل دیا، لیکن یہ اُن کی عظمت و شوکت کا سبب بن گیا، سکندر اعظم نے مقدونیہ سے لیکر پنجاب تک تمام متمدن ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجادی، لیکن یہی بربریت اس کی بڑائی کا ذریعہ ہے، دور کیون جائیے، خود مغلون کے سب سے زیادہ نیکدل، غیر متعصب، وسیع المشرب، بادشاہ اکبر نے بہار، بنگال، مالوہ، گجرات اور راجپوتانہ کو ہضم کرکے نربدہ پار کی مسلم ریاستون پر حملہ کیا، اور خاندیس، برار اور احمدنگر، وغیرہ پر قبضہ کیا، اس غاصبانہ قبضہ کا صلہ کیا تھا، کوئی مخالفانہ تنقید، کوئی منصفانہ فیصلہ؟ نہین، بلکہ اُسے "اعظم" کا خطاب دیا گیا، †

جہانگیر و شاہجہان، نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتون سے تمام عمر لڑتے رہے ہین، تو مورخون کے کانون پر جون تک نہین رینگتی، لیکن جب اسی نامکمل و ناتمام کام کو اورنگزیب مجبوراً پورا کرتا ہے، تو اسے ظالم، غاصب، غیر سیاست دان اور متعصب کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے، وہ کونسا انسان ہے، جو اپنے ذرائع مین وسعت کا طلب گار اور اس کے لیے کوشاں

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو عبدالحمید ج ۱ ص ۲، منتخب اللباب، عمل صالح،

نہین ہے، آج تک دنیا مین وہ کونسی حکومت رہی ہے جس نے اپنے کو ابتدا سے انتہا تک صرف ایک مربعہ کے اندر محدود رکھا ہے، اور کیا آج اس تمام ادعاے تمدن و تہذیب اور صداے جمہوریت و اشتراکیت کے باوجود جوع الارض اور شہنشاہیت کا بھوت ہمیشہ سے زیادہ مضبوط طریقہ پر اپنی گرفت مضبوط نہین کئے ہوے ہے، فرق صرف اتنا ہے، کہ پہلے جو کچھ ہوتا تھا، اس کا تمامتر دار و مدار ایک شخص واحد پر ہوتا تھا، اور اب تمام ملک اور ساری قوم متحدہ طریقہ سے اس جرم مین شریک ہے، اس لیے جرم کی نوعیت زیادہ سخت، زیادہ مہلک، اور زیادہ تباہ کن ہوگئی، مگر پھر بھی یہ تمدن و تہذیب کا دور اور حریت و آزادی کا زمانہ ہے، اور کسی کی مجال نہین، کہ اس کے کسی آئین کے خلاف انگلی بھی اٹھا سکے،

ہم آہ بھی کرتے ہین تو ہو جاتے ہین بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہین تو چرچا نہین ہوتا

تاریخ کی اس ناقابل تردید حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے، کہ جونہی اکبر کو شمالی ہند کے جھگڑون سے نجات ملی، اس نے فوراً بندھیاچل اور نربدا کی پار والی اسلامی حکومتون کو اپنی وسیع حکومت مین شامل کرنے کی کوشش شروع کر دی، اپنے بیٹون کو وہان بھیجا، چنانچہ ایک کا تو وہین انتقال ہوا، اور آخر مین خود بھی گیا، خاندیش، برار اور احمد نگر تک پر قبضہ کر لیا، کیا یہ اسلامی ریاستین نہ تھین؟ کیا انھون نے مغلون کی سرحد پر کسی قسم کی بھی کوئی جارحانہ پیش قدمی کی تھی؟ کیا ان مین سے کسی ایک نے بھی کسی باغی و سرکش کا ساتھ دیا تھا؟ کیا ان مین سے کسی نے بھی مفرور ملزم کو پناہ دی تھی؟ نہین ان مین سے کچھ نہ تھا، یہ وسعت حکومت کے خواب کی جو ہر بادشاہ دیکھتا ہے، عملی تعبیر تھی، اور بس!!

جہانگیر نے بھی بجز کانگڑا اور رانا سے اودے پور کی لڑائیون کے تمام عمر اپنی تمام فوج کو

دکن ہی مین مصروف رکھا عبدالرحیم خانخانان، اعظم خان ابوالحسن، آصفخان، شہزادہ پرویز اور شہزادہ خرم کون تھا جو ان جنگون مین شریک نہین ہوا، پھر کیا اُسوقت بیجاپور اور گولکنڈہ، احمدنگر، دولت آباد کے فرمانروا سنی ہوگئے تھے انھون نے شیعیت سے توبہ کرلی تھی؟ نہین، ایسا نہین تھا، تو پھر اسکا سبب، وہی وسعت حکومت کا شوق!

شاہجہان نے بھی ابتداہی سے اسکی طرف توجہ کی، خانجہان سے لیکر اسوقت تک کہ اورنگزیب اپنی حفاظت کیلیے دکن سے روانہ ہوا، دکن ہی مسلسل لڑائیون کا مرکز بنا رہا، تو کیا اسوقت شاہجہان کوئی سیاسی غلطی کر رہا تھا، کیا وہ ان اسلامی حکومتون کو مٹاکر مرہٹون کی قوت بڑھا رہا تھا، یا اپنے خیال مین تمام ہندوستان کو ایک واحد حکومت بناکر اپنی سلطنت کی مرکزیت کو مضبوط بنا رہا تھا؟ اگر ایسا ہی تھا، تو ہمارے ناقدین کو تو خوش ہونا چاہیے تھا، کہ اورنگزیب نے اپنے پردادا، دادا، اور باپ کے نقش قدم پر چلکر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کا فخر و امتیاز حاصل کیا،

اکبر کی وفات کے وقت خاندیس و برار کے علاوہ نظام شاہی حکومت کا علاقہ جسمین احمدنگر وغیرہ شامل ہین مغلون کے دست تصرف مین آگیا تھا، جہانگیر جب تخت پر بیٹھا تو اوسنے بظاہر اُسطرف توجہ کم کردی، اسکا ایک نتیجہ تو یہ ہوا، کہ دکن کے مغل افسرون نے اپنے فرائض کی ادائگی مین کوتاہی شروع کردی، دوسری طرف نظام شاہی حکومت مین ایک حبشی غلام ملک عنبر نے عروج و رسوخ پیدا کرکے مردہ روح مین جان ڈالدی، تینون دکنی ریاستون کو مضبوط کرکے اوسنے اتنی قوت حاصل کرلی، کہ اپنے علاقہ کی واپسی تو کیا شاہی افسرون کو لوٹنا اور قلعون کا محاصرہ شروع کردیا جب جہانگیر کو اسکا علم ہوا، تو اُسنے شاہزادہ خرم (شاہجہان) کو وہان بھیجا، خرم نے نہ صرف ملک عنبر کو مغلوب کرلیا، بلکہ بیجاپوری فرمانروا سے بھی صلح کرکے دوستی پیدا کرلی، (بقیہ جہانگیری کا مصنف لکھتا ہے)

"جمیع دنیاداران دکن سر خدمت در ربقۂ اطاعت و فرمان پذیری نہادہ حدود و تخلقۂ بادشاہی را..... بدستور سابق در تصرف اولیای دولت قاہرہ باز گذاشتند و مفاتیح قلعہا و حصنہا بتخصیص قلعۂ احمدنگر حوالۂ وکلای درگاہ والا نمودند.....

و بالتماس آں برگزیدۂ دین و دولت عادلخاں بخطاب مستطاب فرزندی کلکہ گوشۂ فخر و مباہات بر فلک سود....

و ایں بیت را بدیہ گفتہ بقلم خاص، در عنوان فرمان ثبت فرمودند، بیت

شدی از التماس شاہ خرم — بفرزندی ما مشہور عالم"[1]

لیکن یہ حالت دیرتک قائم نہ رہی، اور ملک عنبر نے زور پکڑکر نزبدا کے بادشاہی علاقہ پر بھی تاخت شروع کردی، جب جہانگیر کو اسکی خبر ہوئی، تو ایک بڑی فوج مقرر کرکے خود بھی اسکے پیچھے روانہ ہوا، اس وقت

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۰

تک خرم نے ایک مرتبہ پھر سب کو مغلوب کر لیا تھا، اور اس طرح صلح ہو گئی کہ

"بعد از عجز و زاری بسیار مقرر گشت کہ سوائے ملکے کہ از قدیم در تصرف بندہاے درگاہ بود ہموازی چہار دہ کرور دام دیگر از محال کہ متصل بسرحدہاے بادشاہی است، واگذارند، و پنجاہ لک روپیہ پیشکش بخزانۂ عامرہ رسانند"[1]

شاہجہان اور مہابت خان کی بغاوت، پھر جہانگیر کی موت، اور شاہجہان کی تخت نشینی کے جھگڑے وکینوں کے لیے خدا ساز باتیں تھیں، اور انھوں نے ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا، خانخانان سے تمام بالاگھاٹ وغیرہ لے لیا، شاہجہان کو اصلاحِ حال کے لیے فوراً اس طرف توجہ کرنا پڑی، خان جہان کی بغاوت نے اس معاملہ کو نازک تر کر دیا، چنانچہ متعدد فوجیں دکن کی طرف روانہ کی گئیں، انھوں نے ایک طرف تو نظام شاہیوں کا خاتمہ کر دیا، اور دوسری طرف عادل شاہ وغیرہ کو بھی اطاعت پر مجبور کر دیا، لیکن بیجاپوری اپنے وعدے پر قائم نہ رہے، دوسرے شیواجی کے باپ نے نظام شاہی خاندان کے ایک بچہ کو بادشاہ بنا کر بغاوت کر دی، اب شاہجہان کو از سرِ نو دکن کی طرف متوجہ ہونا پڑا، اور وہ ایک مرتبہ پھر اس طرف گیا،

یہاں پر ہم مرہٹوں کی اس خصوصیت کو جو ان کی عامیانہ چال رہی ہے، واضح کر دینا چاہتے ہیں، تاکہ معلوم ہو جاے، کہ ہمیشہ سے ان کا کیا دستور رہا ہے، اور کس طرح وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر غداری اور نمک حرامی پر اتر آتے تھے، اسی ساہوجی بھونسلہ کے سسرالی خاندان نے شاہجہان کی اطاعت قبول کر لی تھی، لیکن پھر جا کر برہان شاہ سے مل گیا اور جب جادو راے اس کے دو بیٹے اور اس کا پوتا برہان شاہ کی سازش سے دربار میں قتل کر دیئے گیے تو اس کے پس ماندہ پھر شاہجہان کے پاس آ گئے، اسی طرح خود ساہوجی نے ابتداءً اطاعت قبول کی اور اس کے خاندان کے دوسرے ارکان نے اس کی پیروی کی لیکن موقع پر نظام شاہی خاندان کے بچے کو گدی پر بٹھا کر مغلوں سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا، یہی حال شیواجی وغیرہ کا بھی تھا[2]

---

[1] اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۳، [2] مفصل حالات کے لیے دیکھو بادشاہ نامۂ عبد الحمید، عمل صالح منتخب اللباب السباتین السلاطین وغیرہ،

شاہجہان دکن کی مہم کے لیے خود روانہ ہوا، اس اثنا میں ججھار سنگھ کا معاملہ تقریباً ختم ہو چکا تھا اور "سیوم رجب (۱۰۴۵ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۶۳۵ء) . . . . . پادشاہزادہ کامگار حسب الحکم ازناحیہ دہامونی معاودت نمودہ شرفِ ملازمت دریافتند" اور باپ بیٹے سفر کا لطف اُٹھاتے ہوئے ۲۴ رمضان (۲۱ فروری ۱۶۳۶ء) کو دولت آباد پہنچے،

اسی اثنا میں شاہجہان نے عادل شاہ اور قطب شاہ دونوں کے نام فرمان روانہ کر دیئے تھے کہ اگر وہ پہلے کی طرح پھر اطاعت قبول کر لیں تو ان کے علاقے علی حالہ محفوظ رہیں گے، چنانچہ عادل شاہ کے نام کے فرمان کے ضروری اقتباسات یہ ہیں:-

"چون عادل خان مرحوم اخلاص و رستی بخدمت موفور السعادت داشت و مانیز بدولت و اقبال عنایت خاص بآن مرحوم داشتیم . . . . . وپس از رحلت آں غفران پناہ . . . . . حقیقۂ تقصیرے ازان زبدۂ مخلصان ارادت کیش سر بر نزدہ بل مصدر ہر تقصیرے کہ درین مدت ازان طرف بوقوع آمدہ غلام بد اصل بد طینت بود . . . . . بنابریں مابدولت و اقبال غایت عنایت و نہایت مرحمت نسبت باں عدالت پناہ داریم، و ملکے کہ عادل خان مرحوم در تصرف داشت، آن را . . . . . باں زبدۂ مخلصان عقیدت پیشہ مرحمت فرمودہ ایم . . . . . "

می باید کہ آن عدالت و نصفت پناہ قدر عنایات بے غایات بادشاہانہ ما را دانستہ سررشتۂ اخلاص و بندگی خود را بایں درگاہ خلائق پناہ مستحکم داشتہ آنچہ لازمۂ مریدی . . . . . بودہ باشد بعمل آورد . . . . . او باشے چند مثل ساہو وغیرہ . . . . . باعتماد حمایت آں عدالت دستگاہ ماندہ اند، اگر آن نصفت منزلت بہبود خود را میخواہد می باید کہ دست از حمایت ایں اوباشان باز دارد، وچوں بعد از جلوس اقدس تا حال

پیش عرش آن عدالت و نصفت پناہ بدرگاہ . . . . . نرسیدہ واجب و لازم آنکہ پیش کشے
راکہ حکم فرمودہ ایم . . . . . ارسال دارد . . . . . "

ہرگاہ آن مرحوم باوجود آنکہ قلعہ شولاپور و محال و نکو ازان مبرور گرفتہ بملک عنبر
دادہ بودیم آنچنان پیشکشے فرستادہ باشد درین وقت کہ ما بدولت بآں عدالت مرتبت
قلعۂ شولاپور و آں محال را عنایت مینمائیم باید کہ پیشکشے . . . . بفرستد[1]

قطب الملک کو جو فرمان بھیجا گیا، اسمین خفگی کے متعدد اسباب تھے، اُن مین اہم ترین یہ تھا کہ

"قطب الملک نیز عروۂ وثقاے بندگی و حبل متین عبودیت از دست دادہ باعادل
خان راہ موافقت می پیمود"

دوسرے اسباب خود فرمان کے الفاظ مین یہ ہین:-

"بسامع جاہ و جلال رسیدہ کہ در ملک آن قطب فلک شوکت، علی رؤس
الاشہاد سبّ اصحاب کبار رضی . . . . . می نمایند و آن ایالت پناہ منع
نمی کنند . . . . . بنابرین . . . . . حکم میفرمائیم کہ از ملک خویش این امر
قبیح و فعل شنیع برطرف گردانند . . . . . دیگر بعرض رسید کہ خطبہ را دران ملک
بنام فرمانروائے ایران می خوانند، ہرگاہ آن ایالت پناہ دعوئ مریدی مامی نمود
باشد، بافرمان روائے ایران چہ رجوع دارد؟ . . . . . "

دیگر مبلغے کلی از بابت پیشکش آں ایالت و شوکت پناہ را باید داد" . . .

. . . . . و اعلام نماید کہ ما بدولت و اقبال نظر بوفور اخلاص . . . . . کہ
پدر آن ایالت پناہ سلطان محمد قطب الملک مرحوم بخدمت ما داشتہ . . . . .

---

[1] بادشاہ نامہ جلد اوّل حصہ دوم ص، ۱۳۰-۱۳۶،

آن ملک را باو مرحمت فرمائیم"[1]

قطب الملک نے اپنے مین مقابلہ کی قوت نہ پاکر فوراً اطاعت قبول کرلی، اور بادشاہ کے ایک حکم کی تعمیل کردی اور بالفاظ شاہجہانی "قریب پنجاہ لک روپیہ پیشکش کہ بعد از جلوس اقدس مقرر فرمودہ بودیم ارسال داشت" اس لیے اس کے ساتھ اس رعایت کیساتھ صلح ہوئی، کہ

"از جملہ چہار لک ہون کہ ہر سال حسب الحکم الاشرف بنظام الملک می داد، دو لک ہون را ہر سال بسرکار خاصہ شریفہ واصل سازد و دو لک ہون دیگر بآن قطب فلک شوکت معاف باشد"[2]

اسی کے ساتھ جب عادل خان کیساتھ صلح ہوگئی، تو اُسے بھی یہ تاکید کیگئی کہ

"آں عدالت پناہ ہم کہ کلان ترین دنیا داران دکن . . . . . وبجاے برادر کلان آں قطب فلک ایالت است، اصلاً و مطلقاً در مقام رسانیدن ضرر بملک آں قطب فلک شوکت نشود، و متعرض حال متعلقہ او نہ گردد، و تکلیف دادن چیزے از نقد و جنس بآن قطب فلک ایالت نکند . . . . . وایں مقدمہ را نیز از شرائط ایں قرار دادہ اند"[3]

لیکن افسوس کہ یہ دو لاکھ ہون کی رعایت جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اس کی تباہی کا سبب ہوئی،

عادل شاہ نے کچھ تو مرہٹون کی مدد کے بھروسہ پر اور کچھ اپنے امراء کی ایک جماعت کے

---

[1] عبدالحمید جلد اوّل حصہ دوم ص ۱۳۰-۳۴، [2] جناب سید ہاشمی صاحب نے تاریخ ہند برائے انٹرمی ڈیٹ حصہ مین اس رعایت کو غلط طور سے عادلشاہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اور اس غلطی مین پڑکر پروفیسر سرکار پر غلط اعتراض کر دیا ہے، [3] عبدالحمید ج ۱ ح ۲ ص ۱۷۱،

خیالات سے متاثر ہو کر جنگ کی ٹھان لی، لڑائی شروع ہوئی، اور مغل فوج فاتحانہ پیش قدمی کرتی ہوئی بیجاپور کی دارالسلطنت تک پہنچگئی، بیجاپوریون کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو انھون نے اپنے ہی علاقہ کو ویران اور مضافات کو تہ آب کر ڈالا، مغلون کے قدم بھی رک گئے، اب پھر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور مندرجہ ذیل مراعات کے ساتھ معاملہ ختم ہوا،

"مابدولت تمام ملکے کہ از عادل خان مرحوم بآن عدالت مرتبت رسیدہ بآن زبدۂ مخلصان مرحمت فرمودیم، واز ملک نظام الملک ہم محال ونکو قلعہائے کہ در آن محال واقع است وقلعۂ شولاپور . . . . . وقلعۂ پرینڈہ . . . . . وپرگنہ بہالکی وپرگنہ جیت کو باواز ولایت کو کن آنچہ بہ نظام الملک متعلق بود، . . . . . وپرگنہ چاکنہ راکہ مجموعہ پنجاہ پرگنہ میشود وقریب بست لک ہون حاصل دارد . . . . . مرحمت فرمودیم"[1]

لیکن ان مراعات کے حصول کے لیئے تین شرطین بھی تھین:-

(۱) حکومت مغلیہ کی اطاعت،

(۲) نظام شاہی افسرون سے بے تعلقی،

(۳) قطب الملک سے دوستانہ ومساویانہ تعلقات کا قیام،

اورنگ زیب کی نظامت دکن

عادل شاہ نے اس کے بعد بادشاہ کی ایک تصویر مانگی، اور اسکی یہ استدعا بھی منظور ہوئی، اب شاہجہان کے لیے کچھ کام نہین رہ گیا تھا، کیونکہ عادل شاہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ساہوجی[2] بھونسلہ اور دوسرے باغی نظام شاہی سردارون کا خاتمہ کر دے گا، چنانچہ شاہجہان نے اورنگ زیب کو جو بندیلہ جنگ کی کامیابی کے بعد سے باپ ہی کے ساتھ تھا، فوجی انجمن

[1] عبدالحمید جلد اول حصہ دوم صفحہ ۱۲۹، [2] فارسی تاریخون نے شیواجی کے باپ کو جو عام تاریخون مین شاہ جی بھونسلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسی لیے ساہوجی لکھا ہے اور ہم نے ان کی پیروی کی ہے۔

سنہ ۴۵ھ (۲۹ اپریل سنہ ۱۶۳۶ء) کو تمام دکنی علاقہ کا صوبہ دار بنا دیا، اور خود شمالی ہند کی طرف روانہ ہوا، اور نگزیب اس سفر میں بھی تین دن ساتھ رہا اور

"بستم صفر (سنہ ۴۶ھ ۱۴ جولائی سنہ ۱۶۳۶ء) نور حدیقۂ خلافت را . . . . . از حوالیٔ دولت آباد مرخص ساختند"

شاہجہان نے ابتداءً اپنے دکنی مقبوضات کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا، لیکن موجودہ فتوحات کی وجہ سے اب اس کو مندرجہ ذیل چار صوبوں میں تقسیم کرنا پڑا،

"یکے دولت آباد با احمد نگر و دیگر محال کہ آن را صوبۂ دکن نامند"

"دوم تلنگانہ واین در صوبۂ بالاگھاٹ واقع شد"

سیوم خاندیس کہ حصار آن با سیر و شہر برہانپور شہرت دارد"

چہارم برار کہ ایلچپور حاکم نشین آن است وحصن مشہور کاویل است"

ان چاروں علاقوں میں ۴۲ قلعے ہیں، جنمیں ۵۳ پہاڑوں پر تھے، تیسرا صوبہ بالکل اور چوتھے صوبہ کا ایک حصہ آباد تھا، اور ان صوبوں کی مجموعی آمدنی ۱۴ ارب دام یعنی تقریباً پانچ کروڑ روپیہ تھی، یہ حالات تھے، جن کے ماتحت اورنگزیب نے اپنی اوّلین نظامت کا آغاز کیا

اب اورنگزیب کے سامنے جو اہم ترین کام تھا، وہ یہ تھا کہ وہ نظام شاہی علاقہ کے ان قلعوں کو جنپر مرہٹہ سردار ساہوجی یا دوسرے حبشی اور راجپوت سردار قابض ہیں، فتح کرے، شاہجہان نے دکن سے جانے سے پہلے ہی دو افسروں کو اس کام کے لیے مقرر کر دیا تھا، چنانچہ خان دوران نے ادگیر کو حبشی سردار سیدی مفتاح سے (جو بعد میں حبش خاں[۲] کے نام سے مشہور ہوا) اور اوسہ کو راجپوت افسر بھوج راج سے فتح کیا، اور پھر گونڈوانہ میں داخل ہو کر دیوگڈہ کے راجہ

---

[۱] عبدالحمید ج ۱ ح ۱ ص ۲۰۵ [۲] مآثر الامراء جلد ۱ ص ۸۳-۵۷۹،

کو اطاعت پر مجبور کر کے مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا، دوسرے افسر خان زمان نے بیجاپوری سردار رندولہ کے ساتھ ساہوجی بھوسلہ کا تعاقب کیا، اور اس کے مختلف قلعون کو فتح کرنے کے بعد اسے اطاعت پر مجبور کر دیا، اس کا ساختہ نظام شاہی بادشاہ بھی گرفتار ہوا، اب ساہوجی نے بیجاپوری دربار کی ملازمت اختیار کر لی، اور اس طرح نظام شاہی علاقہ مغلون کے قبضہ مین آگیا، تقریباً دو کرور کا نقد و جنس ہاتھ لگا، اور اُن کی آمدنی مین ایک کرور کا اضافہ ہو گیا،

لیکن ابھی اورنگ زیب کا کام ختم نہین ہوا تھا، بگلانہ کا علاقہ گجرات و خاندیس کے راستہ مین تھا، اس کے قلعے ناقابل تسخیر سمجھے جاتے تھے، اور اس علاقہ کو آزاد چھوڑنا مغل حکومت کے لیے ہر وقت خطرہ کا سبب ہو سکتا تھا اسی لئے جب اورنگزیب شادی کے بعد آگرہ سے لوٹا ہے تو شاہجہان نے اس کے فتح کرنے کا حکم دیدیا تھا، اور مرہٹہ سردار مالوجی[1] اور طاہر خان کو سات ہزار فوج کے ساتھ اس کی تسخیر کے لیے روانہ کیا گیا انھون نے اس علاقہ کو فتح کر لیا اور اس کا راجہ شاہ بھرجی[2] مغل ملازمت مین داخل ہوا، بھرجی کا داماد سوم دیو رام نگر کا راجہ تھا لیکن چونکہ اس کی آمدنی خرچ سے زیادہ تھی، اس لیے اس سے دس ہزار کی رقم لے کر اسے علی حالہ چھوڑ دیا گیا[3]،

اب صرف ایک مرہٹہ سردار کھیلوجی باقی رہ گیا تھا، ابتداءً وہ نظام شاہی ملازم تھا، پھر شاہجہان کے یہان پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا، لیکن دولت آباد کے فتح کے وقت اپنے نئے مالک سے نمکحرامی کر کے پھر نظام شاہیون سے مل گیا، اس کے بعد عادل شاہ کی ملازمت اختیار کر لی، صلح کے بعد عادل شاہ نے بھی اس کو الگ کر دیا، اب

---

[1] مالوجی مآثر الامرا، جلد سوم ص ۴۸۰-۵۲۰ و طاہر خان ایضاً ص ۴۸۰-۵۳۶ [2] مآثر الامرا، جلد اول ص ۴۱۲-۴۱۵

[3] عبدالحمید ج ۲ ص ۹-۱۰۵،

اس نے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا، اورنگ زیب نے ملک حسین کو اس کی تنبیہ کے لیے بھیجا، وہ گرفتار ہوا، اور قتل و غارتگری کے سلسلہ مین "بسزائے کردار خویش رسید"[1]

اورنگزیب آٹھ سال (۱۴ جولائی ۱۶۳۶ء سے ۲۸ مئی ۱۶۴۴ء) تک دکن کا گورنر رہا، اس عرصہ مین اس نے نہ صرف دکن کے مغل علاقون کو باغیون، رہزنون، اور ڈاکوؤن سے پاک وصاف کیا، بلکہ اس مین بکلانہ وغیرہ کا اضافہ بھی کیا، اندرونِ ملک کے انتظام و آبادی کے لیے بھی اس نے پوری کوشش کی، اور ایک بڑی حد تک اسمین کامیاب بھی ہوا، چنانچہ قندھار سے واپسی کے وقت جب وہ دوبارہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور جب شاہجہان نے جو بلاوجہ اس سے ناخوش تھا یہ لکھا تھا کہ:-

"اگر آن مرید ولایت دکن را ہم آباداں تواند کرد، بسیار خوب است" (۵/۳۷)

تو اس کے جواب مین اورنگزیب نے اس طرح اپنی گذشتہ کامیاب نظامت کا حوالہ دیا تھا کہ:-

"قبلہ و کعبۂ دو جہانی سلامت! بر ضمیر منیر اعلحضرت مکشوف خواہد بود کہ این عقیدت منش ہر چند کہ در آباد انکاری و پرداختِ صوبجات عمدہ باسائر مریدان برابری ندارد، امّا از ابتدائے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ ہیچ گاہ در پرداختِ امور ملکی و نسق مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمین صوبۂ دکن را کہ در نہایتِ ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است و شاید بعد تغیر حقیقتِ آن بمسامع علیہ رسیدہ باشد" (ایضاً)

اس عرصہ قیام مین اورنگزیب کے منصب مین بھی ترقی ہوتی رہی، اور وہ دسہزاری پنجہزار سوار سے پانزدہ ہزاری ذات و دہ ہزار سوار، شش ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب ترقی کرتا گیا،[2] اس عرصہ مین وہ چار مرتبہ دکن سے شمالی ہندوستان بھی آیا، اس مین دو مرتبہ

---

[1] مآثر الامراء ج ۳ ص ۵۲۰ - ۲۱،

[2] عبد الحمید جلد اول حصہ دوم ص ۷۷، ۲ و جلد دوم ص ۴، ۱۰، ۱۲۸، ۱۳۰ و ۱۳۱

کا آنا خاص اہمیت رکھتا ہی، ایک مرتبہ تو اس وقت جب وہ اپنی شادی کے لیے آیا ہی، اور دوسری مرتبہ، جبکہ جہان آرا جلی ہی، اس آخری آمد کے بعد وہ شاہی عتاب کا مورد اور پھر دوبارہ اپنے منصب پر بحال ہو کر گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوتا ہے۔ چارون دفعہ کی آمد کی یہ تاریخین ہین،

تاریخ آمد	تاریخ معاودت
(۱) غرۂ ذی الحجہ سنہ ۱۰۴۶ھ (۱۶ اپریل سنہ ۱۶۳۷ء)	۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۷ھ (۸ ستمبر سنہ ۱۶۳۷ء) برائے کخدائی
(۲) ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۰۴۹ھ (۳۰ دسمبر سنہ ۱۶۳۹ء)	۸ ذی القعدہ سنہ ۱۰۴۹ھ (۲۰ فروری سنہ ۱۶۴۰ء) برائے زیارت
(۳) ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰۵۱ھ (۱۱ مارچ سنہ ۱۶۴۲ء)	۴ محرم سنہ ۱۰۵۲ھ (۲۵ مارچ سنہ ۱۶۴۲ء) "
(۴) ۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۵۴ھ (۲ مئی سنہ ۱۶۴۴ء)	برائے عیادت جہان آرا

یہان پر یہ بات قابلِ لحاظ ہے، کہ ہر مرتبہ قیام کے دن واضح طور سے کم ہوتے جاتے ہین اور یہ چیز تعلقات کی اس اندرونی کشیدگی کو ظاہر کرتی ہے، جو باپ، بھائی، بہن اور اورنگ زیب مین غیر مرئی طریقہ سے پیدا ہو رہی تھی، اور جسکا نتیجہ آخری آمد کے وقت یہ ہوا کہ وہ اپنے منصب سے الگ اور حاضری سے منع کر دیا گیا،

باب ۳

اورنگزیب کی متاہل زندگی اعتزال

اور

گجرات کی صوبہ داری

اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری پر مقرر ہوئے تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا، کہ اسے اپنی شادی خانہ آبادی کے لیے دکن سے آگرہ آنا پڑا، مغل سلاطین ہندوستان کے فضلا، اور ایران کے شاہی خاندان کے ارکان سے رشتہ داریاں قائم کیا کرتے تھے، چنانچہ اورنگ زیب کے لیے بھی ایران کے سابق امیر مرزا رستم خان کے لڑکے نواب شاہ نواز خان کی لڑکی دلرس بانو کا انتخاب ہوا، رستم خان صفوی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اورنگزیب ۳۰ ذی قعدہ سنہ ۱۰۴۶ھ (۵ اپریل سنہ ۱۶۳۷ء) کو آگرہ کے قریب پہنچا، تو شاہجہان نے

"از عواطف پدری این رباعی طالب آملی را مرقوم قلم اعجاز رقم ساختہ نزد آں والا گہر فرستادند، نظم

با مژدہ اگر زود در آئی چہ شود	پا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود
زود آمدنت نظر بشوقم دیرست	از زود اگر زود تر آئی چہ شود[1]

چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن ۱۶ اپریل کو اورنگزیب بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا

[1] عبدالحمید جلد اول حصہ دوم صہ ۲۵۵ ،

اس وقت تک داراشکوہ کی شادیاں ہو چکی تھیں، ان دونوں شادیوں کے تمام اخراجات ان کی بڑی بہن جہان آرا بیگم نے برداشت کئے تھے لیکن اورنگزیب کی شادی کے تمام اخراجات خود شاہجہان نے ادا کئے، ساچق کی رسم اورنگزیب کے آنے سے پہلے ہی ۲۹ شعبان ۱۰۴۶ھ (۱۶ جنوری ۱۶۳۷ء) کو ادا کیجا چکی تھی، اب ۲۲ ذی الحجہ (۷ مئی) کو خانبندی کی رسم ادا کی گئی، اور اس کے دوسرے دن بارات شاہ نواز خان کے گھر گئی، شاہجہان نے بھی شرکت کی اور

"در حضور سراسر نور، آن دو گران مایہ گوہر در سلک عقد انتظام یافتند و چار لک روپیہ کابین مقرر گردید"

طالب کلیم نے اس کی یہ تاریخ کہی:-

"جہان کردہ سامان بزم نشاطے — کہ گلبانگ عشش بگردون رسیدہ

قران کردہ سعدین در زین سان — فرح خیز و فرخندہ دوران ندیدہ

ز پیوند این گلبن باغ دولت — زمانہ گل عیش جاوید چیدہ

فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ ایزد — سزاوار تائید غیبیش دیدہ[1]

نہال برومند بستان دولت — کہ اقبال در سایہ اش آرمیدہ

خرد بہر تاریخ تزویج گفتہ

"دو گوہر بیک عقد دوران کشید"

۲۹ ذی الحجہ (۱۴ مئی) کو بادشاہ، اورنگزیب کے گھر گیا، شاہزادہ نے نذر گذرانی، امراء کو خلعت عطا کئے، اور اس طرح یہ شادی ختم ہوئی[2]

اورنگ زیب کے اس محل خاص کے علاوہ کئی دوسری ایسی بیگمات بھی تھیں جنکو یہ شرف حاصل ہوا

---

[1] مفتاح التواریخ نے اس شعر کو اس طرح دیا ہے،
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ بخشش — سزا فراز تائید جاوید دیدہ،

[2] عبدالحمید ج ۱ حصہ دوم صفحہ ۲۶۶،

تھا، ان مین قابلِ ذکر یہ ہین:-

۱- نواب بائی، انکا نام رحمت النسا بیگم تھا، اور کشمیر کی ریاست رجوری کے راجہ راجو کی صاحبزادی تھین،

۲- اورنگ آبادی محل، } اکبر ہی کے زمانہ سے مغل خاندان کا یہ دستور تھا کہ "پرستار"
۳- اودیپوری محل، } جس شہر مین داخل ہوتی اُسی کی طرف اسکا انتساب ہوتا[1]

ان چار محلون کے علاوہ جنمین سے ہر ایک صاحبہ اولاد تھین، اورنگزیب کے حرم مین ان تین "پرستارانِ قدیم" کا بھی شمار کرنا چاہیے، ان مین سب سے زیادہ اہم زینت آبادی محل ہے، اس کے متعلق ہمارے معلومات کے صرف دو ذریعہ ہین، مآثر الامرار، اور احکام عالمگیری، زینت آبادی محل کا واقعہ اس لیے خاص اہمیت رکھتا ہی، کہ جیسا کہ ان دونون کا بیان ہی، "یہ پہلی نظر مین محبت" کا معاملہ تھا، لیکن افسوس کہ محبت کا یہ پودہ زیادہ سرسبز و شاداب نہین ہوا، اور چند ماہ بعد ہی اپنے عاشقِ صادق کو داغِ جدائی دے گئی، مآثر الامرا نے اس سلسلہ مین اورنگزیب پر جو الزام لگایا ہی، وہ بے حقیقت اور صداقت سے دور ہے، یہ واقعہ اس وقت کا ہی، جبکہ اورنگزیب آخری مرتبہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوکر گیا تھا، برہانپور مین اسکا قیام تھا، اور جب اس محبت کی شادی کا حال دربار تک پہنچا، تو لوگون نے اس مین خوب حاشیہ آرائی کی، شاہجہان نے جو بلا وجہ اورنگزیب سے ناخوش تھا، اوس سے اس کے متعلق جواب طلب کیا، اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین صفائی پیش کی:-

"پیر و دستگیر سلامت! عیوبِ بندہ سراسر تقصیر زیادہ ازان است کہ تواں شمرد، چنانچہ مکرر اظہارِ آن کردہ بہ برکتِ ارشادِ مرشدِ حقیقی توفیقِ اصلاحِ آن رفیق باد، اما بحمد اللہ تعالیٰ کہ باینہمہ عیب ہیچ گاہ مصدرِ امرِ کہ خلافِ مرضیٔ خدا و سایۂ خدا بودہ باشد نگشتہ، با احدے

[1] وارث صفحہ

بمقام بدی و بداندیشی نیست، مقدمہ کہ درین ولا بسماع رسید محض خلاف است[۱]،،

اس کے علاوہ مآثر عالمگیری نے دو کا اور تذکرہ کیا ہے، یعنی (۱) دل آرام اور (۲) دولت آبادی محل[۲]

اب ہم اورنگزیب کی اولاد کا حال لکھتے ہین، اورنگزیب کے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیان تھین، دلرس بانو سے جو وفات کے بعد رابعہ الدورانی کے نام سے مشہور ہوئی، پانچ اولادین ہوئین

(۱) زیب النساء (۲) زینۃ النساء (۳) زبدۃ النساء (۴) محمد اعظم اور (۵) محمد اکبر،

نواب بائی سے تین،

(۱) محمد سلطان (۲) محمد معظم اور (۳) بدر النساء،

اورنگ آبادی محل سے ایک،

(۱) مہر النساء

اور اودے پوری محل سے بھی صرف ایک،

(۱) کام بخش،

چونکہ ہم نے اورنگزیب کی بیگمات اور ان کی اولاد کے حالات کو ضمیمی جلد مین مفصل طور سے لکھا ہی، اس لیے ہم طوالت کے خیال سے تمام تفصیل کو نظر انداز کر دیتے ہین[۳]

اورنگ زیب کی معزولی خاندانی حالات کے سلسلہ مین اورنگزیب کی معزولی کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہی، کہ اس بات کا مظہر ہی کہ وہ کشمکش، وہ مخالفت اور وہ عداوت جو آخر مین جنگ برادران کی صورت مین ظاہر ہوئی، اس کی علانیہ ابتدا اسی عہد سے ہوتی ہے،، ۲۷ محرم ۱۰۵۴ھ (۶ اپریل

---

[۱] مآثر الامرا جلد اوّل ص ۲-۹۰، احکام عالمگیری حمید الدین ص ۹-، رقعات ص ۹۲ خط ۹۴ و ۹۵ مآثر عالمگیری ص ۳۱۸ و ۱۵۱

[۲] مفصل حالات کیلئے دیکھو، بادشاہ نامہ عبد الحمید وارث وغیرہ و عالمگیر نامہ، مآثر عالمگیری و مآثر الامرا۔

سنہ ۱۶۴۴ء کو جہان آرا بری طرح سے جل گئی، اپنی ماں کی موت کے بعد وہ تمام محل کی ملکہ تھی، اور شاہجہان کی خدمت کو اس نے اپنی زندگی کا مقصد و منتہا قرار کر رکھا تھا، شاہجہان بھی اسکی اطاعت و خدمت سے بہت زیادہ خوش تھا اور اس نے ایک محبت والے باپ کی طرح اُسے سب کچھ دے رکھا تھا حتیٰ کہ ملکی امور مین بھی اس کا اثر بہت کچھ کارفرما تھا، شاہجہان اس اچانک واقعہ سے بہت پریشان ہوا، علاج مین کوئی کسر اٹھا نہین رکھی گئی، دعا، دوا، مراہم و خیرات دونون کی فراوانی تھی، تمام حکومت اس مین شاہجہان سے ہمدردی کا اظہار کر رہی تھی، اور تمام خلق بیگم صاحب جیو کے لیے دست بدعا تھی، اورنگزیب دکن سے اور مراد بخش اپنے صوبہ ملتان سے اپنی بڑی بہن کی عیادت کو آئے، اورنگزیب ۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۵۴ھ (۲۱ مئی سنہ ۱۶۴۴ء) کو آگرہ پہنچا، شاندار طریقہ سے اس کا استقبال کیا گیا، اس نے دربار مین حاضر ہوکر نذر پیش کی، اور خلعت سے سرفراز ہوا[1] لیکن اس کو آئے ہوئے مشکل سے تین ہفتے گذرے ہونگے، کہ یکم ربیع الثانی (۲۸ مئی) کو

"چون از مجالست برخے بے دانشان خرد تباہ و نابخردان نظر کوتاہ پادشاہزادۂ محمد اورنگ زیب بہادر بران شدند کہ دست از مواد دولت باز کشیدہ، بگوشہ نشینی و زاویہ گزینی درسازند و لختے امور کہ مرضیٔ مزاج اقدس نبود ارتکاب نمودند، اعلیٰ حضرت بقصد تادیب و تادیب بل ترشح و تہذیب چندے ازان والا گہر نظر عاطفت باز داشتہ بتغییر منصب و جاگیر و عزل از خدمت نظم کل دکن . . . . . تنبیہ فرمودہ[2]"

یہ سرکاری درباری مورخ کا بیان تھا، عمل صالح کا بیان اس سے ذرا صاف ہے:-

"چون از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکۂ ایشان بادشاہزادہ

---

[1] عبد الحمید ج ۲ ص ۳۷۳ - [2] ایضاً ص ۳۷۶،

عالمیان محمد اورنگ زیب بہادر برآن آمدند کہ از دولت فانی خود را برکنار کشیدہ، بدولت عزلت و گوشہ نشینی در سازند، چون این معنی از غایت لطف عطوفت باطنی مرضی طبیعت قدسی طویت نبود، چندے آں شہسوار مضمار توفیق سالک مسالک عرفان و تحقیق را از کسوت منصب معزی داشتہ"[1]

اس مورخ نے کم از کم عبدالحمید کے ایک الزام کو کہ اورنگ زیب نے بعض ایسی حرکتیں کی تھیں جو شاہجہان کو ناپسند تھیں، دور کر دیا ہے، اور پہلے الزام میں "از مجالست برخے بے دانشان خرد تباہ و نابخردان نظر کوتاہ" کی جگہ "از دریافت فیض صحبت درویشان و برکت انفاس متبرکہ ایشاں" کو رکھکر اس نے اس الزام کو بھی بالکل دور کر دیا ہے، لیکن یہ بات عام فہم سے بالاتر ہے کہ آخر کوئی شخص مذہبیت سے کیوں رنج ہونے لگا، دوسرے عبدالحمید نے اعمال ناپسندیدہ کی بھی کوئی تشریح نہیں کی ہے، اس کے ساتھ ہی اورنگ زیب کے آخر عہد کے ایک معتمد خاص نے اسکے متعلق ایک عجیب و غریب توضیح پیش کی ہے، اور بہت ممکن ہے کہ اس واقعہ کو اس میں کوئی دخل ہو، لیکن تاریخی حیثیت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ اس کا یہ بیان کہ دارا شکوہ، اپنے تینوں بھائیوں کو محل دکھلانے لے گیا تھا، واقعہ کے خلاف ہے، کیونکہ شہزادہ شجاع، جہان آرا کی عیادت کو نہیں آیا تھا، اس لیے جس وقت اورنگزیب مورد عتاب ہوا ہے، تینوں بھائیوں کی موجودگی غلط ہے، دوسرے شاہجہان اس زمانہ میں ایک دن بھی دارا کے یہاں نہیں گیا، بلکہ جہاں آرا کے اچھے ہونے کے بعد اس کے ساتھ ۲۵ جمادی الاول (۲۰ جولائی) کو گیا ہے، جو اورنگزیب کی معزولی کے تقریباً دو ماہ بعد کا واقعہ ہے، تیسرے اسکا بیان ہے کہ اوس کے بعد وہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اورنگزیب صرف دو مرتبہ

[1] عمل صالح جلد دوم صفحہ ۴۰۶، خافی خان کا بیان ہے کہ اورنگ زیب کو یقین تھا کہ شاہجہان اس کو معزول کر دے گا اور اس لیے وہ خود الگ ہو گیا تھا،

(وقعات ۱۳ ۵۱ ۲)

دکن کا صوبہ دار ہوا ہے، پہلی مرتبہ جیسا کہ گذر چکا جس وقت وہ صوبہ دار مقرر ہوا ہے باپ کے ساتھ دکن ہی مین تھا، اور دوسری مرتبہ قندھار سے واپسی پر کابل مین شاہجہان سے ملا ہے، اور یہ باپ بیٹے کی آخری ملاقات تھی، بہرحال ہم اس کے بیان کو بھی یہان درج کر دیتے ہین:-

"برائے داراشکوہ در اکبرآباد خانۂ نو تیار شدہ، اعلیحضرت را با ہر سہ پسر در آنجا ضیافت کرد، از آن راہ کہ ایام گرما بود تہ خانہ متصل دریا ساختہ بودند، و آئینہ حلبی از قد آدمی زیادہ طرف دریا نصب کردہ بودند، اعلیحضرت را برائے دیدن کیفیت آنجا با دران بردند، محمد اورنگزیب متصل دروازہ کہ راہ آمد و شد مردم بود نشستند داراشکوہ کہ این معنی را دید بطرف اعلیٰ حضرت اشارہ بچشم کرد، کہ نشستن ایشان را باید دید، بادشاہ فرمودند کہ "بابا ہرچند شما را عالم و درویش صفت میدانیم، لیکن حفظ مراتب ہم ضرور است ع،

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی،

چہ لازم کہ در راہ رو مردم نشستند و پائین دست برادر خورد باشند؟" ایشان عرض کردند، کہ وجہ این نشستن عرض خواہم کرد، بعد از لحظہ بتقریب نماز ظہر بجماعت برخاستند، و از آنجا بغیر از حکم بخانہ رفتند، بعد از آنکہ بعرض مقدس رسید حکم شد، کہ بدربار نیایند، چنانچہ ہفت ماہ منع مجرا بود، بعد ہفت ماہ بیگم صاحب را فرمودند کہ شما بخانہ اش رفتہ وجہ بحکم آمدن آن روز پرسید، در جواب گفتند کہ آن روز کہ داراشکوہ ضیافت کردہ بودند، اگر این معنی عمداً از برادر واقع شدہ بود، کہ پدر را با سہ برادر در تہ خانہ یکدروازہ نشانیدہ مکرر برائے ضروریات ضیافت آمد و شد داشتند، پس اگر دروازہ را بند میکردند کار تمام بود، و اگر سہواً بود و در خاطر من مکرر رسیدہ بود، کہ در وقتے کہ ایشان اندرون باشند این خدمت را من بجا آرم، لیکن حرمت اعلیحضرت مانع این حرکت شد

استقبار کردہ بیروں آمدم، بعد از شنیدن ہماں وقت طلبیدہ مورد عنایت نمودند، و ایشاں بہ سعد اللہ خان فرمودند کہ بہر صورت مرا از حضور بیروں باید فرستاد کہ خواب و آرام از من رفتہ است تا آنکہ از لاہور بصوبہ داری دکن روانہ نمودند"[1]

لیکن واقعہ یہ ہے، کہ یہ جو کچھ ہوا، داراشکوہ اور اس کے شرکا کی سازش کا نتیجہ تھا، انھوں نے اورنگ زیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان و برداشتہ خاطر کر دیا تھا، کہ اسکی ہر درخواست نامقبول ہوتی، اس کی ہر تجویز مسترد کر دیجاتی، اور اس کے ایک ایک کام کی معاندانہ تنقید و تنقیص ہوتی، اور یہ سلسلہ دکن کے دوسری مرتبہ کی نظامت کے وقت بھی قائم رہا، اورنگزیب ان تیروں سے پریشان ہو گیا، اور اس نے انتہاے مایوسی مین اپنی بڑی بہن جہان آرا کو جو خط لکھا ہے، اس مین دس سال پہلے کی اس خفگی کی وجہ صاف ظاہر کر دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"مشفقۂ من! اگرچہ این فدوی ہرگز خود را داخل مریدان و بندہا نشمردہ و بجز غلامی دعوے ندارد، بہر وضع کہ دارند خرسند است، لیکن از آنجا کہ از دولت اعلحضرت عمرے بعزت و ناموس گذرانیدہ و در ہین ولایت مدتے باستقلال بسر بردہ و دریں ولا نیز پیر مرشد حقیقی بے خواہش و اظہار ایں مرید بمحض تفضل ایالت ایں ملک را بایں مخلص مرحمت فرمودہ اند، ظہور ایں امور خلاف مرید پروری و بندہ نوازی و سبب خفت و اہانت و عدم استقامت حال فدویان است بگرداب حیرت افتادہ نمی داند، کہ ایا درباره ایں عقیدت سرشت کہ بعد از دجاں آفریں عز شانہ، غیر از ذات والا صفات قبلہ و کعبہ خود پناہے ندارد، مرکوز خاطر مقدس چیست، اگر بواسطہ رعایت خاطرے یا مصلحتے مرضی طبع مبارک چنان است، کہ از جملہ مریدان ایں فدوی بالفعل بہ بے عزتی زندگانی

[1] احکام عالمگیری صفحہ ۴۰

کو پہلے اپنے سفیر کفش قلماق کو، اور پھر ۱۴ رمضان (۲۳ ستمبر) کو اپنے پوتے قاسم ولد خسرو کو اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور اورنگ زیب نے شرائطِ صلح کے مطابق "آن ملک را بہ نذر محمد خان داد، شہر و قلعۂ بلخ را بقاسم و کفش قلماق سپردند اور اورنگ زیب ۱۴ رمضان (۳ اکتوبر) کو وہاں سے کامیاب کابل کے لیے روانہ ہو گیا[1]، وہ مسافرت و غریب الوطنی کے شدائد برداشت کرتا ہوا ۴ شعبان (۲۷ اکتوبر) کو کابل پہنچا، اور وہاں سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو کر دریائے اٹک کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا، کہ یکم ربیع الاوّل ۱۰۵۸ھ (۱۶ مارچ ۱۶۴۸ء) کو حکم ہوا کہ:-

"بادشاہزادہ والا تبار محمد اورنگ زیب بہادر بملتان شتابند و بلدۂ ملتان را برسم تیول متصرف گشتہ باقی طلب خود را مطابق دو ماہہ کہ ضابطۂ نقدی بادشاہزادۂ کامگار است در سالہ مبلغ سی لک روپیہ میشود، از خزانۂ والا نقد بگیرند"[2]

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۴ - ۱۰،

[2] وارث ص ۱۹،

باب ۵

نظامتِ ملتان اور قندھار کے محاصرے

ملتان کی صوبہ داری اورنگ زیب بلخ و بدخشان کی کامیاب جنگ سے واپس ہوکر دریائے اٹک کے کنارے مقیم تھا کہ اسے بادشاہ نے ۲۷ صفر ۱۰۵۸ھ (۱۵ مارچ ۱۶۴۸ء) کو ملتان کا صوبہ دار مقرر کیا، اور بادشاہ سے ملاقات کیے بغیر وہ اپنے صوبہ کی طرف روانہ ہوگیا، پہلی ذی الحجہ ۱۰۵۹ھ (۲۶ نومبر ۱۶۴۹ء) کو جب کہ وہ پہلی مہم قندھار سے واپس ہوکر لاہور میں مقیم تھا، بادشاہ نے اسے سندھ کا صوبہ بھی دیدیا، اور بھکر و سیوستان کا علاقہ "در تیول آن کامگار مرحمت گردید"[1]

اورنگزیب اس وقت سے لیکر دوسری مہم قندھار سے واپسی، ۱۷ شعبان ۱۰۶۲ھ (۱۴ جولائی ۱۶۵۲ء) تک تقریباً ۲ سال ۹ ماہ سندھ اور ملتان دونوں کا صوبہ دار رہا، لیکن اس عرصہ میں اسے اپنے صوبہ میں رہنے کا بہت کم اتفاق ہوا، کیونکہ اسے دو مرتبہ قندھار کی مہم پر جانا پڑا، ابتدا ہی سے اس مہم نے اورنگ زیب کی تمام تر توجہ اپنی طرف متوجہ کرلی تھی، اورنگ زیب نے صوبہ داریٔ ملتان کے عہد میں دو مرتبہ بادشاہ سے بھی ملاقات کی، پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ وہ پہلی مہم قندھار سے واپس ہوکر ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۵۹ھ (۱۰ نومبر ۱۶۴۹ء)

---

[1] وارث صفحہ ۱۵ و ۷۶،

کو لاہور پہنچا ہے، اور ۱۵ دن رہ کر پہلی ذی الحجہ (۲۶ نومبر) کو روانہ ہوا ہے، اور دوسری مرتبہ تقریباً اسکے ایک سال بعد جبکہ وہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۷۵ھ (۲۸ نومبر ۱۶۶۵ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر ۱۹ محرم ۱۰۷۶ھ (۲ جنوری ۱۶۶۵ء) کو دہلی پہنچتا ہے، اور پہلی ربیع الاول (۱۲ فروری) کو وہاں سے روانہ ہو کر ۱۲ ربیع الثانی (۲۴ مارچ) کو دوبارہ ملتان میں داخل ہوتا ہے، لیکن اس مختصر اور غیر مسلسل قیام کے عرصہ میں بھی اس نے قندھار کی دو بہترین مہموں کی تیاری کی نصرت کے باوجود جس طرح ان دونوں صوبوں کا انتظام کیا، اور جس طرح اس نے سندھ کے سرکش بلوچیوں اور رہزنوں کی تنبیہ و تادیب کی ہے، وہ اس کی کامیابی، اس کے حسنِ انتظام اور حکومت کی صلاحیت پر دال ہیں،

ملتان کا صوبہ تو خیر اکبر ہی کے زمانہ سے کچھ نہ کچھ سدھر چکا تھا، لیکن سندھ کا کوہستانی علاقہ اور سیوستان کی سرزمین ڈاکوؤں، رہزنوں اور خودسروں کا مرکز تھی، اورنگزیب نے ان تمام کو ایک ایک کے سر کیا، اور بادشاہ کے نام کا خطبہ جاری کیا، سرحدی سرداروں کو بھی اطاعت پر مجبور کر کے، صوبہ کے حدود کے اندر کامل امن و امان قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا،

لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے، کہ اورنگزیب کی ان کامیابیوں کے متعلق اور دربار سے اس کے ذاتی تعلقات کے سلسلہ میں ایک حرف بھی کسی تاریخ میں نہیں، اور اگر ہم کو اورنگزیب کے خطوط جو خوش قسمتی سے اسی عہد سے شروع ہوتے ہیں، نہ ملجاتے، تو یہ باتیں ہمیشہ پردہ ہی میں رہتیں، اور اب جبکہ ہم کو اس کی تاریخ کا بہترین مواد مل گیا ہے، ہم آئندہ تمام حالات میں اس بات کی کوشش کرینگے کہ اس کی تمام تر تاریخ انھی خطوط سے مرتب کریں، اس لیے ہم ملتان و سندھ کے قبائل کے حالات اسی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں:-

"چون متمردانِ نہر دی وجوکیہ کہ در کوہستانِ ولایت تتھہ می باشند، صوبہ دارانِ سابق

را اطاعت بواقعی ننموده، پیوسته براه زنی و فساد روزگاری گذرانند، ملک حسین با جمعیتے ..

. . . . . بہ تنبیہ آنہا رفتہ . . . . . خطبۂ دولت و اقبال بنام نامی و اسم سامی

آنحضرت بلند آوازہ ساخت، و ہارون و کھتر تل . . . . . سرداران نہروی و مریدسرگروہ

جوکیہ بقدم انقیاد و اطاعت آمدہ پیش کش قبول کردند، جعفر نہروی خویش مان سنگھ

زمیندار پنجور، کچ و مکران از قبل او، و پسران علی و کارانی . . . . . وحاجی

روشنچہ و جام جمعہ اعیان آن سرزمین کہ از عہد ترخانیہ تاحال رجوعے نہ داشتند، سر انقیاد

نہادہ، وجدہ نام نہروی . . . . . بجنگ پیش آمدہ . . . . . .

طعمۂ تیغ خون آشام گردید . . . . . "

ستاہالہ ولد زمیندار ککرالہ . . . . . درین وقت کہ . . . . . روانہ

ملتان شد، گاہے بہ متھور برادر او . . . . . پیرگنہ مذکور در آمدہ . . . . . .

بندہاے درگاہ والا . . . شتافتند و او تاب نیاوردہ راہ ادبار پیش گرفت" (۱)

ان لوگون کے علاوہ مبارک بلوچ، عالم نوحانی، اور اسمٰعیل ہوت، ایسے بلوچی سردار تھے، جو خاص اہمیت رکھتے تھے، مبارک نے تو فوراً اطاعت قبول کرلی، عالم نوحانی کو بھی بزور اس کے لیے مجبور کیا گیا، البتہ اسمٰعیل ہوت نے بہت تنگ کیا، اس کی وجہ صرف یہی نہین تھی، کہ وہ ایک با اثر قبیلہ کا سردار تھا بلکہ اس کے ساتھ دارا کی بہت کچھ ریشہ دوانیان بھی شامل تھین، اورنگزیب ایک خط مین شاہجہان کو لکھتا ہے:-

" در ابتدا کہ این مرید از دار السلطنت لاہور رخصت ملتان شد، در باب اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبۂ ملتان دارد، و چندگاہ است کہ خود ریضا صوبہ پنجاب باز بستہ، و حکم اشرف عز صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستور متعلق صوبہ

ملتان باشد، و دران ہنگام کہ این مرید بنواحئ ملتان رسیدہ، مردم را بطلب زمینداران تعین
می کرد، نزد او نیز کس فرستادہ بود، او نوشتہ داد ابھائی را دست او نیز ساختہ رجوع نمودہ (لہ)

اورنگ زیب نے اس کی اطلاع بھی بادشاہ کو کردی تھی لیکن دربار سے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہین ملی، اور اس چیز نے اسمٰعیل کو اتنا جری بنا دیا، کہ وہ مبارک کے قلعون پر قبضہ کر بیٹھا، اورنگ زیب کو جب یہ معلوم ہوا، تو اس نے اپنے ایک افسر کو اس کے خلاف کارروائی کرنے کو لکھا، اور اس نے "قلاع از و انتزاع نمودہ بمبارک سپرد، و مقرر ساخت، کہ دیگر پیرامون این حرکت نہ گردد" لیکن اسمٰعیل نے پھر عہد شکنی کی، اور اب جبکہ "طغیان او از حد گذشتہ" تو "جمعے بہ تنبیہ و تادیب او فرستادہ . . . . . تا قلعہا را بگیرد" اب اس نے اطاعت قبول کرلی، اور چونکہ وہ:-

"زمیندار عمدہ است و ولایتش معمور بملک نوحانی پیوستہ و جمعیتے خوب ہمراہ دارد،
و از تقصیرات گذشتہ نادم و پشیمان گشتہ"

اس لیے اورنگزیب نے بھی سفارش کردی تاکہ:-

"اگر فرمان عنایت عنوان در باب استمالت او شرف ورود یابد در مہم نوحانی مراسم
جانفشانی بجا آوردہ در لیساق ظفر مساق قندھار نیز در رسانیدن آذوقہ نہایت سعی
بتقدیم خواہد رسانید"[1]

اندرونی امن و امان کے قیام کے ساتھ اورنگزیب نے تجارت کی ترقی کے لیے اپنے صوبہ سندھ مین ایک نئی بندرگاہ قائم کی اور اپنی طرف سے بھی ایک چھوٹا سا جہاز وہان جاری کیا، دشمنون نے شاہجہان کو سمجھایا کہ اورنگ زیب اس بندرگاہ کو قائم کرکے اور اپنے جہاز چلاکر بڑی آمدنی پیدا کر رہا ہے، بادشاہ نے اس سے استفسار کیا، اس نے جواب مین لکھا:-

[1] خط نمبر ۹ و ۱۶

"قبلہ جہانیان سلامت! حاصل بنادر منحصر در دو چیز است عشورِ مال تجار و نول و کرایہ جہازات
. . . . . یک منزل جہاز، این مرید کہ در بندر سورت بود، امسال از آنجا آوردہ اند
و ہنوز سفری نشدہ، و جہاز باو آور کہ از سرکار خالصہ شریفہ گرفتہ تکمل نیست، و راہ آمد و رفت
جہازات بنادر دیگر و تردد سوداگران اطراف باین بندر وانگشتہ، حقیقت حاصل چگونہ ظاہر
شود، آنچہ لازمۂ آبادان بنادر نو آباد است، از ساختن قلعہ و تعمیر فرضہ وغیر آن از قرار واقع
بعمل آمدہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب رونق خواہد گرفت، و بمرور ایام بحاصل خواہد آمد، مطلب
اصلی آن مرید از احداث بندر آن است کہ شاید بعض تحف و نوادر قابل پیشکش بدست افتد
اما حاصل آن معلوم چہ خواہد بود" (ص ۵)

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے واقعہ کے بعد اگرچہ بظاہر تعلقات از سر نو قائم ہو گئے تھے
لیکن اندرونی طریقہ سے کشیدگی، اور اس کے ساتھ شبہ و بدگمانی بڑھتی جاتی تھی، ملتان کی نظامت
کے زمانہ میں اورنگزیب کو ایک تو فوج بڑھانی پڑی، دوسرے ابتداءً "دہ ماہہ تنخواہ می یافت و
الحال جاگیرے مرحمت شدہ کہ سراسرے ہفت ماہہ ہم نیست"، اور تیسرے "سہ فصل متصل آفتہائے
رو داد" اس لیے اس نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی، اس پر بادشاہ نے طنزاً کہا کہ "چرا
اشرفیہا را بسپاہ نمی دہد" اورنگ زیب اس کے جواب میں اپنی بہن کو لکھتا ہے:-

"اشرفی آنقدر نیست کہ بعداد اے قرضے کہ حقیقت آن بر آئینۂ ضمیر منیر ہویدا است، یک
ماہہ مردم کافی باشد، باین ہمہ ہر چہ بود بسپاہ دادہ شد، لیکن بدین طریق بسر بردن و معاش
کردن سخت دشوار است"

. . . . . این ہمہ تلاش محض برائے آن است کہ مبادی این جمعیت
متفرق شود، و موجب از دیاد ملال خاطر اقدس گردد، وگرنہ قلت و کثرت سپاہ و

مردم پیش این نیازمند مساویست" (۱۲۲)

مہم قندھار | یہ اورنگ زیب کا عہدِ نظامتِ ملتان ہی تھا جبکہ اورنگ زیب کو دو مرتبہ قندھار کے محاصرہ کے لیے جانا پڑا، پہلی مرتبہ وہ ۱۰ محرم ۱۰۵۹ھ (۲۴ جنوری ۱۶۴۹ء) کو ملتان سے روانہ ہوا، اور ذی الحجہ (دسمبر) مین ملتان پہنچا، اور دوسری مرتبہ ۱۷ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ (۱۷ فروری ۱۶۵۲ء) کو روانہ ہوا، اور پھر ملتان نہ آیا، کہ وہین سے اس کو دکن کا صوبہ دار بنا کر بھیجدیا گیا، ان دونون محاصرون مین اورنگ زیب نے جو کارہاے نمایان انجام دیئے، اور قیود و شرائط کے ماتحت رہ کر جس طرح حصولِ مقصد کے لیے کوششین کین، وہ ایسی تھین، جنکے لیے وہ قابلِ صد ستایش اور لائقِ صد تحسین کہلاتا، لیکن اللہ بھلا کرے بڑے بھائی اور دوسرے خوشامدی درباریون کا، کہ انھون نے اورنگزیب کی طرف سے شاہجہان کو اتنا بدگمان کر رکھا تھا، کہ اس کے تمام محاسن، معائب، اور اس کی تمام خوبیان برائیان نظر آتی تھین، لیکن اس کے ساتھ ہی تضادِ قدر کے اس تمسخر کا کیا کیا جائے کہ لوگ ہر چند چاہتے تھے، کہ اورنگزیب پسِ پشت صف پائین مین رہے، لیکن تمام مملکت مین، اس سے زیادہ لائق، اس سے زیادہ مدبر، اس سے زیادہ سنجیدہ، اور اس سے زیادہ قابلِ اعتماد بھی کوئی نہین ملتا تھا، دکن مین پہلے شجاع کو رکھا گیا، تو وہ پرینڈہ کا قلعہ تک نہ لے سکا اور اورنگزیب کو مقرر کرنا پڑا، بلخ و بدخشان مین مراد کو بھیجا گیا، لیکن وہ دو ہفتہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا، قندھار کی مہم کے لیے شجاع کو بنگال سے طلب کیا گیا، اور خود دارا کا نام پیش کیا گیا لیکن قرعۂ فال اورنگزیب ہی کے نام نکلا، اور اگرچہ شاہجہان کی عجلت اور مختلف دوسرے اسباب نے قندھار مین اسکو ناکامیاب کیا، لیکن اس کے ساتھ دارا نے اس سے زیادہ مضاعف سامان جمعیت، اور اختیارات کے باوجود بھی کامیابی حاصل نہین کی، اور اسے اس بات کا موقع نہ ملا، کہ وہ اورنگزیب کو زیادہ ذلیل، زیادہ رسوا، اور زیادہ بدنام کر سکے، بہرحال یہ باتین بھائیون کے تعلقات

کے سلسلہ مین مفصل بیان کیجائیگی، یہان پر ہم قندھار کے محاصرون کے حالات مختصراً لکھنا چاہتے ہین،
قندھار کی پہلی مہم قندھار اپنی حربی اور تجارتی حیثیت سے ہمیشہ اہم ترین شہر رہا ہے، مغلون کے پہلے
اور بعد اس کے متعلق مختلف لڑائیان ہوتی رہی ہین، اور مغلون کے وقت سے تو ایران و ہندوستان
کے درمیان ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے، بابر نے اسے فتح کیا، ہمایون نے وعدہ خلافی کرکے اس پر
مرتے دم تک اپنا قبضہ رکھا، پھر اکبر کے زمانہ مین وہ مغلون کے ہاتھ لگا، اور پھر ایک مرتبہ کلچانے
کے بعد علی مردان خان، امیر ایران کی بدولت شاہجہان کے قبضہ مین آیا، اگرچہ بظاہر قندھار اور
اس کے قریب کے دو قصبے زمیندار اور بست کو شاہجہان نے خوب مضبوط کرلیا تھا، اور وہان ایک
فوج بھی رہتی تھی[1] لیکن قندھار کی قسمت ہی مین یہ گردش ہے، کہ وہ کسی ایک مالک کے پاس
عرصہ تک نہین رہ سکتا، اور جدید فرمان روائے ایران، عباس ثانی نے اس کی فتح و تسخیر کو
اپنی زندگی و حکومت کا اولین کارنامہ مقرر کرکے اس کی تسخیر کا ارادہ کرلیا، اگرچہ اس نے اپنی تیاریون
کو پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن ع

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

چنانچہ اس وقت جبکہ شاہجہان دہلی کے اطراف مین شکار سے واپس آرہا تھا، ۲۲ رمضان
۱۰۵۸ھ (۳۰ دسمبر ۱۶۴۸ء) کو:-

"از عرضداشت خواص خان قلعدار قندھار و پردل خان قلعدار بست بمسامع علیہ رسید،
کہ والی ایران . . . . . ہفتم شعبان (۱۷ اگست) بمستقر اقدس رسیدہ . . .
. . . . . قصد قندھار دارد"[2]

[1] مآثر الامرا، جلد ۳ ص ۳۰۲-۲۹۶ و ۱۴۱-۴۳۴، و جلد ۲ ص ۹۸-۹۵، آئینۂ اکبری جیرٹ ج ۱ ص ۳۱۲ وغیرہ [2] وارث ص ۳۵،

اس کا خیال تھا کہ جاڑون مین برف کی وجہ سے ان قلعون تک کوئی مغل مدد نہ پہنچ سکے گی، شاہجہان نے یہ خبر سنی تو علامی سعداللہ کو جو اس وقت آگرہ مین تھا بلوا بھیجا، وہ ۲۴ رمضان (۱۲ اکتوبر) کو حاضر ہوا، بادشاہ نے کہا کہ وہ خود بھی کابل جائے گا، اور اس کے ساتھ ہی امرا کو حکم دیا، کہ وہ بھی روانہ ہون، چنانچہ وہ ۳ ذیقعدہ (۹ نومبر) کو دہلی سے روانہ ہوگیا اسی اثنا مین علی مردان خان نے جو کابل کا صوبہ دار تھا، خواص خان کی درخواست پر قندھار کے قلعہ کو مضبوط کرنے کے لیے دو ہزار فوج اور دو لاکھ روپیے قندھار بھیجدیئے،

شاہجہان ۱۲ ذی الحجہ (۱۸ دسمبر) کو لاہور پہنچگیا، اور ارادہ تھا، کہ اسی طرح کابل تک چلا جائے لیکن درباریون نے اسے رائے دی کہ وہ اتنی تکلیف گوارا نہ کرے، ایران کا نوخیز و ناتجربہ کار نوجوان حاکم اس برف باری مین قندھار نہ آئیگا، اور شاہجہان نے اس رائے کو بدقسمتی سے منظور کرلیا، لیکن عباس ثانی کے متعلق تمام تو قعات غلط ثابت ہوئین، اور ۱۲ محرم ۱۰۵۹ھ (۱۶ جنوری ۱۶۴۹ء) کو قلعدار قندھار کی عرضداشت پہنچی کہ:-

"دہم ذی الحجہ (۱۶ جنوری)..... والی ایران بپای حصار آمدہ محاصرہ نمود"

اب شاہجہان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے فوراً

"بادشاہزادہ نصرت آئین محمد اورنگزیب بہادر را بامدار المہامی سعداللہ خان و راجہ جسونت سنگھ..... باگروہے از منصبداران واحدیان تیرانداز و برق انداز کہ ہمگی بضابطہ پنجم حصہ پنجاہ ہزار سوار و مطابق چہارم حصہ شصت ہزار سوار بودند، و دہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار وغیرہ اینان بہ پیکار قزلباشان بقندھار تعین فرمودند"

چنانچہ ۱۸ محرم (۲۲ جنوری) کو سعداللہ خان لاہور سے اورنگ زیب ملتان سے

روانہ ہوگئے، شاہجہان خود بھی یکم ربیع الاوّل (۵ مارچ) کو کابل کی طرف روانہ ہوا، اور ۱۵ ربیع الاوّل (۱۹ مارچ) کو دریاے اٹک سے پار ہی ہوا تھا، کہ اس کو اطلاع ملی کہ بزدل قلعدار قندھار نے اندرونی سازشون اور بیرونی امداد کی آمد سے مایوس ہوکر ۸ صفر (۲۱ فروری) ہی کو قلعہ عباس شاہ کے حوالہ کردیا ہے، اور اس کے بعد ہی بست و زمینداور کے قلعون پر بھی اسکا قبضہ ہوگیا ہے، اور وہ قلعون کا انتظام کرکے ۲۴ صفر (۲۷ فروری) کو واپس بھی ہوگیا ہے،

اب شاہجہان نے اپنی دونون فوجون کو محاصرہ کا حکم دیدیا، یہ لوگ سخت مصیبتون کے بعد قندھار پہنچے، اور ۱۴ جمادی الاوّل (۱۶ مئی) کو محاصرہ شروع کردیا[1]، مگر یہ محاصرہ کسی صورت سے بھی کامیاب نہین ہوسکتا تھا، اسکی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی، کہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان کیساتھ جو فوج روانہ کیگئی تھی، وہ محاصرہ کی غرض سے نہین کیگئی تھی، بلکہ اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا، کہ وہ قندھار اور اس کے اطراف کے قلعون کی فوج کو اپنی تعداد سے مضبوط کرے، چنانچہ ان کے پاس محاصرہ کا کوئی سامان نہ تھا، قلعہ شکن توپون کا فقدان تھا، اور دوسرے اسباب کی بھی ایسی ہی کمی تھی، تاہم ایسی حالت مین جو کچھ بھی ہوسکتا تھا، اورنگزیب نے کیا، وہ کھلے میدان مین تھا، اور اسکے پاس بڑی توپین نہ تھین، اور ایرانی قلعہ کی دیوارون کی آڑ مین بیٹھ کر نہایت اطمینان سے گولہ باری کرسکتے تھے، ان کی توپین اپنی آتش باری سے کسی ایک جماعت کو بھی اطمینان سے کام نہ کرنے دیتی تھین، ایسی حالت مین اورنگزیب نے ایک طرف تو فوج کے ایک دستہ کو ایران سے آنیوالے راستہ کی حفاظت کیلئے بھیجا، کہ ایک طرف وہ بست و زمیندار کے لوگون کو جس صورت سے ہو، متاثر کرے، اور دوسری طرف اگر ایران سے کوئی فوج آتی ہو، تو اسکا راستہ روکدے، دوسری جانب اس نے نمایشی آڑ بناکر سرنگین کھودنی اور خندقون کا پانی نکالنا شروع کیا، اسمین ایک حد

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۴۸-۳۵،

تک اس کو کامیابی بھی ہو گئی تھی لیکن قلعہ کے پاس کھلے میدان مین جانا ناممکن تھا، اسی اثنا مین ایک نئی ایرانی فوج امداد کے لیے بڑھ رہی تھی، اور اس نے بست والی فوج کو پسپا کر دیا تھا، اورنگ زیب کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے مزید امداد روانہ کی، اور اس فوج نے اگرچہ ایرانیون کو شکست دیدی لیکن پھر بھی نفس محاصرہ پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا تھا، اور خود شاہجہان نے بصورت حال دیکھکر اورنگزیب کو واپسی کا حکم دیدیا، اور وہ ۸ رمضان (۵ ستمبر) کو قندھار سے کابل کی طرف واپس ہو گیا، آخری دنون مین ایرانیون سے جو کامیاب لڑائی ہوئی تھی، اس کے صلہ مین شاہجہان نے تمام سرکار کو انعامات دیئے اور ہمارے ہیرو کو بھی "بعنایت خلعت خاصہ برنوا ختند"[1]

دوسرا محاصرہ اورنگ زیب لاہور مین شاہجہان سے ملتا ہوا یکم ذی الحجہ (۲۲ نومبر) کو ملتان واپس گیا، اور وہان جاکر دوسرے محاصرہ کی تیاری مین مصروف ہو گیا، اس اثنا مین دو سال بھر کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۶۰ھ (۲۸ نومبر ۱۶۵۰ء) کو ملتان سے روانہ ہو کر مشورت کے لیے بادشاہ کے پاس دہلی گیا، اور وہان سے ۱۰ ربیع الاول ۱۰۶۱ھ (۱۲ فروری ۱۶۵۱ء) کو اپنے صوبہ کو واپس لوٹا، اورنگزیب کے خطوط سفر کے آغاز سے شروع ہوتے ہین، اور ایسی حالت مین جبکہ سرکاری اور دوسری تاریخین اندرونی حالات کے واقعات سے خالی ہین، یہ خطوط بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہین، اور ان کے ذریعہ ہم اورنگ زیب کے پوزیشن کو صاف اور اس کے مخالفین کی سازشون کو بے نقاب دیکھ سکتے ہین، ان خطوط کے دیکھنے سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے کس طرح ابتدا ہی سے اس محاصرہ کے لیے تیاریان شروع کر دی تھین، کس طرح اس نے اپنے علاقہ سے لیکر قندھار تک کے زمیندارون اور سردارون کو امداد کے لیے تیار کر لیا تھا، اور کس طرح وہ اس سلسلہ کی ایک ایک کڑی کو درست اور مضبوط کر رہا تھا"[2]

---

[1] وارث ص ۴۶ - ۴۹ [2] خطوط (۱۵-۶)

گذشتہ مہم کی طرح موجودہ مہم بھی دو حصّون مین منقسم ہوئی، سعداللہ خان سیدھا لاہور و کابل ہوتا ہوا روانہ ہوا، اور اسی روز اورنگزیب اس راستہ سے جو شاہجہان نے اس کے لیے مقرر کیا تھا، ۱۶ ربیع الاوّل ۱۰۶۲ھ (۱۶ فروری ۱۶۵۲ء) کو اپنی جماعت کیساتھ روانہ ہوا، ابتدا خیال تھا کہ دارا بھی اس مہم مین شریک ہو لیکن اس کے بعد شجاع کا نام تجویز کیا گیا، پھر طے ہوا کہ بادشاہ خود ملتان آئے لیکن ان مین سے کچھ نہ ہوا، اور اورنگزیب ملتان سے روانہ ہوکر مقررہ راستہ سے گذر کر مقررہ وقت پر ۳ جمادی الثانی (۲ مئی) کو قندھار پہنچگیا[1]، اسی اثنا مین شاہجہان نے محاصرہ کی تین صورتین سوچین، اورنگ نے سب سے رائے طلب کی، اس نے اظہار رائے کیا لیکن ہر مرتبہ بادشاہ کی رائے بدلتی گئی، اورنگزیب نے جب یہ غیر متیقن طریقہ دیکھا، تو سعداللہ خان کو لکھا، کہ وہ محاصرہ سے ایک دن پہلے پہنچ جاے، تو بہتر ہے، تاکہ دونون ملکر آیندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرلین. چنانچہ وہ سعداللہ خان کو لکھتا ہے:-

"امید کہ سیوم جمادی الثانیہ با اعیان دولت بملازمت برسد، لیکن اگر پیش از محاصرہ بیک روز احراز ایں سعادت نماید، بہتر باشد، چہ بریں تقدیر مورچا لہا و جاے فرود آمدن ہر یکے بآئین پسندیدہ مقرر خواہد گشت، و ایں معنی در صورتے جلوہ ظہور میابد کہ موکب عالی نزدیک قندھار در مکانے نزول کند، کہ ارکان سلطنت بآسانی بخدمت مای توانند رسید"

مگر سعداللہ خان ایک دن پہلے نہ پہنچ سکا اور جب پہنچا، تو اورنگزیب کو یہ حکم ملا کہ:-

"در ہر باب انچہ بائست، بخان دستور الوزرا، فرمودہ ایم، خاطر نشان آں مرید خواہد نمود، بموجب آں عامل گردد" (۱/۲۵)

اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب کو پہلے جس کارروائی کی اجازت دیگئی تھی اور جس

---

[1] اورنگزیب کے روزنامچۂ سفر کے لیے دیکھو خطوط ۲۴-۱۶،

کے لیے یقیناً اس نے کوئی نقشہ اپنے دماغ مین بنالیا ہوگا، اس کو عملی جامہ پہنانے سے اسے محروم کر دیا گیا، بلکہ سینکڑون میل دور بیٹھکر ایسی حالت مین جب کہ تار اور ریل کا زمانہ نہ تھا، ایک اہمترین محاصرہ کی قیادت کا جو افسوسناک حشر ہو سکتا تھا، اس کی طرف پہلا اور آخری قدم بڑھا دیا گیا۔ اس کے علاوہ ہم کو بتایا گیا تھا، کہ اس مرتبہ محاصرہ کے لیے بڑی توپین بھی بھیجی گئی تھین، ان مین سورت کی بڑی مشہور توپین بھی تھین لیکن ان کی تعداد اس قدر محدود تھی، اور ان مین سے بھی بعض اتنی بے مصرف تھین کہ ان سے بھی کوئی معقول خدمت نہین لیجا سکتی تھی، بہرحال ایسی حالت مین اورنگزیب سے جو کچھ ہو سکا، اس مین اس نے کوئی کوتاہی نہین کی، سب سے پہلے اس نے قلعون کا معائنہ کرکے موقع موقع پر فوجین مقرر کین، پھر خندقون سے پانی نکالنے اور سرنگون کو دیوار قلعہ تک پہنچانے کی کوشش شروع کی، فوجون کی حفاظت کے لیے کٹگھرے بنوائے، اور یورش شب خون گولہ باری سے جو کچھ ہو سکتا تھا، کیا، بڑی توپون کے فقدان نے اگرچہ اس کی تمام امیدون پر پانی پھیر دیا، لیکن پھر بھی شاہجہان نے دور بیٹھکر یہ حکم دیا کہ

"ازدو جانب یورش باید نمود" (۲۰۲)

مجبوراً اورنگزیب کو لکھنا پڑا کہ

"چون توپہاے کلان ایں مقدار نیست کہ دیوار اطراف قلعہ بیک دفعہ منہدم تواں ساخت وتاراہے بہم نرسید یورش مناسب نیست، بنابراں بصواب دید دستور دانی خبرت قرار یافتہ کہ جانب مورچال ایشاں درجاے مقرر ایں ارادہ از قوت بفعل آید۔ . . . . . .

چنانچہ بموجب ہمیں قرار داد، دراں جانب دو مدھا برپا میشود، ہرگاہ ازاں کار فراغ دست دہد توپہارا بالا برآوردہ و در ساعتے کہ دستور الوزارا اختیار کنند سر دادہ، دیوار را بیندازند، وایں مرید بہ اتفاق آں رکن السلطنۃ و جمعے از بندہاے درآنجا حاضر بودہ مردم را بدوانند۔ .

. . . . . " (ایضاً)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا رہا، اور اس نے پھر لکھا، کہ

" از دو جانب کہ ممکن است یورش باید نمود، از یک جانب یورش کردن، اصلا مناسب نیست، توپ سورتی ہماں طرف کے ہست، بودہ باشد، و شش توپ کلانِ دیگر در مورچال خان سعادت نشان آوردہ ہمیں کہ راہ بہم رسد، یورش نمودہ بعنایت الٰہی قلعہ پایان بالا کوہ را مفتوح سازند" (ایضاً)

اورنگ زیب اپنی آنکھوں کے سامنے، صورت حال دیکھ رہا تھا، وہ شاہجہان کے اس حکم کو ناقابلِ عمل سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے نہایت ادب سے اصل حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ لکھدیا ہے، کہ چونکہ اب حکم صاف ہے، اس لیے وہ اس کی تعمیل کرتا ہے:-

" قبلۂ این مرید سلامت! آنچہ بخاطرِ ملکوت ناظر کہ مطرحِ اشراقاتِ غیبی والہامات لاریبی است، رسیدہ، عین صوابست و امتثالِ آں لازم، این مرید موافق دریافت قاصر خویش نظر بآنکہ توپہائے درست کہ حقیقتِ آں از عرضداشت رکن السلطنت سعد اللہ خان بعرض مقدس خواہد رسید، آں مقدار نیست، کہ یکدفعہ از دو طرف دیوار قلعہ را توان انداخت تا دیوار رخنہ پذیر نہ شود، و راہ درآمدنِ مردم و انگردد، دو ویدن مناسب نیست:

معروضداشتہ بود کہ بالفعل از یک سمت یورش کردہ شود، الحال کہ حکم صریح صادر گشتہ، کہ البتہ از ہر دو طرف باید دوید، ہر چند معلوم است کہ از ضربِ دو توپ سورتی، بلکہ یک توپ درست کہ درین جانب است چہ قدر رخنہ خواہد شد، امّا برائے پاسِ حکم گیتی مطاع مقید بہیچ چیز نہ شدہ روزے کہ بصلاحِ وزیر بے نظیر قرار یابد، و جانبِ مورچال ایشاں در دیوارِ قلعہ رخنہ بہم رسد، انشاء اللہ تعالیٰ چنانکہ ارشاد یافتہ دو گھڑی از شب ماندہ

ملازمانِ خود را با جمعے از بندہاے شاہی کہ دریں طرف اند، تعین خواہد ساخت کہ یورش
نمودہ بتائیدِ الٰہی و اقبالِ بے ہمالِ خلافت پناہی در گرفتنِ قلعہ کوہ دقیقہ از دقائقِ سعی
و تلاش نامرعی نگذارند، امید کہ فتاح علی الاطلاق بمحض کرمِ خویش کنون خاطرِ مقدس را از
پردۂ غیب بمنصۂ شہود جلوہ نما گردانیدہ، مریدان و بندہا را در پیش گاہِ اقدس آبروے
کرامت فرماید" (ایضاً)

اورنگ زیب نے اس حکم کے ناقابلِ عمل ہونے کے اسباب بیان کر دینے اور ناکامیابی کی
ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے بعد حکم کی تعمیل شروع کر دی، اس کے ساتھ ہر بات پر شاہجہان
کی منظوری کی شرط نے اس کی تمام کارروائیوں کو ایک بے معنی سی چیز بنا دی تھی، چنانچہ نتیجہ وہی ہوا
جو حالات سے واقف اورنگزیب کو پہلے سے معلوم تھا، اور اس کی اطلاع ان الفاظ میں دیتا ہے،

"از آنجا کہ قبل ازیں باستصواب دستورالوزرا مقرر شدہ بود کہ نخست جانب دروازۂ
ماشوری کہ مورچال ایشان است دمدمہا ساختہ توپہا بالا بردہ آں طرف انداختہ
یورش نمودہ شود، ایں فدوی بہماں قرار داد در سرانجام و اہتمامِ دمدمہا قدغن بلیغ خود
حقیقت را معروض داشتہ بود، درینولا کہ دمدمہا تیار شدہ، وزیر صائب تدبیر توپ فتح
لشکر را با سہ توپ کلانِ دیگر بآنجا بردہ دو روز متواتر توپ بسیار سر دادہ، آخر ظاہر
نمودند کہ ازیں توپہا دراں طرف کارے نمی کشاید، ورخنہ پدید نمی آید" (ص ۳۲)

اب اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارہ تھا، کہ ایک مرتبہ پھر ایک نئی تدبیر
کے لیے درخواست کرے، اور اگر وہ منظور ہو جاے، تو اس کو عملی جامہ پہناے، چنانچہ اس نے
اسی ناکامی کی خبر کے ساتھ شاہجہان کو لکھا کہ اس ناکامیابی کی وجہ سے:-

"این مرید جاں سپار را غیرت تربیتِ آنحضرت دامنگیر گشتہ بران داشت کہ

توکل بر فضلِ کردگار تعالیٰ شانہ نمودہ یکبارہ از جانبِ کوہ یورش کند، چہ باوجود کمال توجہ خاطرِ اقدس بتسخیرِ قلعۂ قندھار و اجتماعِ چنیں لشکرِ عظیم دست از قلعہ بازداشتن از آئینِ حمیت و مردمی دور است، بنا بران بحسبِ امضائے ایں عزم، بصلاحِ خانِ سعادت نشان سوائے یک توپ درستِ سابق دو توپ دیگر از جملہ توپہائے سورتی کہ در مورچالِ طرفِ دروازۂ ماشوری بود، باین طرف آوردہ دو توپ دیگر کہ فتح لشکر و توپ سورتی، باشد، بطرفِ علی قابی بردہ مستعدِ یورش است؛

لیکن چوں معاملۂ یورش را اعلیحضرت کہ پیر و مرشدِ کامل مکمل بود فوردانش و مزید تجربہ آموزگارِ عقلائے روزگار اند بہتر می دانند، و حکمِ گیتی مطاع بدیں موجب نافذ گشتہ، کہ "ہرگاہ رخنہ در دیوار بہم رسد یورش نمودہ شود، و توپہائے کہ حقیقتِ آں از عرضداشتِ عضدالخلافہ سعداللہ خاں بعرضِ اقدس رسیدہ باشد، معلوم کہ چہ قدر رخنہ توانند کرد، و جمیع دولتخواہاں ظاہر ساختند کہ تا حکمِ صریح دریں باب صادر نشود، یورش مناسب نیست، چنانچہ صورتِ ماجرا، مفصلاً از عرضداشتِ دستور الوزرا بمسامعِ جاہ و جلال خواہد رسید، لہذا ناگزیر کیفیتِ حال را معروض داشتہ منتظرِ حکمِ مجدد است، ہر چہ در آئینۂ ضمیرِ خورشید نظیر کہ مطرحِ الہامِ غیبی است، پرتو اندازد بے توقف حکم شود تا مطابقِ آں عامل گردد" (۱۳۴)

اورنگ زیب نے یہ خط ۱۷ شعبان (۳ جولائی) کو لکھا تھا، لیکن اسی اثنا میں واقعات نے ایک عجیب و غریب پلٹا کھایا، تقریباً دس ہزار ازبک مغربی پہاڑیوں سے غزنی کے جنوبی علاقہ میں گھس آئے، شاہجہان کو خطرہ پیدا ہوا، کہ کہیں یہ غارتگر ان جان و مال، کابل و قندھار کے راستہ کو غیر محفوظ نہ کر دیں، اور اس خیال کے آتے ہی ۱۴ شعبان ۱۰۶۲ھ (۱۷ جولائی ۱۶۵۲ء) کو

"بادشاہ زادۂ کامگار محمد اورنگزیب بہادر و مدار المہامی سعداللہ خاں قرمان والا صادر شد

کہ ازدرِ حصار برخواستہ وتسخیرِ آں را بوقت دیگر باز گذاشتہ وتوپہاے کلاں راہمراہ گرفتہ بدرگاہ آسمان جاہ روند۔[1]

اورنگ زیب کو بھی اوزبکوں کی آمد کا حال معلوم ہوچکا تھا، اور بلخ وبدخشاں کے تجربہ سے جانتا تھا، (جیسا کہ واقعی ہوا) کہ یہ جماعت ڈرنے کی چیز نہیں ہے، اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، لیکن وہ اورنگزیب کی بات کب سننے والا تھا، پھر اورنگ زیب نے صرف ایک مہینہ اور محاصرہ کو قائم رکھنے کی درخواست کی، ابتداً یہ بھی نامنظور ہوئی، اور پھر جب منظور بھی ہوئی تو اس وقت کہ فوج کے سپاہی محاصرہ ترک کرکے روانہ ہوچکے تھے اس لئے اورنگزیب کو مجبوراً واپس آنا پڑا، وہ اپنی اس جبری روانگی کے متعلق لکھتا ہے:-

"مرشد مربی فواز سلامت: ایں اخلاص کیش در معاملۂ بلخ تمامی لشکر توران زمیں را از خان وسلطان ودیگر طبقات مردم کہ دریں مرتبہ فراہم آمدہ بود مکرر آزمودہ یقین می دانست کہ وجود ایں دوازدہ ہزار ازبکان بیجان چہ خواہد بود، وبراے استیصالِ آنہا نصف لشکرے کہ در رکابِ سعادتِ اعلیحضرت است کافی است، بنابراں نمی خواست کہ دست از قلعہ بازداشتہ بافواجِ قاہرہ بیحصول مطلب برگردد، اما ازانجا کہ حکم صریح بقدغنِ تمام نفاذ یافت کہ عساکر منصورہ ترکِ محاصرۂ قلعہ کردہ بے توقف معاودت نمایند، و بعد شہرتِ ایں خبر وبرگشتنِ قزلباشان وفتورِ محاصرۂ امتثالِ فرمانِ ثانی کہ در باب یکماہ توقف صادر گشتہ متعذر بود، ناگزیر بصواب دید دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد۔ (ص ۱۴)

ابتداے محاصرہ سے لے کر آخر وقت تک اورنگزیب کا جو طرزِ عمل رہا، اس نے ہر ہر بات

---

[1] وارث ص ۱۱۰، مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث ص ۱۱۔ ۱۹، منشآت طاہر وحید، تاریخ عالم آراے عباسی اور رقعات (۳۲ - ۲۵)

پر جس طرح بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی، جس طرح اس نے ہر موقع پر وزیر بے نظیر سے استصواب کیا، اور جس طرح اس نے ہر حملہ ہر کارروائی، اور ہر پر امید تحریک پر عملی امداد پیش کی، اوسکا اقتضا تو یہ تھا، کہ شاہجہان اس کی اطاعت، اس کی خدمت، اس کی جانفشانی کی قدر کرتا، لیکن اُسکی جگہ شاہجہان کو یہ سمجھایا گیا، کہ اس ناکامی کا ذمہ دار اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب ہی، اور اسی وقت سے معمر شاہجہان نے اورنگ زیب کے خلاف وہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا، اور اُس کی ہر کارروائی پر اس ناقابلِ ستایش طریقہ سے تعریض و تنقیص شروع کر دی، کہ شاید ہی کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اتنے تیروں کا ہدف و نشانہ بنایا ہوگا، اس کے ساتھ ہم اورنگزیب کی سعادتمندی، اسکی بردباری، اس کے تحمل و برداشت کی تعریف کرتے ہین، کہ اس پر طعن و تشنیع کی بارش ہو رہی ہے، ہر طرف سے دلدوز و جگر سوز تیروں سے سینہ کو زخمی کر رہے ہین، ہر طرف سے اس پر ذلت و رسوائی کی کمندین ڈالی جا رہی ہین، جابجا سازشون کے جال بچھائے جا رہے ہین، قدم قدم پر اس کی تباہی کے لیے کنوین کھودے جا رہے ہین، اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو بڑا سے بڑا دشمن کر سکتا تھا، لیکن اسکی پیشانی پر ایک شکن بھی نہین ہے، اس کا دامنِ صبر ہاتھ سے نہین چھوٹتا، اس کا قدم جادۂ استقامت و اطاعت سے باہر نہین پڑتا، اور اس کی کوئی ادا، کوئی حرکت حتی کہ کوئی لفظ ایسا نہین ہوتا، جس کو خلافِ تہذیب، خلافِ ادب، یا معاندانہ کہا جائے، وہ جب دیکھتا ہے، کہ شاہجہان دشمنون کی غیبت کا شکار ہو چکا ہے، تو مایوسی کی حالت مین اپنی بہن کو بلیغ ترین اشارہ مین اس کی طرف توجہ دلاتا ہے، اور صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہے کہ:-

"گر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کنی
کار مشکل می شود بر بے زبانانِ چمن" (۱۳۴/۲)

ہم دارا، جہان آرا اور دارا کے ملازمین کے قابلِ افسوس رویہ اور سازشوں کا حال یہاں پر نہیں، بلکہ برادرانہ تعلقات کے سلسلہ میں لکھیں گے، یہاں پر ہم صرف یہ بتا دینا چاہتے ہیں، کہ نیک دل شاہجہان نے اپنے مطیع و سعادتمند لڑکے کی جان فشانیوں کا صلہ کس طرح ادا کیا، ایک خط میں لکھتا ہے:

"بسیار عجب نمود کہ باچنیں سرانجامِ قلعہ بدست نیامد" (۳/۳۵)

اورنگ زیب خوب سمجھتا ہے، کہ اس کا کیا سبب تھا، اور شاہجہان کو اس پر کہاں تک متعجب ہونے کا حق ہے، لیکن پھر بھی وہ جواب دیتا ہے، کہ

"پیر دستگیر سلامت! حقیقت سرانجامِ قلعہ گیری از عرضداشتِ اخیر دستور الوزرا، کہ بقندھار بدرگاہِ جہان پناہ ارسال داشتہ بعرض اقدس رسیدہ باشد، خصوصیات دیگر نیز بعد ادراکِ سعادت بساط بوسِ اشرف از تقریرِ ایشاں مشروحاً در پیشگاہِ خلافت پرتو ظہور خواہد انداخت، برحقِ سبحانہٗ تعالیٰ ظاہر است کہ ایں مرید ہمہ وقت بمقتضائے اخلاصِ درستِ خداداد، پیش رفتِ کارِ پیر مرشدِ خود را منظور داشتہ، حتی المقدور در ہیچ باب کوتاہی ننمودہ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کیفیتِ حال برخاطرِ ملکوت ناظر کہ معیارِ حق و باطل ہست از قرار واقع ہویدا خواہد گشت" (۳/۳۵)

آگے چل کر پھر اسی خط میں شاہجہان لکھتا ہے:-

"ما از سرِ قندھار گذشتنی نیستیم، بہر طریق کہ دانیم، سرانجام گرفتنِ آں خواہیم فرمود، وآں مرید راہمیں کہ بملازمت برسد، رخصتِ دکن میفرمائم" (۳/۳۵)

اورنگزیب اس وقت بھی اطاعت کے جذبہ سے خالی نہیں ہے، وہ جس صورت سے بھی ہو بادشاہ کو خوش کرنا چاہتا ہے، حتی کہ وہ یہانتک تیار ہے، کہ وہ دکن کا صوبہ دار بننے کی جگہ ایک مرتبہ پھر محاصرۂ قندھار میں جس صورت سے بھی ہو قسمت آزمائی کرے، اور اسی خیال سے لکھتا ہے:-

"قبلہ و کعبۂ دوجہاں سلامت! ازاں جا کہ علوِ ہمت جہاں کشا و استقامت عزم والائے

اعلحضرت متوجہ اعاظم امور بودہ دہست یقین کہ فکر تسخیر قلعہ بلکہ تمام مملکت ایران باسہل وجہے خواہد شد، این مرید میخواست، کہ تا تقریب لیساق قندھار درمیان است، دریں ضلع بودہ ہرگاہ سرانجام بواقعی شود، بتوفیق موفق حقیقی عزائمہ کام وناکام قلعہ را مسخر ساختہ بوسیلہ آں استرضائے خاطر مقدس پیش از پیش حاصل نماید، الحال ہر چہ ضمیر خورشید نظیر اقدس اقتضا فرمود عین صواب ومحض حکمت است، این عقیدت منش را از اطاعت حکم والا چارہ نیست (۳۵)

اس کے بعد ہی جب اورنگ زیب کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو واپس بلوانے کے بعد اس کے دیرینہ مہربان داراشکوہ نے اس مہم کی کامیابی کا بیڑہ اٹھایا ہے، اور اس واقعہ کی وجہ سے اس کو تمام واقعات آئینہ کی طرح صاف سامنے آجاتے ہیں، اور قدرۃً خیال ہو سکتا ہے، کہ اس موقع پر اورنگ زیب کچھ نہیں تو کم از کم اندرونی سازشوں ہی کے خلاف ہلکی سی صدائے احتجاج ہی بلند کریگا لیکن اس کے اخلاق کی عظمت اور اس کی نیت کے اخلاص کا اس وقت قائل ہونا پڑتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں، کہ اورنگ زیب اس خبر کو سنکر ان الفاظ میں شاہجہان سے عاجزانہ درخواست کرتا ہے :-

"پیر دستگیر سلامت! بخاطر مقدس خواہد بود، کہ این عقیدت منش نوبت اول کہ مہم قندھار درمیان آمد، بعد استفسار کنکاش تسخیر آں قلعہ معروض داشتہ بود، کہ اولیٰ وانسب آنست کہ دادا بھائی بایں خدمت تعین شوند، وفدوی ہراول ایشاں بودہ بہ مراسم جانفشانی قیام نماید، چون مقدر چنیں بود، کہ دریں فرصت، این معنی در پردۂ تعویق باشد، دران ولا موقوف گشت، الحال نیز کہ ایشاں تعہد انجام این مہم نمودہ اند، . . . . . انشاء اللہ تعالیٰ افتتاح این عقدۂ دشوار بکلید سعی ایشاں موافق خواہش دولتخواہان خواہد شد، امید کہ این جاں سپار کہ باوجود تحمل تعب چنین یساق اصلا اندیشۂ صوبۂ دکن وغیرہ بخاطر

راہ ندارد، نیز بموجبے کہ درآں وقت التماس کردہ کہ چندگاہ دریں ضلع بسر بردہ تا ہنگامِ کار رفاقت نمودہ، بتدارکِ مافات بپردازد، شاید بتوفیقِ الٰہی، دریں مرتبہ مصدرِ تردد گردیدہ، استرضاے باطن اقدس بوجہ احسن حاصل نماید" (۵/۳۴)

لیکن شاہجہان اس کا جو جواب دیتا ہے، وہ یہ ہے کہ

"از ہر کس کارے می آید و عقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۵/۳۷)

اورنگ زیب اس تیر کو بھی نہایت ہی جوانمردی سے برداشت کرتا ہے، اور لکھتا ہے:-

"پیر و دستگیر و مرشدِ صافی ضمیر سلامت! ازاں جا کہ حکیم علی الاطلاق ذات مقدسِ اعلیٰ حضرت را صفاتِ کمال ارزانی فرمودہ، بقوتِ عقل و وفورِ تجربہ بر جہانیاں برتری بخشیدہ، و جوہرِ قابلیت و حالتِ ہر کس در والاید آنحضرت پید است یقین کہ آنچہ در بابِ مریدان و بندہا بر زبانِ حقائق ترجمان می گذرد، بیان واقع خواہد بود، و متضمن ہزاران نصیحت و ارشاد بر اعلیحضرت ظاہر است کہ ہر کرا فی الجملہ از خرد بہرہ است، در نفع و ضرر خویش پے می برد این جانسپار کہ تربیت یافتہ آنحضرت است، در تقدیم خدمتے کہ آں را باعثِ نیک نامی و منافعِ دو جہانی خود میداند، چون بتقصیر راضی خواہد شد بخاطر ملکوت ناظر خواہد بود، کہ ایں مرید وقتیکہ بقندھار رسید، چو صعوبتِ آں مرتبہ را بیاد داشت آنچہ موافق دریافتِ قاصرِ خویش معلوم نمود، بلا توقف معروض داشتہ التماسِ رفتن پیش کردہ بود چوں دولتخواہاں بمبالغہ تمام باز نمودند، کہ پیش رفت صلاح نیست، چہ دریں صورت جمعیت و مصالحِ قلعہ گیری کہ وفور ندارد، و منقسم میشود، و محاصرۂ قلعہ کہ اہم است بوا قعی از قوت بفعل نخواہد آمد، و ثانی الحال کہ ایں معنی بعرض مقدس رسید، حکم صریح بر طبقِ کنکاشِ دولتخواہان نفاذ یافتہ کہ آنچہ فدوی ہمانجا بودہ پیش نرود، بنابراں نصواب دید ایشاں کہ رعایتِ آن حسب الحکم الاعلیٰ لازم میدانست

بیروں نرفتہ، ناگزیر آں ارادہ را موقوف داشت، و باتفاقِ دستور الوزرا بمحاصرہ پرداختہ و حتی الامکان در آں باب کوشیدہ امیدوار بود، کہ کام و ناکام در ماہِ شعبان قلعۂ کوہ را مسخر خواہد ساخت، اگر فرصت می یافت، سعیٔ خود را باتمام رسانیدہ از طعن و ملامت ایمن می بود، ہرگاہ بحسبِ تقدیر مقدماتِ مخلِ مطلب رو دے می دہد، و فرصتِ کار از دست رود، غیر از اعتراف بقصور چہ چارہ؟ بعد از انکہ دیگر مریدان باچنیں سرانجام شروع دریں مہم نمودہ کارے از پیش بہ برند، تقصیرِ ایں مرید بوضوح خواہد پیوست، امید کہ برآزمایشِ ناآزمودہا اثرے مرتب گشتہ عنقریب مکنونِ خاطرِ مقدس جلوۂ ظہور دہد" (ص ۵۳)

ایک اور خط میں شاہجہان لکھتا ہے:-

"اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار را می توانند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم" ص ۵۴

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے:-

"مرشد مرید نواز سلامت! باین فدوی صورتِ ارادۂ خود را پیش ازیں معروض داشتہ بمسامع جاہ و جلال رسیدہ باشد، از آنجا کہ اولاً حکم صریح بقدغن ہرچہ تمام ترعزّ نفاذ یافتہ بود، کہ عساکر منصورہ بے ثانی معاودت نمایند، و این خبر شہرت یافتہ قزلباشان برگشتہ بودند و مردم دست از محاصرہ باز داشتہ برخے از پائے قلعہ برخاستہ، لہذا امتثالِ حکمِ فرمانِ ثانی را کہ در بابِ یک ماہہ توقف صادر گشتہ بود، متعذر یافتہ، ضرورۃً بصوابدید دستور تمام دانش و سائر دولتخواہاں اتفاقِ مراجعت افتاد، بر تقدیرے کہ در منشورِ اول حکم بر بلیغِ ثانی می رسید، بتوفیقِ الٰہی آنچہ بندہائے جانسپار در ہمیں ماہ شعبان بر سرِ قلعۂ کوہ می آوردند، بر عالمیان ظاہر می شد" (ص ۵۴)

اب شاہجہان کے پاس ان مسکت جوابات کے بعد محاصرہ پر تنقید کے لیے کوئی بات

باقی نہین رہی تھی، اس لیے اب اس نے دوسری صورت اختیار کی، اور لکھا کہ خیر محاصرہ کا تم نے جو حال کیا، تو وہ کیا ہی، :-

"اگر آں مرید ولایتِ دکن را ہم آباداں تواند کرد بسیار خوب است" (۵/۳۷)

اورنگ زیب اسکا جواب اس طرح دیتا ہے :-

قبلہ وکعبہ دوجہانی سلامت! بر ضمیر منیر اعلحضرت مکشوف خواہد بود کہ ایں عقیدت منش ہرچند کہ در آبادان کاری و پرداختِ صوبجاتِ عمدہ باسائرِ مریداں برابری ندارد، اما از ابتدائے کہ بعنایتِ جاگیر سرفراز شدہ، ہیچ گاہ در پرداختِ امور ملکی ونسقِ مہمات مقصر نبودہ، چنانچہ ہمیں صوبۂ دکن را کہ در نہایت ویرانی و برہم خوردگی بود، نوعے معمور ساختہ کہ بر عالمیان ظاہر است، وشاید بعد تغیر حقیتِ آں بمسامع علیہ رسیدہ باشد، در نیولا نیز بکرم ایزد جل شانہ، امید وارست کہ اگر یک چندے از روے استقلال صوبۂ مذکور بحال بماند، وسر انجام مصالح درخور بشود، بانکہ بسببِ دست اندازی وغفلتِ صوبہ داراں رعایا متفرق گردیدہ تمامی آن ولایت از انتظام درونق افتادہ انشاء اللہ تعالے اندک فرصتے آثارِ سعی وکوشش این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۳۷)

اس کے بعد سے ملاقات تک شاہجہان نے نہ تو پھر قندھار ہی کے متعلق ایک لفظ لکھا، اور نہ دکن ہی کے انتظام کے متعلق نصیحت کی، البتہ یہ حکم نافذ کر دیا، کہ اورنگ زیب اپنے سابق صوبہ مین جاکر اپنے بال بچون کو لا بھی نہین سکتا، بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ ان کو لکھدے، کہ لاہور مین آکر اس سے مل جائین، اور نگزیب کو ملتان نہ جانے دینے مین دارا نے جو مصلحت رکھی تھی اس کو ہم یہان پر بیان نہین کرینگے، بلکہ بھائیون کے تعلقات کے سلسلہ مین پیش کرین گے اورنگزیب نے اس حکم کو بھی بلا چون وچرا قبول کر لیا، چنانچہ اپنی بہن کو لکھتا ہی :-

"حسب الحکم جہاں مطاع سمت اندراج یافتہ کہ "ایں خیر خواہ پس از دریافت ملازمتہ اشرف بصوب دکن رخصت خواہند فرمود، بمردم خود بنویسد کہ از ملتان بلاہور بیایند"

برضمیر عطوفت تاثیر پوشیدہ نخواہد بود، کہ ایں ہوا خواہ در جمیع اوقات اطاعت حکم اقدس را سرمایۂ سعادت جاودانی دانستہ مطلبے جز استرضاے خاطر مقدس اعلیحضرت ندارد، وہرچہ ماموری گردد، صلاح کار خود انگاشتہ برخلاف اہل روزگار غرض خویش را بنظر درنمی آورد" (۱۳۴)

اورنگ زیب ٹھیک ایک مہینہ کے بعد ۱۲ رمضان (۷ اگست) کو بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور رمضان (۷ اگست) کو دکن کی طرف روانہ کردیا گیا، برسات کا زمانہ تھا، پنجاب کے دریا بھرے ہوے تھے، پل بنتے اور ٹوٹتے تھے، ایسی حالت مین سفر مین تعویق ناگزیر تھی، لیکن شاہجہان کو یہ بات بھی پسند نہ تھی، اور وہ اورنگ زیب کی اس تاخیر پر بلا وجہ ناخوشی کا اظہار کرتا ہی، اورنگ زیب اسی قسم کے ایک خط کے جواب مین لکھتا ہے:-

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! ایں فدوی در سرعت طے منازل کوتاہی ندارد، اگر این مقاہا کہ آں روے آنک و ایں طرف چناب واقع شدہ مانع قطع مسافت نمی گشت تا حال بنواحی دارالخلافت شاہجہان آبادی رسید، اکنون نیز انشاء اللہ تعالیٰ بعد عبور ازین دریا بقدر مقدور در سرعت تقصیر ننمودہ بوقت خود را بدان حدود رسانیدہ بتوفیق الٰہی قابو را از دست نخواہد داد" (۹/۱۴۱)

ایک دوسرے خط مین شاہجہان لکھتا ہی کہ

"آن مرید را در رفتن توقف بسیار روے دادہ، اکنون از ہر راے کہ زودتر، تواند رسید خود را برساند" (۱۱/۱۴۲)

اورنگ زیب اس کے جواب مین لکھتا ہے:-

"پیر دستگیر سلامت! از آنجا که این مرید همه جا برابر لشکر ظفر اثر طے مسافت می نماید، سبب توقف بر آئینۂ خاطر ملکوت ناظر روشن خواهد بود، راہے کہ بگھاتی چاندہ میرود، اگرچہ چند منزل نزدیک تر است، و این فدوی اصلا بتوقف راضی نبوده میخواهد که بسرعت تمام خود را بدکن برساند آما چون متعلقان جمیع مردم از ملتان رسیده اند، و بهل و اثاثه بسیار همراه است و باین همه اسباب و انثقال زیاده از چهار پنج کروه منزل نمی توان کرد و عقب گذاشتن مردم درچنین راه مسلوک مناسب نیست، قرار داده که از سنام ولودهانه شده، نزدیک دارالخلافه شاهجهان آباد، بر آن راه راست ملحق شود و از آنجا نوعے قطع منازل کند، که در عرض یک ماهه به برهان پور تواند رسید، چه در راه راست بادشاهی، اگر بعض مردم بزیادتی اسباب عقب بمانند، اندیشه نیست" (۱۱/۴۳)

ان جوابون کے بعد بھی شاہجہان کو یہی نظر آتا ہے، کہ اورنگزیب نہایت ہی آہستہ آہستہ سفر کر رہا ہے، چنانچہ وہ پھر لکھتا ہے کہ

"چهار ماه است که آن مرید از خدمت ما مرخص گشته دو ماه است که صوبه دار هر چهار صوبه دکن از آنجا روانه احمد آباد شده بگجرات رسیده هر چند آن مرید زود تر خود را بدولت آباد برساند بهتر است" (۱۲/۴۴)

اورنگ زیب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتا ہے:-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات من سلامت! بر پیشگاه خاطر ملکوت ناظر هویدا خواهد بود که این عقیدت کیش دریں مدت بهر خدمتے که سرفرازی یافته حتی الامکان بتقدیم آن پرداخته در امتثال حکم لازم الاتباع اصلا تعلل و تاخیر ننموده دریں مرتبه که بمحض تفضل و عنایات بیغایات وکن که قبل ازیں مدتے در آن مرز بوم بسر برده، دستوری یافته و خدمت بادشاهی که آن را

بمنزلِ طاعتِ الٰہی می داند، وراں صوبجات بسیار روے می دہد اگرچہ بعض موانعِ راہ وسایقی سپاہ کہ حقیقتِ آں بر ضمیرِ خورشید نظیر مستور نیست، واقع نمی شد، ایں ہمہ توقف چہ امکان داشت این مریدِ شاگردِ پیر و مرشدِ حقیقی خود بآہستہ رفتن کمتر آشنا است، انشاء اللہ تعالیٰ او اسطِ شہرِ صفر ختم بالخیر و الظفر بنواحیٔ برہانپور رسیدہ، اگر در آنجا کارے نباشد، بے توقف عزیمتِ دولت آباد خواہد نمود۔ (۱۴/۴۴)

اورنگزیب ان جھڑکیوں کو سنتا ہوا، اور شجاع و مراد سے ملتا ہوا، ۱۵ ربیع الاوّل ۱۰۶۳ھ (۳ فروری ۱۶۵۳ء) کو برہانپور میں داخل ہوا، اور ان الفاظ میں اپنے داخلہ کی اطلاع بادشاہ کو دی[1]:-

"این مرید . . . . . پانزدہم ربیع الاوّل داخلِ بلدۂ برہانپور شدہ مشغولِ پرداختِ مہماتِ اینجا است، ہرگاہ خاطر از بندوبستِ معاملۂ پایان گھات جمع نماید، انشاء اللہ تعالیٰ روانۂ دولت آباد خواہد شد" (۱۵/۴۹)

---

[1] سفر کے مفصل حالات کے لئے دیکھو خطوط نمبر ۴۹-۳۳،

باب ۶

نظامتِ دکن نوبتِ دوم،

اورنگزیب کو تو ۵ ربیع الاوّل ۱۰۶۳ھ (۳ فروری ۱۶۵۳ء) کو برہان پور مین داخل ہوا، لیکن شاہجہان سے رخصت ہوتے ہی وقت وہ دکن کا صوبہ دار بنا دیا گیا تھا، اور اس دوران مفتوحہ علاقہ کے متعلق ہر قسم کی ذمہ داریان اس پر عاید ہو گئی تھین، اور اس نے بھی ایک فرض شناس نوجوان کی طرح اپنے فرائض کو ایمانداری کے ساتھ ادا کرنا شروع کر دیا تھا، اس سلسلہ مین اس کا سب سے پہلا کام یہ تھا، کہ وہ دکن کی موجودہ حالت سے واقفیت حاصل کرے، کیونکہ اسے اس بات کا علم تھا، کہ اس کے دکن کو چھوڑنے کے بعد ان دس سالون مین وہان کی حالت بدتر ہو گئی ہے، ان دس برسون مین خان دوران، راجہ جے سنگھ، اسلام خان، شاہ نواز خان، مراد، اور شایستہ خان ملا کر چھ صوبیدار یکے بعد دیگرے اس صوبہ مین اپنی رائے اور اپنے خیال کے مطابق حکومت کر چکے ہین، اور چونکہ "ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت"۔ کے اصول پر زیادہ عمل درآمد ہوا ہے، اس لئے دکن نے ترقی کی جگہ تنزل کی طرف تیزی سے قدم بڑھایا ہے، خان دوران کی سخت گیری، اسلام خان کی حرص، مرزا راجہ کا تذبذب، مراد کی بے راہ روی، اور شایستہ خان مین ذمہ داری کے احساس کا فقدان، وہ چیزین تھین جنھون نے ایک طرف تو وہان کے افسرون کو بادشاہ کی خفگی سے مامون اور خود غرض کر دیا تھا، اور دوسری طرف رعایا تباہ، زراعت برباد،

اور ملکی انتظام تقریباً مردہ ہوگیا تھا، اگرچہ ان دس برسون مین اس صوبہ کو جو اندرونی امن اور بیرونی سرحدی ریاستون کے حملون سے اطمینان حاصل ہوگیا تھا، اس کا مقتضا تو یہ تھا، کہ یہان کی ہر چیز مین ترقی ہوتی، لیکن صوبہ دارون کی غفلت نے اگرچہ رفتار مین کمی نہ آنے دی، لیکن اب آبادی کی جگہ ویرانی منزل مقصود تھی، اور وہی صوبہ جس کی آمدنی سرکاری مورخ نے ۳ کرور ۶۲ لاکھ بتائی تھی ۱۶۶۲ء مین وہ صرف ایک کرور دے سکا تھا، جاگیرون کا حال اس سے بدتر تھا، ابتداءً جاگیردارون نے اپنی رقم پوری کرنے کے لیے رعایا پر جو تشدد کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکار اپنی زمین چھوڑ کر بھاگ گئے، اور جون جون رقم کی تدریجی کمی کی وجہ سے ان جاگیردارون کی سختیان بڑھتی گئین، مزروعہ علاقے گھٹتے اور غیر مزروعہ بڑھتے گئے، اور جب اورنگزیب نے اس صوبہ کی عنانِ نظامت اپنے ہاتھ مین لی، یہ مرض پرانا اور تقریباً ناقابلِ علاج ہوچکا تھا، لیکن اورنگزیب اس دماغی کیفیت کا آدمی نہ تھا، جو ناکامی سے فوراً مایوس ہوجاتے ہین، بلکہ وہ ان چند باہمت کامیاب لوگون مین تھا جنکو ناکامیابی مین کامیابی مسکراتی نظر آتی ہے، اور جو مصیبت کی تاریکی مین راحت کی روشنی دیکھتے ہین، ان تمام حالات کی عام واقفیت کے باوجود بھی اورنگزیب یاس و ناامیدی کا ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالتا، بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ یہ ہے کہ

"درین ولا نیز بکرمِ ایزد جل شانہ امیدوارست کہ اگر یک چندے از روے استقلال صوبۂ مذکور (دکن) بحال بماند و سرانجامِ مصالح درخور باشد بشود، باندکہ بسببِ دست اندازی و غفلت صوبہ داران، رعایا متفرق گردیدہ تمامی آں ولایت از انتظام و رونق افتادہ، انشاء اللہ تعالیٰ در اندک فرصتے آثارِ سعی و کوشش این مرید بظہور خواہد رسید" (۵/۳۰۶)

اس امید بلکہ یقین کے ساتھ جو شخص ایک کام کے لیے روانہ ہوگا، اس کی کامیابی یقینی ہے، اور ایسا ہی ہوا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ دکن کا صوبہ چار صوبون پر

مشتمل تھا، اور اس کو انتظامی حیثیت سے دو حصّون مین منقسم کر دیا گیا تھا، (۱) پایان گھاٹ اسمین خاندیش اور نصف برار شامل تھا، اور (۲) بالا گھاٹ یہ باقی ۲½ صوبون پر مشتمل تھا، اور چونکہ شمالی ہند سے آنے والا آدمی پہلے پایان گھاٹ ہی مین پہنچتا ہے، اس لیے شاہجہان نے بھی اورنگ زیب کو یہ راے دی تھی، کہ کچھ دنون وہان رہ کر اور وہان کی حالت درست کر کے وہ صوبہ کے دارالسلطنت مین جاے، اس لیے اورنگزیب نے بھی اسی کو اپنا لائحہ عمل بنایا تھا، اس کے ساتھ اورنگزیب اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھا، کہ یہ دور دراز کا خستہ و خراب صوبہ اس کو اس لیے دیا گیا ہے، کہ ایک طرف تو بادشاہ اور دارا سے بہت دور رہے، اور دوسری طرف اس کے دشمنون کو اسے بدنام اور شاہجہان کو بدگمان کرنے کے مواقع ہر وقت حاصل ہون، اور جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، ایک بڑی حد تک وہ دونون مین کامیاب ہوئے، اس لیے اورنگزیب نے ابتدا ہی سے شاہجہان کو وہان کے حالات سے واقف کر دینا شروع کر دیا تھا، اور برہان پور پہنچنے کے پہلے ہی اس نے پایان گھاٹ کی حالت کے متعلق ان الفاظ مین اطلاع دیدی تھی:-

"پیر دستگیر صافی ضمیر سلامت؛ چون پرداخت مہمات پایان گھاٹ کہ بغایت از نسق افتادہ ضرور است، انشاء اللہ تعالی بموجب حکم مقدس . . . . . روزے چند دراں بلدہ (برہانپور) اقامت گزیدہ وخاطر از بندوبست آنجا مطمئن ساختہ بدولت آباد خواہد رفت، وبتوفیق الہی ومین تربیت وارشاد مرشد کامل مکمل خود، در معمورئی وانتظام مہام صوبجات دکن کہ حقیقت ویرانی وبے رونقی آں پوشیدہ نیست بقدر مقدور اہتمام

لہ یہان پر یہ بات بھی غور طلب ہی کہ دارا کو جو صوبے دیئے گئے ہین وہ حکومت کے بہترین صوبے کابل، ملتان، پنجاب، اور الہ آباد ہین، شجاع، بنگال اور اوڑیسہ کا دائمی صوبہ دار ہے، مراد بھی مالوہ، کشمیر، یا گجرات ہی مین اکثر و بیشتر رہتا ہے،

لازم دانستہ بتقصیر از خویش راضی نخواہد گشت (۱۲)

برہان پور پہنچنے کے بعد جو پہلا خط شاہجہان کو لکھتا ہے، اس میں ذرہ تفصیل کے ساتھ دکن کی ویرانی کا حال لکھتا ہے:-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سلامت! پیش ازیں شنیدہ شد کہ بندوبستِ بکلانہ خوب شدہ دریں ولا کہ ایں مرید بہ برہان پور رسید، خلاف آنچہ مسموع بود بظہور پیوست، واقعہ نویسِ معزول بندرِ سورت کہ روانۂ درگاہ جہاں پناہ است، شاید بوسیلۂ ایستادہائے پایہ سریر خلافت مصیر حقیقت را بمسامع جاہ و جلال برساند، چون بہمت ضبطِ بکلانہ کہ بعد سید عبداللہ خوب بعمل نیامدہ جمعے را از حضور خود جدا نمودہ باید فرستاد، و سوائے حاصلِ آں ولایت کہ از زبونیٔ عمل نسبت بگذشتہ بسیار کم است، مبلغ کلی خرچ بایستے نمود، تا بندوبست خاطر خواہ شود، و پرداختِ صوبجاتِ دکن کہ از نسق افتادہ ضرور است، و برائے سرانجام خدماتے کہ دریں صوبجات روی دہد، جمعے لائق در حضور ایں فدوی درکار، و کیفیتِ ویرانی و بے رونقیٔ آں باوسعتے کہ دارد کہ بر اعلیحضرت بنگرد و شمۂ بنا بر آں نظر بمقتضائے وقت نمودہ اسد اللہ ولد میر فضل اللہ را . . . . . بخدمتِ فوجداریٔ بکلانہ تعین ساخت" (۱۳)

لیکن شاہجہان دکن کی اصلاح کے لیے بے صبر تھا، بہ بے صبری سے یہ بھی سوچنے نہ دیتی تھی، کہ اتنے بڑے صوبہ کی اصلاح اس قدر جلد ناممکن ہے، اس کا خیال تھا، کہ اورنگزیب کو، الف لیلہ کے سمسم کی طرح جادو کے کچھ الفاظ یاد ہیں، جنکے کہنے کے ساتھ ہی تمام غیر مزروعہ ویران صوبہ ایک دوسرا سرسبز و شاداب لہلہاتا ہوا کھیت بنجائے گا، اورنگ زیب کو آئے ہوئے ابھی تین مہینے بھی نہ گذرے تھے، کہ اس نے لکھنا شروع کیا، کہ

"چون آں مرید تا حال از مہمات پایان گھاٹ فارغ شدہ باشد و بندوبستِ آں کما ینبغی

نموده، باید کہ بمجرد وصول ایں مثال سعادت تمثال روانۂ دولت آباد شود، و ولایت بالاگھات و پایان گھات از خود دانستہ پرداختِ آں بواجبی نماید" (۳/۵۱)

اورنگزیب کو ویرانی اور اسکی اصلاح کے لیے جس طویل مدت کی ضرورت ہوگی حقیقی علم تھا اور اس نے اس حکم کا اس طرح جواب دیا:-

"بر پیشگاہِ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا خواہد بود، کہ ایں مرید بمقتضاے حسنِ عقیدت ہمہ وقت تقدیمِ خدماتِ بادشاہی را عین سرانجامِ مقاصدِ دارین خود تصور نمودہ، حتی الامکان دراں سعی مبذول میدارد، و بہ تن آسانی کمتر پرداختہ بقدرِ مقدور اوقات را صرفِ بند و بستِ مہامِ ملکی می سازد،

"از آنجا کہ برہم خوردگیٔ ولایتِ دکن کہ دریں مدت دہ سال پرداخت نشدۂ ازاں قبیل نیست کہ نسقِ آں بزودی دست بہم دہد، و سرانجامِ ولایت نوعے کہ در بودنِ خود می تواں کرد، غائبانہ میسر نہ، و معہذا می دانست کہ مطمحِ نظرِ اعلیحضرت پرداختِ ولایت است و بالفعل در دولت اباد آں چنان کار ضروری نیست کہ نظم و نسقِ پایان گھات ناکردہ بسرعت تمام انجام باید رفت، بنابراں . . . . . می خواست چندگاہ در برہان پور توقف نمودہ خاطر از خاندیس و برار و پایان گھات جمع سازد، الحال کہ پریغ اشرف بدنیگونہ نفاذ یافت مستعدِ عزیمتِ دولت آباد است، لیکن اگر حکم شود کہ اوائلِ شہریور از نیجا روانۂ آں طرف گردد، شاید پرداختِ پایان گھات بہتر ازیں صورت بیاید، دیگر انچہ بخاطرِ مقدس برسد محض حکمت است" (۳/۵۱)

اورنگ زیب نے دکن مین پہنچنے کے ساتھ ہی اس صوبہ مین بھی عمل تباہی کا اجرا شروع کردیا تھا، اور اسی غرض سے اس نے مرشد قلیخان کو بالاگھاٹ کا دیوان مقرر کیا تھا، ملتفت خان پایان

پایان گھاٹ کا دیوان تھا، اورنگ زیب نے اس کو بھی اس عمل کے اجرا کے لیے کہا، اور بعد میں اونے مرشد قلی خان ہی کو دونوں حصوں کی دیوانی پر مقرر کرا دیا، راجہ ٹوڈرمل اکبری کے اصلاحات دیوانی کے دکن میں رائج کرنے کا سہرا اورنگزیب اور مرشد قلی خان کے سر ہے، مرشد قلی خان نے اس سلسلہ میں جس تندہی، جس محنت، جس ایمانداری اور جس استقلال سے ویران دکن کو آباد کرنے کا کام شروع کیا تھا، اس کا مفصل حال مآثر الامرا میں مذکور ہے، اورنگ زیب بھی اس کے کاموں سے خوش تھا اس کا بڑا مداح تھا، کوئی ایسا موقع نہ ہوتا جہاں مرشد قلی کا ذکر ہوتا اور اورنگزیب اس کے کاموں کی تعریف نہ کرتا، ایک خط میں شاہجہان کو لکھتا ہے:۔

"پیر دستگیر سلامت؛ در پرداخت ہر چہار صوبۂ دکن از دیاد آبادی آں حتی الامکان بسعی مصروف شدہ و میشود، امید کہ بعمل بتمائی این ولایت نسق شایستہ بیابد، آنچہ از کاردانی و فہمیدگی مرشد قلی کہ بر زبان کلک الہام بیان گذشتہ محض کرامات است، ایں مرید اورا ایں چنین بندہ دانستہ التماس عہدۂ دیوانی بالاگھاٹ برائے او نمودہ بود، احانت او در ہمہ باب بعمل آمدہ و خواہد آمد" (۶/۵۴)

ایک دوسرے خط میں مرشد قلیخان کو پایان گھاٹ کا بھی دیوان مقرر کرنے کے لیے ان الفاظ میں درخواست کرتا ہے:۔

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! چون ایں فدوی را برائے خدمت دیوانی (پایان گھاٹ) ہم فہمیدہ کاروان درکار است و مرشد قلی خان باوجود خدمت مرجوعہ خویش این خدمت را بہ براہ می تواند نمود، اگر حکم مقدس شرف نفاذ یابد امور دیوانی را بدو تفویض نمایند" (۲/۵۴)

ایک اور خط میں اس کی جاگیر کی کم حاصلی کے متعلق شکایت کرتے ہوئے ان الفاظ میں درخواست کرتا ہے:۔

لہ جلد سوم ص ۴۹۳-۵۰۰،

"پیر و مرشد حقیقی! این مرید سلامت! مرشد قلیخان بندۂ کارآمدی درگاہ معلی است و خدمت مرجوعہ را از روے امانت و دیانت بہ تقدیم رسانیدہ در پرداختِ مہماتِ ولایتِ بالاگھاٹ و اباد داں کاری دقیقہ از دقایقِ سعی و اہتمام فروگذاشتہ، اگر دیوانیانِ پیشین نیز بہمین نمط توفیق جد و جہدی یافتندے، کارِ ایں ولایت بدینجا نمی رسید" (۴۳/۷)

اور یہ واقعہ ہے کہ مرشد قلیخان نے دکن کو دکن بنا دیا، اس نے تمام زمین کی پیمایش کی، اس کے پیداوار کا مطالعہ کیا، پھر اسی کی روشنی مین تین قسم کی مالگذاری مقرر کی، اسی کے ساتھ غریب کاشتکارون مین تقاوی تقسیم کی، اور مالگذاری کی صحت کے لیے ایک خاص طریقہ مقرر کیا، اور آج تک اسی کی پیمایش اکثر و بیشتر دکن مین رائج ہے، اور اس کے دھارے کی مقبولیت کا ہین ثبوت اورنگ زیب اپنے دیوانون کی مدد سے اصلاح کی طرف متوجہ تھا، اور شاہجہان جلد از جلد دکن کو آباد دیکھنا چاہتا تھا، اس لیے وہ اورنگ زیب کو ایک مرتبہ پھر لکھتا ہے، کہ تمھارے آدمیون سے دکن کا انتظام نہین ہو سکتا، اور نگزیب اس کی تشریح ان الفاظ مین پیش کرتا ہے:

"مرشد کاملِ من سلامت! برایستادہاے پایہ سریر خلافت ظاہر خواہد بود کہ چہ قدر جمعیتِ ایں مرید بہ بکلانہ رفت و تا چند در آنجا بود، کہ ضبط شایستہ از انہا بفعل نیامد، اگر ایں فدوی یکچندے جمعیتے درخورِ کارآنجامی داشت حقیقتِ عمل بعرض مقدس میرسید" (۴۳/۱۰)

بہرحال جب برہان پور مین تقریباً ۹ مہینے رہ کر اورنگزیب ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۶۳ھ (۲۸ اکتوبر ۱۶۵۲ء) برہان پور سے روانہ ہو کر ۱۴ محرم ۱۰۶۴ھ (۲۵ نومبر ۱۶۵۳ء) کو دولت آباد مین داخل ہوا ہے، تو وہ اس قابل تھا، کہ وہ شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دے کہ

"امید کہ بیمنِ نیتِ حق طویتِ اعلیحضرت پرداختِ مہماتِ ایں ولایت نیز بدستور پایان گرفتہ صورت گرفتہ اجراے عملِ تبائی کہ حسب الحکم الاقدس قرار یافتہ سببِ از دیاد آبادی گردد" (۴۳/۱۱)

اگرچہ اورنگ زیب اپنے فرائض کی ادائگی مین مصروف تھا، اور ہر طرح دکن کی آبادی و رونق کے لیے کوشان، لیکن شاہجہان کا کوئی خط ایسا نہین ہے جس مین اس نے اورنگزیب پر سستی، بے توجہی اور مجرمانہ غفلت کا الزام نہ لگایا ہو، آخر اورنگ زیب بھی اپنی خاموشی کو جاری نہ رکھ سکا، اور اگرچہ اسے "خودستائی" پسند نہ تھی، پھر بھی اپنے کو الزام سے بری کرنے کے لیے اوسے اطلاع دینا پڑی کہ

"سعی و اہتمامے کہ دریں فرصت اندک در باب پیش آمدن ایں ولایت ازیں مرید بظہور رسیدہ چون عرض آں لاف و گزاف بود، و ایں فدوی بدیں شیوہ کمتر آشنا است، بنابراں ہرگز دریں وادی نیامدہ راضی نہ شد کہ دیوانیان اینجا، نیز ایں معنی را معروض دارند، ہرگاہ این مرید تقدیم خدمات پیر و مرشد و جہانی را بمنزلہ طاعات پروردگار حقیقی عز اسمہ تصوری نمودہ باشد حتی الامکان در نظم و نسق معاملات این ملک چگونہ بتقصیر از خوشنودی راضی خواہد گشت، ولاتے کہ از مدتے بہمات کثیرہ ویراں و خراب شدہ، اگرچہ معمورئی آن در عرض دو سہ سال چنانچہ باید صورت نیابد از غفلت و کوتاہی نیست، و مہذا دریں سال از توجہ باطن فیض مواطن اعلحضرت در اکثر محال بالاے گھات و پایان گھات قریب یک سواے از جمع عمل یافت خان اضافہ آمدہ چنانچہ بتفصیل از عرائض دیوانیان بعرض والا خواہد رسید، انشاء اللہ تعالی بمرور و تدریج آثار آبادانی ظاہر خواہد شد" (۳۵۹)

اورنگ زیب نے آمدنی مین ۲۵ فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے، ویرانی آبادی کی شکل اختیار کر رہی ہے، لیکن وہ صرف خودستائی سے بچنے کے لیے اپنی کامیابی و شہرت پر بھی پردہ ڈال رہا ہے، اور اب بھی جبکہ ترقی کی راہین کھل چکی ہین، وہ سررشتۂ اعتدال کو ہاتھ سے نہین چھوڑتا، بلکہ اس کیلئے بھی "بمرور و تدریج" کی شرط لگاتا ہے، یہ دراصل اسکی اخلاقی عظمت کی دلیل ہے، لیکن اس کامیابی

کے بعد بھی شاہجہان کی پیشانی کی گرہین نہ کھلین، بلکہ ان مین زیادہ الجھن، باریکی اور سختی پیدا ہوگئی غصہ کے سیلاب نے عقل و فہم، انصاف و عدل کے بند کو توڑ دیا تھا، اورنگ زیب اسکی پوری زد مین تھا، وہ ایک موج کی زد سے مشکل ہی سے بچنے پاتا تھا، کہ دوسری خوفناک موج اسے ہمیشہ کے لیے اپنے آغوش مین بٹھانے کے لیے بڑھتی تھی، کشیدگی و اضطراب، بدگمانی اور بے چینی بڑھی، اور اسنے باپ، بیٹے کے تعلقات کو منقطع کر دیا، اور یہ کشیدگی اس وقت تک باقی رہی، کہ برادرانہ جنگ کے کے دل بادل تمام ملک پر چھا گئے، اور اس مین سے عدم اعتماد کی بجلی چمکی اور تمام ملک مین خون کی بارش ہوئی، اس اجمال کی تفصیل آگے آئیگی،

اختلافات کے اسباب اورنگ زیب اور شاہجہان کے باہمی اختلاف کی ایک بڑی وجہ اورنگ زیب کی وہ جاگیرین تھین، جو اسے دکن مین دیگئی تھین، اگرچہ ملتان و بہکر کی جاگیرین بھی اس رقم کے مقابلہ مین جنکے لیے وہ دیگئی تھین، بہت کم تھین[1] پھر بھی وہ دکن کی موجودہ جاگیرون سے لاکھ درجہ اچھی تھین، ان مین کچھ نہین تو نصف ضرور ملجاتا تھا، لیکن یہان تو شاید دسوان حصہ بھی ملنا مشکل ہی تھا، اورنگزیب محاصرۂ قندھار کے بعد کابل کی طرف روانہ ہی ہوا تھا، کہ اُسے ملتان سے دکن کی تبدیلی اور اپنی جاگیر کے متعلق کاغذات ملے، اس نے اسی وقت شاہجہان کو لکھا، کہ اس وقت جو جاگیرین اسے ملی ہین، ان کے حساب سے اس کی موعودہ رقم مین جو ان جاگیرون سے وصول کیجائیگی، سترہ لاکھ کی کمی ہوگی، اور اس دائمی کمی کی موجودگی مین وہ کسی صورت سے بھی دکن جیسے اہم صوبہ کی نظامت کے شایانِ شان خدمات انجام نہین دیسکتا، وہ لکھتا ہے :-

"قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سلامت! برضمیر خورشید تاثیر اعلیٰحضرت ..... ہویدا خواہد بود، کہ این فدوی کہ پیش نہادِ ہمتش در ہمہ وقت استرضاے خاطر مقدس ست،

[1] دیکھو خط ۱/۱۳۲ بنام جہان آرا بیگم،

دریں مدت بہر خدمتے کہ از پیشگاہِ خلافت سرفراز شدہ، سعادتِ خود در آن تصور نمودہ طاعت حکم را سرمایۂ دولت جاودانی دانستہ، بے مداہنت و التماسے بقدرِ مقدور در پیش رفت آں کوشیدہ دریں ولا از ملاحظۂ تفاوت حال و دول جاگیرِ دکن کہ حقیقتِ آں بر اعلیحضرت نیکو روشن است، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بعد از ملازمت از تقریر دلپذیر وزیرِ بینظیر بمسامعِ جاہ و جلال خواہد رسید، بغایت متعجب گشتہ کہ ایا سببِ ایں ہمہ کمی کہ قریب ہفدہ لک روپیہ است و باعثِ تغیر جاگیرِ سیر حاصل ملتان و بہکر شدہ، چہ خواہد بود؟

اگر از روے ذرہ پروری و مریدنوازی بخاطرِ مبارک پرتو انداختہ باشد کہ ایں فدوی بخدمت صوبۂ عمدہ سربلند گردد، دریں صورت پرداختِ احوال نوعے قرار یابد کہ از عہدۂ این خدمت و ضبطِ صوبجاتِ سرحدِ وسیع برہم خوردہ بواقعی برو آمدہ میانِ اقران و دنیاداران دکن انفعال نہ کشد، و در حضورِ اقدس نیز مقصر نبودہ از عتاب و خطاب ایمن باشد۔" (۴/۱۳۴)

اس کمی کی شکایت اپنی بہن جہان آرا سے بھی کرتا ہے:-

"چون دریں ولا دول جاگیر دکن کہ از پیشگاہ والا بدستور الوزارہ رسیدہ بود حسب الحکم الاعلیٰ مطالعہ نمود، از تفاوتِ یافت و خلافِ آمد طالع بغایت متعجب است کہ آیا سببِ ایں ہمہ کمی چہ خواہد بود، اگر مرضیٔ طبع مبارک آن است، کہ ایں اخلاص منش در گوشۂ بسر برد، دریں صورت تنہا بکلانہ، کہ سابقًا بصیغۂ التمغا مقرر بودہ، کافی است، و اگر از سوے مریدنواز ذرہ پروری بخدمت صوبۂ عمدہ سرفرازی شود، پرداختِ احوال نوعے فرمایند کہ ثانی احوال میانِ اقران و دنیاداران دکن انفعال روندہد، و در پیشگاہِ خلافت مقصر نبودہ موردِ عتاب و خطاب نگردد۔" (۲/۱۳۴)

ان خطوط کا یہ اثر ہوا، کہ شاہجہان نے "بکلانہ را سواے این دول با نعام مرحمت فرمودند" (۳/۱۳۵)

دکن مین اورنگزیب کو دو حصہ جاگیر، ایک حصہ نقد کا حکم ہوا تھا، اس کی جاگیر کا حال بہت خراب تھا اور جس رقم کے لیے جاگیرین دیگئی تھین، اُن کا چوتھا، پانچوان حصہ بھی مشکل سے وصول ہوتا تھا، اور نقد کے لیے بھی خود سرکاری زمینون سے اتنا روپیہ وصول نہ ہوتا تھا کہ وہان کے اخراجات کے لیے کافی ہو، اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے پہلے تو اُسے دکن کے خزانہ محفوظہ سے روپیہ لینا پڑا، اور جب اس مین ضرورت کے مطابق ہی رقم رہگئی، تو یہ رقم مالوہ، و سورت کے خزانون سے دلائی جانے لگی، اورنگزیب نے شاہجہان کو ان باتون کی خبر اس طرح دی ہی:-

"کیفیتِ مداخل و مخارجِ صوبجاتِ دکن آن است، کہ ہر سال قریب شش لک و سی و سہ ہزار روپیہ بخرچ اہتمامِ توپخانہ و اہل وظائف و سائر اخراجاتِ لازمیٔ ہر چہار صوبہ مقرر است، و بست و پنج لک و چہل و سہ ہزار روپیہ درطلب نقدیٔ ایں مرید و رزیانۂ خانہ زادانِ درگاہ والا و غیر تنخواہ شدہ کہ ہمگی سی و یک لک و ہفتاد و شش ہزار روپیہ است و محصول پرگنہ بیر و دیگر محالِ خالصہ شریفہ با ہشت لک روپیہ بمشکیشِ قطب الملک و یک لک روپیہ بمشکیشِ زمیندار دیوگدہ از یازدہ لک و چہل ہزار افزون نیست، دریں صورت ہر سال بست لک و سی و شش ہزار روپیہ دیگر باید، کہ داخلِ اینجا با خرچ برابر شود، و از آنجا کہ ہشتاد لک و شصت ہزار روپیہ بہ تقریبات در خزانہ عامرۂ دکن فراہم آمدہ بود، و مدتے بایں اخراجات وفا میکرد، ایں مرید در ایام کہ داخل ایں صوبہ گردید، با وجود ظہورِ حقیقت با ظہارِ آں نپرداختہ عرضداشت ننمودہ، اکنون کہ مبلغے از موجوداتِ خزانۂ والا دریں چندگاہ صرفِ اخراجات مسطور شدہ و موازی بست لک روپیہ ذخیرۂ دولت آباد اسیر ہشت لک و پنجاہ ہزار روپیہ باقی ماندہ و اقلاً این مقدار خزانہ برائے احتیاط ضرور است، کہ دریں قسم صوبۂ عمدہ سرحد ہمہ وقت موجود باشد، و اجب دید، کہ صورتِ حال را بارگاہِ جلال معروض دارد" (۱۲/۱۰۷)

اورنگ زیب اس خط کے پہلے بھی متعدد عرضداشتون مین قلتِ محاصل کی شکایت کر چکا تھا اور اس پر بادشاہ نے اُسے حکم دیا تھا، کہ اس کے تیول مین جو کم حاصل زمینین ہین، ان کے عوض وہ سرکاری زمینون مین سے جو اچھی ہون، خواہ وہ جاگیرداردن کے پاس ہون، یا سرکاری انتظام مین، چن لے، لیکن اورنگ زیب جانتا تھا، کہ اگر اس نے ایسا کیا، تو بہت سے سرکاری ملازم تباہ ہو جائین گے، اس لیے اس نے بادشاہ کے سامنے مندرجۂ ذیل تجویز پیش کی کہ

"اگر حکمِ اقدس زینتِ نفاذ یابد، از ابتدائے فصلِ خریف موافقِ حال حاصل بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی محال یتول داراں را بخالصہ شریفہ ضبط کنند تا در آیندہ، دخل با خرج مساوی گردد، لیکن چون جمعِ دائمی این صوبجات بعد وضعِ تخفیف کہ یک ارب و چہل و چہار کرور و نود لک دام است، و محصولِ آں با دوازدہ لک روپیہ کمی کہ دیوانیانِ سابق بجہتِ قائم داشتنِ جمع بصیغۂ آنت نوشتہ اند یک کرور روپیہ است، کہ سراسری سہ تا ہم درست نمی شود، از انجملہ دوازدہ کرور دام در جاگیر و سہ کرور دام در وجہ انعامِ ایں مریدِ خانہ زادِ درگاہ معلی تن گردیدہ و بر تقدیرے کہ محالِ بست لک و سی و شش ہزار روپیہ وصولی دیگر خالصہ کردہ شود، یقین کہ اکثر بندہا تعین دکن بے جاگیر خواہند ماند، ضرورۃً اینہا را رخصتِ بارگاہ خلافت باید نمود، و نزدیک سہ لک از جمعیتِ اینجا کہ کیفیتِ آں بر پیشگاہِ خاطرِ ملکوت ناظر ہویدا است، کم خواہد شد، و دریں صوبہ کہ از جہاتِ کثیرہ با صوبہ بنگالہ و گجرات نسبتے ندارد، و باید کہ جمعیت خوب ہمیشہ موجود باشد"

. . . . . قبل ازیں نیز کہ ایں مرید بصوبہ داری دکن امتیاز داشت ہمیں مراتب را منظور فرمودہ از جملہ جاگیرِ ایں فدوی چند پرگنہ را در صوبجاتِ دیگر عنایت نمودہ بودند و طلب نقدی از صوبہ مالوہ و بندر صورت (سورت؟) مرحمت شد، و چند کس از بندہاے پیش منصب

که جاگیر در صوبہای دیگر داشتند، دریں صوبہ بسر برند، بنا براں امیدوار است، که دریں باب نوعے کہ رائے ممالک آرائے خورشید ضیائے اقتضا فرماید، بایں مرید ارشاد شود، تا مطابق آں کام بند گردد۔" (۱۲/۶۸)

شاہجہان نے اپنے رائے نہین بدلی، جاگیردن کو جنھین ستّرہ لاکھ کی کمی ہے، علی حالہ رہنے دیا، البتہ نقدی کے متعلق یہ حکم ہوا کہ

"ہر چند نظر بآنکہ دریں سال آں مرید پرداختِ صوبجاتِ دکن از قرار واقع ننمودہ، بایستے تمام تیولِ او در آں صوبجات تنخواہ باشد تا در افزونیٔ آباداں میکوشند اما چوں از ریگذشتِ قلتِ حاصلِ جاگیرِ دکن نقصانے بآں مرید میرسید دو سال دیگر نیزدہ کرور دام بقرار دہ ماہۂ نقد از خزانۂ صوبہ مالوہ تن شدہ، دو کرور دام تتمۂ نقدی را از نصف بیع نوشت نیل با پرگنہ ندربار در صوبجاتِ دکن از محالِ جاگیرداراں انتخاب نمودہ بگیرد۔" (۳/۵۹)

اس کے جواب مین اورنگ زیب نے لکھا، کہ حتی الامکان "تخمیرِ زراعت و توفیرِ عمارت" مین سستی نہین کیجاتی، چنانچہ دیانت خان نے جو جمع عمل مقرر کیا تھا، اس مین ۲۵ فیصدی کا اضافہ ہوگیا رہا نقدی کا سوال اس کے متعلق عرض ہو کہ

ایں مرید با اخراجاتِ بے فائدہ کمتر پرداختہ آنچہ از تفضلاتِ مرشدِ حقیقی میاید، صرفِ علوفۂ سپاہ مینماید، و دریں مدت انتظامِ جمعیتِ ایں مرید از وجہ نقدی بودہ، بر تقدیرے کہ فتورے دراں واقع شود، بقدرِ آں تفرقہ بحالِ جمعیت راہ خواہد یافت، چوں از پیشگاہِ خلافت بجدمت ایں صوبہ عمدۂ سرحد سرفراز است، و بندوبستِ آں را موافقِ مرضیٔ طبع مقدس بر ذمۂ عقیدت خویش لازم می داند، در صورتے کہ جاگیرِ تیول داراں را انتخاب نمودہ در طلبِ نقدی بگیرد، اگر عوض تنخواہ نشود، آں جماعت را بواسطۂ بے چاکری بدرگاہ جہاں پناہ رخصت

میباید کرد، حال آنکہ بودنِ جمعیتِ خوب دریں صوبہ بنا بر مصلحت ملکی ضروری نماید، وگر عوض بانہاتن شود، ہرچند پائی باقی درین ولا نماندہ کہ بہ تنخواہ آں جماعت وفا کند، چوں محالِ بودن عوض پرگنات جید بآنہا باید داد، البتہ ایں معنی سبب برہم خوردگی و دل شکستگی بندہا خواہد شد" (۳/۵۹)

اس کے ساتھ ہی چونکہ اورنگزیب کو اس بات کی اجازت دیگئی تھی، کہ وہ جن علاقون کو اپنے لیے برا سمجھتا ہے، ان کے عوض دوسرے علاقون کو منتخب کرلے، اس لیے اولاً جیسا کہ اوپر گذرا اس نے دوسرے جاگیردارون کی حق تلفی کی طرف اشارہ کیا، لیکن بادشاہ کے حکم سے اس نے چند علاقے انتخاب کرکے منظوری کے لیے بھیجدیئے، اسی سلسلہ مین لکھتا ہے:-

"اطاعۃ الحکم الاقدس برخے از محال خالصہ شریفہ بتوابل داراں را بموجب افراد جداگانہ انتخاب کردہ ارسال داشتہ امیدوار است کہ . . . . . نظر بدہ ماہہ نقد کہ این مرید می یافت، و نقصانِ خرچ وآفت کہ در جاگیرداری میرسد نمودہ، دو کرور دام را ازیں پرگنات کہ حاصلِ آں سراسری شش ماہہ نیست، بعد تخفیفے کہ از روے تفضل حکم شود، از ابتدائے فصل خریف . . . . . این فدوی تنخواہ کنند" (۳/۵۹)

لیکن اورنگزیب کو جو علاقہ بھی دیا گیا، اس مین آمدنی کو نیچگونہ دکھایا گیا، اسی دربار کو اس کو دو کرور دام کے عوض دیا گیا، مگر اصل مین اس کی کیا حالت تھی، اس کو خود اورنگزیب کی زبانی سنیے:-

"از آنجا کہ آن پرگنہ قبل ازین مبلغ شصت لک دام بہ بھائی مراد بخش مرحمت شدہ بود، اگر بہماں جمع نقدی بایں فدوی نیز تن گردد، عین عنایت است" (۳/۵۹)

اسی طرح اورنگزیب کو شاہ بیگ خان کی جاگیر مین سے ایلچپور و انکوٹ کے محال دیئے جاتے ہین، لیکن جب اورنگزیب انکی کم آمدنی کی شکایت کرتا ہے، تو اسی کو موردِ الزام

بتایا جاتا ہے، چنانچہ ایک خط میں شاہجہان لکھتا ہے:-

"ہرگاہ آں مرید پرگنہ مسطور را بخواہش تمام گرفتہ و در جمع آں تخفیفے رفتہ دیگر گفتگو چیست" (۶/۴۳)

اورنگزیب اسی گفتگو کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے، کہ

"پیش ازیں مکرر در حضور پر نور حکم شدہ بود، کہ اگر آں مرید بعض محال تیولداراں را عوض طلب نقدی بگیرد، تنخواہ آں بجمع مناسب مقرر خواہد شد، بنابراں ایں فقرہ از پرگنات جاگیر شاہ بیگ خان در باب پرگنہ ایلیچپور التماس نمود، بحقیقت حال حاصل آں را بہر ملتفت خاں دیوان بہ بارگاہ خلافت فرستادہ بود، کہ تخفیف نظر بآں قرار یابد، تا در یافت در ماہہ نقد بلا آفت چنداں نقصان نہ شود، اگر مرضی طبع مبارک چنان است، کہ البتہ ایں مرید پرگنہ مذکور را ہمین جمع بگیرد، باوجود آنکہ قریب دو لک روپیہ کمی خواہد رسید چوں جان و مال مریدان فدائے رضائے اعلیحضرت است، از فرمان برداری چہ چارہ" (۶/۴۲)

شاہجہان کو چاہیئے تھا کہ وہ اورنگزیب کی اس دو لاکھ کی کمی کو پورا کر دیتا، لیکن اسکی جگہ نہایت ہی طعن و تشنیع کے ساتھ لکھتا ہے، کہ

"عوض پرگنہ ایلیچپور نقد بآں مرید تن می شدہ باشد، آباداں ساختن دکن کہ بعہدہ ایں مرید است، از گذاشتن ایلیچپور معلوم شد" (۶/۴۳)

اورنگ زیب نے نہایت ہی ادب سے اس کے متعلق صرف اتنا لکھ دیا کہ

"اگرچہ ایں مرید ہرگز ادعائے کارے نکردہ، و در خور استقلال ہر چہ شدہ می شود، ہمہ از تربیت و ارشاد مرشد مرید نواز است، آں پرگنہ کہ در ہشت سال از جمع افتادہ باشد در یک فصل و دو فصل آبادی آں چگونہ صورت می یابد" (۶/۴۳)

شاہجہان کو اورنگزیب کے یہ جواب مطمئن نہ کر سکتے تھے، اس کے ساتھ اب اختلاف

کی ایک اور وجہ یہ پیدا ہو گئی، کہ اورنگزیب نے بادشاہ کے کہنے سے جن لوگون کی جاگیرون کو کو لیا تھا، انھون نے اورنگزیب کی شکایت شروع کردی، کہ اورنگ زیب نے نہایت چالاکی سے تمام اچھی زمینون کو جاگیرداروں کے علاقون سے چن لیا ہے، اور خراب زمینین چھوڑ دی ہین، حالانکہ اورنگزیب نے ایسا نہین کیا تھا، اور اس نے اپنے اصولِ انتخاب کو ایک خط مین اس طرح لکھ بھی دیا تھا کہ :-

"در حینے کہ آں مرید از پیشگاہِ خلافت بدنیصوب دستوری یافت و دولِ جاگیر ایں فدوی بعرضِ مقدس رسید، پرینچ جہاں مطاع صادر شدہ بود، کہ اگر بعد وصول بدکن برآں مرید ظاہر گردد، کہ پرگنات سیر حاصل تر ازیں محال در تصرفِ یتول داران آنجا ہست، وخواہد کہ بعضِ آں را بطریق معاوضہ بگیرد مختار است"، وایں مرید باوجود چنیں حکم ناطق نظر باہتمام مہماتِ ملکی و رضامندی وخوشنودیٔ بندہاے پیش منصب کارآمدنی معاوضہ بایتولِ آنہا لائق ندیدہ، جاگیر ہمہ را بحال داشتہ وخود بہماں محال کہ از بارگاہِ جلال تن شدہ بود، اکتفا نمودہ چون یقین می دانست کہ اگر برخے محال از تغیرِ بعض بندہا کہ شایستگیٔ چناں جاگیر نداشتہ باشند، بہ یتولِ ایں مرید انتقال بیابد، بہ ہیچ وجہ متضمنِ نقصانِ سرکارِ گردوں مدار نخواہد بود، بنابراں یک کرور وبست وہفت لک دام وکسرے محالِ در وبست کہ بعنایت زبوں وکم حاصل بود، وعوضِ آں بتقریبات بہم رسید، از ابتداے مختلف معاوضہ نمودہ، افرادِ حقیقت را بدرگاہِ آسماں جاہ ارسال داشتہ بود، تا دیوانیانِ عظام بمسامع جاہ وجلال رسانیدہ باشند، تنخواہِ آں بفرستند، دریں ولا کہ سندرسید معلوم شد، کہ معاوضہ بعض محال منظور نگردیدہ، چندے ازہماں پرگناتِ کم حاصل بحال ماند، و در برخے از محال سابق ایں مرید بقدر تخفیفے قرار یافتہ"۔

"پیر و مرشد حقیقی سلامت! اگر سبب منظور نشدن منظمۂ افزونی حاصل بودہ باشد محصول کل جاگیر ایں فدوی دریں صوبہ بالحال عوض سراسری ہشت ماہہ بیش نیست و ایں یک کرور بست و ہفت لک دام کہ معاوضہ شدہ، نہ ماہہ و کسری حاصل دارد، چنانچہ کیفیت آں از اوراق جداگانہ کہ پیش وکیل دربار معلّی فرستادہ، مذکور محفل معلّی خواہد گشت، اگر در حاصل شبہ باشد حکم شود کہ از ابتدائے خریف یونت ئیل بحالے کہ ایں فدوی معاوضہ کردہ و حالش نہ ماہہ و کسرے است، بخالصۂ شریفہ ضبط شود، و عوض آں نقد از قرار ہشت ماہہ بایں مرید مرحمت گردد، تا برائے ایں قسم جزئیات مکرر در عرض و التماس جرات نتواند نمود" (۱۰۱/۱۰۲)

اور اس کے ساتھ مذکورۂ بالا تجویز بھی پیش کر دی تھی، لیکن دربار میں تو دوسرا ہی رنگ جما ہوا تھا، اورنگ زیب سمجھ رہا تھا، کہ اب یہ ناگوار قضیہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیگا، لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ،

من چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

معزول شدہ جاگیرداروں اور اورنگزیب کے دشمنوں نے شاہجہان کے ایسے کان بھرے اور اورنگزیب کی بے ایمانی کا وہ نقشہ کھینچا، کہ اس خط میں جسے اورنگزیب تمام ناگواریوں کا آخری سلسلہ سمجھے ہوئے تھا، اسے شاہجہان کی طرف سے جو جواب ملا وہ یہ تھا کہ

"از افراد متعلقہ پرگنۂ اسیر کہ ملتفت خاں بدرگاہ جہاں پناہ ارسال داشتہ بوضوح پیوست کہ چہل لک دامے کہ آں مرید ازاں پرگنہ بہ تیول خود گرفتہ شانزدہ ماہہ حاصل دارد، و چون در یک پرگنہ بہجت خود مواضع سیر حاصل گرفتن و بدیگراں کم حاصل کہ یک و نیم ماہہ و دو ماہہ پیش نباشد تنخواہ کردن از مسلمانی و انصاف بعید است، بنابراں بست لک دام کم حاصل در پرگنہ مذکور عوض نقدی تعین نمودہ شد، تا حاصل شصت لک دام جاگیر آں

مرید کہ مرآں پرگنہ است دوازدہ ماہہ بودہ باشد" (۱۲/۱۷)

اب اورنگزیب کے لیے طعن و تشنیع کے یہ تیر ناقابلِ برداشت ہو رہے تھے، اور اُسنے بھی سررشتۂ ادب کو چھوڑے بغیر پورے جوش سے اس کا ان الفاظ مین جواب دیا:-

"پیر دستگیر سلامت! برضمیر منیر خورشید نظیر ہویدا است کہ ایں مرید دریں مدت کہ بخدمت صوبہ داری سرفراز گشتہ، ہرگز بچنیں بے انصافی کہ از مسلمانی مریدانِ مرشدِ کامل مکمل دور است رضا نداده حتی المقدور در تحصیلِ مرضاتِ الٰہی و خوشنودیٔ سایۂ او کوشیدہ وایں چہل لک دام را کہ باعثِ ایں مقدار زجر و سرزنش شد، واز جملہ آں سی و سہ لک دام بہادر پورہ است کہ حاصلِ سائر دارد، و ہمہ سہ چہار موضع قریب شہر کہ محصولِ آں شش ماہہ نمی رسد، خود نگرفتہ بلکہ موجبِ حکمِ اقدس پیش از رخصت شدنِ ایں مرید بدیں صوب دیوانیان حضور پرنور از تغیرِ شایستہ خان بہماں جمع داخلِ دول نمودہ اند، عجب است از متکفلانِ مہمات دیوانی خصوصاً از دستور اعظم کہ باقوتِ حافظہ کہ دارند، در وقتِ عرض افراد چہ نقل دول جاگیر ایں مرید را کہ خود تن نمودہ اند، معروض نہ داشتہ اند، غالباً ایشاں را نیز یارائے آں نیست کہ ایں قسم مقدمات بصدق مقرون را بعرضِ والا تواند رسانید، والا نسیان از ایشاں چہ گنجایش دارد، ہرگاہ برخلافِ رسم و عادت دریں ایام ازیں قبل چیزہا مذکورِ محفلِ اعلیٰ شدہ بدون تحقیق و استفسار بمجرد استماع موجبِ گرانیٔ خاطرِ مبارک گردد، و مسلمانی کہ سرمایۂ سعادت جاودانی است، بہ تقریبِ ایں امورِ جزئی فانی برزبانِ حق بیان بگذرد چہ چارہ"

اگر باوجود جاگیرہائے دکن کہ باچہل لک دامِ اسیر و باقی محالِ سیر حاصل کہ عوضِ دہ ماہہ نقد عنایت شدہ سراسری بہشت ماہہ نمی رسد افزونی یافتِ ایں فدوی

خاطر نشانِ اعلحضرت گردیدہ باشد، و مرضیٔ طبع مبارک چنان است، کہ بست لک دام از نقدی وضع شود، از آنجا کہ جان و مالِ مریداں، فدائے پیر و مرشد حقیقی است، عوض صد درکار است[1]" (۱۷/۲۳)

اورنگزیب کا یہ صاف جواب ہم کو واضح طور سے بتاتا ہے۔ کہ اس وقت دربار کا کیا حال تھا، کس طرح اورنگزیب کے دشمنون نے شاہجہان پر قبضہ پا لیا تھا، اور کس طرح ان بدخواہون کے خوف سے حقیقت سے واقف لوگ بھی اتنی جرأت نہ رکھتے کہ اصل حقیقت ہی کو کم از کم بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے، ایسی حالت مین اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ معمولی سی معمولی بات کے لیے بھی شاہجہان سے منظوری حاصل کرے، چنانچہ جب ملتفت خان نے پایان گھاٹ مین زراعتی اصلاح کے لیے اورنگزیب سے پچاس ہزار روپے مانگے تو اس نے خان مذکور سے کہا کہ وہ بادشاہ سے منظوری حاصل کرے، ملتفت خان نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا، اب شاہجہان کو اس بات پر بھی غصہ آگیا، کہ ایسی معمولی بات کے لیے مجھ سے استصواب کرنے مین کیون وقت برباد کیا گیا، اور اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"خان مزبور عرضداشت کردہ کہ اگر قریب چہل پنجاہ ہزار روپیہ برائے بستنِ بندہائے صوبۂ خاندیس و برار پایان گھات بطریقِ تقاوی مرحمت شود، در عرض دو سال آں مبلغ بخزانۂ عامرہ آید خواہد گشت، و ہم آبادیٔ موفور بظہور خواہد رسید و او چوں ایں معنی را بایں مرید باز نمودہ، جواب شنیدہ کہ در بارۂ پرگنات جاگیرداران او بدرگاہ جہاں پناہ عرضہ دارد، بہر چہ فرمان رود بعمل آید، ازاں مرید توقع آں بود کہ بلا توقف ایں وجہ را از خزانۂ عامرہ بادشاہی تن میکرد، و تعہدی نمود کہ اگر در پیشگاہِ خلافت درجۂ پذیرائی نیابد، وجہ مرقوم را از

[1] اسیر کے متعلق مزید حالات کے لیے دیکھو خطوط ۲۶/۱۵۸ و ۲۷/۱۵۹،

سرکار خود بخالصۂ شریفہ خواہد رسانید" (۱۷/۱۲)

اس اعتراض کا اورنگ زیب نے وہی جواب دیا، جو اس حالت میں گھرا ہوا سنجیدہ انسان دے سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

قبلہ و کعبۂ مریداں سلامت! اگر ایں فدوی باچنیں اعتماد و اعتبار جرأت بر امتثالِ ایں مقدمات نتواند کرد، جاے تعجب نیست، ہر گاہ از عہدۂ باز خواستِ امورے کہ خود نکردہ و قابل باز خواست نیست برآمدن دشوار باشد، بریں گونہ تہمات چہ سان اقدام تواں کرد، و قبل ازیں کہ درہمیں صوبہ اختیارے و استقلالے داشت، اصلا راضی نبود، کہ ایں نوع مطالب بورودِ حکمِ اشرف موقوف گردد، و دیوانیاں دراں باب بباركاہ معلی عرضداشت کنند، الحال غیر از پا باندازۂ گلیم دراز کردن و خود را در معرضِ باز پرس در نیاوردن گریز نیست، باوجود خرسندی بدیں موضع نیز چنیں عتابہا معاتب میشود" (۱۷/۱۲)

سفارشوں کی نامنظوری | تیسری چیز جو اختلاف کا سبب بنی یہ تھی کہ شاہجہان نے اورنگزیب کی سفارشوں کو رد کر دینا شروع کیا، اور وہ جس شخص کی بحالی کے لیے شاہجہان کو لکھتا، شاہجہان جواب دیتا، کہ وہ شخص اس کام کے قابل نہیں ہے، ایک گورنر صوبہ دار یا شاہزادہ کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہو سکتی ہے، کہ اس کی سفارشیں نامقبول ہوں، چنانچہ جب اورنگزیب نے ہوشدار پسرِ ملتفت خان کو اس بنا پر کہ وہ "خانہ زاد قابلِ تربیت و بندہ قدیمی بسیار خوبی است" داروغگیٔ توپخانہ کے لیے مقرر کر دیا[1]، تو شاہجہان نے اسے نامنظور کر دیا، اور لکھا کہ

"چوں صوبۂ دکن داروغگیٔ توپخانہ خدمت کلانیست و ہوشدار لیاقتِ آں ندارد، اگر صفی خاں قبولِ ایں خدمت نماید، وآں را باخدمت بخشی گری فراہم تواند آورد، آں مزید

[1] رقعات عالمگیری خط (۵/۵۲)

باد بفرماید، والا میر احمد رضوی ہم بدنیست خدمات بادشاہی را فہمیدہ بمردم بادشاہی می فرمودہ باشد" (۲۰۵)

اورنگ زیب کو اس بات کا بہت رنج ہوا، اور اس نے جواب مین شاہجہان کو لکھا کہ

"بر ضمیر صافی اعلیٰ حضرت ہویدا است کہ این مرید از سن ہیزدہ سالگی بخدمت صوبداری قیام مینماید، ہرگز خدمت بادشاہی را ایجا تجویز نکردہ، والا چگونہ درجۂ پذیرائی می یافت، تا حال ہیچ کس از تجویز کردہای فدوی مصدر سے امرے کہ نبا یدنشدہ، چوں فہمیدہ بود، کہ داروغۂ توپخانہ را باوجود سربراہی و دیانت، و قوفے از تفنگ اندازی لوازم این خدمت باید اورا کہ بہرہ ازین کار دارد، و تفنگچی اوّل است، خانہ زاد درگاہ دانستہ تجویز نمودہ بود، دیں ولا ہر چند از وچیزے کہ خلاف دیانت و امانت بودہ باشد بظہور نرسیدہ، چون مرضئ اقدس نیست حسب الحکم الارفع صفی خاں را از نوید این عنایت و خانہ زاد نوازی آگاہ ساختہ لیکن از آنجا کہ جمع میان این خدمت و بخشی گری صوبتے دارد، و حقیقت جاگیرہای دکن پوشیدہ نیست، و بدوں مصالح این نوع خدمات عمدہ متمشی دلگری نمی شود، امیدوار است کہ بتقریب این خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگری بمراسم ہرد خدمت بپردازد، میر احمد رضوی نیز چنانچہ بخاطر ملکوت ناظر پرتو انداختہ بدنیست" (۲۰۶)

اسی طرح اسیر کا قلعہ اورنگزیب کو دیدیا جاتا ہے، اور جب وہ وہان اپنا قلعہ دار مقرر کرکے بھیجنا چاہتا ہے، تو حکم ہوتا ہے، کہ اس کو نہ بھیجو، اورنگزیب کو اس سے بھی روحانی تکلیف ہوتی ہے، اور وہ اپنی بہن جہان آرا کو لکھتا ہے:-

"قلعۂ اسیر کہ قبل ازیں بایں مرید مرحمت شدہ بود، و بعد ازاں بہماں دستور بہ بھائی مراد بخش عنایت شد، و ایں مرتبہ نیز بایں فدوی لطف فرمودہ، ثانی الحال کہ آں عنایت

نمایاں برہمہ کس آشکارا گشت، حکم شدہ کہ قلعہ دار ایں مرید آنجا نرود" وسبب آں ہیچ ظاہر نشد۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر ازیں فدوی امرے کہ خلافِ رضا جوئی ومنافی اعتماد باشد بخاطر اقدس راہ یافتہ، زہے خسارت وندامت وکم طالعیٔ ایں مرید کہ باوجود آنکہ مدت بست سال صرف خدمت وبندگی نمودہ، درطریق عقیدت بجان ومال مضائقہ نکردہ، ہنوز برابر برادر زادۂ بے ہمال ہم شایانِ اعتماد نیست، وقبلہ وولی نعمت اورا چنین تصور میفرمایند واگر سبب آں تقصیرے دیگر است، ازراہِ ارشاد براں آگاہی یابد، تا متنبہ گشتہ عذر خواہ شود، ومن بعد ارتکاب آں نہ نماید" (۲۶۷/۱)

اورنگزیب کے صبر وتحمل، اطاعت وعقیدت کی داد دینا پڑتی ہے، کہ ایسے اشتعال انگیز حالات کے اندر بھی وہ جادۂ ادب سے قدم باہر نہیں رکھتا، لیکن شاہجہان تو اس کو ذلیل وبے دست وپا کرنے پر تلا ہی ہوا تھا، اور اب اس نے ایک اور عجیب وغریب کارروائی کی طرف قدم بڑھایا،

ملازمینِ اورنگزیب شاہی ملازمت مین

اورنگزیب نے جتنے آدمی اپنے نوکر رکھے تھے، ان مین سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنے آقا کا وفادار اور صحیح معنون مین بہی خواہ نہ ہو، اس کے عہدِ شاہزادگی کی تاریخ مین ہم کو اس قسم کا ایک واقعہ بھی نظر نہین آتا، کہ اورنگزیب کے ایک نوکر نے بھی اس کو کسی قسم کا دھوکہ دیا ہو، اورنگزیب کے دشمن اس سے اچھی طرح واقف تھے، اور وہ چاہتے تھے، کہ جس صورت سے بھی ہو، اس کے ملازمون مین غداری کا بیج بویا جاے، یا ان کو بدنام کرکے، ان کو اورنگزیب کی ملازمت ہی سے علیحدہ کرایا جاے، چنانچہ ہم کو صوبہ داریٔ ملتان ہی کے زمانہ مین نظر آتا ہے، کہ یہ کارروائی شروع کردی گئی تھی، شاہجہان اپنے ایک خط مین اورنگزیب کو لکھتا ہے، کہ اسے معلوم ہوا کہ اس کا ملازم ملک حسین رعایا پر بہت ظلم کرتا ہے، اورنگزیب اس کے جواب مین بادشاہ کو یقین دلاتا ہے کہ

"آنچہ از تعدیٔ ملک حسین بعرض اقدس رسیدہ محض افترا است وبیں یکسال صوبہ مسطور

تعلق بایں مرید داشت، موی الیہ غیر از متمرداں و دزداں معترض حالِ احدے
از رعایا نگشتہ، و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نہ شدہ
والا مطابق انچہ از پیر و مرشدِ حقیقی ارشاد یافتہ، اورا تادیب نمودہ، نمی گذاشت کہ
مرتکب جور و تعدی گردد، غالبًا اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض
داشتہ اند" (۳۲)

جب یہ چال کارگر ثابت نہ ہوئی تو ایک نئی صورت اختیار کیگئی، وہ یہ کہ اورنگزیب کے
پرانے ملازمون کو دکن سے بلاکر اعلیٰ منصب پر سرکاری ملازمتون مین داخل کیا جانے لگا، اسکا
لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اورنگزیب اپنے بہترین افسرون کی خدمات سے محروم ہو جاتا، اور جب
شاہجہان نے اسی ملک حسین کو دکن سے بلاکر اس کے منصب مین اضافہ کرکے سرکاری ملازمت
مین داخل کرلیا، اور اورنگزیب کو یہ خطرہ صاف نظر آنے لگا، تو اس نے اپنی بہن جہان آرا کو
جو شاہجہان کی نفس ناطقہ تھی، اس کی شکایت لکھی اور بتایا کہ اس کارروائی سے اس کو کیا کیا
نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"ازیں ہمہ تازہ تر طلبی ملک حسین است، بدرگاہ جہاں پناہ و عنایتِ منصب با دو جمعے
دیگر کہ باسم نوکری ایں مرید، با و رفیق شدہ اند"

ہر چند او خانہ زادِ اعلیحضرت است، و ایں مرید او را برائے کارِ حضرت تربیت کردہ
و جمعیتے کہ دار د بحمت تقدیم خدماتِ بادشاہی است لیکن ہرگاہ ایں راہ و اشود و تا بیان
ایں فدوی از نوکری جدا شدہ بہ بندگی درگاہ معلی سرفراز گردند، و مناسب زیادہ از حالتِ
خود بیابند، معلوم است، کہ کسے پیش ایں مرید نخواہد ماند، و بعد ازاں ایں جماعت کہ در مدت
بست سال فراہم آمدہ اند، بایں طریق متفرق شوند، از عہدۂ خدمات چگونہ تواں بر

اگر مصلحتے درین است، حکم اعلیٰ صادر گردد، تا جمع نوکران کارآمدنی را بطبیب خاطر روانۂ حضور پرنور ساختہ آمادۂ حصول مطلب عزیزاں باشد۔

واگر اعلیٰ حضرت بمقتضائے عطوفت ہنوز ایں مرید را از درجۂ اعتبار نیندانختہ اند، و حقوق فرماں برداری و خدمت گاری چند سالۂ او را منظور داشتہ در سلک غلاماں منظور فرمایند، تجویز ایں امور چرا است؟

دل شکستۂ مجروح ایں مرید را بمرہم عنایت نوعے مداوا کنند کہ از قرار واقع بخدمات مرجوعہ پرداختہ از باز خواست وانفعال ایمن تواند بود، و ہرگاہ در حضرت الٰہی طاعت و بندگی بندہا ضائع نباشد، در درگاہ حضرت ظل الٰہی کہ متخلص باخلاق مالک علی الاطلاق اند، چگونہ ضائع خواہد بود، و انچہ آفریدگار جہاں بر عباد خود روا ندارد، ایشاں بر سر مریداں و بندہا چہ سان خواہند پسندید" (۲۷/۱۵۹)

اورنگزیب کے یہ دل سے نکلے ہوے مؤثر الفاظ ایسے ہین، جو پتھر کے دل کو بھی پانی کر دین، وہ کونسی چیز ہے، جو اس مین نہین ہے، صحیح شکایت، محرومیٔ قسمت کا گلہ، دشمنون کی ریشہ دوانیون کی طرف لطیف اشارہ، اپنی تباہی و بربادی کا مرثیہ اور خدا کا واسطہ، اس خط کے ایک ایک لفظ سے صداقت کی بو آتی ہے، اور صاف معلوم ہوتا ہے، کہ شاطران بساط سیاست کسطرح اُسے ہر طرف سے گھیر کر بند کر دینا چاہتے ہین، اور کس طرح شاہجہان نے معاملات کی حقیقی شکل و صورت کی طرف سے منھ پھیر لیا ہے، لیکن کیا یہ آخری چال تھی، کیا یہ آخری اوچھا ہاتھ تھا؟ نہین، حکومت کے یہ واقعات خاندانی تعلقات کی پیشانی پر بھی گرہ بنا دیتے ہین، اور یہ صوبہ داری کے ناگوار واقعات، خاندانی معاملات پر بھی اپنا منحوس اثر کیے بغیر نہین رہتے،

شہزادہ محمد سلطان کی نسبت | جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، قندھار سے دکن جاتے ہی وقت اورنگزیب

اور شجاع نے رشتۂ اخوت کو مستحکم تر کرنے کے لیے یہ طے کیا تھا، کہ اورنگ زیب، شجاع کے بیٹے زین الدین کی شادی اپنی لڑکی سے اور اپنے لڑکے محمد سلطان کی شادی شجاع کی لڑکی سے کرے، اور اگرچہ یہ نسبتین انتہائی رازدارانہ طریقہ سے طے پائی تھین، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی، کہ شاہجہان وغیرہ کو اس کی اطلاع ہوگئی، اور انھون نے نخل محبت کی جڑ کاٹنے کے لیے یہ ترکیب نکالی، کہ محمد سلطان کی شادی کسی دوسری جگہ کردیجائے، شاہجہان نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے شاہجہان کو جواب دیا، کہ چونکہ محمد سلطان کی نسبت شجاع کی لڑکی سے ٹھیک ہوچکی ہے، اور اس کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی، اس لیے مین تو اس معاملہ مین معذور ہون، البتہ اگر شاہجہان خود چاہے، تو ایسا کرسکتا ہی، اور ضرورت ہو تو محمد سلطان کو بادشاہ کے پاس بھیجدیا جاے، شاہجہان کو یہ صاف گوئی بھی ناگوار ہوئی، اور اس نے طنزیہ طریقہ مین اورنگزیب کو لکھا کہ

"اختیارِ فرزندانِ آں مرید یا اوست، ہر طور مناسب داند بعمل آورد، اگر میخواستہ باشد محمد سلطان را بخدمتِ باسعادت بفرستد، کہ چند روزے اورا نگاہ داشتہ باز رخصت خواہیم فرمود کہ پیشِ آں مرید برود" (۱۳/۶۹)

اورنگزیب نے جواب مین لکھا کہ

"ایں فدوی بواسطۂ تعلقے کہ پدراں را با بعض فرزنداں میباشد ازردے عجز عرضِ احوالِ خود نمود، لازم نمی آید، کہ اختیارِ خانہ زادِ حضرت بایں مرید بودہ باشد، ہرگاہ عنانِ اختیارِ ایں مرید در جمیع امور بدستِ حق پرستِ اعلیحضرت است، بفرزنداں چہ رسد . . . . . ؛

"سعادتِ داریں دانستہ حسب الحکم الاعلیٰ او (محمد سلطان) را با ہزار سوار تیر انداز و برق انداز . . . . . رخصت خواہد نمود، کہ براہِ مندسور روانۂ ملازمتِ والا گردد" (۱۳/۶۹)

لیکن شاہجہان اپنی بات پر اڑا اور برابر اصرار کرتا رہا، کہ محمد سلطان کی شادی جہان شاہجہان

لہ خلاصۃ نامہ عالمگیری ص ۵

چاہتا ہے، وہین کر دیجاے، اور اس سلسلہ مین اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"از روے عاقبت اندیشی در ہر چہ بہبود آں مرید و فرزندان او می دانیم حکم میفرمائیم ہنوز ہم چیزے نرفتہ باینچہ فرمودیم راضی باشد" (۳۰۴)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین پھر لکھا کہ محمد سلطان کی نسبت تو ہو چکی ہے، اس لیے مجبوری ہے، لیکن اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے، کہ منسوبہ کے خاندان سے اس قسم کے تعلقات قائم ہون تو دوسرے لڑکے موجود ہین اس کے الفاظ یہ ہین:-

"پیر دستگیر حقیقی سلامت! بر ضمیر منیر . . . . . بوجہ احسن ہویدا است، کہ قادر بر کمال ایزد متعال است، جل شانہ، ہیچ چیز از مکروہ و مرغوب، عزت و مذلت بیرون مشیت او نیست، و ہر چہ در حق عباد خواستہ و تقدیر کردہ منع و عطاے آن بہ سعی بشر مقدور نہ، رفعت الاقلام و جفت الصحف؛

و بحمدہ تعالے کہ ایں مرید را از دولت قبلہ و ولی نعمت خود آرزوے در خاطر نماندہ، و دوام بقایاے سایۂ بلند پایہ را از درگاہ الہی مسئلت نمودہ، امیدوار است، کہ ایں چند روز حیات مستعار نیز در ظل ظلیل اعلیٰ حضرت نوعے کہ گذشتہ بآخر رسد . . . . "

"اما از آنجا کہ پیوستہ وجہ قصد ایں مرید در ہمگی امور استرضاے خاطر اشرف است، و بہ یقین می داند کہ در ہر باب انچہ ارشاد میشود متضمن صلاح حال و مآل ایں مرید است، بنابراں رضامندی و خوشنودی پیر و مرشد حقیقی را سعادت دو جہانی تصور نمودہ، عنان اختیار خود را باخانہ زاداں بدست حق پرست سپردہ، لیکن چون ایں قسم را بطہا تا از طرفین بظہور نیاید سبب استحکام مبانی محبت و اخلاص نمی شود، و اعلیحضرت باوجود اطلاع بر مراتبے کہ بمیان آمدہ نسبت خانہ زادِ کلان را چگونہ تجویز خواہند فرمود، اگر مرضی خاطر مقدس چنان است

کہ ایں صورت البتہ واقع شود، دربارۂ خانہ زادانِ دیگر بطریقے کہ مقرر فرمایند از الطاف گریزے نخواہد بود" (۳۲/۲۰۴)

اگر شاہجہان کا مقصد نیک ہوتا، تو وہ اورنگزیب کی تجویز کو خوشی سے قبول کر لیتا، لیکن یہاں تو اس خلیج کو وسیع تر بنانے کی کوشش جاری تھی، اور شاہجہان کو اورنگ زیب کے خلاف بہکانے کا ایک اور موقع ملا، لوگوں نے اُس کی اس تجویز کو عدول حکمی قرار دیا، اور اسکا نتیجہ یہ ہوا، کہ قلعۂ اسیر جسے شاہجہان اورنگزیب کو دے چکا تھا، اور جس کے لیے اورنگزیب نے اپنا قلعدار بھی مقرر کر دیا تھا، اس سے واپس لے لیا گیا، اور حکم دیا گیا، کہ اورنگزیب کا کوئی ملازم وہاں نہ جائے، اورنگزیب کی اس علانیہ ذلت سے جو سبکی اور اس کے ساتھ جو روحانی صدمہ ہوا ہوگا، اس کا اندازہ اس کے خط سے ہو سکتا ہے، یہ خط جہان آرا کے نام ہے، اور یہ وہی خط ہے، جس میں اورنگ زیب نے آج سے دس سال پہلے عملی سیاست سے علیحدگی کے متعلق اظہارِ خیال کیا تھا، مگر اس صدمہ کے باوجود بھی اورنگزیب اپنی اطاعت اور اپنے باپ کی خوشنودی کی خواہش کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، چنانچہ وہ اس خط میں لکھتا ہے، کہ قلعۂ اسیر کی واپسی کا کوئی سبب ظاہر نہیں ہوا اور

"اگر بواسطۂ قبول نکردن نسبت است، خود چہ گنجایش دارد، زیرا کہ در حضورِ اعلیحضرت ہر گاہ ایں مقدمہ بمیاں می آمد، می فرمودند، کہ اگر آں مرید خواہد و راضی باشد، بکند، وچوں از ہگذرِ بعض چیزہا خواہش ایں معنی نبودہ و نیست حقیقتِ واقع معروض می شد، اگر پیر و مرشدِ حقیقی حکمِ جزم می کردند، ہر چند بمقتضائے معدلت دریں قسم امور برادنیٰ بندہ جبر نفرمودہ اند، ایں مرید چارہ نداشت[1]" (۲۷/۱۵۶)

لیکن اورنگزیب کی ان گذارشوں کا کوئی اثر نہ ہوا وہ علی حالہ اس معاملہ میں معتوب رہا،

[1] نسبت کے متعلق شاہجہان کی کوششیں اندرونی طریقہ سے برابر جاری رہیں، اس کے لیے دیکھو خطوط ۱۱/۱۰۱ و ۱۱/۱۰۲

خط و کتابت شاہجہان کی یہ رنجش تو بہرحال ایک معنی بھی رکھتی تھی خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، لیکن اب اس نے ایسی نکتہ چینیاں شروع کر دی تھیں، جنکے تخیل سے بھی ہنسی آتی ہے، مثلاً جیسا کہ مکاتیب اورنگزیب کے سلسلہ مین بتایا جا چکا ہے، اورنگزیب اپنے ہاتھ سے خط لکھا کرتا تھا، ایک مرتبہ اتفاق سے اس کے انگوٹھے مین زخم ہو گیا، اور اس کی وجہ سے اس کے خط کی شان مین تھوڑا سا تغیر ہو گیا، بس پھر کیا تھا، فوراً غریب اورنگزیب معتوب ہو گیا، اسی طرح دو مرتبہ اور اسی معاملہ کے متعلق اس سے بالکل غلط باز پرس ہوئی، اور ہر مرتبہ اورنگزیب نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ وہ خط اپنے ہی ہاتھ سے لکھتا ہے، چونکہ ہم ان عبارتون کو پہلے نقل کر آئے ہین، اس لیے ان کی تکرار فضول سمجھتے ہین، ہم نے یہان پر اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے، کہ یہ معلوم ہو جاے، کہ شاہجہان نے انتہائی غصہ و رنج مین کس طرح مناسب و غیر مناسب کی تمیز اٹھا دی تھی[1]، اسی طرح دوسرے چھوٹے چھوٹے اختلافات بھی تھے،

آمون کا جھگڑا ان مین ایک آمون کے متعلق عجیب و غریب جھگڑا تھا، برہان پور کے شاہی باغ مین "بادشاہ پسند" نام ایک مشہور آم تھا، جب اورنگزیب دکن گیا تھا، اسی وقت بادشاہ نے اس سے کہا تھا، کہ شاہی باغ کے آم اس کے پاس بھیجے جائین، اور اورنگزیب نے وعدہ بھی کیا تھا، شاہجہان کے یہ الفاظ ہین:-

"ہر گاہ فصل انبہ برسد انبہاے خوب مجا فرستادہ باشد" (۱۶/۴۲)

اور اورنگزیب نے ان الفاظ مین تعمیل ارشاد کا وعدہ بھی کر لیا تھا کہ

"این مرید پیش از صدور حکم اشرف برای محافظت انبہاے ارسالی جمعے را تعین نمودہ ہمین کہ موسم برسد، سعادت خود دانستہ بدستور سابق انبہاے انتخابی خوب متواتر بدرگاہ

---

[1] دیکھو خطوط ۱/۹۷ ۲/۱۲۵ اور ۷/۱۷۷،

جہاں پناہ ارسال خواہد داشت" (۱۶/۴۴۲)

جب فصل آئی تو اورنگ زیب نے ان آموں کو بادشاہ کے پاس روانہ کرنے کے لیے لکھدیا، آم بادشاہ کے پاس پہنچے، تو کم تھے، اور ان میں بعض خراب ہو گئے تھے، شاہجہان نے سمجھا کہ اورنگزیب یا تو غفلت برتتا ہے، یا پھر خود ان آموں سے لذت اندوز ہوتا ہے، اس خیال کے آتے ہی اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق لکھا، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"اگرچہ ایں عقیدت آئیں، بموجب نوشتۂ وکیل دربار معلی کہ از پیشگاہ خلافت مکرر باو تاکید شدہ، قبل از انکہ انبہ خستہ بہ بندد، ہمہ جا مردم برائے محافظت تعین نمودہ، قدغن کردہ، اما چوں امسال در دکن انبہا خوب ببار نہ نمودہ، خصوصاً انبۂ بادشاہ پسند کہ اصلا بار نیاوردہ، چنانچہ ایں معنی از وقائع صوبہ بسامع جاہ وجلال سیدنا باندحیٰ المقدس روحہ فرستادہ آں کوتاہی بخدمت پیر عطا یارو داراب خویش ملتفت خاں کہ در برہان پور اند و با نہا نیز دریں باب حکم شدہ تاکیدات بلیغہ نمودہ کہ انبۂ قابل ارسال حضور سراسر نور کہ بہ برہان پور فرستادہ خواہد شد، باحتیاط تمام مصحوب داچوکی بادشاہی متواتر فرستادہ باشند، امید کہ خوب برسد" (۲/۵۸)

اورنگزیب لکھ چکا ہے، کہ "بادشاہ پسند" آم تقریباً نہیں ہوا ہے، لیکن شاہجہان کی بدگمانی دور نہیں ہوتی، اور وہ سمجھتا ہے، کہ اس میں بھی اورنگزیب کی شرارت ہے اور اسلیے لکھتا ہے کہ

"انبۂ بادشاہ پسند" پیش از چہار پنج مرتبہ نرسیدہ، سال آیندہ از درگاہ معلی شخصے تعین کردہ خواہد شد، کہ باہتمام خود انبہ ارسال می داشتہ باشد" (۲/۱۰۴)

کیا ایک شریف آدمی کے لیے اس سے زیادہ بے عزتی ہو سکتی ہے، کیا واقعی اورنگزیب معمولی آموں کے متعلق بھی بددیانت تھا، کیا ایک معمولی آدمی بھی اس قسم کے الزام کو سنکر خاموش رہ سکتا تھا، لیکن یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا جو ان تیروں کو سہتا، اور اف بھی نہ کرتا تھا، اس نے اس

الزام کے متعلق جواب لکھا ہے شاید بہت کم لوگ ملین گے جو اس نرمی سے لکھ سکین، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"تعین فرمودن یکے از بندہاے حضور پرنور برائے ایں کار بسیار خوب بخاطر مبارک رسیدہ، دریں موسم ہمگی سانبہ از درخت "بادشاہ پسند" نزد ایں مرید آوردہ بودند تا معلوم شود کہ قابل ارسال شدہ یا نہ، باقی ہرچہ بود، از ہمانجا بحضور فائض النور اقدس مرسل گردیدہ، وجہ کمی انبہ "بادشاہ پسند" نوعے کہ پیش ازیں مکرر بعرض مقدس رسیدہ آنست کہ ازاں درخت یک شاخ ماندہ کہ بیار می آید، دیگر شاخہاش از تند باد شکستہ، ایں فرزندی چگونہ راضی تواند شد کہ انبہ لائق صرف خاص، دریں جا صرف شود" (ص۱۴۴)

اب جبکہ اورنگزیب نے ان الزامون کا جواب دیدیا تو شاہجہان نے دوسرے قسم کے عیب نکالنے شروع کئے، کہ آم کچے توڑ لیے جاتے ہین، برہانپور وغیرہ سے توڑ کر پہلے اورنگزیب کے پاس بھیجے جاتے ہین، اور وہان سے بادشاہ تک آتے آتے خراب ہو جاتے ہین، لانے والے بھی ان کی احتیاط نہین کرتے، چنانچہ جہان آرا نے شاہجہان کے اشارہ سے اورنگزیب کو لکھا کہ

"پیر و مرشد حقیقی میفرمایند کہ "انب از آنجا خوب نمیرسد، ظاہراً بے وقت و خام می چیدہ باشند، یا ڈاک چوکی دیر می آرد، یا در راہ والی را برزمین می زنند، یا از ہمانجا انبہا را بدولت آبادی برند، و از آنجا روانہ حضور اشرف میگردد" (ص۱۵۲)

اورنگزیب ان تمام الزامون کا جواب اس طرح دیتا ہے :-

"چون تا حال انب خوب نرسیدہ بود، شاید والی کہ پیش ازیں محمد طاہر از برہانپور فرستادہ انبہاش بوقت نہ چیدہ باشند، حالا کہ رسیدہ است، خام چرا خواہند چید، ڈاک چوکیہا را تاکید

رفتہ کہ در ہفت روز یا نہ روز والی میرسانیدہ باشند، بوکیل دربارِ والا یا بدیگر حکم شود، کہ ساعتِ روانہ شدنِ والی برچٹھی جداگانہ نوشتہ شود، و تاریخ رسیدن را ملاحظہ نمودہ، اگر تفاوتے ظاہر شود، آنہا را تنبیہ کند، دریں راہ چند جا در سرونج و اکبرآباد مردم را گماشتہ کہ اہتمام تمام نمودہ نگذارند، کہ والی برزمیں افتد،

"انبہ در دکن از دو جا بدرگاہ مرسل میشود، برہانپور و دولت آباد، انچہ در برہانپور و مضافات آں قابلِ ارسال است، محمد طاہر باحتیاطی تمام بسرِ وانبِ دولت آباد و حوالی آں از پیشِ ایں مخلص بدرگاہ میرود، وانبِ برہانپور را بدولت آباد آوردن و از انجا روانہ حضور ساختن چہ گنجایش دارد، بعد ازیں حسب الحکم مقرر نمودہ خواہد شد کہ بران پارچہ کاغذ کہ ہمیشہ با والی می فرستند، نوشتہ باشند کہ انبِ کجا است،

مہربانِ من! در اہتمام و احتیاط کوتاہی نرفتہ و نخواہد رفت، چیزے کہ بصرفِ خانہ قبلہ و کعبہ حقیقی خواہد رسید، مساہلت و غفلت در ارسالِ آں چہ امکان خواہد داشت" (۲۰/۱۵۲)

جہاز کی مرمت اسی طرح اورنگزیب کے متعلق شاہجہان نے یہ بھی الزام لگایا تھا، کہ وہ سورت میں ایک نیا جہاز بنوا رہا ہے، اور اس کے لیے جو لکڑی استعمال کیجا رہی ہے وہ سرکاری مال ہے، اورنگزیب کا بڑا لڑکا محمد سلطان اس وقت شاہجہان کے پاس تھا، اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ وہ ان الفاظ میں اس واقعہ کی حقیقت کو گوش گذار کردے:-

"ایشاں جہاز نوی در سورت بندر فرمائش نکردہ اند، جہازے کہ در عملِ مغل خاں در تہیۂ تباہی ماندہ بدستِ زمیندار پرگنہ نگرالہ افتادہ بود و بخالصہ شریفہ تعلق گرفتہ، ثانی الحال بصاحب و قبلۂ دوجہانی (اورنگزیب) مرحمت شدہ، چوں پیش ازیں چندگاہ آں را با جہازِ سلامت رس از بندر تتہ بسورت آوردہ اند، و مرمت طلب بود، بموجبِ امر والا متصدی آنجا میخواست

بتعمیر ضروری آں بپردازد، اگر ایں معنی مرضیٔ طبع مقدس بنا شد، مرمتِ جہازِ مذکور کہ پیش از چند چوب صرف نخواہد داشت موقوف گردد۔" (۶/۱۶۶)

مذہبیت کا استہزار لیکن اورنگ زیب کے لیے ان تمام چیزون سے زیادہ تکلیف دہ چیز یہ تھی کہ اس کی مذہب پرستی کا دربار مین مضحکہ اڑایا جاتا تھا، اور خطوط مین اسکی اس گرویدگی پر طعن و تشنیع کی جاتی، اس قسم کے ایک خط کو ہم گذشتہ موقع پر نقل کر آئے ہین، اب ایک دوسرے واقعہ سے اسکو زیادہ واضح کر دینا چاہتے ہین، جب شاہجہان نے نسبت کے سلسلہ مین محمد سلطان کو اپنے پاس بلایا اور وہ دادا کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اس وقت سرخ بافتہ کے تھان کی پگڑی باندھے تھا، اس کو دیکھکر بادشاہ، اس کے درباریون اور درباری علما نے خوب خوب جملے چست کئے، چنانچہ یہ تمام واقعہ اورنگزیب کے ایک خط مین نہایت تفصیل سے درج ہے، اورنگزیب کے پاس مذہب کے اس استہزار کا اس کے سوا کیا جواب ہو سکتا تھا، کہ وہ کسی عالم سے کہے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس قسم کا کپڑا ممنوع نہین ہے، اور اس نے یہی کیا، مگر ایک شخص کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانا اگر کوئی جرم ہے، تو ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا، کہ شاہجہان اور اس کے درباری اس جرم کے مرتکب تھے، محمد سلطان نے اس واقعہ کو سرسری طور سے لکھدیا تھا، اس پر اورنگزیب نے اس کو جو خط لکھا وہ یہ ہے:-

"لائق چناں بود، کہ ایں مقدمہ را مشروح داخل عرضہ داشت می نمودند، کہ اعلیحضرت بعلمائے حضور دریں باب چہ فرمودند، کہ ہستہ خطاب بآں گرامی نسب کردہ، چہ چیز بر زبانِ مبارک آوردہ اند، اظہار اینکہ یکسال است، تا ایں قسم دستار در برہان پور مشروع شدہ است و ایں روایت پیش ازیں بیک سال در آں بلدہ بہم رسیدہ، و شاید بعد ازیں نامشروع شود، بنا بر ے ماغی و آزردگی است۔ . . . . . ."

عجب است کہ آں والا تبار پے بایں معنی نبردہ ایں نوع مقدمہ را سرسری دانستہ اند

درچینے کہ از علمائے حضور استفسار میرفت بایستے آں رفیع مقدار بجد عرض می کردند کہ مشروع است، و مسئلہ را بشما خواہیم نمود، واز شیخ نظام کہ رفاقت او در گرامی خدمت بہیں مصلحت است، صورت آں را تحقیق نمودہ، نوشتہ می برند، و می نمودند اکنوں نیز اگر فرصت از دست نرفتہ باشد، بہ شیخ مومی الیہ بفرمایند کہ مسئلہ را چنانچہ در حضور عالی معروض داشتہ، از کتب فتاوی برآوردہ خاطر نشاں سازد۔ ما را ایں گمان نبود کہ ایشاں در امثالِ ایں مقدمات فروگذاشت خواہند نمود" (۲۷/۱۷۲)

یہ اورنگ زیب کے مذہبی جذبات کے ساتھ تمسخر کی ایک مثال تھی، آگے چل کر برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین ہم اس کی متعدد مثالین دیکھین گے، اور ہم کو نظر آئے گا، کہ اورنگزیب کو کس طرح ہر صورت سے ذلیل و رسوا، پریشان اور مضطرب کرنے کی کوشش کیجاتی تھی،

برہان پور کا کارخانہ | مغلون کے زمانہ مین بادشاہ، شہزادون اور امیرون کا دستور تھا، کہ وہ اپنے کپڑون کے لیے اپنے ہی خاص کارخانے قائم کرتے تھے، اور اس طرح ہندوستان کی یہ مردہ صنعت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہتی تھی، برہان پور مین بھی شاہجہان، جہان آرا، اورنگزیب وغیرہ کے کارخانے تھے، لیکن جب شاہجہان اور نگزیب سے خفا ہو گیا تو:-

"از پیشگاہِ خلافت مکرر قدغن شدہ کہ در برہان پور غیر کارخانۂ بادشاہی دیگر و کارخانۂ دیگر نباشد" (۲۶/۱۵۸)

"یکدو کارخانۂ دیگر" سے اورنگزیب کی مراد یہ تھی، کہ اس مین ایک کارخانہ جہان آرا کا ہے، اور دوسرا خود اس کا، لیکن اس کارخانہ کو بھی اچھی حالت مین رکھنا شاہجہان کو گوارا نہ تھا، اور اس نے تمام اچھے کاریگرون کو اپنے اور جہان آرا کے کارخانون مین مقرر کر دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب کے کارخانہ مین کام بدیر اور خراب ہوتا تھا، اور جب شاہجہان نے اس سے فرمائش کی کہ

"پارچہائے کہ ایں مرید در برہان پور تیار نمودہ باشد، بزودی بفرستد" (۱۲۴)

تو اس نے ان الفاظ مین اپنی معذرت پیش کرتے ہوے جتنا کپڑا تیار ہوا تھا، اسکو شاہجہان کے پاس بھیجدیا کہ

"تقصیرے کہ در تحصیل ایں شرف بوقوع آمدہ از رہگذر کمیابی کاریگران است، چہ پیشتر بافندہاے خوب در برہان پور در کارخانہ بادشاہی و نواب بیگم صاحب جیومی باشند، و جمعے کہ در کارخانہ ایں فدوی بودند، کار آنہا شایستگی پسند طبع قدس نداشت، پارۂ اسباب کہ نارسیدن نصیر، صورت اتمام یافتہ بود، سعادت دارین خود دانستہ ارسال نمود" (۱۲۵)

اس پر شاہجہان نے اپنے یہان سے ایک نہایت ہی بد باطن شخص کو سرکاری کارخانہ کا مہتمم بنا کر بھیجا، اور اس کے ساتھ ہی اس کو برہان پور کا واقعہ نویس بھی بنا دیا، اس کی خباثت نفس کا یہ حال تھا، کہ اورنگ زیب اس کی وجہ سے جہان آرا تک کی فرمایش کی تعمیل کرتے ہوے ڈرتا تھا، اور جب جہان آرا نے ایک نئے کارخانے کے کھولنے کے سلسلہ مین ایک شخص کو اس کے لیے مقرر کرکے اورنگزیب سے مدد طلب کی، تو اس نے اُس کے جواب مین لکھا کہ

"اگر مقصود از فرستادن مومی الیہ آن است، کہ او با مداد متصدیان ایں جانب در برہان پور کارخانہ برپا کند، ہر چند ایں خیر اندیش را دریں باب مضائقہ نیست، اما دست بہم نخواہد داد . . . . . "

وچوں داروغۂ کارخانۂ سرکار والا کہ خدمت واقعہ نویسی برہان پور نیز با او است مرد سبکی است، درصورت کہ بجہت سرانجام اسباب فرمایش ایشاں از کارخانۂ خود جمعے کارگران جدا نمودہ شود . . . . یقین کہ او ایں معنی را داخل واقعہ خواہد نمود،

وشاید طبعِ مقدس راخوش نیاید،

واگر مطلبے آں باشد کہ موافقِ پوشاکِ خاصۂ آں صاحب ہر سال سرانجام یابد، دریں صورت تفصیلِ ایں ملبوسِ یک سالہ کارِ برہانپور نوشتہ ارسال دارند، تا در کارخانۂ ایں جا رو براہ شدہ باشد، اگر بہ پیشکش قبول افتد زہے منت والّا بہر طریق کہ خواہند حساب کنند" (۲۶/۱۵۸)

کیا ان حالات میں اورنگزیب اس سے بہتر کوئی تجویز پیش کر سکتا تھا؟ لیکن اس احتیاط کے باوجود بدباطن نصیر نے اورنگزیب کی نہیں تو، اس کے ملازمین کی شکایت شاہجہان کو لکھنا شروع کر دی، شاہجہان نے اورنگزیب سے اسکی بازپرس کی، اورجب اورنگزیب کو ان غلط الزامات کی اطلاع ملی، تو اسکو بجا طور پر اس دروغ باف دار و غہ پر غصہ آیا، اور اس نے یہ خط علامی سعداللہ وزیرِ شاہجہان کو لکھا:

"عریضۂ الاخلاص کہ بموجبِ حکمِ اشرف . . . . . ارسال داشتہ بودند و مشتمل بود بر آنکہ "میر نصیر داروغۂ کارخانۂ برہان پور بدرگاہِ جہاں پناہ معروض داشتہ، کہ متصدیانِ سرکارِ اعلیٰ (اورنگزیب) در سرانجامِ ضروریاتِ کارخانۂ مزبور از ریسمان وغیرہ، اندامنت و تغافل در تقدیم روا داشتہ اند، بر تقدیرِ صدقِ معروضِ او، وقوعِ ایں معنی بسیار نازیبا و بدنما است، تدارک و تلافی نمودہ چناں مقرر باید ساخت کہ دیگر دریں باب تساہل نرود رسیدۂ عزِ مطالعۂ قدسی دریافت،

براں دستور وافی خبرت پوشیدہ نماند کہ تصدیقِ مقدماتِ معروضۂ موی الیہ و تصورِ وقوعِ مداہنت و تغافل در تقدیمِ خدمات مرجوعۂ بادشاہی از متصدیانِ سرکارِ نامدار بعنایت مستبعد نمود، ہرگاہ از پیشگاہِ خلافت چنیں قرار یافتہ باشد، کہ ہر کس ہر چہ بنویسد

دیگوید درحق ملازمان ما باور شود و بدیں عنوان بازخواست آں می رفتہ باشد ازیں جانب گفتن و نوشتن دریں وادی لطفے ندارد،

بہمہ حال چوں سوت اولی در قصبۂ ہرگانو بہم میرسد، و تا آں قصبہ دریتول وکلاے ماست، ایں گفتگو آخر شدنی نیست و داروغۂ کارخانہ کہ درحضور پرنور مفتریات خود را رائج دانستہ از ماجری درنگذشتہ بہمہ وقت مقدمۂ ریسماں را آب و تاب دادہ و بداں تقریب مخرفات دیگر نیز بہم بافتہ بطبع مبارک پیر و مرشد حقیقی را مکدر خواہد ساخت، بنابراں آں دستور کافی درایت بعرض مقدس برسانند کہ اگر حکم شود، قصبۂ مذکورہ را داخل خالصۂ شریفہ نمودہ بدیوان پایان گھات بسپاریم و عوض آں جاے دیگر بگیریم تا سرانجام ضروریات کارخانہ موافق خواہش داروغہ بفعل آمدہ، راہ کذب و افترا اے او مسدود گردد، لیکن اگر مرضی خاطر ملکوت ناظر بودہ باشد، کارخانۂ سرکار خود را نیز کہ محض برائے آں برپا است کہ شاید چیزے قابل پذیرائی نظر اقدس در آنجا تمام شود، موقوف سازیم یقین کہ آں رفیع مکان ایں معنی را بمسامع جلال خواہند رسانید" (آداب نمبر ۲۲۸)

اورنگزیب کی شکایت شاہجہان نے اورنگ زیب کو صرف خطوط ہی مین برا بھلا نہین کہا تھا صرف دربار ہی مین اس پر مضحکہ نہین اڑایا جاتا تھا، بلکہ اُس نے اورنگزیب کی شکایت، اس کے بھائیون کو بھی لکھنا شروع کر دیا تھا، شجاع کو ایک خط مین لکھتا ہے کہ ؎

"اورنگزیب بہادر انتظام صوبۂ دکن را موافق مرضئ خاطر مقدس نکردہ، بآں غلام بندگی سرشت (شجاع) امر میکنیم کہ اگر ہر چہار صوبۂ دکن را می خواستہ باشد، و تواند آباد ان ساخت، باو مرحمت فرمائیم" (۵/۲۱۹)

ان تمام حالات کو ایک گونہ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا مقصد اس حقیقت کو واضح طور

سے دلنشین کرادیا ہے، کہ کس طرح اورنگزیب کو شاہجہان نے ذلیل، رسوا، شرمسار اور بے دست و پا کرنے کی کوشش کی ہے، اور کس طرح یہ کشمکش، یہ رنجش اور یہ بے اعتمادی آیندہ کے افسوسناک واقعات اور دارا کی تباہ کن سازشوں کے ساتھ مل کر اس بات کا سبب بنی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط خبر ہندوستان مین پھیلی، تمام ملک برادرانہ جنگ کے لیے ایک میدان کارزار بنگیا، امن و امان کا شیرازہ منتشر ہوگیا، دفترِ انتظام کے اوراق پریشان ہوگئے، محبت و اخوت کی بیاض خون آلود ہوگئی، اور وہ ملک جو عرصۂ دراز سے سکون و اطمینان کے سایہ مین آرام کر رہا تھا، یکبیک خانہ جنگی، خونریزی، غارتگری، اور موت و ہلاکت کے طوفان مین مبتلا ہوگیا، لیکن اس خونی داستان کی تفصیل کا یہ وقت نہین ہے، اس کو ہم آیندہ چل کر لکھین گے، یہان پر ہم کو جو کچھ بتانا ہے، وہ یہ ہے کہ ان حالات مین اورنگزیب نے جو کچھ کیا، وہ اس کی بلند ہمتی، اس کی سلامت روی، اسکی نیک نفسی، اس کے خلوص، اس کے جذبۂ وفاداری، اور اس کے شوقِ عمل کے بین ثبوت ہین، اگر اورنگزیب کی جگہ کوئی دوسرا کم ہمت، تیز مزاج شخص ہوتا، تو کب کا اس نظامتِ دکن کی تکلیف دہ عزت سے نجات حاصل کرچکتا، لیکن اورنگزیب کا اصول یہ تھا، کہ اُسے جس کام کے لیے مقرر کیا جاے، اُسے حتی المقدور ایمانداری، اور دیانت سے کیا جاے، اور اس نے ان مشکلات کے باوجود، ملک کی آبادی، ملازمون کی بدترین حالت کی درستی، ملک کی وسعت اور جنگلون کے کامیاب خاتمہ کے لیے جو کچھ کیا، وہ ہمیشہ اس کے لیے طرۂ امتیاز و طغراے افتخار رہیگا، ہم ملک کی آبادی کے متعلق بتا چکے ہین، کہ کس طرح اس نے مشکلات مین رہنے کے باوجود ۲۵ فیصدی کا اضافہ کیا ہے، اب ہم یہ دکھائین گے کہ اس نے دوسرے فرائض کو بھی اسی قدر اختلافات، بلکہ اس سے زیادہ سخت رنجشون کے باوجود کس کامیاب طریقہ سے انجام دیا ہے،

سرکاری ملازمین کی سفارش

اورنگزیب کو یہ اصول اچھی طرح معلوم تھا، کہ "مزدورِ خوشدل کند بیش کار

اور اس نے ہمیشہ اس پر عمل کیا، حتی کہ اپنی آخری عمر مین جب وہ شہزادون کے متعلق سنتا، کہ وہ ملازمین کیساتھ اچھا سلوک نہین کرتے تو ان کو نہایت ہی مؤثر طریقہ سے سمجھاتا، اور بتاتا، کہ ایسا نہ کرنے مین کسقدر نقصان ہی، ایک خط مین شہزادہ معظم کو لکھتا ہے:-

"باوجود سلامتِ نفس فتح اللہ خاں را چرا ناخوش کردید، مادر ایامِ پادشاہزادگی با مرا ہمچو سلوک میکردیم کہ ہمہ راضی بودند، و در حضور و غیبت بخوش دلی تعریف و توصیفِ ما میکردند، بل باوصفِ اقتدار بر ادرِ نامہربان بعضیہا ترکِ رفاقت او کردہ، ملازمتِ ما اختیار کردہ، و جمعے کہ باشارۂ برادرِ نامہرباں حرکاتِ ناملائم کردہ حرفہاے بے ادبانہ بر زباں آوردند، بتازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ، از سرِ انصاف اقرار بصاحب حوصلگیٔ ما کردند، تا نقشِ سرداری و بہادریٔ ما بر لوحِ خاطرِ اشرفِ اقدسِ اعلحضرت مرتسم گشت، و کارہاے دست بستہ بزورِ بازوے این موضعیف صورت گرفت،

شما مثل فتح اللہ خانے را رنجیدہ خاطر گردید، ہمچو سپاہئی جگر دار ہمہ کارہ را کہ بکار عمدۂ شما می آمد، شکستہ دل نمودید، فرد

گر صد ہزار لعل و گہر می دہی چہ سود — دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ

مضی ما مضیٰ حالا ہم اگر دلجوئی کنید بہتر و برائے صلاحِ کار مفید تر است[1]"

اپنے دوسرے بیٹے اعظم کو لکھتا ہے:-

"انچہ معلوم میشود مصطفےٰ قلی بیگ دیوانِ خاصِ آں فرزند کارہا بجرزسی سرانجام می دہد غنیمت است، اضافۂ منصب و خطاب خانی اگر بنویسند، دادہ اید آدم خوب مثل طلاے بیغش است، بیت

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۵،

انچہ برجستیم کم دیدیم وبسیار ست ونیست　　نیست جز انساں دریں عالم کہ بسیار ست نیست

روزے سعد اللہ خاں مرحوم بعد فراغ از اوراد و وظائف تا دیرے دست بدعا برداشتہ بود، یکے از ندماے گستاخ پرسید، کدام آرزو باقیست، گفت آدم خوب، الحق حرف خوبی گفتہ، ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلیست بہر کہ حق تعالی کرامت کردہ باشد، اما ہمت و انصاف آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود، ع

کہ مزدور خوشدل کند کار بیش[1]"

ایک اور خط مین شہزادہ کو لکھتا ہے:-

"فوجداری سورت از فتح جنگ خاں بالی تغیر کردن و برادر دار وغہ دیوانخانہ خود دادن و شیشہ درست را بدست خود شکستن است[2]"

اورنگزیب اسی اصول پر ابتدا سے عمل پیرا تھا، اس مین ہندو مسلم کا کوئی سوال نہ تھا، وہ جس شخص کو جس لائق سمجھتا، اس کے متعلق بادشاہ سے ضرور سفارش کرتا، چنانچہ تقریبًا ہر خط مین کسی نہ کسی ملازم، جاگیردار، قلعدار یا راجہ کی سفارش ضرور ہوتی تھی، یہ سفارشین دو قسم کی ہوتی تھین، یا تو ان کی تنخواہ و منصب کے اضافہ کے لیے یا خطاب اور دوسرے امتیازات کی مرحمت کے لیے، پہلے ہم موخر الذکر قسم کی سفارشون کو لیتے ہین:-

(۱) مومی الیہ (مرشد قلیخان) از فیوضات بے دریغ اعلحضرت امیدوار خطاب است تا موجب ازدیاد امتیاز او گردد،

بملتفت خان نیز اگر علم عنایت شود، باعث افتخار او ست" (۶/۴۴)

---

[1] ایضًا نمبر ۱۵، [2] ر نمبر ۱۹، اور مطبوعہ رقعات عالمگیری ہی مین اس قسم کے بکثرت خطوط موجود ہین،

(۲) "محمد صفی کہ بخدمتِ بخشیگری دکن سربلند است، چوں خانہ زادِ کارآمدنی است، و در
وقت کہ بعض بندہا . . . . بہرگونہ نوازش بادشاہانہ کامیاب شدہ، بہ تفضلات
بے دریغ اعلیحضرت امیدوار ترگشتہ، اگر او نیز بعطیہ خطابے سرفراز شود، از بندہ پروری
و خانہ زاد نوازی بعید نخواہد بود" (۵۵/۷)

(۳) "از آنجا کہ اسد اللہ خانہ زادِ کارآمدنی قابلِ تربیت است، و بخدمتِ کلانی سرفراز شدہ
اگر بمقتضاے ذرہ پروری بعنایتِ خطاب سرفرازی یابد، موجبِ امتیاز و سربلندیِ او
خواہد بود" (۶۵/۹)

(۴) "چوں ہادی داد خاں بمنصبِ دو ہزاری و پانصدی ذات و سوار سرفراز است و
بخدمتِ صوبہ داریِ تلنگانہ قیام مینماید، و جمعیتِ خوب باو ست. اگر بعنایتِ علم و نقارہ
سربلند گردد گنجایش دارد" (۱/۱۰)

اب دوسری قسم کی سفارشوں کو دیکھو صفی خان کو داروغگی توپخانہ کی خدمت پر مقرر کیے
جانے کا حکم ہوتا ہے، اس پر اورنگزیب لکھتا ہے:-

(۱) "لیکن از آنجا کہ جمع میان این خدمت (داروغگی توپ خانہ) و بخشی گری، صعوبتے دارد، و
حقیقتِ جاگیرہاے دکن پوشیدہ نیست، و بدولِ مصالح این نوع خدماتِ عمدہ متمشی دلگیری
نمی شود، امیدوار است کہ بتقریبِ این خدمت باضافہ سرفراز گشتہ از روے دلگیری بہر اسم
ہر دو خدمت بپردازد" (۵۸/۲)

(۲) "محمد غیاث ولد اسلام خان در ہندوستانِ فیض نشان جاگیرِ ہشت ماہہ داشت
و در دکن حاصل جاگیرِ او پنج ماہہ بیش نیست، از آنجا کہ خانہ زادِ قابلِ تربیت است . .
. . . . . بنا بران این فدوی خدمتِ فوجداریِ سرکارِ مذکور (مہکر) با و مقرر

داشتہ یکصدی ذات و یک صد سوار بشرط خدمت اضافہ تجویز نمود . . . . . .
وطلب اضافہ را موافق حاصل سہ ماہہ در پرگنہ مہکر باو تنخواہ کرد، اگر بدرجۂ قبول برسد از خانہ زاد
پروری بعید نخواہد بود" (۲۱/۲۷)

(۳) "از آنجا کہ سزاوار خاں بندۂ قدیم و خانہ زاد باخلاص اعلیحضرت است و نقد جوانی را صرف
خدمت ایں آستان خواقیں پاسباں نمودہ و ہمیشہ باجمعیت موافق مطابقہ
بخدمات مرجوعہ پرداختہ، امید کہ بمقتضاے ذرہ پروری فراخور حسن عقیدت و سبق بندگی،
مشمول تفضلات بے دریغ قبلۂ جہانیان گردید، بظہور عنایات پیر و مرشد حقیقی کہ بہار آمال
وامان واقاصی وادانی است، جوانی از سر گیرد" (۸/۹۴)

اورنگزیب صرف اسی قسم کی سفارشوں ہی تک اپنی کوشش محدود نہیں رکھتا، بلکہ اگر کوئی امیر
اپنے بچوں کی شادی کرنا چاہتا ہے، یا کوئی طالب علم وظیفہ کا خواستگار ہے، یا کوئی مذہبی پیشوا
یومیہ کا خواہاں ہے، یا پھر کوئی غیر ملکی شخص ہندوستان میں آکر کسی دوسرے دربار میں جانا چاہتا
ہے، تو وہ ان تمام موقعوں پر اپنی سفارشوں اور کوششوں کے دروازہ کو کھول دیتا ہے ہم طوالت
کے خوف سے صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں:-

(۱) سرکاری ملازموں کے بچوں کی شادی کے اخراجات کے لیے کس بلیغ طریقہ سے
سفارش کرتا ہے:-

"مرزا خاں را صبیہ السیت بسن تمیز رسیدہ و ارادۂ او چناں است کہ اگر پیر و مرشد حقیقی از روے
خانہ زاد پروری تجویز فرمایند این دولت اسمعیل پسر دوم نجابت خاں کہ تا حال کتخدا نشدہ بوقوع
آید، اما از آنجا کہ خان مذکور از مسر بے سرانجامی برائے انعقاد ایں نسبت متعلقان خود را
بدرگاہ جہاں پناہ نمی تواند فرستاد، امید وار است کہ دریں باب بموجب حکم اشرف صادر

گردد، عمل نماید" (۱۶/۱۰۳)

(۲) یومیہ و ملازمت کی سفارش، یہ خط وزیر شاہجہان علامی سعداللہ کے نام ہے :-

"معلوم نماید کہ حافظ امین از منسوبانِ ایں درگاہ است، وآں دستور الوزرا، نیز احوال ہوی الیہ را بواجبی می داشتند، ظاہراً قبل ازیں مبلغ یک روپیہ از خزانۂ عامرۂ کشمیر بے نظیر در وجہ یومیۂ او مقرر بود و ثانی الحال کہ رایاتِ عالیاتِ خلافت سایۂ ہمت و کرامت بر ساحتِ آں خطۂ دلکشا انداخت، از روزیانۂ حافظ مذکور نصف بجاے ماند، از آنجا نیم روپیہ بضروریاتِ امرِ معیشتِ او و توابع کثیرہ وافی نیست، اگر آں خان والامکان کہ توفیقِ خیرات یافتہ اند، سعی نمایند، کہ یومیۂ مشارالیہ بدستور سابق مقرر شود، و حافظ علی محمد برادرِ حافظ مذکور کہ با او ہمراہ است، و کسبِ بعضِ مراتبِ اعلیٰ نمودہ موافقِ حالتِ خود، در سلکِ بندہاے درگاہ خلائق پناہ شرفِ انسلاک حاصل شود، بموقع خواہد بود، (آداب خط نمبر ۲۳۶)

۳- مدینہ منورہ سے ایک سیّد صاحب تشریف لاتے ہین، ان کے متعلق اسی مخیر وزیر کو لکھتا ہے:-

"چوں دریں ولا سیادت مآب سید محمد از ساداتِ مدینۂ طیبہ علیٰ ساکنہا الصلوٰۃ والتحیہ .... بقصدِ آستانبوسِ مقدس روانۂ درگاہِ جہاں پناہ شدہ، ارادہ دارد کہ بوساطتِ ایشاں از نظرِ انور گذشتہ از فیوضاتِ بے دریغِ بارگاہِ خلافت بہرہ مند گردد، یقین کہ آں خان والامکان کہ توفیقِ مراعاتِ ایں طائفہ علیہ بوجہ اتم یافتہ اند، در امداد و اعانتِ او سعیِ جمیل مبذول خواہند داشت[1]، (آداب ۲۲۰)

---

[1] مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کربلاے معلّیٰ، مشہد مقدس، بغداد شریف وغیرہ کے لوگون کا یہ ایک قدیم دستور تھا جیسا کہ آجکل بھی ہے کہ وہ ہندوستان مین آکر یہان کے لوگون سے خیرات وغیرہ وصول کر کے کثیر رقم کے ساتھ اپنے اپنے وطن کو لوٹ جاتے، ابتدائر اورنگزیب بھی ان کی بڑی قدر کرتا تھا، لیکن جب اُسے

(۴) غیر ملکی معزز اشخاص ہندوستان آکر کسی دوسری ریاست مین جانا چاہتے ہین، لیکن اورنگزیب ان کو بادشاہ کے یہان جانے پر راضی کرکے ان کی سفارش کرتا ہے، کہ اس کے خیال مین ہندوستان مین آکر کسی دوسری حکومت کے دربار مین ان لوگون کا جانا، ایک تو خود مغل حکومت کی ذلت ہے، دوسرے اس سے خارجی ممالک کی سیاست پر بھی برا اثر پڑ سکتا تھا، اس کی مثال یہ ہے:-

"میر صالح ولد میر قوام الدین مازندرانی پسر خالِ شاہ عباس کہ دریں ایام از راہ بندر سورت آمدہ، با ورنگ آباد رفتہ بود، واز آنجا قصدِ گولکنڈہ داشت، ایں مرید اورا بہ برہان پور طلبیدہ، روانۂ درگاہ خلائق پناہ نمود، یقین کہ بعد ادراکِ شرفِ زمین بوس معلّی و خورِ شاہنشاہی و قابلیت مشمولِ نوازشاتِ بادشاہانہ خواہد شد" (ب ۵۲)

یہ جو کچھ سفارشین تھین، اُن کا تعلق صرف اشخاص تک ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اورنگزیب عام سپاہیون وغیرہ کی حالت سے غافل یا ان کے متعلق خاموش تھا، ہم کو ان خطوط مین جابجا جاگیر کی کم حاصلی اور اس کی وجہ سے تعیناتیانِ دکن کی تکالیف کا بیان نظر آتا ہے، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب کو یہ حکم دیا کہ دکن مین بھی ضابطہ داغ کو جسے علامی سعداللہ خان نے روشناس کیا تھا، رائج کیا جائے تو اس نے دکن کے سپاہیون کی حالت بتاکر، ان کی تنخواہون مین اضافہ کی سفارش کی، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"حقیقتِ صعوبت و دشواریٔ ضابطۂ داغ کہ بتازگی در پیشگاہِ خلافت قرار یافتہ. . . . .

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۷) اس بات کا علم ہوا، کہ ان لوگون نے اپنی سیادت اور مقامات مقدسہ کی سکونت کو اپنا پیشہ بنالیا ہے، تو اس نے ایسے لوگون کی امداد سے لوگون کو منع کردیا، سعداللہ خان کے نام بھی جتنے خطوط ہین، انمین بھی ان تمام سفارشون کا جو وہ لوگون کے متعلق بادشاہ سے کرتا تھا ذکر کرکے اس سے امداد کی درخواست کیگئی ہے،

مکرر داخل واقعه گشته شاید بمسامع جاه وجلال رسیده باشد . . . . . "

پیر دستگیر سلامت بکیفیتِ لشکرے که بالفعل دریں صوبجات است واز عمدهٔ ضبطِ محالِ تیولِ خود بآسانی برنمی تواند آمد وکثرتِ جمعیت دنیاداران وکن برضمیرِ منیر هویدا است و بحسب ضابطهٔ تازه اگرچه کمیتِ لشکری افزاید، اما کیفیت که مطلوب است، اصلاً نمی ماند چه موافق ایں ضابطه علوفه تابنیان از بست روپیه تا هفتده و پنج و پانزده مقرر شده، وسوار از سابق قریب نه هزار افزوده، جاگیر بیشتر منصب داراں از سه ماهه کمتر است، و پیدا است که ایں نوع مردم که بدیں قلیل نوکر باشند، حالِ اسپانِ ایشاں چه خواهد بود، واز آنها چه کار خواهد کشود، باوجودِ آنکه پیش ازیں حصهٔ ذات راسه ماهی سوارے وه لک دام خرچ پرگنات وسواری بحساب سی و دو روپیه در ماهه تنخواه می یافتند، اکثرے از نیها تا حال تمام بداغ نه رسانیده اند، وتصحیح نداده و بدیں سبب مبلغهاے کلی مطالبهٔ تفاوت داغ وتصحیح بنام هریکدام در دفاترِ ایں صوبه ثبت گشته، اکنوں که حصهٔ ذات یک ماهه و دو ماهه خواهند یافت، ظاهر است که بذاتِ آنها چه خواهد رسید، خاصه درین هنگام که عملِ تباهی بمیاں آمده، واخراجات پرگنات بتقریبِ محافظتِ غلات دوچنداں شده، ودر بابِ تحصیلِ مطالبات از روے قدغن بنفاذ پیوسته که "از حاصلِ جاگیر بعضے چهارم حصه وزجمعے پنجم وششم حصه باز یافت می نموده باشند" معلوم است که بعد وضعِ مطالبه بدیں طریق چه خواهد ماند، واز عمدهٔ سرانجام جمعیت چگونه می تواند برآمد، چوں همه وقت امنیت نمی باشد، وتخیل که گاهے بجمعیتِ خوب احتیاج افتد، اگر اعلیحضرت بنفسِ نفیس متوجه شده، بانتظامِ مهماتِ حضورِ پرنور حکم فرمایند، تا بمآلِ کار نظر انداخته دریں باب غور نمایند، از صلاحِ دولت ابدمدت دور نخواهد بود، دیگر هرچه راے مملکت پیراے . . . . . فرماید عین صواب است" (۹/۱۵)

اسی کے ساتھ اس نے خود سعداللہ خان کو بھی ایک خط اسی مضمون کا لکھا، اور اس مین بتایا کہ دکن کی فوج کی موجودہ حالت مین اس ضابطہ کا رواج کسقدر ناممکن اور خطرات سے پر ہے، اس خط کا ضروری اقتباس یہ ہے،

"ایں ضابطہ تازہ موجب ازدیاد تفرقہ سپاہ و سبب افزونی مطالبات متعذر التحصیل است چہ موافق ضابطہ حال علوفہ تا بتیان بست روپیہ و ہفدہ و نیم و پانزدہ تنخواہ شدہ و سوار از سابق قریب نہ ہزار افزودہ مدت مدید باید کہ ایں مقدار اسپ بداغ رسد، و ہمذا جمعے کہ ایں علوفہ قلیل بیابند، اسپ خوبگی کے میتوانند خرید، و حال آں کہ جاگیر اکثر منصب داران از سہ ماہہ کمتر است، و با وجود آنچہ پیش ازیں حصہ ذات را سہ ماہہ بودہ، و دہ لک خرچ پرگنات مجری یافتہ تتمہ را سوارے بحساب سی و دو روپیہ در ماہہ می یافتہ اند، اکثرے ازاں تا حال بداغ رسانیدہ اند، و تصحیح ندادہ اند، و مبلغہاے کلی مطالبہ تفاوت داغ و تصحیح باسم ہر کدام در دفاتر ثبت شدہ، اکنوں کہ حصہ ذات دو ماہہ و یک ماہہ خواہند یافت معلوم کہ بذات آنہا چہ خواہد رسید، خاصہ امسال کہ حکم عمل تبائی بنفاذ پیوستہ و اخراجات پرگنات برائے محافظت غلہ مضاعف گشتہ، در باب تحصیل مطالبات فرمان عالیشان شرف صدور گرفتہ کہ از حاصل جاگیر بعضے چہارم حصہ و از جمعے پنجم و از برخے ششم حصہ می گرفتہ باشند و چوں دراں منشور والا قید گرفتن مطالبہ از حصہ تا بنیان نیز در مطالبہ باید داد و جمعیت را موافق ضابطہ بداغ تواند رسانید۔ . . . . . بنابراں . . . . تکرار اظہار ایں مقدمات ناگزیر بود، اگر آں مہین دستور ایں مراتب را بخاطر آوردہ، کیفیت آں را بعرض ارفع اعلیٰ برسانند، ہر آئینہ بمصلحت ملکی اقرب و انسب خواہد بود۔" (آداب نمبر ۲۲۲)

اورنگزیب نے سپاہیون کی حالت کو اس قدر واضح اور صاف طور سے بیان کیا تھا، کہ

شاہجہان کو منظوری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور اس نے ایک حد تک اورنگزیب کی سفارشوں کو قبول کرلیا لیکن پھر بھی اورنگزیب مطمئن نہ تھا، وہ اس منظوری کے متعلق لکھتا ہے کہ

"اینچہ قبل ازیں مدجواب عرضداشت ایں مرید کہ بتقریب ضابطۂ داغ بدرگاہ والا جاہ ارسال داشتہ بود، حکم شدہ کہ بچوں حاصل جاگیر اکثر بندہاے تعین صوبۂ دکن چار ماہہ دکمتر ازان است، بنابران در سہ ماہہ کہ ہراپے ہفتہ روپیہ و در دو ماہہ کہ ہراپے پانزدہ روپیہ مقرر شدہ، از ابتداے غرۂ ماہ مہر . . . . . بدستور چہار ماہہ ہراپے بست روپیہ ماہیانہ مقرر فرمودیم محض کرامات است، چہ سوارے کہ علوفہ اش کمتر از بست روپیہ باشد ہیچ مصلحت بکار نمی آید لیکن از آنجا کہ موافق این ضابطہ بجمعے نفعے و بطائفہ نقصان خواہد رسید، فکر ادائے مطالبات سرکار گردوں مدار نیز باید نمود" (۱۶/۲)

ہندؤن کے ساتھ برتاؤ اس وقت تک جتنے لوگون کی سفارشین کیگئی ہین، ان مین ایک ہندو بھی نظر نہ آیا ہوگا، اور اس سے جیسا کہ مشہور ہے، یہ سمجھا گیا ہوگا، کہ اورنگزیب کو ہندؤن سے حقیقۃً کوئی عداوت، دشمنی، یا کم از کم نفرت تھی، اور اسی لیے اس نے کسی ہندو کی سفارش نہین کی ہے، لیکن واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، اور اسی لیے ہم ایک مستقل ماتحت سرخی کے نیچے اس پر کچھ لکھنا چاہتے ہین،

اگر ہم اورنگزیب اور اس کے بھائیون کے حالات کا مطالعہ کرین گے، تو ہم کو صاف نظر آئے گا، کہ انھون نے اپنے اثر و اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے کسی نہ کسی جماعت کو اپنا ہم خیال و موید بنانے کے لیے انتہائی کوشش کی ہے، دارا شکوہ نے راجپوتون پر سب سے زیادہ بھروسہ کیا، اور اس کے اعتقادات کا تزلزل دراصل ان راجپوتون کو ہی رام کرنے کے لیے تھا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا کہ وہ ویدانت کے فلسفۂ توحید اور محی الدین ابن عربی کے

اصول "ہمہ اوست" کو جس صورت سے بھی جوڑ دیے، اس موضوع پر چونکہ ہم دارا کے عقائد کے سلسلہ مین بحث کرین گے، اس لیے یہان صرف اشارہ پر اکتفا کرتے ہین، شجاع نے دربار کے شیعہ امرا کو اپنا حامی بنانے کے لیے اپنے کو ایک بڑی حد تک مذہب امامیہ کا پابند کر رکھا تھا، تاجر کار لیکن بہادر مراد کو چونکہ اپنی تلوار پر بھروسا تھا اس لیے اس نے اس قسم کی کوئی عام کوشش تو نہین کی البتہ مختلف امرا کو توڑنے کی سازش مین لگا رہا، مگر اورنگزیب نے اس قسم کی کوئی حرکت نہین کی، نہ اس نے راجپوتون کو خوش کرنے کے لیے ویدی توحید کی بیجا تعریف کی، نہ شیعی امرا کو خوش رکھنے کے لیے امامی عقاید کی تائید اور نہ امرا سے کوئی خفیہ معاہدہ کیا، بلکہ اس کے ساتھ جو لوگ تھے ان کے ساتھ مساویانہ طریقہ سے پیش آتا، اور ہر امیر اور سرکاری ملازم کو اپنا ہی خواہ اور سچا دوست سمجھتا، اس کی کثرت مراسلت، اس کے وسعت تعلقات کی دلیل ہے، وہ شیعہ امرا سے بھی اسی طرح خط و کتابت کرتا ہے جیسی کہ سنی امرا سے، وہ ہندوؤن سے بھی اسی طرح مخاطب ہوتا ہے جس طرح مسلمانون سے، بلکہ اس کے خطوط کا مطالعہ ہم کو اس نتیجہ تک پہنچنے پر مجبور کرتا ہے، کہ اس نے مسلمانون سے زیادہ اہم سفارشین ہندوؤن کے لیے کی ہین، مگر یہ اس کی بدقسمتی اور اس کے بڑے بھائی کی عنایات خاص کا نتیجہ تھا کہ اُسے راجپوتون کا دشمن مشہور کر دیا گیا، اس چال سے دارا کا جو مقصد تھا وہ بالکل عیان اور واضح ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اورنگزیب کے پاس نہ راجپوت فوج رکھی گئی، اور نہ راجپوت افسر ہی دو چار سے زیادہ رہے، اور یہی سبب ہے کہ اس کے خطوط مین ہندوؤن کا ذکر بہت کم آتا ہے، پھر بھی اورنگزیب اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہین رہا، اور جب کبھی بھی اسے موقع ملا، اس نے ہندوؤن کی سفارش کی، چنانچہ جب دکن کے انتظامات کے سلسلہ مین ایلچپور کی دیوانی کے لیے ایک لائق افسر کی ضرورت ہوئی، تو اورنگزیب نے راؤ کرن نام ایک راجپوت افسر کی سفارش کی، لیکن شاہجہان نے اسے نامنظور کر دیا، اور لکھا کہ

راؤ کرن

"تفویضِ خدمتِ ایلچیو بمثل راؤ کرن راجپوتے مناسبت نداشت . . . . کارہا بکسے باید فرمود
کہ از عہدہ تواند برآمد" (۵۳)

اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"انچہ بخاطرِ ملکوت ناظر میرسید محض صواب است، وایں مرید بایں ہمہ قصورِ فہم آں را کجا تواند دریافت
لیکن چوں خدمتِ ایلچیو دریں ایام غیر از جاگیرداری وآباداں ساختنِ آں کارے نیست
وایں فدوی در پیشگاہِ خلافت بتہم بندگی سلوکی براجپوتیہ بنا براں حقیقتِ کمیِ منصب وآباداں
کارئ راؤ کرن نوعیکہ می دیدہ وشنیدہ معروض داشتہ بود" (۵۴)

لیکن اورنگ زیب اس نامنظوری سے مایوس نہین ہوا، بلکہ وقتاً فوقتاً راؤ کرن کی سفارش
کرتا رہا، تاآنکہ اسکو جوار کے علاقہ کی فتح پر مامور کرکے اور اس کے منصب مین اضافہ کرکے
ایک بلند درجہ تک پہنچا دیا، چونکہ اس کا بیان جوار کی فتح کے سلسلہ مین آئیگا، اس لیے یہان پر
نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس کا ایک دوسرا ہندو افسر نرسنگھ داس تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"چوں نرسنگھ داس قلعہ دارِ اسیر خانہ زادِ کارآمدنی درگاہِ جہاں پناہ است، وہموارہ
باجمعیتِ موافقِ ضابطہ بخدماتِ پادشاہی پردازد، وجاگیرہاے کہ در وطن داشت تغیر شدہ
وکیفیتِ حاصلِ جاگیرہاے دکن پوشیدہ نیست، ووکیلِ او در دربارِ عالمیان مدارتلاش میکند
کہ پرگنہ رواتے کہ در وطنِ موروثیِ اوست عوض محالِ ہندوستان . . . . کہ تغیر شدہ
ومحالے کہ در دکن بہ تیولِ او مقرر است، در وبست تنخواہ گردد، از پریشانی برآمدہ بجمعیت
خدمت می کردہ باشد، یقین کہ آں دستور الوزارا نیز در پیش رفتِ مطلبِ او اگر ممکن باشد سعی
وامداد در یغ نخواہند داشت" (آداب نمبر ۲۲۲)

ایک دوسرے خط مین جعفر خان کو جو علامی سعداللہ کے بعد وزیر کے فرائض انجام

دیتا تھا، ایک دوسرے افسر کی سفارش ان الفاظ مین کرتا ہے:-

"اینچہ دریں ولا بموجب حکم اقدس اعلیٰ در باب مہیش داس راٹھور معروض داشتہ بودند، پیرایہ وضوح گرفت حسب الحکم جہاں مطاع مومی الیہ راد ستوری دادہ شد کہ باجمعیت خویش بدرگاہ جہاں پناہ شتافتہ، از استلام سدۂ سنیۂ خلافت، سربلندی حاصل کند، بندۂ خوب کار آمدنی است، در تقدیم خدمت بادشاہی کوتاہی ننمودہ یقین کہ بتوجہ خوب خواہد یافت، ایں معنی را بمسامع جاہ وجلال رسانیدہ، بہمیں وتیرہ، ہرگاہ تقریبے دست دہد، بنگارش عریضہ پرداختہ باشندہ" (آداب نمبر ۳۳۲)

دکن مین اورنگزیب کا ایک ہندو افسر مرجاتا ہے، اسکی جائداد کی وراثت کے متعلق وہ دوسرے ہندو افسرون سے مشورہ کرتا ہے، اوران کی جو راے ہوتی ہے، اسی کی اس طرح سفارش کرتا ہے:-

"راجہ سنگرام زمیندار جمو کہ خدمت فوجداری جامورو مانجرو داشت، تصدق فرق مبارک شدہ، سارنگدھر بنیرۂ او کہ خانہ زاد کار آمد نیست، چوں پسر فرزند کلان است کہ پیش از سنگرام گذشتہ، پسران راجہ متوفی کہ اعمام اویند وراؤ کرن ودیگر راجپوتان اینجا اتفاق نمودہ اند کہ جانشین پدر کلان او باشد اگر از پیشگاہ خلافت تکیۂ راجہ مسطور بسارنگدھر عنایت شود ومنصب او داعمامش بموجبے کہ از واقعہ بعرض ارفع اعلیٰ خواہد رسید، مقرر گردد، از عہدۂ خدمتے کہ بسنگرام مفوض بود، می تواند برآمد، وجمعیت آنہا نیز متفرق نمی شود" (۱۱۲)

اسی طرح جب رائچور کی زمینداری کے متعلق جھگڑا ہوتا ہے، اس کے اصلی حقدار حیات سنگھ کو دوسرے ورثہ محروم کرنا چاہتے ہین، اور وہ آکر اورنگزیب سے سفارش چاہتا ہے تو اورنگزیب اس کی حمایت مین لکھتا ہے کہ

"از عرضداشتِ وکیلِ دربارِ جہاں مدار معلوم شد، کہ اجمیری سینہ عموی سبیٹی زبدۃ الاقران مومی الیہ (حیات سینہ) بدرگاہِ معلی آمدہ خود را زمیندارِ قدیم آنجا وانمودہ، پتہ کامل وغیرہ از مضافاتِ راجپور کہ علی نسبت ہمیشہ زمیندارِ آں حیات سینہ بودہ در وجہ اضافہ او مرحمت گشتہ بنابراں نگاشتہ میشود، کہ چوں زمینداری آنجا موروثی حیات سینہ مزبور است، و تقصیرے از و سرنہ زدہ، اگر او را باضافہ سرفراز فرمودہ اند، آں پتہ جاتِ غیر عمل را بہ تنخواہِ او مقرر سازند، موجب انتظامِ احوال مشار الیہ و توابعِ او خواہد شد" (آداب نمبر ۲۲۹)

اس کے بعد جب اسی حیات سنگھ کو سرکاری ملازم بلا وجہ اس کی جاگیر سے ہٹا دیتے ہین، اور وہ اورنگزیب کے پاس آکر اس کی شکایت کرتا ہے، تو اورنگزیب ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم کو اس ناانصافی کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"نسبتِ بندگی حیات سینہ زمیندار را بحور کہ بخدمتِ والا مرتبت سلطانی دارد، براں دستور وافی خبرت پوشیدہ نخواہد بود، تا وقتیکہ پرگنہ مسطور بفرزندانِ سعادتمند کامگار نامدار تعین داشت مومی الیہ از روے استقلال بلوازم امرِ زمینداری آنجا قیام مینمود، و اکنوں کہ آں پرگنہ تنخواہ صوبہ دار مقرر شدہ، مشار الیہ از رہگذرِ بدسلوکی گماشتہاے متوطن دار ترکِ وطن کردہ بحضورِ عالی (اورنگزیب) آمدہ و خویشان و متعلقانش در ہمانجا بسر می برند، چوں اعلیحضرت او را ازیں خدمت عزل نہ فرمودہ اند، اگر آں رفیع مکان ایں مقدمہ بعرضِ اقدسِ اعلیٰ رسانیدہ در باب بحال بودنِ خدمتِ زمینداری بدستور سابق با و برادرانِ او حسب الحکم الاقدس بصاحبِ صوبہ آنجا بنویسند، و دریں وادی سعی مبذول دارند بسیار بموقع خواہد بود" (آداب نمبر ۲۴۲)

اورنگزیب اس سفارش کی منظوری مین کامیاب ہوتا ہے، اور جب حیات سنگھ کچھ دنون اورنگزیب کے پاس رہ کر وطن واپس جانا چاہتا ہے، تو اورنگزیب، علی مردان خان

کو جبکو اب وہ علاقہ ملا تھا، یہ سفارشی خط لکھتا ہے:-

"نسبتِ بندگی وخانہ داری کہ زبدۃ الاشباہ والاعیان حیات سینہ زمیندارِ راجور کہ خدمتِ عالی دارد، برآں رکن السلطنۃ الکبریٰ پوشیدہ نیست، وراں ایام کہ پرگنہ مذکور تیول وکلاے سرکار نامدار مقرر بود، مومی الیہ مرفہ الحال درآنجا بسری برد، وپیش ازیں بچند گاہ از اسبابِ عناد حساد وبدسلوکی عمال ترکِ وطن اختیار نمودہ بحضور موفور السرور آمدہ، اکنون بازعنانِ معاودت بداں صوب منعطف ساختہ بمقتضاے جمعیت (حمیت؟) ارادہ دارد کہ شغلِ زمینداریِ موروثی را از دست ندادہ بگرد آوریِ توابع ولواحقِ خویش کہ درآنجا اند بپردازد"

چوں آں عمدۃ الخوانین ووراں را از مخلصانِ صافی طویت تصور میفرمائیم ویقین می دانیم کہ در رعیت جانب منتسبانِ ایں درگاہ خود را معاف نخواہند داشت، دربارۂ مومی الیہ ونظمِ اسباب جمعیت ورفاہیتِ او نگاشتن تحصیل است، پیداست کہ در ہر باب انچہ نوشتہ اند سعی مبذول خواہد شد، وبعلاوہ آں پرگنہ تاکید بلیغ خواہد رفت کہ سررشتۂ حسنِ سلوک را بامشارالیہ از دست ندادہ در جمیع امور حسابی ممد ومعاونِ او باشند" (آداب نمبر ۳۲)

یہ اس اورنگزیب کے خطوط ہیں، جو ہندوؤں سے بدسلوکی کے لیے بدنام کیا گیا ہے، اسکے علاوہ اس نے ہندو راجاؤں کے متعلق جو سفارشیں کی ہیں، اور جس طرح وہ بادشاہ سے انکے لئے لڑا ہے، اس کا ذکر آئندہ آئیگا[1]

[1] اورنگزیب کے عہدِ سلطنت میں جو ہندو مختلف مناصب جلیلہ پر بحال تھے، ان کی فہرست اور مفصل حالات کے لیے دیکھو امراے ہنود ہمضامین عالمگیری، وقائع عالمگیری (اردو) مآثر الامرا وتذکرۃ الامرار (فارسی)

لیکن ابھی ایک اس سے زیادہ اہم اور عجیب چیز کا انکشاف باقی ہے، اور یہان پر ہم اس کو ذرا اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتے ہین،

اشاعتِ اسلام | اورنگ زیب کے مخالفین کا اس پر ایک بہت بڑا اتہام یہ بھی ہے کہ وہ ہندوون کو زبردستی مسلمان بنایا کرتا تھا، اور اس سلسلہ مین برادرانِ وطن کے عام تو عام، تعلیم یافتہ طبقہ مین بھی وہ لایعنی باتین مشہور ہی نہین بلکہ ان کو سچ سمجھا جاتا ہے، کہ بے اختیار ہنسی آتی ہے[1]، حالانکہ اس کا اس معاملہ مین جو رویہ تھا، وہ شاید ہی کسی مسلمان بادشاہ کا رہا ہو، اور اس کی زندگی کے حالات کے بعد یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ آخر لوگون نے اس غریب کو اس قدر کیون بدنام کر رکھا ہے، حالانکہ ایسے زمانہ مین جب کہ سیاست و مذہب کا آج سے کہین زیادہ چولی دامن کا ساتھ ہی نہ تھا، بلکہ اس وقت سیاست مذہب کے ماتحت تھی، اورنگزیب نے صحیح اسلامی تعلیمات کی بنا پر دور اندیشی و عاقبت بینی سے کام لیکر اس حکمت عملی کو اختیار کیا جس کو شاید آج کی نیشنل کانگریس بھی غلط نہین بتا سکتی اور اس کی اپنے اصول کی پابندی یہین پر آکر ختم نہین ہو جاتی، بلکہ وہ اس کے لیے بادشاہ سے لڑتا، اور اس کی ناخوشی مول لیتا ہے،

اشاعتِ اسلام کے متعلق اورنگ زیب کا یہ اصول تھا کہ کسی شخص کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ وہ کسی شخص کی مجبوری و معذوری سے فائدہ اٹھا کر یا اپنے درجہ یا مرتبہ کے اثر کا غلط استعمال کر کے کسی شخص کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کرے، اور نہ وہ اس کو پسند کرتا تھا، کہ کوئی مجرم صرف سزا سے بچنے کے لیے، اسلام کو قبول کرلے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کو بھی اپنا فرض سمجھتا تھا، کہ اگر کوئی شخص برضا و رغبت مسلمان ہونا چاہے

[1] دیباچہ وقایع عالمگیری صفحہ

تو وہ اس کی پوری مدد اور اس کی تالیفِ قلب کے تمام ذرائع اختیار کرے، ایک اور بات جو اورنگزیب کے تدبر پر دال ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی شخص کسی مذہب کے پیشوا کو برا کہے، کہ فرقہ وارانہ منافرت کی یہی جڑ ہے اور ایسے لوگوں کو جو سزا دی جاتی تھی اسکی وہ پرزور تائید کرکے اس برائی کا ابتدا ہی میں گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیتا تھا، اب ہم اپنے ان دعووں کی دلیل میں اس کے خطوط سے ثبوت پیش کرنا، اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ جو کچھ حالات ہیں اس کے عہدِ شہزادگی کے ہیں، اور اپنے پنجاہ سالہ عہدِ حکومت میں وہ ان اصولوں پر آزادانہ طریقہ سے پوری مضبوطی سے قائم رہا ہے،

دھندیرا کے راجہ اندرمن کو شاہجہان نے اس کی عدول حکمی کی وجہ سے گرفتار کرکے قلعۂ اسیر میں قید کر دیا تھا، جب اورنگزیب دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور راجہ نے اسے حصولِ آزادی کے لیے سفارش کرنے کی درخواست کی تو اس نے شاہجہان کو لکھا کہ

"اندرمن زمیندارِ دھندھیرہ کہ حسب الحکم الاقدس از دیرباز در قلعۂ اسیر محبوس است دریں ولا کس خود را نزدِ ایں مرید فرستادہ اظہار نمودہ کہ اگر بتصدقِ فرقِ مبارکِ مقدسِ اعلیٰ از زندانِ مکافاتِ رہائی یابد پنجاہ ہزار روپیہ بر سم پیشکش درگاہِ آسمان جاہ بخزانۂ عامرہ رسانیدہ تا یکسال بے منصب وجاگیر با پنجاہ سوار و یک صد پیادہ در صوبۂ دکن خدمت کردہ، بعد ازاں موافقِ منصبے کہ از پیشگاہِ والا بداں سربلند گردد، جمعیت نگاہداشتہ وہمہ وقت حاضر بودہ اصلا ارادۂ بازگشت بوطنِ قدیم خویش نخواہد نمود، ونرسنگھ داس قلعہ دارِ اسیر ضامنِ افعال ومتہد اوے وجہ پیشکش میشود، چوں از مدتے گرفتارِ جزائے کردارِ خود است، وحال خرابی دارد، اگر بمقتضائے جرم بخشی وعذر پذیری کہ در ذاتِ اقدس ودیعت نہادۂ دستِ قدرت است، رقمِ عفو بر جریدۂ تقصیراتِ او کشیدہ آید

از ذرہ پروری اعلیٰ حضرت دور نمی نماید، دیگر ہر چہ رائے خورشید ضیا اقتضا فرماید عین صواب است" (۲۱/۲۲)

لیکن معلوم ہے کہ اورنگ زیب کی اس سفارش کا شاہجہان نے جو اورنگزیب کو راجپوتوں کے ساتھ بدسلوکی کا الزام دیتا تھا، کیا جواب دیا، اس نے لکھا کہ اندرمن نے جو شرائط پیش کی ہین، ان کے منظور ہونے کی صرف ایک صورت ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اندرمن اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرے، جب "ہندو کش مسلم گر" اورنگ زیب کو شاہجہان کی اس شرط کا علم ہوا، تو اس نے صاف صاف لکھدیا، کہ یہ شرط ناقابلِ عمل اور مصلحت و دور اندیشی سے دور ہے، اندرمن کو اگر آزادی دینا ہے، تو اسی کی پیش کردہ شرائط ہی پر دیجاے، چنانچہ اس سلسلہ مین اس نے وزیر اعظم سعد اللہ خان کو جو خط بھیجا ہے، اس مین لکھتا ہے:-

"عرضداشتے کہ حسب الحکم الاعلیٰ در بابِ اندرمن زمیندارِ دھندھیرا ارسال داشتہ بودند بعزِ مطالعہ رسیدہ مضمونِ آں بوضوح انجامید"

برآں دستور روانی خبرت پوشیدہ نماند کہ انچہ دربارۂ زمیندارِ مذکور بخاطرِ ملکوت ناظر پیر و مرشدِ حقیقی پرتو انداختہ ہرچند صلاح و صواب است، لیکن چوں او از مدتِ بست سال محبوسِ زندانِ مکافات بودہ بقوتِ لایموت محتاج است، و مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ پیشکش باعتماد برہمناں و مہاجنان قبول نمودہ درصورتے کہ سعادتِ اسلام دریافتہ از کیشِ خود برگردد و وجہ پیشکش را چگونہ سرانجام تواند کرد،

و معہذا ہرگاہ یکے از بندہاے معتمد بادشاہی را ضامن دادہ تعہد مینمودہ باشد، کہ وطنِ مالوفِ خود کہ از مدتے دراز از دستِ او برآوردہ بجاگیر بندہاے عمدۂ درگاہ جہان پناہ درآمدہ، بطریقِ وطن عنایت شدہ رجوع نکند، و داخلِ تعینیاتیانِ صوبۂ دکن

گردیدہ ہمیشہ حاضر باشد، بازگشت او بوطن خویش چہ احتمال دارد، و چہ قسم صورت تواند جست،
اگر رہائی او مشروط بقبول اسلام نباشد، خاطر از ضامن و سرانجام او چہ پیش کشے
جمع متوال کرد، و الا بقیہ عمر را در حبس بسر خواہد برد، آں دستور الوزرا این مراتب را
بطریق شایستہ بعرض مقدس معلی رسانیدہ نوعیکہ حکم ارفع و اشرف صدور یابد، بزنگارندہ
مطابق آں بعمل آید، والسلام، (آداب نمبر ۲۳۱)

اس سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ شاہجہان اپنی بات پر اڑا، اور غریب اندرمن قلعہ اسیر مین سڑتا رہا، تا آنکہ جب اورنگ زیب برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہوا، تو اس نے اسے رہا کر کے اعلیٰ منصب پر بحال کیا،[1]

اب دوسری قسم کی مثال لیجئے، کرناٹک کے راجہ سری نگر رائل کے علاقہ پر بیجاپور اور گولکنڈہ کے حاکم حملہ آور ہو کر اس کے بڑے حصہ پر قابض ہو جاتے ہین، وہ مایوسی کی حالت مین شاہجہان اور اورنگ زیب دونون سے نہ صرف امداد کی درخواست کرتا ہے، نہ صرف ایک گران بہا پیشکش اور سالانہ خراج کا وعدہ کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھتا ہے کہ

"اگر بسبب عار کفر پرتو اعانت از حال او دریغ شود، بعد از اکہ فرمان عالیشان متضمن بذل ملتمس او بصدور پیوندد، از ہدایت مرشد جہانیان باتوابع و الواحق خود بزمرۂ اہل اسلام درآمدہ، از دولت بندگی درگاہ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیاب دین و دنیا خواہد شد"[2]

اورنگ زیب نے ایک طرف تو اپنا ایک ملازم راجہ کی تسکین و تسلی اور حالات کی تحقیقات کے لیے کرناٹک روانہ کیا، اور دوسری طرف شاہجہان کو تمام حالات مفصل طور سے لکھے، اور درخواست کی کہ دکن کے حاکمون کے نام تنبیہی فرامین صادر ہون، کہ وہ کرناٹک کے علاقہ مین

---

[1] عالمگیر نامہ؛

مداخلت نہ کریں لیکن یہ معلوم کرکے تعجب ہوتا ہے، کہ وہی شاہجہان جو ایک بست سالہ قیدی کو مسلمان ہونے کی شرط پر رہا کرنے پر مصر تھا، اورنگ زیب کو لکھتا ہے:۔

"کس پیش رائجہ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیا داران دکن را ترسانیدہ پیشکش خوبی ہم بجہت سرکار گردوں مدار دہم برائے خود از انہا می گرفت" (۳/۸۶)

اورنگ زیب نے اس خط کا یہ جواب دیا:۔

"از آنجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبول عز اسلام التجا بدرگاہ سلاطین پناہ آوردہ و تعہد پیشکش گراں نمودہ، ایں معنی را مکرر بمبالغہ معروض داشتہ بود، و ایں دو دنیا داراں نیز کہ اکثر ولایت کرناٹک را باخزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملہ آں غنائم موفورہ پیشکشے شایستہ بدرگاہ معلی ارسال نداشتہ اصلا از فکر ایں مقدمہ غافل بودند، لہذا ایں عقیدت آئین حقیقت را بحضور پر نور عرضہ داشت کردہ" (۳/۸۶)

درضمن ہمیدا ایں مقدمات بجز پاس حمیت اسلام و صلاح دولت ابد انجام امرے منظور نظر نبود۔" (۳/۸۶)

مگر شاہجہان اس مرتبہ بھی اپنی ضد پر قائم رہا، اور اسکا نتیجہ جو ہوا، اس پر ہم کرناٹک کے حالات کے سلسلہ میں بحث کریں گے،

موجودہ متمدن حکومت کی طرح گذشتہ اسلامی دور میں حکومت کا یہ فرض رہا ہے، کہ وہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ہر طرح کی مذہبی آزادی دے، اور اگر کوئی شخص کسی مذہب یا مذہبی پیشوا کے متعلق دل آزار کلمات استعمال کرے تو وہ اس مجرم کو عبرت انگیز سزا دے کر دوسروں کو اس قسم کی حرکات سے باز رکھے، شاہجہان کے عہد حکومت میں بھی بہار کے ایک ہندو قانون گو نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس میں گستاخی کی تھی، اس زمانہ کے قاعدہ کے

مطابق اس پر عدالت مین مقدمہ چلایا گیا، جرم ثابت ہوا، اور وہ قتل کر دیا گیا، اس پر اس کے اعزہ اور دوسرے ہندوؤن نے نہ صرف ایک ہنگامہ مچا دیا، بلکہ انھون نے وہان کے حکام کے خلاف یہ الزام قائم کیا، کہ اس قسم کی گستاخی کوئی جرم نہین ہے، اس لیے یہ سزائے قتل غلط ہے، اور جن لوگوں نے یہ حکم دیا ہے، وہ خود قتل کے مجرم ہین، بہار کی یہ جماعت ایک وفد کی صورت مین بادشاہ کی خدمت مین روانہ ہوئی، اورنگ زیب کو بھی اپنے استاد ملا موہن کے ذریعہ اس کی اطلاع ملی، ہر مسلمان کی طرح اس کا بھی یہ فرض تھا، کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر روحی فداہ کی حرمت اور عزت پر آنچ نہ آنے دے اور اسلام کو اس قسم کے تمام ناجائز حملون سے بچائے کہ اگر اس کی طرف سے غفلت برتی گئی، تو یہ خرابی ناقابلِ اصلاح ہو جائے گی اسی خیال سے اس نے وزیر سعد اللہ خان کو یہ خط لکھا،[1]

"چھبیلا نام زنار دار قانون گوے سائر بلدۂ بہار از شقاوتِ ابدی بجنابِ نبوت مآب سرکارِ کائنات و مفخرِ موجودات علیہ وعلی آلہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیمات (کلمات) ناسزا بر زبان آوردہ بود، و بعد تحقیق و ثبوتِ ایں معنی حسب الحکم اقدس ذوالفقار خان و دیگر متصدیانِ آنجا او را بتیغِ سیاست کہ مقتضاے عدالت است، بدار البوار فرستادہ عرصۂ آں دیار را از لوثِ وجودِ ناپاکِ او پاک ساختہ، یقین کہ بتفصیل معلوم آں دستورِ بلند مکان خواہد بود،

چوں دریں ولا فضائل و کمالات دستگاہ استادی ملا موہن کہ رابطۂ جلیلۂ ایشاں بخدمتِ عالی براں خان وافی جرت پوشیدہ نیست معروضہ داشتہ کہ جمعے از برادرانِ آں بدکیش مردود از روے تعصبے کہ شیمۂ دوارِ اشرار است بر شیخ محمد معالی میرِ عدل

[1] یہ واقعہ راجپال کی رسوائے عالم تصنیف اور اس کے متعلق ہنگاموں سے بہت کچھ مشابہ ہے،

برادرزادۂ مشارالیہ وشیخ عبدالمعنی مفتی صوبہ بدرگاہ معدلت بارگاہ دادخواہ شدہ اند،
بنابراں مجددًا آں رفیع مکاں را آگاہ ساختم"

ازآنجا کہ سعی در اعلانِ مراسم دینِ مبینِ افضل المرسلین علیہ الصلوات والتسلام برجمیع مسلمین برقدرِ مقدور واجب است، وحمایتِ علمائے اسلام درتنفیذِ احکام شرعیہ برسلاطین وامرالازم پیداست کہ دریں باب بیشتراز ہمگناں اہتمام نمودہ راہے استغاثۂ آں گروہ ضلال رامسدود خواہند ساخت، وہمگی قصد برحفظ عرض متکفلانِ نوامیس دینیہ خواہند گماشت" (آداب نمبر ۲۴۱)

یہ تھی اورنگزیب کی اشاعتِ اسلام کی کوشش اور مذہبی فسادات کے روکنے کی سعی!

ماتحت وسرحدی ریاستوں سے جنگ

اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا وہ صوبہ کے اندرونی انتظامات، جاگیردن کی عام حالت، باپ بیٹے کے اختلافات، اور اورنگزیب کی مذہبی داد کے متعلق تھا، لیکن ایک ایسے صوبہ مین جو ہرطرف آزاد ریاستون سے گھرا ہوا ہو، ایک صوبہ دار کا فرض صرف اپنے محدود علاقہ ہی کی ترقی واصلاح مین مصروف رہنا نہین ہے، بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے، کہ وہ باجگذار ریاستون کے حالات سے واقفیت رکھے، وہ ماتحت ریاستون کو اس بات پر مجبور کرے، کہ وہ معاہدون کی شرائط پر سختی سے کاربند ہون، وہ ان سے باج اور دوسری مقررہ رقمین وصول کرے، اور اگر ہوسکے اور موقع ملے تو اپنے صوبہ کو وسیع تر بنائے، آج بھی صوبون کے گورنر، ملکون کے وائسرائے اور ہائی کمشنر تو دور رہے، غیر ملکی سفرا اس قسم کی کوششون ہی کو اپنی خدمات کی معراج سمجھتے ہین، اور پرفریب سیاست (ڈپلومیسی) کو اس وقت ہرچیز پر فوقیت حاصل ہے، لیکن اورنگزیب نے موجودہ عہد کی کسی قسم کی فریب کاری سے کام نہین لیا، بلکہ اس نے جو کچھ کیا، وہ معقول وجوہ واسباب کی

بنا پر کیا، اور یہ وجوہ و اسباب ناقابل تردید اور صحیح ہین، اسی عہد صوبہ داری مین اسے ایک مرتبہ پھر بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف بھی فوجکشی کرنی پڑی، لیکن چونکہ دو دوسری چھوٹی ریاستون سے بھی اسے لڑنا پڑا ہے، اس لیے ان دو بڑی ریاستون کی جنگ کو بیان کرنے سے پہلے ہم ان دو چھوٹی ریاستون کے حالات لکھتے ہین، ان دو ریاستون سے ہماری مراد دیوگڈھ اور راجور کی ریاستین ہین،

دیوگڈھ | جس وقت مغل فوج جھجھار سنگھ کی لڑائی کے سلسلہ مین گونڈون کے علاقہ مین داخل ہوئی تھی، اسی وقت خان دوران نے، دیوگڈھ کے راجہ سے گران بہا پیش کش وصول کرکے اسے اس بات پر مجبور کیا تھا، کہ وہ "درسہ سال چہار لک روپیہ" خراج دیا کرے[1]، اور شاہجہان کی اطاعت قبول کرے، لیکن اس کا موجودہ حکمران کیسری سنگھ ایک فضول خرچ اور معاملات ریاست سے بیخبر شخص تھا، اور اس نے اپنی بے توجہی سے ریاست کی حالت اتنی خراب کردی تھی، اور اس کی آمدنی اس قدر گھٹ گئی تھی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا تھا، کہ خراج کی رقم ہی کو ہر سال ادا کرسکے، اسی وجہ سے اس کے ذمہ کئی سال کا خراج باقی تھا، اب اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ وہ بادشاہ سے یہ درخواست کرے کہ جس طرح اس نے چاندہ کے راجہ کا خراج معاف کردیا ہے، اسی طرح اس کے ذمہ جو رقم باقی ہے، وہ بھی معاف کردیجائے، اس خیال سے وہ اورنگ زیب کے پاس آیا، اور اس نے اپنی صحیح صحیح حالت شاہزادہ سے بیان کردی، اور نگزیب نے اس کے بیان کی تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، اور جب اس کی صحت کی طرف سے اطمینان ہوگیا، تو اس "ہند وکش" شہزادہ نے شاہجہان کو لکھا کہ

"کیفیت بقایاے پیش کش سنوات گذشتہ کہ بر ذمۂ زمیندار دیوگدہ ماندہ، صورت

---

[1] عبدالحمید جلد دوم صفحہ ۲۳۳،

وصول آں از افرادِ جداگانہ بعرضِ مقدس خواہد رسید، چوں زمیندارِ مذکور بندۂ دولت خواہ بر جادۂ عبودیت مستقیم است، و ہر سال مبلغ یک لک روپیہ از وجہِ پیشکش اورا بسرکارِ گردوں وقار واصل باید ساخت، و بوقوع حاصلِ محالِ زمینداریٔ او نسبتِ سابق او یکی آورده از عہدۂ اداے بقایا برنمی تواند آمد، واز عنایاتِ بادشاہانہ پیشکش زمیندار چاندہ در کل معاف گشتہ، او نیز امیدوار است، کہ بقایاے سابق با و معاف شود تا فی الجملہ سبکسار گردیدہ، وجہِ پیشکشِ مقرریٔ ہر سال بخزانہ عامرہ می رسانیدہ باشد" (۲۴)

لیکن "ہند و نواز" شاہجہان نے بجاے اس کے کہ اورنگزیب کی سفارش قبول کرتا یہ جواب دیا کہ

"معاف فرمودنِ بقایاے پیشکشِ زمیندارِ دیوگدہ از رہگذرِ ناواریٔ او معنی ندارد، ایں ہماں زمیندار است کہ خان دوران بہادر مرحوم بر سرِ او رفتہ صد و ہفتاد فیل و مبلغے نقد از و گرفتہ بود، امروز نیز آنچہ بعرضِ ارفع رسیدہ، زیادہ از دویست فیل کہ دراں میاں جتا شنکرم نام نرہ ایست در تصرفِ اوست"

"چوں تعیناتیانِ دکن یساقے ندارند آں مرید پس از انقضاے ایامِ بارش اگر میخواستہ باشد، خانہ زادِ درگاہ محمد سلطان، والا یکے از معتمدانِ خدمت گذار را با جمعیتِ خوبی از بندہاے بادشاہی و مردمِ خود بر سرِ او بفرستد، تا آں فیلِ نامی را با فیلانِ دیگر از و بگیرد، و بقایاے پیشکش را تحصیل نماید" (۲۵)

اورنگ زیب نے جو حقیقتِ حال سے واقف تھا، معاملہ کو اسی جگہ پر ختم نہیں کر دیا، بلکہ اس نے ایک مرتبہ پھر زیادہ وضاحت سے تمام حالات شاہجہان کے پاس لکھکر بھیجدیئے اور راجہ کے متعلق ان الفاظ میں سفارش کی:-

"ایں مرید کہ شاگرد و تربیت کردۂ مرشد حقیقی است، بقدرِ مقدور اطلاع بر کیفیتِ ولایت
اطراف و جوانبِ ایں مملکت حاصل نمودہ، مترصدِ آں باشد کہ اگر چناں کارے و خدمت
روے دہد سپاہ معطل نداشتہ بتقدیم آں برگمارد، چگونہ راضی خواہد بود، کہ زمیندار مذکور
باوجود دسترس و سامان، در ادائے پیشکش سرکارِ معلّی از راہِ تمرد و سرکشی تہاون ورزد،
از آنجا کہ بتعین شدنِ فوجے بہ برہان پور آمدہ ایں مرید را دیدہ بود، و متعہدِ وصولِ وجہ پیشکشِ
مقرری گردیدہ و بعد ازاں ایں فدوی یکے از ملازمانِ خود را بہمت تحقیقِ فیلانِ مومی الیہ
فرستادہ و او دراں سرزمین مدتِ سہ ماہہ اقامت نمودہ و بر جمیع مراتب واقف گشتہ
ظاہر ساخت کہ زمیندار مزبور پیش از چہاردہ فیل ندارد، و مع ہذا خان مرحوم بر سر پدرِ او کہ
آں زمان فتورے بسامانش راہ نیافتہ بود، رفتہ، فیلان کہ او بسالہاے دراز فراہم آوردہ
بود، از و گرفتہ و ایں زمیندار بغایت مسرف و تلف کار و ضائع روزگار است، و از بے
رشدیٔ خویش بمہماتِ ولایت نپرداختہ پریشان میگذراند و بر تقدیرے کہ باز خواستِ
بقایاے پیشکش از و بتعین فوجے گرد آید، بجز برہم زدگیٔ ولایتِ او اثرے بر آں
مترتب نخواہد گشت، بنا بر آں ایں مرید بوصولِ پیشکشِ مقرریٔ ہر سالہ نمودہ حقیقت را
بباركگاہِ خلافت معروض داشتہ بود، اکنوں کہ بریغِ اعلیٰ بدیں موجب صدور گرفتہ امتثالِ
آں را سعادتِ خود دانستہ بمقتضاے آں کاربند خواہد گردید،

اگر مرضیِ طبعِ مبارک چناں است کہ ولایتِ او داخلِ ممالکِ محروسہ شود،
حکمِ صریح شرفِ ورود یابد تا ایں مرید خانہ زادِ اعلیحضرت را کہ جوان شدہ، و از روے
کار طلبی می خواہد چنیں مہمات بپردازد، با جمعیتے لائق دستوری دہد، کہ بعنایتِ ایزدِ
قدیر و اقبالِ لایزالِ پیر دست گیر در اندک فرصتے و ما از روزگارِ او برآوردہ محالِ

زمینداریٔ او را متخلص سازد، و دراں مرز بوم اثرے از آں مدبر نگذارد،
وگر مقصود ایستادہاے پایہ سریر سلیمانی تحصیل باقی پیشکش مقرری و گرفتن فیلاں
است، و دریں صورت از بندہاے معتمد بادشاہی ہر کہ حکم شود، با مردم تعینات ایں
صوبہ بر سر ولایت او بفرستد، تا ہر قدر فیل کہ پیش او موجود باشد، کام و ناکام بگیرد،
و پیش کش را رو براہ سازد،

قبلہ و کعبۂ دو جہانی ایں مرید سلامت! اگرچہ ایں فدوی باوجود سبق تحقیق
دریں ولا نیز مردم تفحص فیلاں زمیندار مذکور گماشتہ دریں باب غایت سعی بجا خواہد
آورد، لیکن چوں فیل جاتا شنکر نام را دریں جا کسے نشاں نمی دہد، و می گویند کہ در سر زمین او
قلعہ ایست بر کوہ، بدیں اسم مشہور، و بودن ایں مقدار فیل نزد او مستبعد مینماید، چہ اگر
می داشت، عمدۃ الملک شاہ نواز خاں در حینے کہ حسب الحکم والا با تمامی لشکر ایں صوبہ
بر سر او رفتہ بود یقین کہ فیلاں را در عوض پیشکش از و میگرفت، و دراں وقت بسبب
بے استطاعت او، از پیش گاہ خلافت مبلغ از وجہ مقرری ہر سالہ معاف نمی شد و
شش ماہ بجہت وصول پیشکش در برہان پور نمی بود، (۱/۲۰)

اتنا ہی نہیں بلکہ اورنگ زیب نے جو دیوگڈھ کے ہاتھیوں کے متعلق صحیح خبر رکھتا تھا،
لکھا کہ

"اگر بموجب حکم اقدس شخصے کہ اطلاع بر کمیت فیلاں او دارد، و تعریف جاتا شنکر
بعرض ارفع اطہر رسانیدہ پیش ایں فدوی بیاید، و لشکر ظفر اثر را بمقامے کہ افیال
در آنجا بودہ باشد، دلالت کند بہتر خواہد بود (۱/۲۰)

مگر شاہجہان اورنگزیب کی بات کب ماننے والا تھا، اس نے اورنگزیب کو لکھا، کہ اگر تم

دیوگڈہ کے خلاف حملہ کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو تو ہمارے سرکاری افسروں اور فوج کو اس کام پر مقرر کر دو، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"اگر آں مرید ولایت دیوگڈہ را تواند گرفت ونگاہ داشت خانہ زاد والا درگاہ محمد سلطان را بآنجا بفرستد والا ہادی داد خاں را تعین نماید وشکر خوبی با او ہمراہ سازد" (۴/۲)

اس پر بھی اورنگزیب نے ایک مرتبہ پھر لکھا کہ اگرچہ اس ملک پر قبضہ کر لینا بہت آسان ہے، لیکن اس پر قبضہ رکھنے کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہونگے، مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہو چکا ہے، اس لیے وہ دو سرکاری افسر ہادی داد خان اور مرزا خان کو اپنی فوج اور ایک افسر کے ساتھ روانہ کرے گا، اور بہتر یہ ہے کہ چاندہ کے راجہ کو جس نے ہاتھیوں کی اطلاع دی ہے دکن بھیج دیا جائے، کہ وہ سرکاری افسروں کی ان تک رہنمائی کرے، اورنگزیب کے اس خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"پیر دستگیر سلامت، اگرچہ بعنایت بے غایت الٰہی ویمن اقبال لایزال اعلیحضرت خلافت پناہی گرفتن وبرکشودن آں ولایت در گماں آسان است وبا ندک سعی دست بہم می تواند داد لیکن نگاہداشتن وبضبط درآوردن آں خالی از دشواری نیست، وجز ایں کہ سوائے محصول آنجا ہر سال مبلغے کلی صرف لوازم بندوبست آں سرزمیں نمودہ شود اثرے بر تسخیر آں مترتب نہ، وایں جا است کہ تا حال اولیائے دولت قاہرہ ہمت بانتزاع آں مرز وبوم مصروف نداشتہ اند، ودر داخل ممالک محروسہ نگرویدہ، ایں فدوی نیز نظر بہمیں مراتب از پیش خود شروع در آں کار مناسب ندیدہ معروضداشتہ بود، کہ اگر در ایں باب حکم جازم زینت صدور یابد خانہ زاد بارگاہ معلی را کہ مستعد خدمت است بتقدیم آں مہم برگمارد، اکنوں بمقتضائے رائے صواب نمائے مملکت پیرا افواج ظفر قرین

بادشاہی را بر سرِ او تعین خواہد نمود کہ وجہ پیشکش را از بقایا و حال صورت دادہ فیلانے کہ نزد او موجود باشد، و زمینداریِ چاندا نشان دہد، با فیل جتا شنکر کام و ناکام از و بگیرند، بعد ازاں کہ بندہائے درگاہِ آسماں جاہ کہ جا بجا تعین اند، و قبل ازیں برائے احضارِ آنہا نوشت جات بقدغن رفتہ فراہم آیند، بآئینے کہ حکم شدہ آنہا را روانہ آنطرف خواہد ساخت"

قبلۂ دوجہانی سلامت! ہادی داد خان ہرچند بندۂ کارآمدنی جمعیت دار است، اما چوں دریں مدت بخیں خدمتے نپرداختہ و شاید کہ ازیں رہگذر بعض بندہائے بارگاہِ خلافت، دل نہادِ ہمراہی او نکردند، و نفاق و ناسازی کہ باعثِ برہمزدگی کار است میانِ آنہا ہم برسد، و با وجود آں بحسبِ تدبیر نیز چناں نیکو ننماید کہ عساکرِ منصورہ از دوراہ بآں ولایت در آیند، بنابراں بخاطرِ قاصر ایں مرید رسیدہ کہ نصف جمعیتِ ایں صوبہ با خانِ موی الیہ و نصف دیگر با مرزا خان کہ بسببِ انتسابِ مشار الیہ با امرائے عظام ہیچ کس از رفاقتِ او سر باز نخواہد زد، مقرر گردد، و تا بنیانِ ایں فدوی نیز بسر کردگی محمد طاہر یا دیگرے، از معتمدان یا مرزا خان رفیق باشند" (۲/۶۹)

بادشاہ کے حکم سے اورنگزیب نے بادل ناخواستہ یہ مہم روانہ کی، اس مہم کے دو حصے کیے گئے ایک حصہ ہادی داد خان کے ماتحت تھا، اور دوسرا مرزا خان کے، اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق

" در بابِ وصولِ تمامیِ پیشکش و گرفتنِ جمیع فیلانِ زمینداریِ دیوگدہ با فیل جتا شنکر بمرزا خاں و ہادی داد خاں قدغن بلیغ رفتہ" (۲/۱۰۲)

یہ مہم ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۲۲ اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو روانہ ہوئی، مرزا خان دوسرے افسروں کے ساتھ ایلچپور کی طرف سے اور ہادی داد خان، دوسرے سرکاری افسروں اور اورنگزیب کے ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ ناگپور کی جانب سے حملہ آور ہوئے، شاہجہان نے دیوگڈھ کے

موروثی دشمن اور اس فتنہ کے بانی چاندہ کے راجہ کو بھی شرکت کا حکم دیدیا تھا، اور وہ بھی شریک مہم تھا، دیوگڈہ کا غریب راجہ بھلا اس حملہ کی کیا تاب لاسکتا تھا، اس نے اپنے کو چکی کے دو پاٹوں کے بیچ مین پستا دیکھ کر، مرزا خان کے پاس آکر اس کی تمام شرطون کو قبول کرلیا، اور اپنے تمام ہاتھی بھی اس کے حوالہ کردیئے، اور نگزیب اس مہم کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دیتا ہے،

"چون ایں مرید افواجِ قاہرہ را از دو طرف بولایت جاتیہ فرستادہ بود، وزمیندارِ آنجا طوفان حوادث را از جمیع جوانب بخود محیط یافتہ از درِ عجز والحاح درآمدہ یقین نمودہ کہ باتمامی افیالے کہ در تصرفِ اوست نزدِ ایں مرید بیاید وبقایاے پیشکشِ سرکار گردوں مدار راصورت دہد، چنانچہ عنقریب باتفاق مرزا خان بحضورِ ایں فدوی خواہد آمد" (۱۱۰/۹۹)

اور جب اورنگ زیب کے پاس پہنچا ہے، تو نہ اس کے پاس کثیر دولت تھی، اور نہ دو سو ہاتھی تھے تمہارے کہ بیس ہاتھی مشکل سے اس کے پاس تھے، اس موقع پر اگر اورنگزیب چاہتا، تو اپنے ابتدائی بیان کی صحت پر فخر کرسکتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہین کیا، بلکہ صرف اصل واقعہ کی اس طرح اطلاع دیدی کہ

"زمیندارِ جاتیہ بامرزا خاں آمدہ ایں فدوی را دیدو بست زنجیر فیل نزو مادہ کردر تصرف داشت باخود آوردہ قسم یاد میکند، کہ سواے آں فیل دیگر نزدِ او نیست، دگر ظاہر شود، یا کسے نشان دہد مجرم باشد،

وزمیندارِ چاندا وو دانایک وکیلِ او کہ بدرگاہِ جہان پناہ رسیدہ بود، باتفاق پیش ہادی داد خان ظاہر ساختند، کہ آنہارا از کیفیتِ فیل جاتا شنکر وغیرہ افیالِ جاتیہ اطلاعے نیست وخلاف بعرضِ مقدس رسیدہ، چنانچہ ایں معنی از عرضداشتِ خان مذکور کہ دریں باب بایں مرید نمودہ بود، بعینہ از نظرِ انور خواہد گذشت، ہویدا است" (۱۱۳/۹۹)

اورنگزیب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس قسم کے ناگوار واقعات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے لیے اس نے یہ بھی طے کیا، کہ راجہ اپنی ریاست کا ایک علاقہ سرکاری سرحدی تھانہ دار کے حوالہ کرے، کہ اس کی آمدنی سے ہر سال خراج وصول کر لیا جایا کرے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی:-

"وحقیقتِ وصولِ پیشکشِ بادشاہی کہ از بقایا وحالِ زمیندار جاتیہ است ایں صورت دارد، کہ مومی الیہ دریں سال پنج لک روپیہ از نقد وجنس واصل خزانۂ عامرہ خواہد ساخت وتعہد نمود کہ تتمۂ بقایائے عمل صوبہ داران سابق را با پیشکشِ مقرری ہر سالہ بتمامہ سال آیندہ جواب گفتہ، بعد ازاں سال بسال وجہ پیشکش را بے تعلل واہمال خواہد رسانید وپرگنہ چند از محال متعلقہ خود جدا کردہ بکار طلب خان تھانہ دار گھیر لہ سپردہ کہ محصولِ آں در زرِ پیشکش ضبط می نمودہ باشد وتھانہ دار مذکور نیز مستقبل است، کہ اگر وجہ پیشکش بایں طریق سرانجام نیابد واز عہدۂ جواب برآید[1] (۱۳/۹۹)

دیوگڈہ کے معاملہ میں ہم دیکھ چکے ہیں، کہ اورنگ زیب نے ایک مستحق امداد راجہ کا کہاں تک ساتھ دیا، اور اس نے کس طرح آخر وقت تک اس کو بچانے کی کوشش کی، لیکن اب ہم جس ریاست کا حال لکھ رہے ہیں اس کے حالات ہم کو بتائیں گے کہ اس نرمی کے باوجود اورنگ زیب ایک لمحہ کے لیے بھی کسی ریاست کو اس بات کی اجازت وآزادی نہیں دے سکتا تھا، کہ وہ سرکاری احکام کی پابندی سے گریز کرکے غیر وفادارانہ کارروائی کی طرف قدم بڑھائے، یہ تو خیر ایک چھوٹی ریاست کا معاملہ تھا، اورنگزیب نے گولکنڈہ کے خلاف جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ صرف اسی بنا پر اعلانِ جنگ کیا تھا،

[1] دیوگڈہ کے واقعات کے سرکاری بیان کے لیے دیکھو وارث ص ۱۱۷۳ اور خطوط ۱۲/۱۰۱ و ۲/۲۹ و ۳/۸۰ و ۷/۹۳

ریاستِ جوار کا الحاق جوار کی ریاست بمبئی کے قریب ایک مرتفع ساحلی علاقہ مین واقع تھی شاہجہان کا سرکاری مورخ اس کی جغرافی حالت ان الفاظ مین بیان کرتا ہے :-

"جوار شمالی سمتِ آں سرحدِ ملک بکلانہ وجنوبی ولایتِ کوکن . . . . . برکنارہ دریائے شور واقع شدہ، وبندرِ چیول نام از اعاظمِ بنادر است وغربی نیز بعضے دہات متعلقہ کوکن وشرقی ناسک است[1]"

اورنگزیب کے خطوط اور وارث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہان کے راجہ نے بھی بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی تھی، اور اگرچہ اس سے عادل خان کی طرح کوئی خراج نہین لیا جاتا تھا، لیکن دوسرے کچھ فرائض اس کے ذمہ تھے، مگر اس نے شاہی احکام کی خلاف ورزی شروع کردی، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے بادشاہ کو لکھا کہ ایسی خودسر ریاست کو بے تنبیہ چھوڑ دینا مناسب نہین ہے، اور اگر اجازت ہو تو اس کے خلاف مہم بھیجی جائے، اس مہم کے لیے اورنگزیب نے کسی مسلمان کو منتخب نہین کیا، بلکہ اسی شخص کو نامزد کیا، جسے شاہجہان ایک مرتبہ بیکار بتا کر چھانٹ چکا تھا، اورنگ زیب نے جس خط مین یہ حالات لکھے اس کے الفاظ یہ ہین :-

"از آنجا کہ زمینداریِ جوار دریں ولا قدم از جادۂ صواب بیروں کشیدہ مرتکبِ اعمالِ نکوہیدہ می گردد، وبآنکہ پیشکشے بجہتِ سرکارِ معلی برو مقرر نیست، در تقدیم خدماتِ مرجوعۂ بادشاہی نیز تہاون وتعلل روا می دارد، تنبیہ ایں چنیں کوتہ اندیشاں برائے عبرتِ دیگراں لازم است،

وراؤ کرن کہ خانہ زادِ کار طلب درگاہ اعلا است، تعہد نماید کہ اگر ولایتِ جوار بانعام

---

[1] وارث ص ۱۷۴، اور دوسرے حالات کے لیے دیکھو امپریل گزیٹیر ج ۹ ص ۸۸ و ۸۷

یادر تخواہ اضافہ او از پیشگاہ اعلیٰ عنایت شود، پنجاہ ہزار روپیہ برسم پیشکش بخزانۂ عامرہ رسانیدہ بجمعیت خویش بندوبست آں سرزمین بواقعی کردہ آں ولایت را داخل ممالک محروسہ خواہد ساخت، بنابراں ایں مرید امیدوار است، کہ ہرچہ دریں باب بخاطر ملکوت ناظر پرتو صواب اندازد، بارشاد آں سرفرازی یابد" (۱/۸۱)

اورنگزیب کے اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا، اس پر اس نے اسی مضمون کا ایک دوسرا خط (۲/۸۲) بادشاہ کو لکھا، اس پر بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی، شاہی مورخ کا بیان ہے

"چوں از عرضداشت بادشاہ زادۂ محمد اورنگ زیب بہادر بمسامع جاہ و جلال رسیدہ کہ سری پت زمیندار جوار پا از جادۂ صواب بیروں گذاشتہ مرتکب اعمال نکوہیدہ می گردد، و در تقدیم خدمات بادشاہی تہاون می ورزد، و راؤ کرن تعہد مینماید، کہ اگر جوار از پیشگاہ خلافت در تیول او مرحمت شود، از قرار واقع بضبط و ربط آں بپردازد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوار را مرحمت نمودند[1]،

جب اورنگزیب کو شاہجہان کی یہ اجازت مل گئی، تو اس نے راؤ کرن کو جوار پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا، راؤ کرن ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۶۵ھ (۱۳ اکتوبر ۱۶۵۵ء) کو دولت آباد سے روانہ ہوا، اور شکل گذار اور "عسیر العبور" راستوں کو طے کرتے ہوئے اوائل ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (دسمبر ۱۶۵۶ء) میں جوار کے علاقہ میں داخل ہوا، سری پت میں مقابلہ کی تاب نہ تھی، لڑنا بیکار سمجھکر ۱۷ ربیع الاول ۱۰۶۶ھ (۳ جنوری ۱۶۵۶ء) کو وہ خود راؤ کرن کے پاس آیا اور

"مبلغے بطریق پیشکش رسانیدہ و خراج محال متعلقہ زمینداری خود پذیرفتہ پسر خود را بہم نوازش دادہ گذاشت، و او نظم و نسق آنجا بخاطر واپرداختہ معاودت نمود، و پسر او را ہمراہ آوردہ"

راؤ کرن ۳ ربیع الثانی ۱۰۶۶ھ (۲ جنوری) کو اورنگزیب سے آکر مل گیا، اور اس طرح اس چھوٹی سی مہم کا بھی خاتمہ ہوا،

[1] وارث: بیضاص ۱۷۴۔

باب ۷

گولکنڈہ اور بیجاپور کی جنگ

اورنگزیب کی پہلی نظامت دکن کے سلسلہ مین ہم یہ دیکھ چکے ہین، کہ گولکنڈہ اور بیجاپور کیساتھ خود شاہجہان نے آگرہ سے دکن آکر کن شرائط پر صلح کی تھی، اور کس طرح ان دونون بڑی دکنی ریاستون کے حکمرانون کے حتمی وعدون پر اعتبار کرکے، اور ان کے ساتھ بہت کچھ مراعات کرنے کے بعد، اورنگزیب کو وہان کا صوبہ دار بنا کر اوسنے آگرہ کی طرف معاودت کی تھی، لیکن گذشتہ دہ سالہ غیر مستقل حکومت نے صوبہ کی عام حالت کی طرح ان ریاستون کو بھی جادۂ استقامت سے ہٹا دیا تھا، ان ریاستون نے ایک طرف تو کرناٹک کے ہندو راجہ کے علاقہ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اور دوسری طرف شاہی احکام کی تعمیل سے گریز کرنے لگے ان ریاستون کا یہی حال تھا، کہ ایک مرتبہ پھر اورنگ زیب دکن کا ناظم مقرر کیا گیا، محاصرۂ قندھار کے واقعات نے اُسے بتا دیا تھا، کہ اس کی حالت کس قدر نازک ہے، اور اسے کس طرح ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے، اسی لیے اسی وقت جبکہ وہ دکن کی طرف آرہا تھا، اس نے بادشاہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ

"ایں مرید عقیدت سرشت بطریقے کہ ارشاد یابد با او (عادل خاں) و قطب الملک سلوک کند" (۱۰/۴۲)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ان دکنی حکمرانوں نے گذشتہ صوبہ داروں کی کچھ پرواہ کئے بغیر اپنے تعلقات براہ راست غلط طور پر شاہی دربار سے قائم کر لیے ہیں، اور دربار میں چونکہ دارا اور اس کی جماعت برسرِ عروج تھی، اسلیے اسکو اس بات کا بھی صحیح خطرہ تھا کہ وہ جماعت ہر وقت اس کے ہر حکم کی مخالفت کی کوشش کرے گی، اور اس طرح ان دکھنی ریاستوں سے اس کے تعلقات نہ صرف کشیدہ رہیں گے، بلکہ جیسا کہ آخر میں ہوا، اسے سخت ذلیل و بدنام ہو جانا پڑے گا، اس لیے جب وہ برہان پور پہنچا، اور اس نے اپنے سفیر گولکنڈہ و بیجاپور روانہ کئے، تو بادشاہ سے صاف صاف درخواست کر دی، کہ وہ بھی ان حکمرانوں کو لکھدے کہ ان کا تعلق براہ راست دربار سے نہیں بلکہ دکن کے صوبہ دار شہزادہ اورنگ زیب سے ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ایں عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور و عبداللطیف را . . . . . حسب الحکم الارفع تعین نمودہ و بعضے مرصع آلات و پارچہ گجرات مصحوب آنہا خواہد فرستاد، لیکن اگر آنہا بازگشت خود را بصوبہ دار دکن متعلق شناسند شاید برائے مصلحت ملکی در تنفیذ احکام مطاعہ بادشاہی بہتر باشد" (۱۰/۴۲)

لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے اس کی طرف توجہ نہ کی، بلکہ اس کو صرف اس قسم کی ہدایتیں لکھ کر بھیجدی گئیں، جن کے مطابق اس کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دکنی حکمران بادشاہ کو جو لکھتے تھے، یا اس کا جو جواب دربار سے آتا تھا، اس کی اورنگزیب کو کوئی اطلاع نہیں ہوتی تھی، اس پر اس نے بادشاہ کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"در باب سلوک با دنیا داران دکن نوعیکہ حکم شدہ بعمل خواہد آمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۶/۵۴)

از آنجا کہ حکم گیتی مطاع زینت صدور یافتہ کہ آں مرید از رعایت قطب الملک دست باز نہ داشتہ اورا از خود راضی دارد" اگر ایں مرید بر احکام مطاعہ کہ در ہر باب از پیشگاہ خلافت بادصادر میگردد، آگہی یافتہ باز خواست جواب مینمودہ باشد، اورا از خود راضی تواند داشت" (۶/۵۴)

ان تمام احتیاطون کے باوجود بھی بیجاپور و گولکنڈہ کے وکیل علی حالہ دارا و جہان آرا کی حمایت کے زور پر براہ راست بہت کچھ کام انجام دیتے رہے، اور اگرچہ اورنگزیب نے ایک بڑی حد تک اپنے حق کو قائم کرلیا تھا لیکن پھر بھی یہ کشمکش جاری ہے اور اس کا نتیجہ اورنگزیب کے لیے بہت مایوس کن ثابت ہوا،

گولکنڈہ بیجاپور کے مقابلہ مین اورنگزیب کو گولکنڈہ سے اختلاف کے زیادہ اسباب پیدا ہوگئے، اور ان کا آخری نتیجہ وہ حملہ تھا جو اورنگزیب نے شاہجہان کے حکم سے گولکنڈہ پر کیا، ان مختلف اسباب مین اہم ترین یہ ہین:-

خراج کی عدم ادائگی جیسا کہ ہم دوسرے باب مین دیکھ چکے ہین، شاہجہان نے گولکنڈہ سے جن شرائط پر صلح کی تھی، ان مین سب صحابۂ کبارؓ کے امتناع اور ایران کے بادشاہ کے نام کی جگہ خطبہ مین شاہجہان کا نام پڑھے جانے کے علاوہ ۲ لاکھ ہون، سالانہ خراج دینے کی بھی دفعہ تھی لیکن قطب الملک نے اس کے باوجود کہ اس کا علاقہ بہت زیادہ آباد تھا، اسکا دارالسلطنت جواہرات کی منڈی تھی، اسکی ریاست بیش قیمت پتھرون کی کانون سے بھری ہوئی تھی، اور اس نے کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ پر قبضہ کرلیا تھا، اس خراج کی ادائگی مین ہمیشہ تساہل برتا، اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک بڑی رقم قطب الملک کے ذمہ واجب الادا رہگئی، اورنگزیب نے قطب الملک کے علاقہ کی آبادی کے متعلق جو خط شاہجہان کو لکھا ہے، اس کے ضروری الفاظ یہ ہین:-

"ایں مرید از خوبیہاے ایں سرزمین و فورِ آب و آبادانی و کیفیتِ ہواے نشاط افزا
و کثرتِ مزروعات . . . . . چہ عرض کند . . . . . در ہر منزلے چند
تالابِ کلاں و چشمہاے خوش گوار و آبہاے رواں و مواضع و قریاتِ معمورہ کہ بسیارے
از مزرعہاے آباد . . . . . یکے قطعۂ زمین بے مزروع نیست" (۱۰۴۱ھ)

اورنگزیب نے برہان پور پہنچنے کے ساتھ ہی قطب الملک کو اپنے ناظم مقرر ہونے کی اطلاع
اپنے سفیر میر عبداللطیف کے ذریعہ بھیجی اور اسی خط کے ساتھ،

"از روے مزید تلطف طرۂ مرصع با چند تقور اقمشہ . . . . . باں قطب سماے
امارت مرسل گشت" (آداب نمبر ۱۲۳)

اورنگ زیب نے تقریباً سال بھر تک انتظار کیا، لیکن جب خراج کی بقایا رقم کی ادائگی میں
تاخیر شروع ہوئی، تو اس نے پھر قطب الملک کو لکھا کہ

"دریں ولا از عرائض . . . میر عبداللطیف بسامع . . . . رسید، کہ ظاہر او کلاے
آں مرکز دائرۂ نیک اختری تا حال بقایاے پیشکش خاصہ شریفہ . . . . . صورت ندادہ
در سرانجام آں مساہلہ کنند، و وفاے وعدہ را پاس نداشتہ بدفع الوقت روزی گذرانند،
و قوعِ ایں مقدمہ بغایت مستبعد نمود، چہ ازاں قطب سماے شوکت و ابہت عجب
است کہ . . . . . باین معنی راضی شدہ . . . . . مقتضاے صدق اخلاص
و عبودیت چناں بود کہ وجہ پیشکش درگاہ جہاں پناہ از میعاد بخزانۂ عامرہ رسیدہ احتیاج
باظہار طلب نمی شد . . . . . یقین کہ از راہِ دور بینی . . . . . بمآلِ کار منعطف
شدہ . . . . . نوعے قرار خواہند داد، کہ تتمۂ پیشکش و سابق بزودی روبراہ
گشتہ . . . . . بحضور پر نور برسد و وصولِ وجوہِ پیشکشِ حال از میعاد در نگذشتہ امہاے دراں

نرود" (ایضاً نمبر ۱۲۵)

اسی کے ساتھ شاہجہان کے حکم کے مطابق اس کو اس بات کی بھی اطلاع دیدی کہ

"من بعد از جملہ ہشت لک روپیہ . . . . . عوض نصف زر فیل نر و مادہ ارسال دارند" (آداب ایضاً)

اگرچہ اس حکم کی وجہ سے دکن کے خزانہ کو ۴ لاکھ کا نقصان ہوتا تھا، لیکن شاہی حکم سمجھ کر اس نے اس کی تعمیل کردی، لیکن پھر بھی شاہجہان کو اس کی اطلاع دیتا ہوا لکھتا ہے کہ

"اگرچہ حقیقتِ دخل و خرچ خزانۂ عامرۂ اینجا قبل ازیں بسامعِ جاہ و جلال رسیدہ لیکن برائے اطاعتِ پر لیغِ واجب الاتباع بمومی الیہ نوشت کہ چہار لک روپیہ نقد و چہار لک روپیہ را فیل نر و مادہ می فرستادہ باشد" (ایضاً)

لیکن ان تہدیدی خطوط کا قطب الملک پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، اس سلسلہ میں اورنگ زیب نے اوس کو جو متعدد خطوط لکھے ہیں، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہیں، کہ یہ جھگڑا کتنا طول کھینچتا جاتا تھا، اور وہ کس طرح دفع الوقتی پر اتر آیا تھا،

کرناٹک پر قبضہ مغل حکومت سے دوسری اختلاف کی وجہ یہ تھی، کہ قطب الملک نے اپنے وعدہ کے خلاف بیجاپور کی تقلید میں کرناٹک کے علاقہ کو ہضم کرنا شروع کر دیا تھا، تا آنکہ وہاں کا راجہ ان دونوں ریاستوں کے ظلم و استبداد سے تنگ آکر اتنا مجبور ہوگیا تھا، کہ اس نے اورنگزیب کے پاس اپنے معتمد سری نواس کو بھیجکر یہ درخواست پیش کی تھی کہ اگر

"قبلۂ حاجاتِ جہانیاں او را دستگیری نمودہ و از خاکِ مذلت برگرفتہ ولایتِ متعلقۂ او را داخلِ ممالک محروسہ فرمایند، و حکم اقدس اعلیحضرت بدنیا داران دکن شرف صدور یابد کہ عہد و پیمانِ پدرانِ خود را پاس داشتہ، از حدود قدیم تجاوز نورزند، و دیگر

دست از ملک موروثی او باز دارند" (۱۰۴/۱)

ترجمہ:-

"بشکرانۂ این بندہ نوازی و ذرہ پروری (۱) پنجاہ لک ہون (۲) و دو لیست زنجیر فیل (۳) و جواہر گراں بہا کہ افادہ نمودہ پیشکش درگاہ معلّٰی ساختہ (۴) ہر سال اضافت آنچہ آنہا پیشکش مینمایند (۵) با تحف و نوادرے کہ اندوختہ سالہا است، ارسال خواہد داشت (۶) و اگر بہ سبب عار کفر پرتو اعانت از حالِ او دریغ شود، بعد از آنکہ فرمانِ عالیشان متضمن بذلِ ملتمسِ او بصدور پیوندد، او از ہدایت مرشد جہانیان با توابع و لواحقِ خود بزمرۂ اہلِ اسلام در آمدہ از دولتِ بندگیٔ درگاہِ اعلیٰ حضرت ظل اللہ کامیاب دین و دنیا خواہد شد (۱۰۴/۱)"

کرناٹک کے راجہ سری رنگ رائل کا خط جب اورنگزیب کو ملا، تو اُس نے شاہجہان سے اس کی امداد کی پرزور سفارش کی، اور بتایا کہ اس کی حمایت کرنے مین کسی ریاست سے کسی معاہدہ کے متعلق بھی کسی خلاف ورزی کا خطرہ نہین ہی، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"چون رائل مذکور از کمال امیدواری روے نیاز بدرگاہِ خلائق پناہ آوردہ تعہدِ دولت خواہی و بندگی مینماید و قبولِ اسلام را وسیلۂ نجاتِ خویش ساختہ . . . . . و مع ہذا نقض عہدے کہ بادنی بندۂ این درگاہ نسبت نتواں کرد، نیز بمیان نمی آید، اگر صورتِ ملتمس او درجۂ پذیرائی یافتہ پرتوِ عنایت والا بحالِ او مبذول شود، ہر آئینہ این معنی متضمنِ منافعِ دینی و دنیاوی خواہد بود، دیگر ہر چہ بنظرِ ملکوت ناظر . . . . . برسد عین صواب است و بر مریداں اطاعتِ آں واجب" (۱۰۴/۱)

شاہجہان نے اس کے جواب مین لکھا کہ راجہ کا ایک آدمی عرصہ ہوا میرے پاس بھی آیا تھا، اور میرے سامنے بھی اس نے درخواست پیش کی تھی، اس لیے یہ معلوم کرنے کے لیے

کہ اس کے بیان مین کہانتک صداقت ہی، اورنگزیب کو چاہیئے کہ

"معتمدے فہمیدہ . . . . . را بانشانِ خود درجوابِ عرضداشتِ او تعین نمائد

پس ازانکہ فرستادۂ آں مرید از کرناتک عرضداشت خواہد نمود، کہ آں شخص کس سری رنگ

است و ہرچہ باز نمودہ بموجب تعہدِ اوست، مناشیرے کہ بنامِ دنیا دارانِ دکن شرف

ترقیم پذیرفتہ کرامتِ ارسال خواہد یافت" (۲/۵)

اس حکم کے ملنے کے بعد اورنگ زیب نے محمد مومن کو راجہ کی طرف روانہ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ اس بات کا علم تھا، کہ جب دکھنی حکمرانون کو اس بات کا علم ہو جاے گا، کہ راجہ مغل حکومت کی حمایت حاصل کر رہا ہے، تو وہ جلد از جلد اسکی ساری ریاست پر قبضہ کرنے کی کوشش کرین گے، اور چونکہ جو شخص تحقیقات کے لیے گیا ہے، اس کے خط آنے، اس کے بادشاہ کے پاس بھیجے جانے اور پھر وہان سے فرمان صادر ہونے مین نہ معلوم کتنی دیر ہو گی، اس لیے اورنگزیب نے شاہجہان کو ایک مرتبہ پھر لکھا کہ

"اما از آنجا کہ دنیا دارانِ دکن از استماعِ اینکہ زمیندارِ کرناتک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ اہلِ اسلام بدرگاہِ سلاطین پناہ ملتجی گشتہ، سرانِ سپاہِ خود را . . . . . تاکید کردہ اند کہ بعد ہرچہ تمامتر در انتزاعِ اندک جاے کہ بتصرفِ او ماندہ کوشیدہ پیش از ورودِ حکم گیتی مطاع کارِ او را یکسر وسازند، و تا وقتیکہ کسے ایں مرید برود و حقیقت را عرضداشت کند و ایں معنی بسامعِ جاہ و جلال رسیدہ حکم بارسالِ فرامین مسطورہ صادر شود، شاید کہ اندیشۂ دنیا داران بوقوع آمدہ تدارکِ آں بجہز تعویق افتد، اگر برائے مملکت ارائے خورشید ضیا اقتضا فرماید، کہ تا رسیدنِ فرستادۂ ایں مرید بداں جا دستِ نہب و غارتِ آنہا از مملکتِ او کوتاہ گردد، بصلاح کار نزدیک خواہد بود، دیگر ہرچہ بخاطرِ

مقدس برسد عین صواب است" (۲/۸۵)

لیکن اسی اثنا مین گولکنڈہ اور بیجاپور کے حکمرانون نے شاہجہان کو اوپر ہی اوپر اس بات پر راضی کر لیا تھا، کہ وہ ان کو کرناٹک پر قبضہ کر لینے دے اور وہ اس کے صلہ مین شاہجہان کو بڑی بڑی نذرین پیش کرین گے، اور اب اسی شاہجہان نے جس نے اورنگ زیب کو اس بات کا حکم دیا تھا، کہ ایک شخص تحقیق حال کے لیے کرناٹک جاے، آنکھین بدلکر اورنگزیب پر یہ الزام رکھا، کہ تم نے اپنا آدمی کرناٹک کیون بھیجا، اور اپنی اس صریحی غلط بیانی کو چھپانے کے لیے اس نے اورنگزیب کو بھی شریک جرم کرنے کی سازش کرتے ہوے لکھا کہ وہ اس طرح گولکنڈہ اور بیجاپور دونون سے خوب خوب نذرین اپنے اور بادشاہ دونون کے لیے وصول کرے، شاہجہان کے الفاظ یہ ہین:-

"کس پیش راجۂ کرناٹک فرستادن مناسب نبود، بایستے ہر دو دنیا داران دکن را ترسانیدہ پیشکش خوبی ہم بجہت سرکار گردون مدار و ہم برای خود از آنہا میگرفت" (۲/۸۵)[1]

اورنگزیب نے اس کا جو جواب ہونا چاہیے تھا وہی دیا، کہ

"از انجا کہ راجہ مذکور بوسیلۂ قبول عز اسلام التجا بدرگاہ سلاطین پناہ آوردہ و تعہد پیشکش گراں نمودہ، ایں معنی را مکرر بمبالغہ معروض داشتہ بود، و ایں دو دنیا داران دکن نیز کہ اکثر ولایت کرناٹک را باخزائن و دفائن متصرف گشتہ اند، از جملۂ آں غنائم موفورہ پیشکشے شایستہ بارگاہ معلی ارسال نداشتہ، اصلا از فکر ایں مقدمہ غافل بودند، لہذا ایں عقیدت آئین حقیقت را بحضور پر نور عرضداشت کردہ، ثانی الحال چون حکم اقدس زینت نفاذ گرفت، کہ یکے از ملازمان سرکار اعلی بجہت تحقیق و انمود زمین دار

[1] اس ایک واقعہ سے برنیر نے مغلون کے عام نظام حکومت کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے وہ کسی طرح بھی صحیح نہین ہے،

کرناٹک تعین گردد" این مرید یقین میدانست که دنیاداران دکن خصوصاً عادل خان که تا
خبر رجوع زمیندار مذکور بآستان خلافت و فرستادن وکیل نزد این مرید شنیده، از اندیشه
آن که مبادا دریں وقت کار او را رونقے پدید آید، بیشتر از بیشتر در برهم زدن و برانداختن
او سعی نموده، قلعه ویلور را که عمده ترین قلاع ولایت کرناٹک است، در همیں چند روز از تصرف
او برآورده، اهتمام تمام دارد که فیلان نامی را که او برای پیشکش درگاه والا نگاه داشته
از و بگیرد، و او را مستاصل مطلق سازد، باعتماد عنایات و تفضلات اعلی حضرت که افزون از
حوصلهٔ طاقت، شامل حال آنها است، ازیں گفتگو ها جاے نخواهد گرفت، و بدون آنکه فرامین
مطاعه بنام آنها صادر شود، چنانچه این فدوی قبل ازیں دریں باب التماس نموده بود، که یکے از بندها
بصوب کرناٹک دستوری یابد تا بدانند که از پیشگاه خلافت پرتو التفات بر امداد و اعانت زمیندار
آنجا افتاده، از خواب پندار بیدار گشته تن بسر انجام پیشکش نخواهند داد، حسب الحکم الارفع محمد
مومن ملازم سرکار اعلی را بدان جانب رخصت داده، باو گفته بود که در قطع منازل تانی بکار
برد، تا شاید این معنی موجب انتباه آنها گردد، و توفیق فرستادن پیشکش شایسته بدرگاه
آسمان جاه بیابند، و صدق تعهدات مرزبان کرناٹک نیز هویدا شود،

در ضمن تمهید این مقدمات بجز پاس حمیت اسلام و صلاح دولت، ابد انجام امرے
منظور نظر نبود اکنوں هر چه راے ممالک پیرا اقتضا فرموده امتثال آن را بر سائر مصالح مقدم
داشته، مومی الیه را که هنوز از حدود متعلقهٔ قطب الملک نه گذشته، انتظار وصول امر مجدد
داشته از رفتن نزد زمیندار مسطور منع نمود" (۳۳/۸۶)

اب اورنگ زیب مجبور تھا، کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے، اور شاہجہان کو بھی اورنگزیب
کی اس تحریر کو پاکر بجز اس کے کہ اورنگزیب کے سامنے بھی اپنے مجرمانہ لوٹ کا ایک حقیر ٹکڑا

پیش کرے، کچھ بن نہ آیا چنانچہ یہ اطلاع دیتے ہوے کہ

"فیل نادرے بے عیبے کہ عادل خاں بے طلب بدرگاہِ سلاطین پناہ فرستادہ بود

از نظر انور گذشتہ مسببِ مجریٔ او شد"

اورنگزیب کو راضی کرنے کے لیے یہ لکھا کہ

"عادل خاں ازاں مرید ملاحظہ نمودہ راضی است، کہ پیشکشِ خوبی برائے آں مرید

بفرستد، مشروط بآنکہ راہِ امدادِ زمیندارِ کرناٹک مسدود شود" (۱۳/۹۹)

اورنگ زیب اس رشوت کے معنی خوب سمجھتا تھا لیکن وہ مجبور تھا، پھر بھی انتہائی ضبط کے بعد اس کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے،

"زہے سعادتِ او کہ توفیقِ ارسالِ چیزے کہ پسندِ طبعِ دشوار پسند آمدہ، موجبِ مجریٔ او شدہ یافتہ . . . . . اگر . . . . بمقتضاے نیک اختری و سعادتمندی

از جملہ فیلانِ نامی کہ از کرناٹک بدست آوردہ یک فیلِ خوب پیشکش نمودہ باشد

گنجایش دارد" (ایضاً)

اور اس کے ساتھ اس نے لکھا کہ اس نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بیجاپور کے سرکاری حاجب کو لکھدیا ہے، کہ وہ عادل شاہ کو اس بات سے آگاہ کردے، کہ

"چوں طریقِ اعانتِ مرزبانِ کرناٹک کہ باوجود قبولِ اسلام تعہدِ پیشکشے گراں

نمودہ، بموجبِ حکمِ ارفع مفتوح گشتہ، دریں صورت اگر عدالت مرتبت پیشکشے لائق

از جواہرِ نفیسہ و فیلانِ نامی . . . . . بوساطتِ ایں فدوی ببارگاہِ خلافت

ارسال دارد، و در بابِ بذلِ ایں مامول بدرگاہِ جہاں پناہ عرضداشت کند . . .

. . . . . محتمل کہ ملتمسِ او درجۂ پذیرائی یابد" (ایضاً)

یہاں پر یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے، کہ پہلے تو اورنگزیب نے ان دونوں حکمرانوں کو لکھا کہ وہ کرناٹک کے راجہ کے علاقہ پر دست درازی سے باز آئیں، پھر شاہجہان کے یک بیک بدل جانے سے اسے اپنے اگلے خطوط کے بالکل خلاف لکھنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اس طرح نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب ذلیل اور بے اعتبار ٹھہرا، بلکہ دکن کے حکمرانوں نے بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا، کہ اورنگ زیب کا وجود ایک بے حقیقت سی چیز ہے اور شاہجہان سے کام لینے والی قوت، وہ ہے جو دربار میں شہزادۂ بلند اقبال کے نام سے موسوم اور تختِ طاؤس کے پاس ایک سونے کی چھوٹی سی سیتل پاٹی پر جلوہ افروز ہوتی ہے، اسلئے اگر اس کو راضی کر لیا جاے تو پھر ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہمارا یہ بیان سراسر حقیقت پر مبنی ہے، اور آگے چل کر ہم اس کے متعدد ثبوت پیش کریں گے، ہم اورنگزیب کے وہ دو خط جو اس نے قطب الملک کو لکھے تھے، نقل کر دیتے ہیں، تاکہ اس سے ہم کو اورنگزیب کی مظلومی و بے بسی کے ساتھ کمال بلاغت و تدبر کا بھی اندازہ ہو جاے، کہ وہ کس خوبصورتی سے ایک بگڑی ہوئی بات کو بناتا ہے، اور کس طرح باپ کے اس علانیہ غیر منصفانہ فعل کی تمام ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے، پہلے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"چوں سری رنگ رائل کرناٹک بوسیلۂ انسلاک در زمرۂ سعادت فرجام اسلام التجا بدرگاہِ سلاطین پناہ . . . . . آوردہ . . . . . حکم جہانمطاع . . . . . پیرایۂ نفاذ یافتہ کہ یکے از بندہاے بادشاہی . . . . . برائے تحقیقِ حال بداں صوب رخصت شود . . . . . بنابراں . . . . محمد مومن از حضور پر نور بولایت کرناٹک دستوری یافتہ . . . . . مقتضاے خیر اندیشی و دولتخواہی آن است، کہ آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری . . . .

. . . . ملازمانِ سرکار را . . . . . باہمراہان از حدودِ متعلقۂ مملکتِ خویش بسلامت گذرانیدہ، فوجداران خود را کہ دراں سرحد متعین اند، قدغن بلیغ نمایند کہ مشارالیہ را از حسنِ سلوک راضی داشتہ در حینِ ایاب و ذہاب شرائطِ امداد و اعانت حسابی بتقدیم رسانند" (آداب نمبر ۲۲۵)

اب دوسرا خط دیکھو:-

"براں خلاصۂ مخلصانِ بے ریا پوشیدہ نماند کہ چوں آں سلالۂ اکارم عظام برخے از ولایت و قلاعِ کرناٹک را بتصرفِ خویش درآوردہ و دراں باب مانندِ عدالت پناہ از پیشگاہِ خلافت اجازتے حاصل نکردہ، بنابراں از روے فرطِ عاطفت و رافت بخاطرِ عاطر چناں پرتو صواب انداختہ کہ اگر رفتنِ محمد مومن مذکور بکرناٹک . . . . . موقوف گردد و نظر بمآل کارِ ایشاں انسب و اولی است، رائے آں قطب فلک ایالت نیز اگر بریں قرار گیرد می تواں از درگاہِ معلّی التماس صدورِ حکم مراجعتِ او نمود، دریں صورت اگر باز اے ایں مقدمہ عمدہ پیشکشے نمایاں بوسیلۂ ما بہ بارگاہِ والا ارسال دارند بحصولِ مقصد اقرب و باعثِ ازدیادِ توجہاتِ بادشاہی نسبت بایشاں خواہد بود" (آداب نمبر ۲۲۶)

ان دونوں متضاد خطوط کا نتیجہ یہ ہوا، کہ دکن کے دونوں حکمران سمجھ گئے، کہ اورنگزیب کا حقیقی پوزیشن کیا ہے، اور اس کا یہ بیّن اثر ہے، کہ عادل شاہ نے تو ایک ہاتھی بھی بھیجا، لیکن قطب الملک نے اتنا بھی نہ کیا، اور اس معاملہ میں یہ وعدہ خلافی جنگ کا ایک سبب بنی

قطب الملک کی عہد شکنی

اورنگ زیب کی اصلی حالت، اور اس کی بے بسی کو دیکھکر قطب الملک نے عہد شکنی شروع کر دی، شاہجہان سے جو معاہدہ ہوا تھا اس میں ابتدائی دو شرطیں یہ تھیں

کہ قطب الملک سب اصحاب کبارؓ کو اپنے یہان بند کر دیگا، اور خطبہ مین ایران کے بادشاہ کی جگہ شاہجہان کا نام پڑھا جاے گا، مگر اب اس نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھاکر ان دونون چیزون کو از سر نو پھر جاری کر دیا تھا، اور ایک مرتبہ پھر ایرانی حکومت سے سلسلۂ مراسلت قائم ہو گیا تھا، اس کے ساتھ ہی اس نے رعایا پر بھی ظلم و ستم کا دروازہ کھول دیا تھا، اورنگ زیب کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ ہین،

"از آنجا کہ قطب الملک . . . . . دریں چند گاہ اوضاعے کہ نالائق مرزبانی و ملک داری است، پیش گرفتہ جور و عدوان را از حد گذرانیدہ دست تعدی و تطاول بعرض و مال مردم دراز ساختہ . . . . . "

واز وفور جہل و نادانی ترک سنت و اظہار بدعت را شعار خود ساختہ رفض و سب اصحاب کبار را . . . . . درقلمرو خویش بمرتبہ شائع گردانیدہ . . . . . "

ومہذا آں بدکیش نکوہیدہ اطوار باوجود آنکہ آبا عن جد پرورودہ نعمت ایں خاندان عظیم الشان و سراپا غرق مراحم و الطاف قبلۂ جہانیان است، خود را بر فتراک وائی ایران بستہ ہمہ وقت پیشکش ہاے گراں، باو میفرستد و ہر سال چندین جہاز و کشتی پر از اسباب جدال و قتال باں حدود ارسال داشتہ خواہان دولت سریع الزوال آں خسران مآل است" (۱۸/۱۴۱)

ایران کی سازش یہان پر یہ بتا دینا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ دکن کی ان دو ریاستون کا ہمیشہ سے ایران سے تعلق رہا ہے، اور مذہبی یگانگت کی وجہ سے ایران بھی ہمیشہ نہایت دلچسپی سے ان دونون کے حالات کا مطالعہ کرتا رہا ہے، اس کی وجہ ہماری راے مین یہ تھی، کہ اس وقت سنی ترکون اور شیعہ ایرانیون مین جنگ کا طویل سلسلہ جاری تھا، مغل سلاطین خلیفۂ روم کے

عقیدتمند تھے، اور ایران کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا، کہ اگر مغلون نے خلیفہ کے حکم وحمایت کی بنا پر ہندوستان کی طرف سے حملہ کر دیا، تو ایران چکی کے دو پاٹون مین پس جاے گا، اس لیے ایران نہ صرف یہ کوشش کرتا رہتا تھا، کہ یہ دنیا دارانِ دکن مغلون سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہکر ان کو اس طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہ دین، بلکہ اس کی طرف سے یہ کوشش بھی جاری رہتی تھی، کہ کسی صورت سے ہندوستان کی مغل حکومت کو تباہ کر کے بنگال سے بغداد تک ایک وسیع شیعہ حکومت قائم کر لی جاے، اور اس کے لیے جب کبھی اور جیسا موقع ملا، والیٔ ایران نے ویسی ترکیب اختیار کی، منشآت طاہر وحید اس کے ثبوت سے بھری پڑی ہے، گولکنڈہ وبیجاپور کی جنگون کے بعد ہی جب ملک مین برادرانہ جنگ کی وجہ سے عام اختلال وانتشار پیدا ہو جاتا ہے، تو وہ ایک طرف تو بیجاپور اور گولکنڈہ دونون کو لکھتا ہے، کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے آبا واجداد کی کھوئی ہوئی عظمت وملکت حاصل کر لین، چنانچہ قطب الملک کے نام کے ایک خط کے الفاظ یہ ہین:-

"دریں ایام کہ اقوام سریر سلطنت وفرمانفرمائی ہندوستان متزلزل ولباس دارائی آں دیار متغیر ومتبدل ہست شایستہ ہمت غیرت اندیش وناموس حمیت سلطنت کیش آن است کہ بہ نیروے اعتقاد راسخ درست دست درحبل المتین الطاف عاجل آسمان وزمین، . . . . . واعجاز ولاے عقدہ کشاے حضرات سدرۂ مرتبات ائمہ معصومین زدۂ بتیغ مکافات ومارا زروزگار بآں گروہ غدار کہ شیعان آل اطہار را نصب العین خاطر عداوت ذخائر ساختہ اند، برآورند، . . . . . وضمیر مودت تخمیر را بہمہ ابواب ایں معنی مطمئن وآسودہ دارند، کہ بعون عنایت الٰہی از منتسبان دولت مدار فیروزی شعار در تدبیر ونگونسازی اعادیٔ خذلیت شعار آنچہ لازمۂ امداد واعانت باشد

بعل آمدہ، تہاون وتساہل واقع نخواہد شد[1]"

اور عادل خان کے نام کے خط کا ضروری حصہ یہ ہے:-

"دریں وقت کہ اورنگ سلطنت دارائی ہندوستان مانند کشتی بطوفان رسیدہ وجہاے ملکداریش از اقطار امطار تعاقب گل ندیدہ است، فرصت را کہ گوہرے گراں بہا . . . . . است مغتنم شمردہ، چنانچہ آباے کرام آں والا مقام در تحصیل کام وجنس عزیز شہرت تام، بافرمان روایان دکن . . . . . رفیق جنگ بودند . . . . . فرصت ہمت را ازدین واجب الاداے تلافی وتدارک سبکسار سازند[2]"

اور دوسری طرف ایران نے یہ کوشش شروع کی، کہ ان بھائیون کو آپس مین لڑا کر مغل سلطنت کو کمزور وتباہ کردے، اور اسی خیال سے شاہ ایران نے ایک طرف تو دارا کو خط لکھا، کہ دارا کے بھائیون نے اُسے بالکل غلط طور سے حکومت کے جائز حق سے محروم کردیا ہے، اس لیے وہ ہمایون کی طرح ایران چلا آئے اور یہان سے ایرانی فوج لیکر ہندوستان کو دوبارہ فتح کرے، اور دوسری طرف مراد کو یہ یقین دلایا، کہ تم حکومت حاصل کرنے کی کوشش مین مصروف رہو، مین نے اپنی سرحدی وقندھاری فوج کو تمھاری مدد کے لیے ہدایت کردی ہے، اور تیسری طرف اورنگزیب کو وہ بادشاہ تسلیم کرکے اور دوسرون کو باغی بتاکے ان کی سرکوبی کا مشورہ دیتا ہے، یہ خطوط متعدد بار کتابی صورت مین شایع ہوچکے ہین، اور ہر اس شخص نے جس نے فارسی کی قدیم درسی کتابین پڑھی ہونگی ان کا مطالعہ کیا ہوگا، لیکن ایسے بہت کم لوگ ہونگے، جنھون نے ان خطوط کو تاریخ کی روشنی مین دیکھا ہوگا، اس لیے ہم نے طوالت کے خوف سے ان کو نظرانداز کردیا ہے، البتہ رقعات کے دوسرے حصے مین یہ تمام خط وکتابت موجود ہوگی[3]،

---

[1] منشآت طاہر وحید ص ۱۳ [2] ایضاً ص ۱۳ حاشیہ ۲۷۸ پر دیکھو،

ہمارا خیال ہے، کہ اس توضیح کے بعد یہ بات صاف سمجھ مین آگئی ہوگی، کہ اورنگ زیب کو "شیعہ کش" کیون کہا جاتا ہے، اور یہ آواز کس ساز سے پیدا ہوئی ہے، اس کے ہمعصر و مابعد کے شیعہ مورخین نے واقعات کو ایک خاص رنگ آمیزی کے ساتھ کیون پیش کیا ہے، اور اورنگزیب کو کس طرح مجبور ہو کر ان دونون حکومتون کی اندرونی و بیرونی، داخلی و خارجی سازشون سے تنگ آکر ان کے مہلک اثرات سے ہندوستان کو بچانے کے لیے ان کا استیصال کرنا پڑا ہے،

میر جملہ قطب الملک اور مغل حکومت مین یہ اختلافات موجود ہی تھے، کہ ایک غیر متوقع چیز نے مغلون کو اعلان جنگ پر مجبور کر دیا، اور وہ محمد سعید میر جملہ وزیر گولکنڈہ کے لڑکے محمد امین اور اس کے دو بھائی لواحقین کی گرفتاری تھی، ×

میر محمد سعید میر جملہ اردستان (اصفہان، ایران) کا تاجر ابن تاجر تھا، وہ ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰ء مین دوسرے ایرانی تاجرون کی طرح گولکنڈہ کی شیعی حکومت مین آیا، جواہرات سے اس کو خاص لگاؤ تھا، اسی وسیلہ سے دربار تک رسائی حاصل کی، اور رفتہ رفتہ اپنا ایسا رنگ جمایا کہ عبداللہ قطب شاہ نے اسے اپنا وزیر اعظم بنا دیا، اس کے بعد جب قطب الملک نے کرناٹک کا علاقہ فتح کرنا چاہا، تو اسی کو وہان کا سردار و سپہ سالار بھی بنا دیا، اور یہ ایرانی تاجر کرناٹک کے جواہر ریز علاقہ مین پہنچکر زرد زمین کے کامیاب حصول مین لگ گیا، اس کے ساتھ ہی اس کے اخلاق نے اس کی ماتحت فوج کو بھی اس کا گرویدہ بنا دیا، اس کی تجارتی دولت، اس کی حاصل کردہ کانون کی وسیع مالیت اور اس کی ہر دلعزیزی نے اسے گولکنڈہ کے سیاہ و سفید کا بھی مالک بنا دیا، اور اس کا

× (حاشیہ صفحہ ۲۷۷) یہان پر یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا، کہ جب والی ایران کی تمام تحریری کوششین بے کار ثابت ہوئین تو اس نے جلکر اورنگزیب کو ایک خط مین لکھا کہ "پدر گیری را نام نہادہ" یہ طنزیہ فقرہ ایران کے حکمران کے اندرونی جذبات کا آئینہ ہے،

لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ حاسدون نے قطب الملک کے کان بھرنا شروع کر دیے، اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ اس کا وزیر اتنا بااثر ہو گیا ہے، کہ اس کے مقابلہ مین قطب الملک کی بھی خود کوئی اہمیت نہین رہی ہے، اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی قطب الملک نے میر جملہ کو دبانے، اوسکی قوت کو کمزور اور اگر ممکن ہو تو اسے گرفتار کرنے کی کوشش شروع کر دی، اب میر جملہ کے پاس، اسکے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا، کہ یا وہ کامل اطاعت قبول کر کے اپنے کو تباہ کرے، یا پھر علانیہ علمِ بغاوت بلند کر کے قطب الملک سے لڑائی مول لے، لیکن یہ دونون صورتین، اس کے لیے مہلک تھین، پہلی مین تو وہ گویا عمداً اپنے کو موت کے منھ مین ڈالتا، اور دوسری مین وہ خوب جانتا تھا، کہ قطب الملک کے مقابلہ مین اس کے پاس ذرائع نہین ہین، اس لیے اس کے دوررس مدبر دماغ نے ایک تیسری صورت پیدا کی، اور وہ یہ کہ اگر وہ شاہِ ایران، بیجاپور، اور مغل حکومت مین سے کسی ایک کی حمایت حاصل کرلے، تو شاید قطب الملک اس کو، کوشش کے باوجود بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، چنانچہ اس نے شاہِ ایران، والیٔ بیجاپور، اور مغل سفیر متعینۂ گولکنڈہ کو اس کے متعلق خطوط لکھے، شاہِ ایران نے اس کی درخواست منظور کرلی، عادل شاہ نے بھی اس کی پیروی کی، لیکن اورنگ زیب خود سرنہ تھا، دوسرے اس کو دربار کا حال معلوم تھا، اس لیے اس نے اس درخواست کی شاہجہان کو ان الفاظ مین اطلاع دی کہ

"اگرچہ قبل ازین متواتر از نوشتہ ہرکارہائے گلکندہ وعرائض حاجب آنجا معلوم شدہ بود، کہ قطب الملک از محمد سعید سرخیلِ خود کہ بمیر جملہ ملقب است، متوہم گشتہ قصد گرفتنِ او دارد، مومی الیہ نیز ایں معنی را دریافتہ بہ لطائف الحیل خود را از آسیب او محافظت می کند، چنانچہ ایں مقدمہ از نقل نوشتہ جاتِ ہرکارہا کہ داخلِ واقعہ می کردند، مذکورِ محفلِ معلی شدہ باشد، لیکن چون درین ولا از عرضداشتِ عبداللطیف حاجب گلکندہ کہ بعینہ از نظرِ انور خواہد گشت، بوضوح

انجامیدہ کہ میر جملہ باقطب الملک یکروشدہ اصلا راضی نیست، کہ نزد او بیاید و قطب الملک پردہ
از روے کار برداشتہ برائے دستگیر ساختن و براندا ختن او اہتمام و اتمام دارد، لہذا ایں مرید
بحاجب مزبور نوشت کہ چوں شنیدہ میشود، کہ محمد سعید میر جملہ ہموارہ اظہار عقیدت و ارادت
نسبت بدرگاہ سلاطین پناہ مینماید، دریں وقت او را بانواع نوازشات بادشاہی مستمال
ساختہ، بہ بندگی درگاہ والاجاہ رہنمون گردانند، اگر توفیق ایں سعادت بیابد زہے وقت
طالع او" (۱۱/۶۷)

شاہجہان کی منظوری کے بعد اورنگ زیب نے اپنے اس آدمی کو جو گرناٹک جارہا تھا
اس بات پر مقرر کیا، کہ وہ میر جملہ سے ملکر اس کو مغل حمایت و امداد کا یقین دلاے، دوسری طرف
بیجاپور نے اور تیسری طرف خود قطب الملک نے اس خیال سے کہ اگر اس کا وزیر مغلوں سے
مل گیا، تو اس کے سب راز فاش ہوجائینگے، میر جملہ کی تسلی شروع کردی، اورنگ زیب نے
اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو کردی:-

"در وادی دلاساے میر جملہ قطب الملک باوجود آنکہ عادل خاں اہتمام تمام دارد، کہ او را نوکر
خود کند و قطب الملک نیز در مقام استمالت اوست، حتی المقدور پیشتر از پیشتر سعی خواہد نمود
چوں دریں ولا از عرضداشت عبد اللطیف، حاجب گلکندہ، کہ بعینہ از نظر خجستہ اثر خواہد گذشت
واضح شدہ بود، کہ قطب الملک از استماع تعین گشتن محمد مومن بصوبہ کرناٹک متوہم شدہ
میخواہد، کہ تبدیل او را از گرفتن بمقصد مانع آید ایں مرید نشانے کہ نقل آں بحضور اقدس فرستادہ
بحاجب مذکور نوشت، تا قطب الملک را بر مضمون آں آگاہ ساختہ از قبح ارادہاے دور
از کار کہ یارا ے امثال او نیست، واقف گردانند" (۱۳/۶۹)

لیکن میر جملہ خوب سمجھتا تھا، کہ اگر وہ دفعۃً مغلوں سے جاکر مل گیا، تو یہ اس کے لیے مفید

نہ ہوگا بلکہ حقیقت یہ ہے، کہ وہ اس طرح اپنی حفاظت کا سامان کرکے، درپردہ اس کوشش مین لگا ہوا تھا، کہ جب تک موقع ملے، وہ آزادانہ طریقہ سے قطب الملک ہی کے یہان رہے، چنانچہ جب قطب الملک نے اس کو اطمینان دلا دیا کہ اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا، تو وہ کچھ دنون کے لیے گولکنڈہ چلا آیا، لیکن دربار کی سازشون کا حال دیکھ کر اور اپنے کو غیر محفوظ پاکر وہ پھر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگیا، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ملی، تو وہ اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ اورنگ زیب نے میر جملہ کو پوری طور سے اطمینان نہین دلایا، اسی لیے وہ مغل دکن مین آنے کے بجاے کرناٹک چلا گیا۔ اور اسی شبہ کے ماتحت اس نے اورنگزیب کو لکھا کہ

"میر جملہ قطب الملک بکرناٹک رفت، چون ایں طرف نتوانست آمد، لاعلاج شدہ بداں طرف شتافت" (۱۵/۱۱)

اورنگ زیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ

"صورت ایں مقدمہ آن است، کہ قطب الملک پیش ازیں بچند سال بتقلید عادل خاں نظر بر زبونی مرزبانِ کرناٹک نمودہ میر جملہ را با اکثر لشکر خود بداں صوب فرستادہ کہ برخے از ولایت کرناٹک را انتزاع کند، موی الیہ بآں سرزمین رسیدہ بعض قلاع و محال را باخزائن و دفائن و دیگر غنائم بدست آورد، و چون او را بداں جا قوتے و استقلالے پیدا شدہ، و سران سپاہ قطب الملک را کہ باو تعین بودند بحسن سلوک و رعایت از خود ساختہ و سواے آں جمعیت خوبی فراہم آورد، و قطب الملک بدگمان شدہ او را طلبیدہ بود، و بعد از آمدنِ او قصد آں داشت، کہ او را نابینا کند واو، دراں وقت بلطائف الحیل خود را از چنگِ او خلاصی نمودہ، باز بجانب کرناٹک رفت و قرار داد، کہ دیگر نزد قطب الملک نیاید

تا آنکہ دریں ولا، قطب الملک برمافی الضمیر او وقوف یافتہ او را طلب نمود، ہر چند دریں واوی مبالغہ کرد، سود مند نیفتادہ موجب افزونی توہم میر جملہ گشت، وعذرہائے موجہ پیش آوردہ بآمدن تن در نداد، ورفتہ رفتہ پرداز روے کار برافتاد، واکنوں ہمان ولایت وقلاع را کہ گرفتہ بود، دارد، ودشکر قطب الملک بدستور با او ہمراہ است، وبامرزبان کرناتک طرح اخلاص انداختہ عادل خان را نیز از خود راضی دارد، غالباً ایں مقدمہ از قرار واقع مذکور محفل جلال نشدہ" (۱۵/۴۱)

شاہجہان کی اس بدگمانی اور غصہ کے باوجود بھی اورنگزیب، میر جملہ کو راضی کرنے کی کوشش میں مصروف رہا، لیکن وہ تو وقت ٹالنا چاہتا تھا، اس لیے پہلے اس نے اورنگزیب کو یہ لکھا، کہ اس نے قطب الملک سے یہ وعدہ کیا ہے کہ

"بعد انقضاے مدت دو سال یا بدیدن قطب الملک بیاید، یا ترک نوکری کردہ عزیمت حرمین شریفین نماید" (۳/۸۹)

لیکن اس کے بیٹے نے سفیر کو یقین دلایا کہ

"چوں میر موصی الیہ از قطب الملک مطمئن نیست واین قرار بنا بر مصلحت وقت بمیان آورد اگر بمراحم بے دریغ بادشاہانہ واثق گردیدہ، یقین بداند، کہ موافق خواہش وآرزوے خویش سرفرازی خواہد یافت، بدرگاہ خواقین پناہ رجوع خواہد یافت" (ایضاً)

اس لیے اورنگزیب نے اپنی کوشش کو دو سال تک روک دینے کی جگہ برابر جاری رکھی اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان سے دریافت کیا کہ

"دریں صورت اگر ازیں مرید در باب منصب و دیگر مطالب قول نماید و نظر بآنکہ بریں تقدیر البتہ عادل خاں وقطب الملک یکے شدہ کمر کین او خواہند بست، التماس امداد و کمک کند

ایں فدوی اوراچہ پایہ امیدوارِ نوازشِ بادشاہی سازد، و بندہاے درگاہِ معلّی را تا کجا باور آن اوتعین کند، وہمیں جمعیت کہ دریں جا است اکتفا نماید، یا از حضورِ مقدس نیز التماس کند، دریں وادی بعنوانے کہ ارشاد شود عمل خواہد نمود۔" (ایضاً)

لیکن شاہجہان اورنگزیب کو برابر لکھتا رہا کہ ایک معتبر آدمی مقرر کرکے میر جملہ کے پاس بھیجو کہ وہ جاکر اسے لے آئے، مگر میر جملہ دفع الوقتی چاہتا تھا، اور اس نے اورنگزیب کو جو کچھ لکھا اس کے متعلق وہ شاہجہان کو اس طرح اطلاع دیتا ہے:-

"در بابِ تعین فرمودنِ معتمدے از پیشگاہِ خلافت بآوردنِ میر مومی الیہ بافرمانِ عنایت عنوان وارسالِ پرینغ گیتی مطاع لازم الاذعان مصحوبِ او بقطب الملک مشتمل بر عدم منع میر مزبور و پسرش از ادراکِ سعادتِ بندگیٔ درگاہِ جہاں پناہ، انچہ بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ تعین صوابست، لیکن چوں دریں ولا از عرضداشتِ میر مومن ملازمِ سرکار گردوں مدار کہ از پیشِ میر جملہ مراجعت نمودہ، بگلکندہ رسیدہ، چناں بوضوح انجامیدہ کہ میر مشار الیہ باوجود صدقِ اعتقادے کہ نسبت بآستانِ سلاطین پاسباں دارد، بواسطۂ انضمامِ بعض کارہاے ضروری از فراہم آوردنِ اموال و امتعہ کہ بہ بنادر وغیرہ فرستادہ و بنا بر وفاے وعدہ کہ باولی نعمتِ قدیم خود نمودہ تا یکسال در جاے خویش بسر بردہ بعد ازاں بر تقدیرے کہ تا آں زمان رازِ او بر ملا نیفتد، و از آسیبِ دنیا دارانِ بیجاپور و گلکندہ مصئون گردد، قصدِ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد نمود، لہذا ایں مرید بالفعل التماسِ اصدارِ مناشیرِ والا و تعینِ ملازمِ درگاہِ معلی نمی تواند کرد۔" (۱/۲۷۰)

میر جملہ کا نفاق مگر جب میر مومن اورنگزیب کے پاس واپس آگیا، اور اس نے میر جملہ کی اصلی چال کو واضح کر دیا، اس وقت اورنگزیب کو اس کی ہوشیاری و خفاشی کا حال معلوم ہوا، اور اس نے

فوراً شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"حقیقت میر جملہ نوعیکہ محمد مومن مذکور تقریر نمود این است کہ او بحسب ظاہر چناں وامی نماید کہ بجز آستانِ خواقین پناہ پاسباں ملجاے وپناہے ندارد، بعد از فراہم آوردنِ امواے کہ در بنادر و جاہا پراگندہ ساختہ روانۂ استلامِ عتبۂ خلافت خواہد گشت، لیکن از اوضاع و اطوارش پیدا است کہ ایں ارادہ از صمیم قلب نیست، چوں ولایتے آباد مشتمل بر قلاع وبنادر ومعاون بدست آوردہ با صاحبِ قدیم برہم زدہ و عادل خان را نیز بواسطۂ عدم قبول نوکری او، از خود آزردہ کردہ، بجہت مصلحت اظہارِ بندگی وارادت بجنابِ خلافت مینماید، وتا وقتیکہ حتی المقدور بلطائف الحیل خود را از شرِ ایں دنیا داراں نگاہ می تواند داشت، اصلا ترکِ آں ولایت نخواہد کرد، ورجوع بجاے نخواہد آورد، جمعیتِ او نہ ہزار سوار پنجہزار نوکر وچہار ہزار ملازمانِ قطب الملک کہ از دشمنہ اند، دست ہزار پیادہ خواہد بود، وسامانش از زر و نقد وجواہر نفیسہ و توپخانہ وفیلانِ خوب واسپانِ عراقی وعربی وسائر اسباب تجمل واحتشام بمرتبۂ کمال است، خوش ظاہر میانہ بالا خیلے باسلوک واز فہمیدگی ورسائی انچہ نوکرانِ عمدۂ ملوک را باید بہرۂ وافی اختصاص یافتہ وزمینداران کرناتک را بمدارا و احسان از خود کردہ وبا اخلاص حبشی سرِ لشکر عادل خاں کہ در ولایتِ کرناتک حاکم وصاحب اختیار است، طرحِ محبت واخلاص انداختہ بسیار ہوشیار وخبردار بسر می برد،" (۲/۸۸)

میر جملہ دہلی میں | اس کے بعد اورنگ زیب نے اپنی کوشش بھی ختم کر دی، اور واقعات کا انتظار کرنے لگا، لیکن اس حالت کو زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا، کہ قطب الملک اور عادل شاہ دونوں کو میر جملہ کی چالوں اور کارروائیوں کا حال معلوم ہوگیا، اور ان دونوں نے مل کر یہ کوشش شروع کر دی، کہ جس صورت سے بھی ہو، میر جملہ کے اثر واقتدار کا خاتمہ کر دیا جاے، اب میر جملہ کو اپنی

حفاظت کی ایک ہی صورت نظر آتی تھی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے بھی ہو سکے وہ مغل حمایت و ملازمت حاصل کرلے، چنانچہ اس نے اورنگزیب کو اس کے متعلق خطوط لکھنا شروع کئے، اورنگزیب کو جب یقین ہوگیا، کہ اس مرتبہ میر جملہ واقعی سچ لکھتا ہے، تو اس نے شاہجہان کو اس کے متعلق تمام حالات لکھ کر اس کو اور اس کے بیٹے کو شاہی ملازمت مین داخل کرنے کی درخواست کی، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"چوں از مطاوئ عرضداشتِ میر جملہ سعید . . . . . بوضوح پیوست کہ دنیا داران دکن برصورتِ ارادۂ موی الیہ اطلاع یافتہ قصدِ آں دارند، کہ اتفاق نمودہ جمعیت برسرِ او بفرستند داد از شنیدنِ ایں مقدمہ متوہم گردیدہ، واز آنجا کہ خود را زمرۂ دولتخواہانِ جہاں پناہ تصور می کند، وبحبل المتینِ حمایت واعانتِ اولیاے دولت قاہرۂ اعلیحضرت توسل جستہ بدونِ حکمِ اقدس تدبیرِ کارِ خویش نمی تواند پرداخت وامیدوار است کہ بتوجہ وعنایتِ پیر ومرشدِ حقیقی از آسیبِ دنیا دارانِ دکن محفوظ باشد، بنابراں . . . . . نوعے کہ راے خورشید ضیاے ممالک آراے اعلیحضرت دریں باب اقتضا فرماید، بایں فدوی حکم شود، ومطابق آں بعمل آید" (ل ۱۴)

شاہجہان نے اورنگزیب کے خط کے جواب مین لکھا کہ میر جملہ اور اس کے لڑکے محمد امین کو شاہی ملازمت مین داخل کرلیا جاے، اورنگزیب کو جس وقت شاہجہان کی منظوری کی اطلاع ملی، اس نے میر جملہ اور اس کے لڑکے کو اس سے مطلع کردیا، اور اس کے ساتھ ہی شاہجہان کو لکھا کہ چونکہ میر جملہ بہت گھبرایا ہوا ہے، اس لیے جلد از جلد دربار سے ایک شخص بھیجا جاے جو میر جملہ کو آکر لے جاے،

"درباب میر جملہ قطب الملک انچہ راے خورشید ضیا عالم آراے اعلیحضرت . . . . . .

اقتضا فرمودہ محض صواب است، ازآنجا کہ دریں وقت میر مذکور از شنیدن بعض اخبار متوہم ومضطرب شدہ . . . . . بنابراں اگر در اصدار فرامین مطاعہ مصحوب معتمدے از ایستادہاے پیشگاہ خلافت نوعے کہ بخاطر ملکوت ناظر الہام تأثر پیرد دستگیر صافی ضمیر پرتو اندختہ تاخیر نہ رود، گنجایش دارد، ایں مرید مجدد را دریابند توجہات وتلطفات پادشاہی مستبشر ساختہ نشانے مشتمل بریں مژدۂ دولت واقبال بادنوشت" (۶/۹۲)

چنانچہ ۱۴ر صفر سنہ ۱۰۶۶ھ (۳ر دسمبر سنہ ۱۶۵۵ء) کو قاضی محمد عارف کشمیری دوم بخشی کی معرفت "خلعت فاخرہ بامنشور نوازش متضمن عنایت منصب پنجہزاری پنجہزار سوار باودو ہزاری دو ہزار سوار بمحمد امین پسرش ویرلیغ قضا نفاذ باخلعت خاصہ بقطب الملک در باب عدم ممانعت او ومتعلقانش . . . . . فرستادہ شد"[1]

محمد امین کی گرفتاری مگر ابھی قاضی عارف دکن تک پہنچا بھی نہ تھا، کہ گولکنڈہ مین حالات نے عجیب صورت اختیار کرلی، میر جملہ کا لڑکا جو قطب الملک کے دربار مین اپنے باپ کی نیابت کرتا تھا، اپنے ارکان خاندان کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا، گرفتاری کا سبب یہ تھا، کہ اس مین تہذیب اخلاق، اور سنجیدگی کا فقدان تھا، باپ کی دولت اور مغل حمایت کے خیال نے اسے بدتمیز بنا دیا تھا، ایک دن نشہ سے چور دربار مین آیا اور اس قالین پر جسپر قطب الملک بیٹھا کرتا تھا نہ صرف سو گیا، بلکہ قے بھی کردی، قطب الملک کے لیے یہ ناقابل برداشت تھا، وہ پہلے ہی سے جلا ہوا موقع کی تلاش مین تھا، اس نے ۲ر صفر سنہ ۱۰۶۶ھ (۲۱ر نومبر سنہ ۱۶۵۵ء) کو قید کرنے کا حکم دیدیا، اور اگرچہ گرفتاری کے وقت اس نے قطب الملک کو اورنگزیب کا وہ خط جو اوسنے اس کی مغل ملازمت کے متعلق لکھا تھا، دکھایا، لیکن اسکا بھی کوئی اثر نہین ہوا، اور نگزیب کو

[1] دارث ص ۱۶۹،

جب اس کی خبر ہوئی، تو اس نے مغل وقار کو قائم رکھنے کے لیے ضروری سمجھا کہ وہ قطب الملک سے محمد امین کو چھڑا لے، اس کی صورت یہ تھی، کہ شاہجہان قطب الملک کو اس قسم کا ایک فرمان بھیجے، اور اگر وہ اس فرمان کی اطاعت سے انکار کرے، تو مغل حکومت حربی قوت کے ذریعہ اپنے حکم کو منوالے، اورنگزیب نے شاہجہان کو اس کے متعلق لکھا کہ

"قطب الملک دوم شہر حال محمد امین پسر میر جملہ را . . . . . گرفتہ در قلعہ گلکندہ محبوس ساختہ از آنجا کہ استماع ایں خبر سبب مزید اضطراب و توہم میر مشار الیہ خواہد شد، واز کوتہ اندیشی قطب الملک دور نیست، کہ آسیبے بہ پسر او برساند، اگر ایں مرید بزودی بار شاد تدبیر ایں کار سرفرازی یابد بصلاح اقرب است" (۹/۵)

شاہجہان نے اس خط کا یہ جواب دیا،

"آں مرید لشکرے را کہ بر سر جاتیہ تعین نمودہ، دستوری دہد، کہ بحوالی قلعۂ قندھار رفتہ در آنجا توقف نماید، وگر مناسب داند خود والا پسر کلان خود را بقندھار بفرستد، ونشانے بقطب الملک بنویسد کہ میر محمد سعید و پسر او را اعلیحضرت داخل بندہاے درگاہ جہاں پناہ نمودہ اند، باید کہ پسرش را روانۂ ایں جانب نماید، والا لشکر ظفر اثر را بگلکندہ رسید (لندن ۹۵)

یہاں پر ہم اس عام بیان کی صاف و صریح تردید کر دینا چاہتے ہیں، کہ اورنگ زیب خود گلکندہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا، حالانکہ مذکورۂ بالا خط سے صاف ظاہر ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان سے صرف استصواب کیا تھا، اور یہ شاہجہان تھا جس نے اوسے فوج جمع کرنے اور عدم تعمیل حکم کے وقت حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کے خط کا یہ جواب دیا:-

"ایں مرید . . . . . بہ ہادی داد خاں نوشتہ بود، کہ با ہمراہان خویش و جمعے

ازجملہ فوجِ مرزا خاں کہ باوخواہند پیوست، بسرحد ولایتِ گلکندہ برود، اکنوں مطابقِ فرمودۂ اقدس بعمل آوردہ، نشانے مشتمل برامید وبیم بدستِ یکے ازملازمانِ معتمدِ خود بہ قطب الملک ارسال خواہد داشت، وبہادری دادخاں نوشت کہ بقلعۂ قندھار رسیدہ درآنجا عنان باز کشد ومتعاقب . . . . . خانہ زادِ اعلیٰ حضرت را بابقیہ عساکر . . . . . دستور خواہد داد، کہ بداں صوب شتابد وگر قطب الملک توفیقِ اطاعت نیافتہ بموجبِ حکمِ اقدس عمل نہ نماید، وتنبیہِ او ضرر شود، یا عادل خاں درصددِ امدادِ او درآید، ایں مرید خود نیز عازمِ آں حدود خواہد گشت" (ایضاً)

اس کے ساتھ اورنگزیب نے قطب الملک کو یہ خط لکھا:-

"اعلیٰحضرت . . . . . میر محمد سعید را در سلکِ بندہاے درگاہ سلاطیں پناہ عرِ انسلاک بخشیدہ . . . . . حکم . . . . . شرفِ نفاذ یافتہ کہ قاضی عارف . . . . . اورا باپسر وانبائش بحضورِ پرنور اقدس بیاورد، ودریں ولا ازعرائض . . . . . میر عبد اللطیف بسامع علیہ رسید کہ آں قطبِ سماے شوکت وابہت باوجود اطلاع برقدسی مضامینِ نشانِ عالی شان کہ بمیر محمد امین . . . . . صادر شدہ بود، وموی الیہ آں حرز بانوے دولت را روزے کہ بقید درآمد، بایشاں نمودہ . . . . . اورا باتعلقاں بقلعۂ گولکندہ فرستادہ بضبطِ اموالِ آنہا پرداختہ اند . . . . . اکنوں باید کہ بمجرد آگہی برمضمونِ ایں دیباچۂ صحیفۂ عزت وکرامت کہ فی الحقیقت، منطوق بریزیغ معلی است، پسر محمد سعید را باتعلقانِ او وتمامیٔ اموالِ آنہا ازنقود وجواہر وفیال کہ دریں ایام بضبط آوردہ اند، مصحوبِ ملازم سرکار نامدار کہ حامل ایں نشانِ نجستہ عنوان است بدرگاہِ اقبال بفرستد . . . . . ؟

اگر آں مرکزِ دائرۂ نیک اختری ..... در وادیٔ نقضِ عہد ہا دی شدہ .....

..... مطابق فرمودہ عمل نمایند، بموجب حکمِ گیتی مطاع لازم الاتباع فرزندِ سعادت مندِ خود

را ..... تعیین خواہیم فرمود ....."

یقین کہ آں زبدۂ امائدِ کرام ..... در تہیۂ اسباب دشمن کامی و بدانجامیٔ

خود سعی نخواہند نمود" (آداب نمبر ۱۳۰)

مگر اورنگزیب کو اس بات کا بھی علم تھا، کہ اس کی درخواست کے باوجود شاہجہان نے دکنی حکمرانون کو اس بات کی تاکید نہین کی ہے، کہ وہ اورنگزیب سے بلاواسطہ تعلق رکھین، بلکہ اس کے برخلاف قطب الملک اور عادل شاہ کے سفیر دربار مین موجود تھے، اور وہ داراوغیرہ سے مل کر اوران کی سازشون مین شریک ہوکر، ہروقت اس بات کی کوشش مین لگے رہتے تھے کہ جس صورت سے بھی ہو دکن کے صوبہ دار کو ذلیل کیا جاے کہ اسکی کمزوری و بے اعتباری ہی مین، ان کی کامیابی، بزرگی، اور زندگی پنہاں تھی، اس لئے اورنگزیب کو خطرہ پیدا ہوا (اور جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، کہ خطرہ صحیح تھا) کہ اگر قطب الملک کے وکیلِ دربار نے وہان دارا وغیرہ سے ملکر شاہجہان کے حکم کو بدلوا دیا، تو کرناٹک کے معاملہ کی طرح اس مین بھی اس کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑیگا، اس لیے فوج کو تشدد کا حکم دینے سے پہلے ہی اس نے شاہجہان کو لکھا:-

"بر تقدیرے کہ راہِ عرض و التماسِ مہم سازیٔ دنیا داران کہ عرائض بدرگاہِ والا جاہ بفرستادہ تعہدِ پیش کشہاے گرانمایہ خواہند نمود، مسدود گردد، و دیگر از طرفے دریں مہم دخیل نشود، بتوفیقِ ایزدی و توجہ پیر و مرشدِ حقیقی باسہل وجہے آں مملکت بانچہ میرجملہ از ولایت کرناٹک گرفتہ و کمتر از ملکِ گولکندہ نیست با نفائس و نوادرِ موفور ..... بحوزۂ تصرف

. . . . . درآمدہ فتح نمایاں . . . . . نصیب اولیاے دولت ابد پیوند خواہد گشت" (۱۲/۹۸)

ایک دوسرے خط مین اورنگزیب نے اس سے بھی واضح طور پر لکھا کہ

" قطب الملک قبل ازین ملا عبدالصمد وکیل خود را بعقبۂ خلافت فرستادہ بوساطت او بعض ملتمسات معروضداشتہ بود، و درین وقت کہ کار بر وتنگ گردیدہ وزوال ملک و دولت خود را براے العین می بیند، وسائل انگیختہ واز درعجز والحاح درآمدہ درباب نجات خویش عرائض بوالا درگاہ ارسال خواہد داشت وتعہدات نمودہ التماس صدور فرمان عنایت مملکت وسیع مشتمل برچندین قلاع وخزائن و دفائن کہ میر جملہ بقدر واں سعی واہتمام از زمینداران کرناتک مستخلص ساختہ خواہد کرد، وپذیرائی ملتمسات او در تشییت این مہم عمدہ وآمدن میر مذکور مخل است، این مرید امید چنان دارد کہ تا رسیدن پسر مومی الیہ وظہور بعض مراتب دولتخواہی وصول ملتمسات او تعویق افتد، وعرض والتماس اہل غرض در بارۂ او مسموع نشود، تا این مطلب سترگ کہ از اتفاقات حسنہ است موافق خواہش خاطر ملکوت ناظر مرشد کامل آگاہ دل کہ بدانش خداداد وخرد صواب اندیش از آغاز ہر کار انجام آں را درمی یابد صورت پذیرفتہ، اضعاف انچہ بتوسط وکلاے قطب الملک بعرض مقدس برسد بوجہے کہ اعلیحضرت بہ پسندند، وسبب مجرائی نیکو خدمتی این فدوی گردد، بحصول پیوندد" (۱۶/۱۰۲)

مگر شاہجہان نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا، اور نہ اس نے ان سفرا و وکلا کی کوششون کو روکنے کی کوشش کی، اسکا جو نتیجہ ہوا وہ اورنگزیب کے خطرہ کو صحیح ثابت کرتا ہی،

آغاز جنگ | شاہجہان کا حکم پاکر اورنگزیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ۸ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۶ھ (۲۶ دسمبر سنہ ۱۶۵۵ء) کو حیدرآباد کی سرحد کی طرف روانہ کیا، اور اس کے ساتھ اسے یہ ہدایت

کردی کہ

"اگر قطب الملک پسر میر جملہ و متعلقان او را خلاص نسازد، بے توقف بحیدرآباد درآمدہ بموجب حکم اقدس کام و ناکام محبوساں را از قید برآورد" (۲/۹۲)

چنانچہ وہ ۲۰ ربیع الاوّل (۷ جنوری ۱۶۵۶ء) کو ناندیر پہنچ گیا، لیکن قطب الملک نے نہ تو اورنگزیب کے خط کی پروا کی نہ شہزادہ کے ناندیر پہنچنے کی اطلاع سے متاثر ہوا، ہمارا خیال ہے کہ قطب الملک کے اس رویہ کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی، کہ اس کو اس بات کا یقین تھا، کہ وہ اورنگزیب کا حکم مانے بغیر داراؤ غیرہ کی سفارش ہی سے اپنا کام نکال لیگا مگر اورنگزیب اصول کا پابند اور اپنے فرض سے اچھی طرح واقف تھا، اسلیے جب اُسنے دیکھا کہ ایکطرف تو قطب الملک میر جملہ کے لڑکے کو علی حالہ قید رکھکر نہ صرف اورنگزیب بلکہ خود شاہجہان کے صاف صریح حکم کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اور دوسری طرف بیجاپور سے فوجی اتحاد کی کوشش مین لگا ہوا ہے، تو ایک طرف تو اس نے شہزادہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا، اور دوسری طرف بادشاہ کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"قطب الملک باوجود اطلاع بر کیفیت حکم گیتی مطاع و استماع خبر رسیدن خانہ زاد بناندیر از نخوت و پندار خود و استظہار و اعتقاد کہ برامداد عادل خاں دارد تا حال پسر میر جملہ را از قید برنیاوردہ دست از وے باز نداشتہ . . . . . " (۱/۱۴۲)

اس کے بعد ۱۴ ربیع الثانی (۲۰ جنوری) تک بھی اورنگزیب کو قطب الملک کی کسی

لہ سلطان محمد نے بھی قطب الملک کو اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ اگر وہ میر جملہ کے لڑکے کو رہا نہ کردیگا تو وہ شاہجہان کے حکم کے مطابق حیدرآباد پر حملہ کردیگا،

کارروائی کی اطلاع نہیں ملتی، اور چونکہ نوجوان شہزادہ کا تنہا گولکنڈہ کے علاقہ میں داخل ہونا مصلحت سے دور معلوم ہوتا تھا، اس لیے اورنگزیب خود بھی اس تاریخ کو اورنگ آباد سے روانہ ہوا اور اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دیدی کہ

"ایں فدوی . . . . سیوم شہر حال . . . . . از اورنگ آباد برآمد و فردائے آں مقام نمودہ کوچ در کوچ روانۂ مقصد شد . . . . . قطب الملک باوجود اطلاع برمضمون نشانِ ایں مرید کہ قبل ازیں بموجب حکم مطاع باو ارسال داشتہ بود تا حال پسر میر جملہ را رہا نہ کردہ" (۱۵/۱۰۱)

اورنگ زیب نہایت تیزی سے سفر کر رہا تھا، کہ اسے راستہ میں شہزادہ محمد سلطان کا خط ملا کہ:-

"بعد از رسیدنِ او بدو منزلِ حیدرآباد، قطب الملک پسر میر جملہ را با متعلقان بہاں کہ مقید بودند برآوردہ، بعبد اللطیف حاجب حقیقی و ابو القاسم و سید علی فرستادہ ہائے ایں مرید سپرد" (۱۶/۱۰۲)

اس لیے اورنگزیب نے اس کو لکھا کہ:-

"چوں قطب الملک پسر میر جملہ را رہا کردہ، او در نواحیٔ حیدرآباد جائے مناسب سپاہیانہ اختیار نمودہ بموجب حکم اقدس تا رسیدنِ میر جملہ دراں مکان توقف نماید" (ایضاً)

اورنگزیب نے قطب الملک کو جو خط لکھا تھا، اس میں صرف ان قیدیوں کی رہائی ہی کا مطالبہ نہ تھا، بلکہ اس میں یہ حکم بھی تھا، کہ وہ میر جملہ کا تمام ضبط شدہ مال بھی واپس کردے لیکن قطب الملک نے موخر الذکر کی تعمیل نہیں کی تھی، تاہم اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ جب اس نے ایک حکم مان لیا ہے، تو دوسرے کی بھی تعمیل ضرور کرے گا، اس لیے وہ اپنے اس خط کے

جو اس نے ۲۲ ربیع الاوّل (۹ جنوری) کو بادشاہ کو مزید ہدایات کے متعلق لکھا تھا، جواب کے آنے تک راستہ ہی مین ٹھہرنا چاہتا تھا، کہ اسے شہزادہ کے خط سے معلوم ہوا، کہ

"قطب الملک پیش از وصول خانہ زاد بنواحی حیدرآباد متوہم و ہراسان گردیدہ شب چہارشنبہ پنجم ربیع الثانی (۲۲ جنوری) گریختہ در قلعۂ گلکندہ متحصن گشت، و فردائے کہ خانہ زاد اعلیٰ حضرت میخواست کہ برتالاب حسین ساغر کہ از شہر یک و نیم کروہ است فرود آمدہ، نوعے کہ مامور است تا آمدن میر جملہ در آنجا بسر برد، قریب شش ہزار سوار و دہ دوازدہ ہزار پیادہ تفنگچی و باندار وغیرہ از ملازمان قطب الملک در برابر لشکر فیروزی اثر آمدہ آغاز شوخی و اظہار جرأت و جسارت مینمایند، و بے باکی را از حد بردہ، پیش می آیند و باستعمال آلات کارزاری پردازند" (ایضاً)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادہ کو بھی مجبوراً اپنی مدافعت مین ہتھیار اٹھانا پڑا اور:-

"بشعلۂ بان و بندوق و ضرب شمشیر آبدار دمار از روزگار آنہا برمی آورند و چہار پنجہزار بان و بارود وغیرہ اسباب آتشبازی بدست آوردہ وآں بے عاقبتان را منہزم گردانیدہ تا دیوار پشت شہر راندہ، جمعے را مقتول و مجرح می سازند، و ہنگامۂ قتال و جدال امتداد یافتہ اخر الامر دلیاے دولت قرین فیروزی و نصرت معاودت کردہ، برتالاب مسطور منزل مینمایند" (ایضاً)

اس لیے اورنگزیب فوراً حیدرآباد کی طرف روانہ ہوگیا،

قطب الملک کا عجیب رویہ | قطب الملک نے اس وقت ایک عجیب و غریب اور نامفہوم حکمت عملی اختیار کر رکھی تھی، ایک طرف تو اس نے میر جملہ کا مال واپس کر دیا تھا، اور شہزادہ محمد سلطان کے پاس روزانہ اپنے سفراء بھیجکر صلح کی گفتگو اور رحم کی درخواست کرتا، اور دوسری طرف اسکی

فوج جب موقع پاتی شہزادہ کی قیام گاہ پر حملہ آور ہو جاتی ، اس دورنگی مین کسی فیصلہ تک پہنچنا سخت مشکل تھا، اس کے ساتھ ہی قطب الملک، عادل شاہ کی فوجی امداد پر بھروسہ کئے ہوئے وقت گذار رہا تھا، اور تیسری طرف حیدرآباد کا شہر بلا کسی حاکم و فوج کے ہر شریر النفس کو لوٹ مار کی دعوت دے رہا تھا، اور اس کو اسی حالت مین چھوڑ دینا دراصل قتل اور غارتگری کا اذن عام دینا تھا، مزید برآن اگر شہزادہ اپنی فوج کو حسین ساغر ہی پر رہنے دیتا، تو اس کے معنی یہ تھے کہ اس کی فوج ہر وقت بے پناہ رہتی، اور قطب الملک کے سپاہی جس وقت اور جس طرف سے چاہتے، اس پر آگ کی بارش کر سکتے تھے، اس لیے شہزادہ ، ربیع الثانی (۴ جنوری) کو حیدرآباد مین داخل ہو کر شاہی محل مین ٹھہرا، اور تمام شہر مین جو زیادہ تر لکڑی کی عمارتون کا بنا ہوا تھا باشندون کی جان و مال کی حفاظت کے لیے اپنے سپاہی مقرر کر دیئے، اورنگزیب شایستہ خان کو ایک خط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے :-

"فرزند سعادت مند . . . . . از تالاب حسین ساغر کوچ نمودہ بشہر درآمد و در محافظت سکنۂ آں بلدہ از نہب و غارت عساکر قاہرہ مساعی جمیلہ بظہور آوردہ ، آں چناں شہرے وسیع معمور را بوجہی ضبط نمود" (آداب نمبر ۲۶۵)

قطب الملک نے اس عرصہ مین جو کوششین شہزادہ کو رام کرنے کی کین، ان کے متعلق خود اورنگزیب کے الفاظ یہ ہین :-

"قطب الملک پیشوائے خود را با پیشکشے بخدمت آں والا تبار فرستادہ معروضداشتہ کہ چہل لک روپیہ پیشکش بدہد، وصبیۂ خود را داخل خدمہ حرم سرائے آں بلند اقبال ساختہ ہر سال موازی پیش کش مقرری بادشاہی بملازماں برساند" (ایضاً)

لیکن شہزادہ، اپنے باپ کی عدم موجودگی میں کچھ نہ کرسکتا تھا، اس لیے اس نے صاف جواب دیدیا کہ اورنگزیب کے آنے تک کسی قسم کی کوئی گفتگو نہین کیجاسکتی، اس جواب کو پاکر قطب الملک نے ایک طرف تو عادل شاہ کو ایک مرتبہ پھر امداد کے لیے لکھا، اور دوسری طرف گلکنڈہ کے ناقابل تسخیر قلعہ کو محاصرہ کے لیے تیار کرنا شروع کردیا، اور اس طرح اس کی فوج نے پہلے تالاب حسین ساغر پر اور پھر گلکنڈہ کی فصیل سے گولہ باری کی ابتدا کرکے اورنگزیب کو فوجی طاقت استعمال کرنے کا موقع دیا، اورنگزیب ۲۰ ربیع الثانی (۶ فروری) کو حیدرآباد پہنچا اور قبل اس کے کہ وہ تھوڑی دیر آرام بھی کرے اس نے اسی حالت مین :-

"از فرط حماست بدائرہ نیامدہ فیل سوار بجہت تعین ملچار و دیدن دور قلعہ کہ قریب کردہ است رفتند ..... دریں ہنگام قریب پنج شش ہزار سوار ....

لہ حاصفہ ۲۹۴ بعض مورخین نے غلطی سے ان دو دنون کی لوٹ کو جو شہزادہ محمد سلطان کے قیام تالاب حسین ساغر اور داخلہ حیدرآباد کے درمیان مین ہوئی، مغلون کی طرف منسوب کردیا ہے اور انکے بعد کے مورخین نے شہزادہ کی جگہ اورنگزیب کا نام لکھدیا، حالانکہ وہ غریب اُسوقت نامذیر مین تھا لیکن اسکے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا، کہ شہزادہ محمد سلطان نے محل کی چیزون پر قبضہ نہین کرلیا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے محل کی تمام چیزون کو ضبط کرلیا تھا، اور اس ضبطی کی یادگار ایک کتاب خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین موجود ہے، یہ تزک جہانگیری کا قدیم ترین نسخہ ہے، اس پر خود شہزادہ کے ہاتھ کی یہ عبارت درج ہے -

"ایں کتاب جہانگیر نامہ راکہ حضرت جنت مکانی خود تصنیف نمودہ اند در دارالفتح حیدرآباد از کتب خانۂ قطب الملک گرفتہ شد، حررہ محمد سلطان" (فہرست جلد، صفحہ ۵۸)

خود اورنگزیب نے بھی اسکو ایک خط مین تسلیم کیا ہے، دیکھو خط نمبر ۱۰۱ عاقل خان اور ٹورنیر نے بھی اسکا ذکر کیا ہے،

دوده دوازده هزار پیاده در برابر عسکر فیروزی آمده، باندا ختن بان و تفنگ، آتش پیکار برافروختند
و قلعه نشینان نیز از بالاے حصار فراوان توپ و بان سر دادند[1]

گولکنڈہ کا محاصرہ اورنگزیب کو مجبوراً اپنی ۱۵ روزہ سفر کی تکان سے چور فوج کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا، اور دکنی فوج حسب معلوم کچھ دیر لڑکر، کچھ جنگل کی طرف، اور کچھ قلعہ کے اندر بھاگ گئی، اس کامیاب جنگ کے بعد اورنگزیب اپنے خیمہ مین واپس آیا، اور دوسرے ہی دن، اس نے محاصرہ شروع کر دیا، محاصرہ صرف تین جانب سے کیا گیا تھا، کیونکہ نہ تو اس کے پاس اتنی فوج تھی، کہ وہ اُسے قلعہ کے چارون طرف پھیلا سکتا تھا، نہ مکمل شاہی امراء اس وقت اپنی جماعتون کے ساتھ پہنچے تھے، اور نہ قلعہ شکن توپین اور محاصرہ کے دوسرے سامان ہی اس کے پاس تھے، پھر بھی ان مشکلات کی موجودگی مین بھی اس کا اس جنگ کا کامیاب طریقہ سے ختم کرنا، اس کے تدبر، اس کے حسن انتظام، اور اس کی فوجی قابلیت کی بین دلیل ہے، اس کے ساتھ یہی چیزین اس الزام کا بھی جواب ہین کہ اورنگ زیب کا مقصد قطب الملک کو قتل اور اس کے علاقہ کو فتح کرنا نہ تھا، اگر یہ اس کا ارادہ ہوتا تو وہ ابتدا ہی سے اس کا بندوبست کر کے چلتا، دوسرے یہ کہ یہ اورنگزیب کا مشورہ نہ تھا، بلکہ خود شاہجہان کا حکم تھا، کہ اگر قطب الملک تعمیل حکم نہ کرے، تو اس کے ساتھ فوجی کارروائی کیجاے اور یہی وجہ تھی کہ ۳ر دسمبر ہی کے خط کے ساتھ اس نے شائستہ خان وغیرہ کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ فوراً اپنے فوجی دستون کے ساتھ دکن پہنچ جائین[2] اگر شاہجہان کی یہ خواہش نہ ہوتی، تو وہ نہ تو دوسرے صوبون کے صوبہ دارون کو اس کی شرکت کا حکم دیتا، اور نہ اورنگزیب ہی کو فوجی کارروائی کی اجازت ملتی،

بہرحال محاصرہ شروع کر دیا گیا، اور یہ محاصرہ ۲۱ر ربیع الثانی سے ۱۴ر جمادی الثانی

[1] وارث صفحہ ۱۸۱ ۔ [2] ایضاً،

(۷ فروری تا ۳۰ مارچ) تقریباً دو مہینہ رہا، اس عرصہ مین ایک طرف تو قطب الملک اپنے امراء اپنے داماد وغیرہ کو شہزادہ محمد سلطان کے پاس اظہارِ عجز اور سفارش کے لیے بھیجتا رہا، اور دوسری طرف اس کی فوجین جب موقع پاتین، تو مغلون کی فوج پر حملہ کرتی رہتین، اسی کے ساتھ قطب الملک نے دربارمین داراوغیرہ کو بیش قیمت تحائف دے کر، ان کی وساطت سے یہ کوشش شروع کردی، کہ شاہجہان اس کے قصور معاف کردے، چنانچہ شاہجہان نے ایک خط اورنگزیب کی معرفت قطب الملک کو "مشتمل بر ذرہ پروری وکرم گستری" بھیجا، یہ خط اورنگزیب کو ۹ جمادی الاول (۲۴ فروری) کو ملا، لیکن اس وقت تک اورنگزیب نے محاصرہ مین ایک بڑی حد تک کامیابی حاصل کرلی تھی، اس لیے اس نے بہتر سمجھا کہ جب تک اپنی شرائط کو منوا لے، اس خط کو قطب الملک کے پاس نہ بھیجے، چنانچہ اس نے اس خط کو روک لیا اور اس کارروائی کی اطلاع بادشاہ کو دیدی، شاہجہان نے بھی اورنگزیب کی اس دور اندیشی کو پسند کیا، درباری مورخ کا بیان ہے۔

"بادشاہ زادۂ عالی تبار فرمانے را کہ بقطب الملک صادر شدہ بود، پیشِ خود نگاہ داشتہ عرضداشت نمودند کہ چوں بالفعل رسیدنِ فرمانِ قطب الملک باعثِ خیرگی او می گردد تا یکسو شدنِ معاملہ در فرستادنِ آں توقف نمودہ، بعد از انجامِ کار فرستادہ خواہد شد"

بریں قضا نفاذ صدور یافت کہ منشورِ مقدس پس از مقرر نمودنِ پیش کش و گرفتنِ صبیۂ او با خلعتے کہ سابق فرستادہ شد، بفرستند[1]

صلح کی گفتگو اس اثنا مین قطب الملک نے آدمیون کو اورنگزیب کے پاس تحائف لیکر روانہ کیا، لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا، اس کے بعد کوشش یہ شروع کیگئی، کہ شہزادہ

---

[1] وارث صفحہ ۱۸۳،

محمد سلطان کے ذریعہ سفارش کرائی جاے۔ اس لیے قطب الملک نے میر فصیح و میر احمد کو شہزادہ کے پاس روانہ کیا، اور درخواست کی، کہ کم ازکم اس کی معمر و ضعیف مان کو آنے اور اورنگزیب سے ملاقات کرنے کی اجازت دیجاے، بہرحال اورنگزیب نے یہ درخواست قبول کرلی اور شہزادہ نے قطب الملک کو لکھا کہ اگرچہ تمھارے قصور اس قابل نہین ہین، کہ تمھاری کوئی درخواست قبول کیجاے، پھر بھی میری کوششون سے اورنگزیب اس بات پر راضی ہوگیا ہے کہ وہ اس ضعیف و معمر خاتون سے ملاقات کرے، چنانچہ

"میر احمد۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و ابوالفضل معموری شب یکشنبہ بست و دوم (۸ مارچ) حسب الامر پیش رفتہ (والدۂ محترمہ قطب الملک) را بدائرۂ شایستہ خان آوردند، خان مشارالیہ باحترام تلقی نمودہ در روز دیگر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بوساطت خان مشارالیہ سلطان را دیدہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وچوں سلطان التماس نمودہ کہ او خواہش دارد کہ خود آمدہ مدعات و مطالب را معروض دارد، بنابراں او را بحضور طلبیدند"[1]

قطب الملک کی مان جب اورنگزیب کی خدمت مین باریاب ہوئی، تو اس نے

"بذریعہ عجز و انکسار و وسیلہ ندامت و ضراعت التماس عفو جرائم و خطاہاے قطب الملک و تعین کمیت پیشکش بادشاہی و قبول ازدواج صبیۂ او بسلطان نمود"[2]

اس پر اورنگزیب نے

"ملتمس او را پذیرفتہ فرمودند کہ یک کرور روپیہ از جواہر ثمینہ و نقد و افیال و جزان واصل سازد"[3]

اور اس طرح وقتی صلح حاصل کرکے قطب الملک کی مان واپس ہوئی، مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے، کہ اگرچہ اورنگزیب نے اپنے آدمیون کو حکم دے دیا تھا، کہ وہ کسی قسم کی کارروائی

---

[1] و [2] و [3] وارث صفحہ ۱۸۳۔

نہ کرین، اور وہ اطمینان سے اپنے موچون مین بیٹھے تھے، کہ کئی بار ان کو قطب الملک کی فوج کے حملون سے دوچار ہونا پڑا، لیکن اورنگزیب نے مدافعت کے سوا کوئی جارحانہ کارروائی نہین کی، حالانکہ اس وقت تک اس کے پاس قلعۂ اوسہ کی بڑی توپین اور دوسرے صوبون کی فوجین امداد کے لیے پہنچ چکی تھین، اور ۴ جمادی الثانی (۲۰ مارچ) کو میر جملہ بھی اپنے توپخانہ اور فوجی دستہ کے ساتھ باریاب ہوگیا تھا، ان حملون کے مقابلہ مین اورنگزیب قطب الملک کیساتھ غصہ کی جگہ مہربانی ہی کا اظہار کرتا رہا، چنانچہ اس نے صرف اس وجہ سے کہ قطب الملک کی والدہ ماجدہ نے "برائے تخفیف پیشکش التماس نمودند" یہ کیا کہ

"از جملہ پنج لک ہون کہ ادائے آن بوعدہ سہ سالہ مقرر شدہ یک لک ہون حسب الالتماس آن عفیفہ مکرمہ دیک لک ہون باستدعائے عروس محترمہ خود معاف فرمودیم" (آداب عالمگیری ۱۳۲)

شاہجہان کا حکم | یہ شرائط طے ہی ہو رہے تھے، اور سلسلۂ مراسلت جاری ہی تھا کہ اورنگزیب کو ایک دن شاہجہان کا ایک خط ملا، کہ وہ محاصرہ کو ختم، اور قطب الملک کا پورا ملک اس کو واپس کرکے فورًا اپنے صوبہ کو لوٹ جائے، اس خط کا شان نزول یہ ہے، کہ اس عرصہ مین قطب الملک کے سفیر عبد الصمد نے دارا اور اس کی جماعت کو اپنا موافق بنا کر شاہجہان کو یہ یقین دلا دیا، کہ قطب الملک نے ہر شرط منظور کرلی ہے، البتہ اورنگ زیب اس کو تنگ اور اس سے مزید رقم وصول کرنے کے لیے وہان موجود ہے، اور حملہ کے وقت سے اس نے اس وقت تک لاتعداد جواہرات اور دوسری قیمتی چیزین تحفے کے طور پر قبول کرلی ہین، اور ان کی بادشاہ کو اطلاع بھی نہین دی ہے بس پھر کیا تھا، شاہجہان نے بلا تحقیق فورًا ہی مذکورۂ بالا حکم نافذ ہی نہین کر دیا بلکہ اس کے ساتھ نامہ برون کو بھی ہدایت کردی گئی کہ وہ اس کے مضمون کی تشہیر کرین، اوسکا

لہ چنانچہ غریب میر اسد اللہ ولد میر فضل اللہ بخاری اسی اطمینان کے نذر ہوا،

نتیجہ یہ ہوا، کہ ابھی اورنگزیب، شاہجہان کے حکم کے مطابق شہزادہ سلطان کی رسم نکاح کو ادا بھی نہ کرسکا تھا، کہ ۱۴ر جمادی الثانی (۳۰ر مارچ) کو تمام فوج کو دفعتہ روانگی کا حکم دینا پڑا، اور یہ نکاح اس روانگی کے ۵ دن بعد ۱۹ر جمادی الثانی (۲۵ر مارچ) کو معمولی طور سے انجام پایا[1]،

اسی واقعہ کی وجہ سے اورنگزیب کی عزت وخودداری کو جو صدمہ پہنچا، وہ اس فرید بخش اور کشمکش کے مقابلہ مین جو اسی سلسلہ مین باپ بیٹے مین پیدا ہوئی، بالکل معمولی معلوم ہوتی ہے، اس کشمکش کے حالات سے پتہ چلتا ہے، کہ شاہجہان اورنگزیب کو کس طرح بے اعتبار سمجھتا تھا، اور کس طرح اس کے خلاف ہر شکایت کو سچ تسلیم کرکے اس کے خلاف ذلیل سے ذلیل کاروائی کرنے پر تیار ہوجاتا تھا، ہم شاہجہان کی ان غیر پدری وغیر منصفانہ کارروائیون مین سے بعض کو اجمالاً بتا دینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہوجاے کہ جنگ برادران کے لیے خود شاہجہان کس طرح راستہ صاف کر رہا تھا،

باپ بیٹے کا اختلاف شاہجہان نے اورنگزیب سے جس وقت گولکنڈہ کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کو کہا تھا، اس وقت اس سے یہ بھی وعدہ کیا تھا، کہ اس جنگ مین جو "جواہر وافیال" ملین گے، وہ سرکاری ملکیت ہون گے، اور جو نقد وصول ہوگا، وہ اورنگزیب کا حق ہوگا، چنانچہ

[1] اورنگزیب اور قطب الملک سے جو آخری صلح ہوئی تھی اسمین یہ تھا کہ وہ ایک کروڑ ۲۵ لاکھ تاوان دے، اسمین سے اورنگزیب نے پہلے ۲۵ لاکھ اور پھر دس لاکھ گھٹا دیے اور پھر ۲۰ لاکھ شاہجہان نے معاف کردیے، اس طرح سے تقریباً ۷۰ لاکھ ہی دینا پڑا، دوسری چیز یہ تھی کہ داگیر کا علاقہ بطور ضمانت مغلون کے حوالہ کردیا جائے، تیسری چیز سلطان محمد کی قطب الملک کی دوسری لڑکی سے شادی اور چوتھی چیز جیسا کہ بعض مورخین کا بیان ہے، یہ تھی کہ چونکہ قطب الملک کے کوئی اولاد نرینہ نہین ہے، اسلئے اسکی موت کے بعد سلطان محمد ہی قطب الملک کا جانشین ہو، یہ ایک خفیہ معاہدہ تھا، لیکن میر جملہ کے ذریعہ شاہجہان کو بھی شاید اس کا علم ہوگیا تھا،

اورنگزیب نے اسی وعدہ پر بھروسہ کرکے دوسروں سے روپیہ قرض لیکر جنگ کے اخراجات برداشت کیے، لیکن جب لڑائی ختم ہوگئی، تو شاہجہان نے اس خیال کے زیر اثر کہ اورنگزیب نے لامعلوم بیش قیمت تحائف قطب الملک سے لیے ہین، اوران کی اطلاع تک نہین دی ہے، لکھا کہ "نقد وجنس جو کچھ ملا ہے، سب کا سب سرکاری خزانہ مین داخل کر دیا جائے" اوراس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگزیب تقریباً ۲۰ لاکھ کا مقروض ہوگیا، چنانچہ اس کے متعلق اورنگزیب ایک خط مین میر جملہ کو، جو معظم خان وزیر شاہجہان ہوچکا ہے، لکھتا ہے:-

"چوں در آغاز ایں مہم فرامین مقدسہ بصدور پیوستہ کہ از جملہ پیشکش قطب الملک جواہر و اقمشہ متعلق بسرکار بادشاہی دارد و نقد ہر چہ بدست آید بسرکار عالی متعلق است، و برائے سرانجام ضروریات مہم و سامان سپاہ مبلغے درکار بود، بنابراں تکیہ بر احکام والا نمودہ در حین رجوع خدمت، التماس مساعدہ مناسب ندانستہ مبلغ معتدبہ از خانہ زاد اعلیحضرت بطریق دست گرداں گرفتہ صرف تہیۂ سفر و انجام مردم خود ساختیم و مطمح نظر آں بود کہ از جملہ انچہ بما عائد گردد عوض دادہ خواہد شد"

دریں ولا کہ تمامی مبلغ پیشکش بہ سرکار عالی تعلق یافتہ ہر چہ تا حال بہمہ جہت واصل شدہ بود، داخل خزانۂ عامرۂ دولت آباد گردیدہ، فکر ادائے قرض و طلب سپاہ وغیرہ کہ قریب بست لک روپیہ است بغایت دشوار مینماید، نزدیک شش ماہہ طلب مردم شدہ وازیں رہگذر تفرقہ بحال آنہا راہ یافتہ" (آداب نمبر ۱۸۷)

لیکن شاہجہان نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ اورنگزیب نے اس سلسلہ مین جو خدمات انجام دی تھین ان کے صلہ مین اس کو یہ خط ملا کہ تمہارے پاس تحفہ کے طور پر جو کچھ ہے اس کو تم فوراً دربار مین بھیجدو، اس کے جواب مین اورنگزیب نے ان تمام چیزون کو جو اسے اور

اس کے بیٹے کو ملی تھیں بادشاہ کے پاس بھیجدیں، اس کے ساتھ اس نے اس کے متعلق جو مفصل خط معظم خان کو لکھا ہے، وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ اورنگزیب پر اخفائے تحائف کا جو الزام لگایا گیا تھا، کس قدر غلط تھا، شاہجہان کا طریقۂ کار کس قدر اشتعال انگیز تھا، اورنگ زیب کو اس سے کس قدر روحانی صدمہ پہنچا، اور اس کے باوجود اس نے کتنے ضبط، کتنے صبر اور کتنی اطاعت گذاری سے کام لیا[1]،

"اگرچہ باوجود مشاہدہ بعض امور خلافِ رسم و عادت کہ بتقریب چنین خدمت و فرستادن

---

[1] اورنگزیب کا ایک اور خط جو میر جملہ کے نام ہے، اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالتا ہے، اس کا ضروری خلاصہ یہ ہے:-

"کیفیت و کمیت انچہ از جواہر و اسپ و فیل قطب الملک بسرکار عالی فرستادہ و بفرزند سعادتمند کامگار مادادہ و از جملہ یک کرور و پانزدہ لک روپیہ پیشکش بادشاہی محسوب نشدہ بران عمدہ و دلخواہان درگاہ معلی پوشیدہ نیست تمامی آں اشیا منحصر بود در چند زنجیر فیل و چند سر اسپ و پارۂ مرصع آلات کہ ایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں نیز آنرا دیدہ اند، چوں دراں میاں چیزے کہ تحفگی داشتہ باشند نبود و الماس طرہ آوردۂ والدہ قطب الملک چنانچہ بنظر ایشاں در آمدہ خال سیاہے داشت و قیمت یاقوت فرستادۂ او بچہار ہزار روپیہ نمی رسید، مکرر واپس دادہ بودیم، و ثانی الحال نظر بآنکہ قیمت ایں اشیا در مبلغ پیشکش بادشاہی محسوب نیست بالتماس خان مشارالیہ گرفتیم و از آنجا کہ ایں چیزہا شایستۂ آں نبود کہ کیفیت آں را داخل عرضداشت تواں کرد معروض ندا شتیم خدانخواستہ اگر اخفا غرض می بود چرا بعد ہا می نمودیم، الحال نیز اگر مرضی طبع اقدس باشد آں الماس را کہ کارگراں خال سیاہ از وی تراشند با یاقوت مذکور از نظر انور می تواں گذرانید، ہرگاہ جوہر جاں و نقد روان در راہ مریدی و بندگی درمیان باشد حذف ریزہ چند چہ خواہد بود کہ دریغ داشتہ شود۔" (آداب ۱۸۷)

بمنصهٔ ظهور آمده موجب حسرت ما و شماتت اعدا گردیده نمی خواستیم، که باظهار برخی از مقدمات
بپردازیم و از آنجا که جمیع اوقات تحصیل خوشنودی اعلیحضرت را فوق متمنیات خویش داشته
نسبت هیچ دولت را بآن برابر نمی داریم، بی عنایتی را محض عنایت و ارشاد انگاشته راضی
نبودیم که شمه از آنچه دریں وقت برما گذشته از دل بزبان آوریم چه نتیجه حسن خدمت وابسته
بسعادت بخت و طالع است و مریدان و بندها را نظر برآن نبوده نیست لیکن چون
دریں ولا از عرضه داشت وکیل دربار معلی سمت وضوح گرفت که اعلیحضرت ازیں که حقیقت
آنچه قطب الملک دریں سفر ندامت ثمر با و فرزندسعادتمند برخوردار فرستاده معروض محفل
مقدس نگردیده طیش بسیارے می فرمایند، و توجه بتحقیق آن مبذول است، بنابراں لازم نمود
که سطرے ازیں ماجرا بآں خان رفیع مکان که واقف حال اند، و چیزے برایشاں پوشیده
نیست بنویسیم تا در هنگام مناسب بعرض اقدس رسانند،

مستور نماند، که چون قطب الملک بآں همه تشدد و تاکید که در باب جواهر با وی نمودیم، از
شنیدن خبر تعرضات دربار گردو ندار که در لشکر اشتهار یافته بود، و اطلاع بر مضامین فرامین
مطاعه که از روے عتاب با و عمدة الملک خانجهان بصدور می پیوست، خیره شده جواهر
خوب ظاهر نساخت، و اصلا چیزے که شایستگی پیشکش داشته باشد نفرستاده، قرار داد
بودیم که هرچند او توفیق این معنی نیافته از شرمندگی خود و انفعال دیگرے باک ندارد،
بانکه جان و مال را نثار و فداے راه و رضاے پیر و مرشد حقیقی میدانیم بعد از رسیدن
بدولت آباد پیشکش را بآئینے لائق که در نظرها بنماید، و سبب آفریں و تحسین گردد سرانجام داد
و سواے جواهر و مرصع آلات و اقمشه که قطب الملک چه در پیشکش بادشاهی و چه با داد
و جواهر خوب دیگر از زر پیشکش ابتیاع نموده و هرچه از جمله جواهر که دریں مدت بدفعات

او و عادل خاں برائے ما فرستادہ اند، قابل بودہ باشد، براں افزودہ باز زیادہ از صد فیل بتوزک تمام بدرگاہ آسمان جاہ ارسال خواہیم داشت، چنانچہ مکرراً مافی الضمیر خود با ایشاں و عمدۃ الملک خان جہاں بیان آوردہ در پئے ابتیاعِ فیلاں بودیم، لیکن از آنجا کہ بمقتضائے انچہ گفتہ اند،

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

پیش از ظہورِ مکنونِ خاطر ملک ناظر و قبل مراجعت از صوب گلکندہ مناشیرِ والا مشتملِ احکامے کہ مطلقاً بہ مرادِ ما آشتا نبود، و اصدار آں بخانیان و گناہگاران مناسب می نمودہ متواتر صادر شدن گرفت، و قدغن بر قدغن فرمودہ اند کہ جواہر و مرصع آلات و افیال پیشکش قطب الملک را باطلا آلات و نقرہ آلات پیش از برسات بجناب خلافت بفرستیم و باقی خود را بخزانۂ عامرہ بسپاریم و دریں باب مبالغہ بحدے رسید کہ گویا ما تمامی پیشکش را از خود دانستہ بدرگاہ نخواہیم فرستاد یا چیزے ازاں میاں غائب خواہد شد، و خبرِ بے توجہی و تعرضاتِ اعلیٰ حضرت و عزلِ واقعہ نویس و غضبے کہ بر ورفتہ از نوشتجاتِ ہرکارہاے دربارِ معلی بعادل خاں و قطب الملک رسیدہ باعثِ شماتت گردیدہ شورش افزاے خاطر شدہ بود، چنانچہ آنہا بجا جبانِ ما اظہارِ ایں معنی می نمودند و مع ہذا فرصتِ آں نیافتیم کہ پیش نہادِ قصدِ خود را کہ در سر انجامِ پیشکش داشتیم بعرضِ مقدس برسانیم تا بصورت یا فتنِ آں چہ رسد، بنا براں از روے اضطرار مطابق فرمودہ بعمل آوردہ ہر چہ در وجہ پیشکشِ بادشاہی گرفتہ بودیم ارسال نمودیم، و انچہ بہمت ما آوردہ بودند، و دراں بہتر از یک الماس و از یک انگشتر یاقوت کہ ایشاں و خان جہاں بکرات آنہا را دیدہ اند، چیزے نیست، و چوں شایستگی و تحفگی باآں نبود، و الماس نوعے کہ آں دستور الوزرا را دیدہ اند، خال سیاہے

داشت وزن و قیمتِ یاقوت را هم می دانند و فرستادنِ آن را در چنین وقت که اعتماد بر قول و فعل ما ندارند و نزد هر خاص و عام جرم و خیانتِ ما آشکارا شده، موجبِ مزید تعرض و طیش تصور کرده، دراین باب کوتاهی نمودیم اکنون که همگی توجه والا مصروفِ تحقیقِ مخفیات ماست، آن الماس را که حال از وی تراشیدند، نیمکاره با انگشترِ یاقوت و جمیع جواهرے که در یساقِ خیر مساق بدست آمده بود، با جواهرے که برائے فرزندِ سعادتمند بدفعات فرستاده و صندوقهائے که بعرض اشرف رسیده همان است با تمام مصحوب ملازمانِ سرکار بدرگاه ارسال داشتیم، که از نظرِ انور گذشته بر تقدیرے که مقبول نیفتد آنچه بنامِ ما بوده بملا عبدالصمد عنایت فرمایند، که بقطب الملک برساند و تفصیلِ فیلان و اسپان فرستاده نیز بموجب افراد جداگانه با این نشان مرسل گشت، خدانخواسته اگر برائے خاکه ننگ و عار کمترین غلامانِ این درگاه است، مطلوب می بود، چرا بعدهائے بادشاهی می نمودیم و جواهرے که خانِ جهان چرا آنرا قیمت می کرد، چون این چند سنگریزه که اعتبار و مقدارِ آن معلوم است و مکرر او پس داده بودیم و بمبالغهٔ بسیار گرفته شده از جمله یک کرور و پانزده لک روپیه پیشکش مقررے محسوب نبود، حقیقتِ آن را داخلِ عرضداشت ننموده بودیم، پنهان داشتن چه گنجایش دارد، اگر ما را با وجود نسبتِ مریدی و بندگی ما معتمد فرانگرفته نظرے بصدق و اخلاص و ارادتِ ما می فرمودند، و در برابر این قسم خدمتے که بمحض کرمِ الٰهی و اقبالِ بادشاهی بتقدیم رسیده سببِ بهجتِ اولیاے دولتِ قاهره گردیده، اختیار سرانجام پیشکشے که باهتمام دیگرے گرفته نشده بود، بما واگذاشتند"

پیش کشے لائق از نظرِ انور می گذشت و هویدا باشد که ادنی مریدان چنین پیشکشها نمایان می توانند گرفت، و گذرانیدنِ معنیٔ خلوصِ ارادت و اطاعتِ مرشدِ ولی نعمت چیست

چہ تواں کرد کہ سعیٔ من و دل باطل بود" (آداب نمبر ۱۸۸)

ان خطوط کو پڑھنے کے بعد کون انصاف پسند ہوگا، جو اورنگزیب کی مظلومیت پر اظہارِ افسوس اور اس کے ساتھ ہمدردی نہ کریگا، لیکن اگر یہ خرابی یہین پر آکر ختم ہوجاتی، تو بھی کوئی ہرج نہ تھا، جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، اس کا اثر خود اورنگزیب کی ذات سے گذر کر، اس کے انتظامِ مملکت پر پڑنے لگا، بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانون اور دوسرے لوگون نے جب دیکھا، کہ اورنگزیب کا نہ تو دربار مین کوئی اثر ہے، اور نہ اس کی کسی بات ہی کی شنوائی ہوتی ہے، تو انھون نے بھی اس کے احکام کی تعمیل مین غفلت برتنا شروع کردی، اورنگزیب کے لیے یہ انتہائی آزمایش کا وقت تھا، وہ اپنی اس حالت کو اس طرح لکھتا ہے۔

"از آنجا کہ ایں دنیا داران دکن از استماعِ خبرِ عدمِ استقلال و اعتبارِ ما و اطلاع بر بے توجہی اعلیحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہِ خلافت میرسد، دمبدم یکے را ہزار ساختہ بآنہا می رسانند، از نوشتہ و گفتۂ ما حساب نگرفتہ خود را از رجوع بایں جانب مستغنی دانند، تاکید ما در او اثر نہ کرد، و بمقتضاے انچہ نوشتہ بودیم بعمل نیاورد، و بعد ازیں نیز ممکن نیست کہ نوشتجاتِ ما بپذیرد"

(آداب نمبر ۱۹۱)

ایسی حالت مین اگر شاہجہان کا کوئی دوسرا لڑکا ہوتا، تو شاید اس سے یہ ذلت اور رسوائی برداشت نہ ہوسکتی، مگر یہ اورنگزیب کا کلیجہ تھا، کہ اُس نے ایک مطیع و فرمانبردار لڑکے اور ایک اطاعت گذار سعادتمند بھائی کی طرح باپ اور بھائی کی ہر قسم کی چالون کو دیکھا، ان کے مظالم سہے، ان کی سازشون کا شکار رہا، لیکن پھر بھی اس نے کوئی مخالف کاروائی نہین کی، اپنے فرض سے غافل نہین رہا، اور نہ اس نے کوئی سخت خط ہی لکھا، جب وہ بہت گھبرا جاتا ہے، تو اپنے ایک دوست و غمخوار کو صرف اس قدر لکھتا ہے، کہ

"شاید شب ماہم سحرے داشتہ باشد"

اورنگزیب کو یقین تھا، کہ جب میر جملہ دربار مین پہنچ جاے گا، اور دکن کے اصل واقعات کو بے کم و کاست بیان کر دے گا، تو اس کا پوزیشن ایک بڑی حد تک صاف ہو جائیگا، اور ایک مرتبہ وہ پھر منظورِ نظر ہو جاے گا، کہ میر جملہ کی آزادی، اور اس کے درجۂ وزارت تک پہنچانے مین سب سے زیادہ جس شخص کا ہاتھ کارگر تھا، وہ اورنگزیب کا تھا، میر جملہ نے بھی اپنے ذاتی اغراض کی کامل حفاظت کے بعد جہانتک ہو سکا اورنگزیب کی صفائی پیش کی ہے، اور اسی وجہ سے جب اس کے وزیر ہونے کے بعد ۶ محرم ۱۰۶۷ھ (۸ نومبر ۱۶۵۶ء) کو عادل خان کا انتقال ہو گیا، تو شاہجہان کو اس وقت تک اورنگزیب کی طرف سے اتنا اطمینان ہو گیا تھا، کہ اس نے بیجاپور کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے جو حکم دیا تھا، اُس مین اُسی کو سپہ سالار بنا دیا، اور اورنگزیب اپنے اس جدید فرض کی انجام دہی مین مصروف ہی تھا، کہ دارا کی سازشوں کے دفعتہً رونما ہونے نے اورنگزیب کو برادرانہ جنگ کی تیاری کی طرف مجبور کر دیا،

جنگِ بیجاپور یون تو اواخر ۱۰۴۵ھ (اوائل ۱۶۳۶ء) مین خود شاہجہان نے عادل خان سے بہت اچھے شرائط پر صلح کر لی تھی، لیکن پھر بھی گذشتہ بیس سال مین ان کے تعلقات مسلسل طریقہ سے خوشگوار نہین رہے، اور ایک مرتبہ جبکہ عادل خان نے اپنے وزیر اعظم کو مغلون کی طرح "خانخانان" کا خطاب دیدیا تھا، اور دوسری مرتبہ جبکہ اس نے رسم و رواج کے خلاف ہاتھیون کی لڑائی میدان مین کرائی تھی، تو شاہجہان نے ان چیزون کو شاہی اختیارات کے استعمال کا جرم قرار دیکر عادل خان سے باز پرس کی تھی، اور عادل خان معافی نہ مانگ لیتا، تو اس جنگ کے شعلے جو ۱۶۵۷ء مین بلند ہوے، اس سے برسون قبل دکن کو روشن کر چکے تھے، اس کے ساتھ عال خان کی اس اطاعت سے اس کو جو فائدے ہوے، وہ بھی کم اہم نہین ہین، ایک طرف

تو شاہجہان نے اس کو "خان" کی جگہ "شاہ" کا خطاب دے کر اُسے اپنے ہمعصرون اور ہم چشمون مین بہت بلند کر دیا، اور دوسری طرف مغل حملون سے مامون رہ کر اس نے دکن مین بحر عرب سے لیکر خلیج بنگال تک اپنی حکومت قائم کر لی، اور اس طرح دکن کی سلطنتون مین وہ سب سے زیادہ وسیع الحدود و با اثر حکمران ہو گیا[1]، مگر اس کے ساتھ اس بات سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ اس کو اس بات کا بھی برابر احساس تھا، کہ مغل حکومت اُس سے جن احکام کی تعمیل کرانا چاہتی ہے، یا جس اطاعت کی طالب ہے، وہ اس کی خود داری اور اس کے خلافِ شان ہے، اور اسی وجہ سے جب کوئی فرمان مغل دربار سے اس کے پاس آتا، اور اصولاً اسے فرمان باڑی تک اس کا استقبال کرنا ہوتا، تو وہ جس صورت سے بھی ہو، اپنی اس علانیہ کم مرتبگی سے بچنے کی کوشش کرتا، کبھی وہ قاصدون کو گران بہا رقم دے کر اس رسم سے نجات حاصل کرتا، اور کبھی بیمار بنجاتا، چنانچہ جب اورنگزیب، دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور اسے عادل خان کا یہ حال اور اس کی یہ چال معلوم ہوئی، تو اس نے شاہجہان کو اس کی اطلاع دی، اور شاہجہان نے اورنگزیب کے اس بیان کی تصدیق کے لیے عادل خان کے پاس جن قاصدون کی معرفت فرمان بھیجا، ان کو یہ تاکید کر دی، کہ وہ عادل خان کو اس کی پیشوائی پر مجبور کرین، اس سلسلہ مین جو واقعات پیش آئے، ان کو اورنگزیب نے ان الفاظ مین شاہجہان کو لکھا ہے:-

"عادل خاں کہ دریں چند گاہ بیماری را بہانہ ساختہ ازدے کوتہ اندیشی برابر استقبال مناشیر مطاعہ نمی پرداخت بآنکہ دریں باب از چیگاہ خلافت حکمے صادر شدہ بعض تمارض واغواے مردم در تقدیم وظائفِ عبودیت واطاعت تہاون می ورزد، دریں مرتبہ نیز ارادہ نمودہ بود، کہ مثل گذشتہ از دریافت ایں سعادت محروم شود و فرستادہاے بارگاہ

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو بساتین السلاطین ص ۴۵-۳۱۲،

معلی را بر خلاف قانون قدیم بدستور جمعے کہ دریں ایام پیش از نہار رفتہ بودند بخانہ چاکران خود فرود آوردہ آنہا را بفریب وفسوں از راہ ببرد، چنانچہ بمجرد استماع ورود فرمان لازم الاذعان خود را مریض ورنجور قرار دادہ، میخواست کہ بکر وتزویر برابرم استقبال نپردازد، وبوسیلہ تطویع از کسب ایں شرف وعزت متقاعد گردد، ولیکن چون اعلیحضرت از روے کرامات حکم فرمودہ بودند، کہ نام بردہا باتفاق حاجب ایں مرید اورا بایصال عطایاے پیشگاہ خلافت سربلند سازند، ہر چند دست وپا زد، اندیشہ از قوت بفعل نیامد، وبعد از تعلل بسیار وگفتگوے بیشمار تا باغ افضل کہ از جاے بودن او دو کروہ رسمی است در برابر تالاب شاہپور واقع شدہ، باستقبال فرامین نشافتہ، بوصول منشور لامع النور وعطیۂ بارانی سرفرازی اندوخت وملازمان درگاہ را بست روز بلطائف الحیل نگاہ داشتہ رخصت نمود، اگر بعد ازیں نیز ہمیں دیرہ مقرر گردد، تا موضع ارکہرہ کہ از قدیم برائے استقبال فرامین تعین است، بے توقف وتاخیر خواہد شتافت،

محمد میرک وابو طالب زیادہ انچہ حکم شدہ بود، توقف نکردہ مبلغ معتدبہ کہ عادل خاں بشرط عدم تکلیف استقبال برائے آنہا فرستادہ بود دنگر فتند، دو پسدک کہ در وقت رخصت بآنہا می داد، بحبت پاس حکم اقدس واپس دادند، اگر دیگراں نیز کہ پیش ازیں بداں جا رفتہ بودند پاس خانہ زادی وبندگی درگاہ آسمان جاہ داشتہ، توفیق امانت ودیانت می یافتند، اورا چہ قدرت وکدام یارا کہ ایں قسم سلوک ناشایستہ کہ جد امثال او نیست توانستے نمود، ودر تقدیم وظائف عقیدت وبندگی کہ شرف روزگار نامورانِ آفاق است عذر وبہانہ آورد، (۱۰۰)

اس کے علاوہ ہم کو یہ ناقابل تردید حقیقت بھی یاد رکھنا چاہیئے، کہ مغلوں کی اکبر کے عہد

ہی سے یہ حکمت عملی رہی ہے، کہ جس صورت سے بھی ہو سارے دکن کا بھی الحاق کر لیا جائے
نظام شاہی حکومت کا حشر اور بیجاپور و گولکنڈہ کے خلاف فوج کشی کے مسلسل واقعات ہمارے
پیش نظر ہین، خود ان دکنی ریاستون کو بھی اسکا علم تھا، اور وہ مغلون کی موجودگی مین ایک طرف
تو مغل حکومت سے اطاعت و فرمان برداری کا اظہار کرتے تھے، اور دوسری طرف آپس
مین ایک دوسرے کی امداد کی سازشون مین لگے رہتے تھے، اور ہمارا خیال ہے، کہ ان کے
خاتمہ کی بڑی وجہ اُن کی یہ دورنگی چال تھی، کیونکہ جب کبھی مغل حکومت کو ان کی اس قسم کی خفیہ
سازش کا پتہ چلتا، تو وہ اس کو اپنی منفعت و مصلحت کی بنا پر وہین کچل ڈالنے کی کوشش کرتے،
مگر اس وقت ہم کو چونکہ صرف اورنگ زیب کے عہدِ نظامت سے تعلق ہے، اس لیے ہم یہاں
پر اُسی سلسلہ کے واقعات کا تذکرہ کرین گے، جو اس کی صوبہ داری سے متعلق ہین،

اورنگزیب جب صوبہ کا گورنر ہوا، تو اس کو بیجاپور کے متعلق جو پہلی اطلاع ملی، وہ خوشگوار
نہ تھی، بلکہ اُسی وقت شاہجہان اور بیجاپور کے تعلقات بہت کشیدہ تھے، چنانچہ جب شاہجہان
نے ان ناخوشگوار حالات کی اطلاع نئے صوبہ دار کو دی، تو اس نے جواب مین لکھا کہ:-

"نقلِ واقعۂ بیجاپور کہ حسب الحکم الارفع سید علی فرستادہ بود، رسید بر مضمون آں اطلاع
حاصل گشت، عجب کہ آں حق ناشناس قدر عنایات و تلطفاتِ بے اندازۂ اعلیحضرت را
کہ زیادہ بر حوصلۂ او بظہور رسیدہ نداند و کفرانِ نعمت نماید، انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب جزائے
آں خواہد یافت" (۱۱۲)

بہرحال جب اورنگزیب برہان پور پہنچا اور اُس نے عادل شاہ کو اپنے صوبہ دار ہونے
کی اطلاع دی، تو اُس نے رسماً بعض چیزین اورنگزیب کے پاس تحفۃً بھیجدین، اورنگزیب نے بھی
اس کے بعد اپنا ایک سفیر مقرر کر کے بیجاپور روانہ کیا، اور اس کے ساتھ بھی کچھ چیزین عادل شاہ

کو بھیجین، اس کے ساتھ اس نے شاہجہان کو بھی اپنی اس کاروائی کی اطلاع دی :-

"عادل خان طرہ وزہ گیر مرصع وفیلے باتلا یہ ارسال داشتہ قبل ازیں ہرگز چیزے بایں زبونی بایں مرید نفرستادہ، بہمہ حال بنا بر امتثال حکم مقدس آنچہ فرستادہ بود نگاہداشت ..... ایں عقیدت اندیش نیز عنقریب جعفر را بہ بیجاپور ..... تعین نمودہ، بعضے مرصع آلات و پارچہ گجرات ..... خواہد فرستادہ" (۲/۵)

اگرچہ یہ تعلقات قائم ہو گئے تھے، لیکن اورنگزیب کو ان دونوں ریاستوں سے عدم وفاداری کی برابر شکایت رہی، چنانچہ جب شاہجہان نے اورنگزیب سے بہترین توپ انداز مانگے، تو اس نے شاہی دکن مین جتنے توپ انداز تھے، ان مین سے بہترین کو روانہ کر دیا، لیکن اس کیساتھ یہ بھی لکھدیا کہ

"در بیجاپور و گلکندہ توپ اندازان خوب نشان می دہند، و دنیاداران دکن آنجا باوجود لاف عقیدت و بندگی و شمول عنایات و تفقدات بے اندازہ بادشاہانہ کہ زیاد از حوصلۂ آنہا شدہ و میشود، دریں یساق ظفر مساق کہ بخیریت نوبت چہارم بوقوع خواہد آمد، ہیچ گونہ خدمت تقدیم نرسانیدہ، اگر حکم اقدس دریں باب بآنہا صادر گردد سعادت خود دانستہ امتثال خواہند نمود" (۲/۵۷)

اس خط سے یہ بھی صاف پتہ چلتا ہے، کہ اورنگزیب ایک کام بھی شاہجہان کے حکم کے بغیر نہین کرتا تھا، پھر اس پر ان دکنی حکومتون کے خلاف سازش کا الزام کہانتک صحیح ہو سکتا ہے،

قطب الملک سے سازش بیجاپور سے اختلاف کی وجہ یہ بھی تھی، کہ وہ شاہجہان کے پاس پیشکش روانہ کرنے مین بہت تساہل کرتا تھا، اور کئی کئی سال گذر جاتے ہین اور ہم کو بیجاپور کی طرف

سے کوئی نذر بھی دربار شاہی مین گذرتی نظر نہین آتی، اس کے علاوہ کرناٹک کے سلسلہ مین اس نے جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ بہت کچھ تعلقات کی کشیدگی مین معاون ہوا، اور اگرچہ اُس نے ابتدا مین ایک "بے عیب فیل" بھیجکر شاہجہان کو راضی کر لیا تھا، لیکن پھر بھی مغل حکومت اس سے مطمئن نہ تھی، ان سے بڑھکر جس چیز نے تعلقات کو بہت زیادہ کشیدہ کر دیا تھا، وہ عادل شاہ کا وہ معاندانہ رویہ تھا، جو اس نے قطب الملک سے جنگ کے وقت مغل حکومت کے خلاف اختیار کر لیا تھا، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے متعدد خطوط مین بیجاپور کی اس دو رنگی کی شکایت کی ہے، ایک خط مین وہ لکھتا ہے :-

"چوں دریں ولا از نوشتۂ حاجب بیجاپور ہویدا گردیدہ کہ عادل خاں باوجود اطلاع بر حکم لازم الاتباع از خبثِ طینت قصدِ آں دارد، کہ در مقامِ امدادِ قطب الملک درآمدہ، جمع را بکومکِ او بفرستد، بنابراں ایں مرید فتنہ را بحاجبِ بیجاپور مذکور ارسال داشت تا او را از دخامت عاقبت نافرماں برداری تخویف نمودہ ازاں اندیشہ باز دارد، اگر موی الیہ . . . . . ترکِ ایں ارادہ نکند انشاء اللہ تعالیٰ . . . . . او را نیز . . . . . نوعے کہ باید تنبیہ خواہد نمود" (۱۲/۹۲)

دوسرے خط مین لکھتا ہے کہ

"عادل خاں سپاہِ خود را از اطراف طلب نمودہ درپئے جمع اسباب ادبارِ خویش است و بتحریکِ اغوائے جمعے کوتہ اندیش لشکر باعانت کمک قطب الملک خواہد فرستاد" (۱۴)

اورنگ زیب نے عادل شاہ کو جو خط لکھا تھا، اس کا ظاہری نتیجہ اتنا ضرور ہوا، کہ اس نے اورنگ زیب سے اپنی بریت کا اظہار کیا، لیکن در پردہ وہ اپنی سازش مین لگا رہا ہے

اورجب اورنگزیب کو اس کی اس دورنگی چال کا حال معلوم ہوا تو اُس نے شاہجہان کو بھی اس کی اطلاع دیدی کہ

"عادل خان اگرچہ بحسب ظاہر چناں وامی نماید، کہ اورا با امداد و اعانتِ قطب الملک کارے نیست، لیکن پنہاں در مقامِ تہیۂ اسباب لمک درآمدہ، مردمِ خود را بسرحدہا تعین ساختہ و جمعیت را از جا طلبیدہ در استحکام برج و بارۂ قلعہ بیجاپور و سائر قلعۂ متعلقۂ خود و سرانجامِ توپخانہ بجد است انچہ بر زبانِ او می گذرد، دلش را ازاں خبرے نیست" (۱۵/۱۰۱)

چنانچہ عادل شاہ نے بیس ہزار فوج افضل خان کی معرفت حیدرآباد کی مدد کے لیے چپکے سے روانہ بھی کردی،

"عادل خاں ناعاقبت اندیش . . . . . افضل نام بھتیارہ را . . . . . باپانزدہ بست ہزار سوار بکمکِ قطب الملک فرستادہ، واو باہمراہاں بہ بست کروہی حیدرآباد رسیدہ" (۱۶/۱۰۲)

یہ اطلاع پاکر اورنگ زیب خود حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا، اور شاید اسی خطرہ کو محسوس کرکے عادل شاہ نے اپنی فوج نہایت خاموشی کے ساتھ واپس بلالی، اورنگزیب نے بھی یہ دیکھکر کہ اس نے کوئی عملی نقصان نہیں پہنچایا ہے، اس سے اس وقت کوئی تعارض نہیں کیا، مگر عادل شاہ اس کے ساتھ ایک اور چال چلا، اس نے اپنے ملازم ساہوجی بھوسلہ کے لڑکے شیواجی کو اس بات پر آمادہ کردیا کہ وہ مغلون کے سرحدی مقامات پر حملہ کرکے ان کی توجہ کو تقسیم کردے، اورنگزیب نے اس کی اطلاع بھی شاہجہان کو دیدی کہ

"شیواجی پسرِ ساہو بھوسلہ کہ درمحالِ متعلقۂ خود کہ درسرحد جنیر است، می باشد دراں حدود شورش انداختہ" (۱۳/۹۹)

مغل کرناٹک پر حملہ دوسری طرف اس نے شیواجی کے باپ ساہو بھوسلہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا، کہ جس طرح قطب الملک نے کرناٹک کے اس علاقہ مین جو میر جملہ کو ملا تھا ۸۰ میل تک قبضہ کر لیا تھا، وہ اس علاقہ پر قبضہ کر لے، اورنگزیب کو بھی اس بات کی اطلاع مل گئی، اور اس نے اپنے افسر کو جو اس علاقہ مین تھا، لکھا کہ وہ کرناٹک جاکر میر جملہ کے ملازم محمد ہاشم کو مدد دے، چنانچہ یہ افسر کرناٹک گیا، اور اس نے ساہو کو شکست دی، اس فتح کی اطلاع اورنگزیب اس طرح دیتا ہے کہ

"بسامع علیہ رسید کہ ساہوے بے عاقبت فتنہ سرشت از بندہاے بادشاہی و جمعیت عمدۂ خوانین زماں . . . . . شکست خوردہ آوارۂ دشت ہزیمت گردیدہ، وجوہر حبشی قلعہ دار کنہوں (؟) ازیں ارادۂ خویش پشیمان شدہ، قدم ادبار باز پس کشید" (آداب نمبر ۴۹۶)

نئے قلعہ کی تعمیر اس کے علاوہ عادل شاہ نے مغل سرحد پر نیا قلعہ نبوانا شروع کر دیا تھا، اور اس سے اورنگزیب کو اپنے سرحدی علاقہ کے متعلق خطرات پیدا ہو گئے تھے، اس نے شاہجہان کو اسکی اطلاع دی اور اس کے حکم کے بموجب اس قلعہ کو منہدم کرا دیا، انہدام کے متعلق اورنگزیب نے جو خط لکھا ہے اس کا ضروری حصہ یہ ہے:-

---

لے شاہجہان سے صلح ہو جانے کے بعد ساہو عادل شاہ کے یہاں ملازم ہو گیا تھا، اور اس نے اسے رندولہ خاں کیساتھ کرناٹک فتح کرنے پر مقرر کیا تھا، کرناٹک کا علاقہ فتح کرنے کے بعد اسکو اسی علاقہ مین نئی جاگیر بھی دیگئی کہ اسکی پرانی جاگیر شیواجی کے قبضہ مین تھی، اسکے بعد جب وہ شیواجی کی بدعنوانیون کی وجہ سے گرفتار ہوا اور چار سال تک قید رہکر آزاد کیا گیا تو اسے پھر کرناٹک ہی مین مامور کیا گیا، اس وقت تک رندولہ کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے اب وہ بیجاپوری کرناٹک کا تنہا مالک تھا اور اس طرح باپ اور بیٹے دونون الگ الگ اپنے علاقون کو بڑھا رہے تھے، ساہو جی برادرانہ جنگ کے بعد کرناٹک ہی مین رہا،

(مفصل حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴)

"چوں دریں ولا بسامع اقبال رسید کہ گماشتہاے عدالت نصفت مرتبت کہ متکفل مہمات ولایت کوکن اند، در سرحد جنیر قلعۂ جدید احداث نمودہ اند، بنا براں . . . . . فوجدار جنیر . . . و سائر بندہاے بادشاہی کہ دراں حدود جاگیر دارند مامور گردیدہ اند کہ . . . . . قلعہ مذکور را منہدم و مسمار ساختہ اثرے بآں نگذارند" (آداب نمبر ۴۸۲)

یہان پر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے، کہ جنیر ہی کا وہ علاقہ ہے، جہان سے شیواجی اپنی غارتگری شروع کرتا ہوا[1]، احمد نگر کے مضافات تک پہنچ جاتا ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ گولکنڈہ کی جنگ مین اگرچہ عادل شاہ نے خود علانیہ مدد نہین کی تھی، لیکن شیواجی اور ساہو جی کے ذریعہ یقیناً اس نے مغلون کی توجہ کو تقسیم کرنے کی سازش کر رکھی تھی، اورنگ زیب کے ان خطوط سے جو اس نے معظم خان وغیرہ کو لکھے ہین، صاف پتہ چلتا ہے کہ اورنگزیب کو بیجاپور کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا، اور وہ اس بات کو بھی سمجھتا کہ قطب الملک نے صلح کرنے کے بعد جو معاندانہ روش اختیار کر رکھی ہے، اس مین بیجاپور کا بھی ہاتھ ہے، خود شاہجہان کو بھی ان تمام باتون کا علم تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جونہی اورنگزیب نے شاہجہان کو اس بات کی اطلاع دی، کہ عادل شاہ کا انتقال ہو گیا ہے، تو اس نے فوراً نہ صرف اورنگزیب کو اس علاقہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا، بلکہ اپنے وزیر اعظم اور دوسرے سرحدی صوبہ دارون کو بھی اس کی مدد کے لیے روانہ کر دیا،

عادل شاہ کی وفات | عادل شاہ نے ۲۶ محرم ۱۰۶۷ھ (۴ نومبر ۱۶۵۶ء) کو انتقال کیا، اورنگزیب نے ایک صوبہ دار کی حیثیت سے ایک طرف تو عادل شاہ کی بیوہ کے نام تعزیت کا خط لکھا،

[1] اس کی وجہ عام طور سے یہ بتائی جاتی ہے کہ اس ضلع کا دیش مکھیہ اسی خاندان کا آدمی ہوا کرتا تھا، اور شیواجی کی پیدائش بھی یہین ہوئی تھی، ڈف باب ۳ صفحہ ۱۰۳

اور دوسری طرف شاہجہان کو اس کے انتقال کی خبر دی، یہان پر ہمارے بعض مورخین اورنگزیب پر یہ الزام لگاتے ہین، کہ وہ بیجاپور پر حملہ کرنے کے لیے موقع کی تلاش مین تھا، حالانکہ اورنگزیب کے ہزارون خطوط مین کہین بھی اس کا شائبہ تک نہین ہے، ایک لائق بڑے مؤرخ نے بھی ان خطوط سے جو کرناٹک کے متعلق میر جملہ کو لکھے گئے ہین، اسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، وہ ایک وقتی چال تھی، جس کا اسی وقت استیصال کر دیا گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا، کہ مغل حکومت ہر ممکن موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت کو وسیع کرنا چاہتی تھی، اور آج بھی یہ شہنشاہیت اور وسعت حکومت کا بھوت ہر حکومت پر سوار ہے،

اس کا جانشین عادل شاہ کی وفات کے بعد پہلا سوال اس کے جانشین کا تھا، اور اس معاملہ مین ضرور تھا کہ بیجاپوری حکومت مغل حکومت کا مزاج حاصل کرتی، کیونکہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہین، بیجاپوری حکومت اگرچہ سالانہ کوئی پیشکش نہین دیتی تھی، پھر بھی اس بات پر مجبور تھی کہ وہ ہر معاملہ مین مغل حکومت کے احکام کی پوری پابندی کرے، اور کوئی کام حتی کہ افسرون کو خطاب دینا یا نیا قلعہ بنوانا تک اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے، پھر جانشینی کا معاملہ کس طرح اس کی پسندیدگی کے بغیر طے ہو سکتا تھا، اس کے علاوہ اس معاملہ نے اس لیے اور بھی پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی کہ جس شخص کو اس کا جانشین بنایا جا رہا تھا، اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہین ہے، بلکہ وہ "پسر خواندہ مجہول النسب" ہے، اور ایسے شخص کا بلا اعلیٰ حکومت کی اجازت کے تخت پر بیٹھ جانا یقیناً سیاسی حیثیت سے خودسری کا مترادف تھا، مگر بیجاپوری امرا نے اس کا کوئی خیال نہین کیا، اور عادل شاہ کی وفات کے بعد ہی اس پسر خواندہ کو علی عادل شاہ ثانی کے نام سے

تخت پر بٹھادیا[1]، شاہجہان کو جب اس کی اطلاع ہوئی، تو اس نے اس کارروائی کو اپنے اختیارات مین مداخلت سمجھکر اورنگ زیب کو نہایت سختی سے لکھا کہ وہ بیجاپور پر حملہ کردے، شاہجہان نے اس حملہ کا جو مقصد رکھا تھا اور جس سے اس کے دلی حالات کا پتہ چلتا ہے، اسے خود ہم کو اسی کی زبان سے سننا چاہیے، اورنگزیب میر جملہ کے ایک خط مین شاہجہان کے الفاظ نقل کرتا ہے:-

"اعلیحضرت ..... درمنشورے کہ بعد ظہور صحت خبر وفات عادل خاں ...

..... بخط اشرف اعلیٰ بنام نامی ما صادر شدہ صریح حکم فرمودہ اند کہ .....

بصوب سرحد بیجاپور توجہ نمودہ اگر تسخیر تمامی آں مملکت دست بہم دہد، فہو المراد والا ہر قدر قلاع ومحال کہ از ولایت نظام الملک بہ عادل خاں متوفی تعلق داشت، بحور. نصرف

[1] سرسرکار نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے، کہ شاہجہان کو عادل شاہ کے اندرونی معاملات مین دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا، لیکن جو حالات ہم نے عادل شاہ و شاہجہان کے تعلقات کے سلسلہ مین لکھے ہین وہ مظہر ہین، کہ شاہجہان کو اسکا حق حاصل تھا، اور آج بھی ریاستون مین گدی کے متعلق تمام معاملے ریزیڈنٹ یا گورنر جنرل ہی کے ایما سے طے ہوتے ہین، اس کے علاوہ سرکار کا خیال ہے، کہ علی عادل شاہ اگرچہ عادل شاہ کے محل خاص سے نہ تھا، لیکن اسی کی کسی دوسری منکوحہ کی اولاد ضرور تھا جس کو اس کی محل خاص نے متبنی کرلیا تھا، لیکن یہ خیال بھی صحیح نہین ہے، اور نہ اس کے ثبوت مین کوئی تاریخی شہادت پیش کیجاسکتی ہے اگر وہ کسی منکوحہ کا لڑکا ہوتا، تو کہین اس کی اصل ماں کا ذکر آتا، پھر خود مغلون کے یہان بادشاہ کی مختلف حرمون کی جو اولاد ہوتی تھی، وہ اپنے کو مساوی سمجھتی تھی، ایسی حالت مین اس کے متبنی کرنے کی کیا ضرورت تھی، تیسرے اورنگزیب نے اپنے تمام خطوط مین اس کو "پسر خواندہ اور مجہول النسب" کے نام سے یاد کیا ہے، اور کوئی شخص دیدہ و دانستہ ایسے اہم معاملہ کے متعلق اس قدر مسلسل غلط بیانی نہین کرسکتا،

درآوردہ بازاے عنایت مملکت قدیمۂ ابراہیم خاں یکے در روپیہ نقود و جواہر و اموال بہمت سرکار بادشاہی پناہ
روپیہ نقد برائے سرکار عالی پیشکش گرفتہ بدستور ولایت گولکنڈہ و آنجا نیز خطبہ و سکہ را مقرر سازیم و بعد ازاں ہمت بہ تسخیر
گولکندہ کہ بہ نسبت بہ بیجاپور آسان تر است، مصروف داشتہ شود۔" (آداب نمبر ۲۰۲)

یہان پر اتنی بات تو صاف ہو جاتی ہے، کہ شاہجہان بیجاپور کی اصل حکومت پر دست درازی نہین کرنا چاہتا تھا، بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے ۲۰ سال پہلے بعض حالات کی بنا پر نظام شاہی حکومت کا جو حصہ عادل شاہ کو دیا تھا، اُسے حاصل کرے، اور اسے گولکنڈہ کے برابر کردے تاکہ ان دونون کی باہمی چشمک کا بھی خاتمہ ہو جاے، گولکنڈہ پر حملہ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تھا، کہ قطب الملک نے وعدہ کے خلاف مغلون کے کرناٹکی علاقہ پر پیشقدمی شروع کردی تھی[1] یہ تمام حالات خطوط مین مفصل طور سے موجود ہین ہم طوالت کے خیال سے ان کو نظر انداز کرتے ہین، البتہ یہان پر اورنگزیب کے متعدد خطوط سے بعض کا وہ حصہ نقل کر دیتے ہین جس سے نئے حکمران کے ابتدائی حالات پر روشنی پڑتی ہے، اور جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ وہ عادل شاہ کا لڑکا نہ تھا، چنانچہ اورنگزیب، خود قطب الملک کو جو عادل شاہ کا سالا

[1] اورنگزیب نے ایک خط مین گولکنڈہ کی اس کارروائی کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے:-
"قطب الملک کوتہ اندیش را ہر چند بموعظت و نصیحت از خواب غفلت بیدار ساختیم و قبح ورکاکت ناشائستہ
او را کہ دریں ایام کہ مرتکب آں گردیدہ بود، باو وانمودیم، اصلاح پذیر نگشتہ ..... جمعیت خود را
بصوب کرناٹک فرستادہ و با غواے زمیندار آنجا پرداختہ کار بجاے رسانید کہ دراں سرزمین غبار شورش
برخاستہ ایں اخبار بمسامع جاہ و جلال رسید حکم اقدس بتخریب بنیان مملکت او صادر شد۔" (آداب نمبر ۲۰۳)
مگر اورنگزیب نے کچھ تو اس خیال سے کہ قطب الملک کو سر کر لینا آسان ہے اور کچھ اس لحاظ سے کہ حال ہی مین اس سے رشتہ داری قائم ہوئی تھی
اور اس نے حتمی وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ہمیشہ اورنگزیب کے احکام کی تعمیل کریگا، اس کے خلاف کوئی کارروائی نہین کی۔

تھا، اس کے متعلق لکھتا ہے :-

"چوں قبل ازیں بعرضِ اقدس اعلیٰ رسیدہ کہ از صلبِ عدالت و نصفت دستگاہ فرزندے نیست کہ جانشینِ آں مرحوم مغفور تواند شد، و انچہ دریں ولا بسعیٔ خان محمد و گروہے دیگر در بیجاپور بظہور آمدہ منافیٔ آن است ..... استفسار نمائیم کہ ایں نقشِ بے ثبات ..... بدونِ حکمِ جہانمطاع عالم مطیع چگونہ صورت خواہد بست"

(آداب نمبر ۱۳۹)

بنام میر جملہ :-

"عرضداشتِ محمد زمان حاجبِ بیجاپور رسیدہ و چوں مشتمل بود بر خبرِ وفات عادل خاں و جانشین شدنِ "پسرِ خواندۂ مجہول النسبش" بسعی و اہتمام خان محمد آں را بعینہ بدرگاہِ جہاں پناہ فرستادہ" (آداب نمبر ۱۹۸)

بنام خان جہان (شایستہ خان) :-

"پوشیدہ نماند کہ عادل خاں بست و ششم محرم الحرام از جہاں رفتہ و ہمشیرۂ قطب الملک باتفاقِ خان محمد و جمعے دیگر از کوتاہ بیناں "پسرِ خواندۂ مجہول النسبش" را جانشینِ او قرار دادہ" (آداب نمبر ۲۷۷)

جب اورنگزیب کو بادشاہ کا حکم ملا، تو اس کے ساتھ ہی اسے یہ ہدایت بھی ملی، کہ جبتک میر جملہ وہاں پہنچ نہ جاے، وہ اپنے دار السلطنت سے روانہ نہ ہو، اس حکمِ خاص کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے، کہ شاہجہان یہ چاہتا تھا، کہ پہلے حملہ کا انتظام مکمل اور پوری فوج کا حال معلوم ہو جاے، تو پیشقدمی کیجاے، لیکن قطب الملک سے جنگ کے سلسلہ میں اورنگزیب پر جو غلط الزام لگاے گئے تھے، اور جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک باپ بیٹے کی خط و کتابت بھی

بندر ہی تھی، اُسے دیکھکر یہ باور کرنے کے بھی کافی وجوہ ہین، کہ شاہجہان اس مرتبہ اس بات پر راضی نہ تھا، کہ وہ اورنگزیب کو آزادانہ طریقہ سے ہرکارروائی کے لیے چھوڑ دے، بلکہ میر جملہ کو اس کے ساتھ رکھ کر اپنے خیال مین اورنگزیب کی ایک ایک حرکت کی نگہبانی کرنا چاہتا تھا مگر اورنگزیب کا دل پہلے سے ٹوٹ چکا تھا، دربار مین دارا کی مسلسل سازشون، بادشاہ کے بلاوجہ عتابون، اور دکن کے حکمرانون کی عدول حکمیون نے اسے انتہائی درجہ تک مایوس کردیا تھا، اس کی تمام قوتِ عمل اس کا سارا ولولہ، اس کا تمامتر جوش ختم ہوچکا تھا، لیکن اس مایوسی، اس نا امیدی، اس ناکامی، اس نامرادی، اور اس تاریکی مین بھی اس نے امید کا دامن نہ چھوڑا، صراط مستقیم سے باہر قدم نہین رکھا، فرض شناسی سے غافل نہین رہا، اور اپنے باپ اور اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل مین کبھی ایک لمحہ کی تاخیر، یا کوتاہی نہین کی، جب اس کو شاہجہان کا یہ حکم ملا، کہ وہ عادل شاہی سرحد پر حملہ آور ہوا، تو اس کا جی نہین چاہتا تھا، پھر بھی اس خیال سے کہ شاید اس کے ذریعہ وہ بادشاہ کو خوش کرسکے، اس مہم کی تیاری کے لیے آمادہ ہوگیا، وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"اگرچہ ما اعتماد و اعتبارِ خود را کہ تمشیتِ خدمات بغیر بودنِ آں میسر نیست کرۂ بعد آخری آزمودہ ایم، و بتازگی نیز ہر چہ روے دادہ از آغاز تا انجام برایشاں ہویدا ست، لیکن برائے پاس نسبت مریدی و بندگی . . . . . بقدر مقدور انچہ بایستے در ہر باب بعمل آوردہ"

(آداب نمبر ۱۹۷)

اس خط سے زیادہ صاف الفاظ اس خط کے ہین، جو اورنگزیب نے شایستہ خان کو لکھا ہے:-

"اگرچہ دل و دماغ تقدیم ایں قسم خدمات نماندہ و ظہور نتائج خدماتے کہ قبل ازیں بمحض فضلِ ایزدی تمشیت یافتہ خاطر را آنچناں مکدر ساختہ کہ دیگر ہوس کارے

تواں کرد، لیکن از آنجا کہ دریں وقت چنین منصوبہ روے دادہ، از فطرت خویش بتہاون و تغافل راضی نشدہ، آنچہ بایستے عرضداشت نمودہ، اگر تہیۂ اسباب از قرار واقع بشود امید بکرم الٰہی واثق است، کہ ایں مہم عمدہ نیز بوجہ شایستہ بانصرام رسیدہ سبب مزید حسرت بداندیشاں گردد۔" (آداب نمبر ۲۷۸)

اورنگزیب کا یہی استقلال، اس کی یہی اطاعت گذاری اور اس کی یہی فرض شناسی ہے جو اُسے ہمیشہ کامیابی تک پہنچاتی اور خود اس کے اشد ترین دشمنوں سے بھی خراج تحسین و آفرین وصول کرتی ہے،

شاہجہان کو عادل خان کی موت کی اطلاع ۱۸ صفر (۲۶ نومبر) کو ملی، اور اس نے بلا پس و پیش اورنگزیب کو یہ حکم دیدیا کہ وہ اس مہم کو "بنہجے کہ مناسب داند بانجام رساند"، لیکن اسکے ساتھ یہ بھی لکھا کہ جبتک میر جملہ اورنگزیب سے آکر مل نہ جاے، وہ حملہ کے لیے روانہ نہو، میر جملہ کے علاوہ شایستہ خان کو یہ حکم ملا، کہ وہ اپنے صوبہ سے جاکر اورنگزیب کی عدم موجودگی مین دارالسلطنت دکن مین قیام کرے، اس کے علاوہ مہابت خان، بنگابت خان، راجہ اے سنگھ، نصیری خان، مرزا سلطان وغیرہ بہت سے امرا کے نام بھی فرمان صادر ہوے، کہ وہ اپنے اپنے دستون کے ساتھ دکن کی طرف روانہ ہوجائین[1]، اس عرصہ مین بیجاپوری دربار کے امرا مین خود اختلاف شروع ہوگیا، ایک طرف خان محمد وزیر کی جماعت تھی، جو صلح و آشتی کے اصول کو پسند کرکے شاہجہان کو ہر قیمت پر راضی کرکے جنگ سے بچنا چاہتی تھی، اور دوسری طرف وہ جماعت تھی، جو اپنی فوج کے بھروسہ پر مغلون کے مقابلہ پر آمادہ تھی، اور اول الذکر جماعت کو خائن و نمکحرام کہتی تھی، ان دونون جماعتون کے اختلاف نے بیجاپور کی مدافعتی تدابیر کو بہت کچھ

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو وارث، ص ۳ - ۱۹۲،

نقصان پہنچایا، اور اورنگزیب نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا،

میر جملہ ۲۳ صفر (۱ دسمبر) کو دہلی سے روانہ ہوا، اور ۱۰ ربیع الثانی (۱۶ جنوری ۱۶۵۷ء) کو اورنگ آباد پہنچا، اس عرصہ مین اورنگزیب بیکار بیٹھا نہین رہا، بلکہ ایک طرف تو اس نے سرحدی علاقہ کو مستحکم کرنا شروع کیا، دوسری طرف تو پخانہ، رسد، وغیرہ کا وسیع پیمانہ پر انتظام ہوا، اور تیسری طرف اس نے اپنے افسرون کو جو بیجاپور کے سرحدی علاقہ پر مقیم تھے، یہ لکھا کہ اگر بیجاپور کے افسر اور سپاہی دہان کے حالات سے برگشتہ خاطر ہو کر یا مغلون کی فتحیابی پر یقین رکھکر مغلون کی ملازمت مین داخل ہونا چاہین، تو ان کو فوراً لے لیا جاے، اور ہر اس شخص کو جو سو سپاہیون کا افسر ہو دو ہزار روپیے پیشگی دئے جائین، کہ ان سے وہ سامانِ جنگ وغیرہ کی تیاری کرے، اس سلسلہ مین اورنگزیب نے ملتفت خان کو لکھا، کہ

"ازاں جماعت ہرکس کہ نزد او آمدہ باشد، یا بعد ازیں بیاید، ملاحظہ جمعیت او کردہ بر صد سوار مبلغ دو ہزار روپیہ از خزانۂ قلعہ احمد نگر گرفتہ در وجہ مساعدہ باو برسانند" (آداب نمبر ۴۴۱)

اس سے اورنگزیب کا مقصد یہ تھا، کہ اگر اس نے بیجاپوری فوج کو ملا لیا، تو اسکا مقصد بلا کشت وخون حاصل ہو جائیگا، چنانچہ وہ اپنے اس مقصد کی اطلاع میر جملہ کو ان الفاظ مین دیتا ہے:

"براں عمدۂ دولتخواہاں پوشیدہ نماند کہ از استمالہ سپاہِ بیجاپور، مطلوب رجوعِ آں مردم و تفرقہ جمعیت غنیم است، ہمگی سعی آں داشتہ ایم کہ بہر طریق سپاہِ آنجا، بایں طرف بیایند چہ دریں صورت سرانِ نامور مملکت غیر باندک دلاسا بلکہ خود بخود خواہند گردید" (آداب نمبر ۴۴۲)

اسی اثنا مین شیواجی نے جسنے بیجاپور کی جنگ کے پہلے ہی سے مغل سرحد پر لوٹ مار مچا رکھی تھی، اورنگزیب کے پاس ایک آدمی بھیجا، کہ اگر وہ اس کو کونکن کا وہ علاقہ جو عادل شاہ کے قبضہ مین ہے، دیدے، تو وہ اورنگزیب کے ساتھ اشتراکِ عمل پر تیار ہے، لیکن شیواجی کی

یہ پہلی درخواست نہ تھی، بلکہ گولکنڈہ کی جنگ کے خاتمہ کے بعد بھی یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کی اطاعت کا اگر اظہار نہ کیا گیا، تو مغل فوج اسے کچل دیگی، اپنا ایک سفیر اورنگزیب کے پاس بھیجکر نہایت ہوشیاری سے اس بات مین کامیاب ہوگیا تھا، کہ وقتی طور پر مغلون کے حملہ کے خوف کو دفع کردے، اس سے پہلے بھی، اس وقت جبکہ مراد دکن کا گورنر تھا، اس نے اپنے اور اپنے باپ کی طرف سے اس قسم کی درخواست بھیجی تھی[1] لیکن مرہٹہ اصول کے موافق جب خطرہ دور ہوگیا، تو پھر علی حالہ اس نے بے راہ روی اختیار کرلی، اورنگزیب نے جواب مین چند شرطین لکھ کر بھیجین، لیکن وہ برابر ان شرائط کے قبول کرنے سے انکار کرتا رہا، تا آنکہ عادل شاہ کی وفات اور مغل حملہ کی اس کو اطلاع ملی، اب اُسے اس بات کا یقین تھا، کہ دونون قوتین اس کو اپنی طرف ملانے کی کوشش کرینگی، اور وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ بیجاپوری اس کو زائد از زائد اس کے باپ کے علاقہ کا حقدار تسلیم کرلین گے، لیکن کوکن کا علاقہ ہرگز نہ دین گے، اس لیے اس نے اورنگزیب کے پاس اپنا سفیر روانہ کیا، اورنگزیب اسکی مرہٹہ چال کو خوب سمجھتا تھا، اس نے بھی اس کے جواب مین اپنی قدیم شرائط کا اعادہ کیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک طرف تو شیواجی

[1] مرہٹہ تاریخ سے واقف اصحاب خوب جانتے ہین کہ شیواجی نے کس طرح غداری، مکاری، فریب، اور بے ایمانی سے بیجاپوری علاقے کے قلعون پر قبضہ کیا، کسطرح بیجاپوری خزانہ کو لوٹا، کس طرح قلعہ دارون کو قتل کیا، اور کس طرح اس حکومت کی جسکا نمک اسکا خاندان عرصہ سے کھاتا آرہا تھا اور اس وقت بھی کھا رہا تھا، جڑ کھوکھلی کردی، اور کس طرح جب جب سے خطرہ محسوس ہوا اس نے مغل دامن مین پناہ چاہی اور مراد کے وقت مین اس نے جو سفیر آگرہ بھیجا تھا اور مراد کے ذریعہ اس نے خود اور اپنے باپ کے لیے جو ملازمت حاصل کی تھی وہ اسوقت ملی تھی جبکہ ساہوجی کو عادل شاہ نے بیٹے کی بدعنوانیون کی سازش مین شرکت کی وجہ سے قید کر رکھا تھا، لیکن جب ساہوجی آزاد ہوگیا تو پھر نہ ملازمت تھی نہ اطاعت، بلکہ وہی لوٹ مار اور وہی غارتگری، شیواجی کے ان حالات کے لیے دیکھو ڈف باب ۳ و ۴،

کے باپ نے کرناٹک مین خلفشار مچایا اور دوسری طرف شیواجی نے جنیر اور احمد نگر کے مضافات تک تاخت و تاراج شروع کردی، ہماری سمجھ مین نہین آتا، کہ ہم شیواجی کی اس افسوسناک حرکت کو کس چیز سے تشبیہ دین، اور اس کو ایمانداری کی کونسی قسم کہین، اورنگزیب نے اس کی مدافعت مین جو کچھ کیا، اور اس کو شکست فاش دیکر جس مرحمت خسروانہ، وسعت نظر، رحمدلی اور عفو و حلم کا ثبوت دیا، اس کو ہم آیندہ لکھین گے،

بیدر اور کلیانی کی فتح | میر جملہ ۱۰ ربیع الثانی (۱۲ جنوری) کو اورنگ آباد پہنچا، اور ۱۲ ربیع الثانی (۱۸ جنوری[1]) ہی کو اورنگزیب اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا، اورنگزیب ۲۴ جمادی الاول (۲۸ فروری) کو بیدر[2] پہنچا، اور اس کے دوسرے ہی دن اس نے اس کا محاصرہ شروع کردیا، اس قلعہ کا محافظ سیدی مرجان تھا، یہ تیس سال سے اس کا نگہبان تھا، اس نے بھی مدافعت کے لیے مکمل بندوبست کرلیا، اس لیے کچھ تو اس کی قوت مدافعت اور کچھ قلعہ کے استحکام کی وجہ سے اسکے فتح کرنے مین دیر لگی، لیکن آخری حملہ کے دن (۲۳ جمادی الثانی مطابق ۲۹ مارچ) قلعہ کے بارودخانہ مین آگ لگجانے کیوجہ سے ایک طرف تو سیدی مرجان بری طرح زخمی ہوا، اور دوسری طرف مغلون کو شہر مین داخل ہونے کا موقع مل گیا، سیدی مرجان نے اپنے کو قریب المرگ اور مقابلہ کو ناممکن سمجھکر قلعہ کی کنجیان اپنے ساتون لڑکون کی معرفت اورنگزیب کے پاس بھیجدین، یہان اورنگزیب کو ۲۳۰ توپین، ۱۲ لاکھ روپیہ اور بہت سا سامان حرب ہاتھ لگا،

اس قلعہ کو فتح کرلینے کے بعد اورنگزیب کا دوسرا کام یہ تھا، کہ وہ آگے بڑھے، کیونکہ گلبرگہ

[1] صاحب عمل صالح کا بیان ہے، کہ میر جملہ ۱۲ ربیع الثانی کو اورنگزیب کے پاس پہنچا، اور اورنگزیب اسی دن اس کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا، اس جنگ کے مفصل حالات کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۸-۶،

[2] بیدر کی تاریخ کے لیے دیکھو عمل صالح، گزیٹیر ممالک محروسہ، اور خود اورنگزیب کے متعدد خطوط،

یا بیجاپور پہنچنے کے پہلے ضروری تھا، کہ راستہ مین کلیانی کا جو مضبوط قلعہ پڑتا ہے، اس کو فتح کیا جائے، مگر اس کے فتح کے لیے پہلی چیز یہ تھی، کہ کلیانی تک راستہ اور اس کے مضافات کا علاقہ بیجاپوری فوج سے صاف ہو جاے، اس لیے اورنگزیب نے مہابت خان وغیرہ کے ماتحت ایک فوج اس کام کے لیے روانہ کی، اور خود بیدر مین ٹھہر کر حملہ کی تیاری، سامانِ محاصرہ کی فراہمی، اور مسخر شدہ قلعہ کی درستی مین لگ گیا، ۸ رجب (۱۲ اپریل) کو مہابت خان کی فوج کو راستہ مین بیجاپوری فوجون سے دوچار ہونا پڑا، لیکن انھون نے تمام دن مردانہ وار لڑکر ان کو شکست دی، اور جب اورنگ زیب کو اس کی اطلاع ملی کہ اب کلیانی تک راستہ صاف ہے، تو وہ ۲۳ رجب (۲۷ اپریل) کو بیدر سے کلیانی کی طرف روانہ ہوا، اور ۲۹ رجب (۳ مئی) کو "بسرزمینِ کلیانی پیوستہ درہماں تاریخ برج و بارۂ آں را بنظر در آوردہ بمحاصرہ پرداختند" اسی اثنا مین بیجاپوریون کی ایک بڑی فوج کلیانی کے پاس آکر جمع ہو گئی تھی، اور جب کبھی موقع دیکھتی تو مغلون پر حملہ آور ہوتی، رسد تک کا پہنچنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا، مگر اورنگزیب نے اس فوج کی کوئی پرواہ نہ کی، اور اگرچہ ایک مرتبہ مہابت خان اور راجپوت سردارون سے جو رسد لا رہے تھے، ایک سخت جنگ ہوئی بھی، لیکن چونکہ اس نے بیجاپوریون کو شکست دیدی تھی، اس لیے اورنگزیب نے اپنا کام علی حالہ جاری رکھا، اس چیز نے بیجاپوریون کے دل مین یہ خیال پیدا کر دیا، کہ شاید مغلون کے پاس فوج کم ہے، اس لیے انھون نے مغلون کی فوج پر جو قلعہ کے چارون طرف پھیلی ہوئی تھی، بان اور بندوق سے حملہ کرنا شروع کیا، اور اورنگزیب نے جب دیکھا کہ شوخی حد سے بڑھ گئی ہے، تو اس نے طے کر لیا، کہ محاصرہ کے خاتمہ سے پہلے ان سے نپٹ لیا جاے، اسی خیال سے

"از راہِ مصلحت فرستادنِ افواجِ نصرت امتزاج بصوب بھالکی بجہت آوردنِ رسد شہرت دادہ"

۲۴ر شعبان (۲۸ر مئی) کو وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا، تمام دن خان محمد افضل خان، وغیرہ کی ۳۰ ہزار فوج سے مقابلہ رہا، مگر بالآخر فتح اور نگزیب ہی کی ہوئی، اور اس کے بعد پھر بیجاپور کو عرصہ تک مقابلہ کی ہمت نہ رہی، اور نگزیب اسی روز واپس آکر پھر محاصرہ مین مشغول ہوگیا، تقریبًا دو مہینون کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ بیجاپوری اپنی منتشر قوت کو جمع کر رہے ہین، اس لیے اس نے ۲۰ر شوال (۲۲ر جولائی) کو اپنے بڑے بیٹے اور میر جملہ کو اس فوج کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، ان لوگون نے فوج کو شکست دی، اور گلبرگہ پہنچکر دم لیا، اسی اثنا مین قلعہ کلیانی کا محاصرہ بھی ایک کامیاب اختتام تک پہنچ رہا تھا، چنانچہ ۲۹ر جولائی کو اورنگ زیب نے قلعہ پر حملہ کیا، اور اس کے بہادر سپاہیون نے فصیل پر قبضہ کرلیا، وہان پہنچکر معلوم ہوا، کہ قلعہ والون نے فصیل کے بعد ہی ایک دوسری ویسی ہی فصیل اور بنالی ہے، اور اس کا فتح کرنا مشکلات سے خالی نہین، مگر اورنگ زیب ہمت نہ ہارا، اور دو روز برابر فصیل ہی پر جما رہا، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ۱ر ذیقعد (یکم اگست) کو دلاور خان قلعہ دار کلیانی نے قلعہ کی کنجیان اورنگزیب کے پاس بھیجدین، اورنگزیب نے بھی دشمن کے افسر کو خلعت دیکر، اس کے تمام سپاہیون کو اسباب کے ساتھ بیجاپور جانے کی اجازت دیدی، یہان یہ بات قابل لحاظ ہے، کہ بیدر و کلیانی کی فتح کے وقت بجز عرصۂ جنگ کے کہین بھی ایک قطرۂ خون نہ گرا، اورنگزیب اپنی اس فتح اور کامیابی پر مسرور تھا، بیجاپور کا سارا علاقہ اس کے سامنے کھلا پڑا تھا، اس کی ابتدائی مشکلات کا خاتمہ ہوچکا تھا، اور وہ عنقریب خود بیجاپور کی طرف بڑھنے والا تھا، کہ اس کے پاس اچانک بادشاہ کا حکم پہنچا، کہ جنگ ختم کردو، اور اس کے ساتھ ہی دوسرے افسرون کو براہ راست یہ فرمان بھیجے گئے، کہ وہ فورًا دکن سے لوٹ آئین، چنانچہ مہابت خان اور تقریبًا تمام راجپوت فوجین اورنگزیب سے رسمی اجازت لیے بغیر، دہلی کی طرف روانہ ہوگئین، اورنگزیب

کے وقار اور اس کی خودداری، اس کے منصب اور اس کے مرتبہ پر یہ ایسی کاری ضرب تھی، کہ اس کا علاج ناممکن تھا، اور اگر ہم یہ دیکھیں، کہ یہ چال کیسے نازک موقع پر چلی گئی، تو اس کی نزاکت و اہمیت کا احساس تیز تر ہو جاتا ہے، اسی ضرب شدید نے وہ ناسور پیدا کر دیا، جو بعد میں برادرانہ جنگ کے خون کی صورت میں بہا،

اس وقت تک ہم نے جو کچھ دکھایا ہے، وہ اورنگزیب کی فاتحانہ کارروائیاں تھیں، اب ہم اس سلسلہ میں دارا کی سازشوں اور شاہجہان کے غلط احکام کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں، اور بتانا چاہتے ہیں، کہ کس طرح ان لوگوں نے اورنگزیب کو اپنی خفیف الحرکتیوں اور معاندانہ کارروائیوں سے مجبور کر دیا، کہ وہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت میں جو کچھ بھی ہو سکے کرے، اور کس طرح ان چالوں نے خود بخود اس کشمکش کی آگ کو ہوا دے کر اس غیر فطرتی جنگ کے شعلہ کو بڑھا کر تمام ملک کو ایک بڑا آتشکدہ بنا دیا،

ہم اوپر بتا آئے ہیں، کہ دکن کی ریاستیں بجائے اس کے کہ اورنگزیب کے ذریعہ اپنے مقاصد حاصل کرتیں، دارا کو اورنگزیب کا دشمن اور شاہجہان کو دارا کا دوست سمجھ کر براہ راست دارا کے ذریعہ معاملات طے کرتی تھیں، دارا ایک خود پسند اور تعریف کا عاشق چہل و چار سالہ شہزادہ تھا،

لہ اورنگ زیب کے متعدد خطوط کے علاوہ صاحب ظفرنامہ عالمگیری کا یہ بیان اس الزام کی صداقت پر مہر لگاتا ہے،

"دریں اثناء دو قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس داراشکوہ بنام مہابت خاں و راو ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود، بر قبولزدل انداختہ، در مناشیر مطاعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت خاں با سائر مخلیہ و راو ستر سال با کل راجپوتیہ ..... اصلا بر خصت شاہزادۂ والاگہر مقید نشدہ، روانہ درگاہ گیتی پناہ گردند ..... ازیں راہ دہن دستی تمام بحال اردوے معلی شاہی راہ یافتہ استقلال و ثبات و قرار جنود نصرت موعود متزلزل و متخلل گردید"

جس نے اس کی تعریف و توصیف کردی، پھر اس کا کام بنگیا، اور دکن کے معاملہ مین تو اورنگزیب کی مخالفت مین بھی وہ ان ریاستون کی مدد کرتا تھا، چنانچہ گولکنڈہ اپنے سفیر ملا عبد الصمد کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل ہی کرتا رہا، اور اب بیجاپوری وزیر خان محمد نے بھی ایک سفیر دربار مین روانہ کیا، کیونکہ اس کو یقین تھا، کہ دارا ضرور اس کی حمایت کرے گا، اس قسم کی حمایت نہ دارا کیلئے کوئی نئی بات تھی، اور نہ بیجاپوریون کے لیے، اورنگزیب بھی اس حرکت سے اچھی طرح واقف تھا، چنانچہ اس نے دو سال پہلے ہی جہان آرا کو اس کی شکایت ان الفاظ مین لکھی تھی:-

"دریں ولا دادا بھائی چیو کہ مہربانی سرشار خاص ایشاں کہ بریں مرید حضرت دارند برضمیر منیر پیر دستگیر ہویدا است، ملاشرف ملازم خود را برائے رسانیدن بعض بشارات وقبول ملتمسات حاکم بیجاپور کہ باعث خیرگی وجرأت او وامثال اوست، بآنجا فرستادہ اند" (۲۷/۱۵۹)

اس خط سے صرف یہی نہین معلوم ہوتا، کہ دارا چپ چاپ یہ کام کرتا تھا، بلکہ اس کی چالون کا اورنگزیب سے، اس کی دشمنی وعداوت کا شاہجہان کو بھی پورا علم تھا، ایسی حالت مین بھی شاہجہان کا ہمیشہ دارا ہی کے کہنے پر عمل کرنا معلوم نہین کہان تک پدرانہ انصاف کے مطابق ہے، خود دربار کے مورخ کا بیان ہے کہ

"چوں دریں وقت کارہا بر وفق مرام موافقان برآمدہ، فتح حصون . . . . . روے نمود، وبیجاپوریاں شیوۂ تطوع وتعبد پیشہ کردہ بندہ وسرافگندہ شدند وجانشین عادل خاں دریں مادہ ایستادگی ننمودہ، ابراہیم بجتر خاں را . . . . . بخدمت بادشاہزادہ والاقدر فرستادہ، بوسیلۂ عجز والحاح امان طلبیدہ ومقرر شد کہ یک کرور پنجاہ لک روپیہ از جواہر گراں بہا ونقد ومال بطریق پیشکش واصل ساختہ قلعہ پرینڈا بابوا حق

وقلاعِ ولایت کوکن ومحال ونکو بتصرف بندہاے بادشاہی واگذارد، وبعد از برگشتن خان مسطور سپردنِ حصون وولایت مذکور بنام درگاہ ارسال داشتہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بادشاہ۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پنجاہ لک روپیہ از جملہ پیشکش معاف فرمودہ فرمان۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنام او صادر فرمودند، وبہ پادشاہزادۂ عالی مکان فرمان دادند کہ باعساکر فیروزی مآثر مراجعت باورنگ آباد نمودہ، قاضی نظاما را برائے وصول پیشکش بفرستند ومعظم خاں حکم شدہ کہ در قلعہ پرینڈا وقلاعِ ولایت کوکن ومحال ونکو تھانہ نشانیدہ بعد مراجعتِ قاضی نظاما با پیشکش روانہ درگاہِ عالم پناہ گردد۔[1]

اورنگ زیب کو جب یہ حکم ملا تو اُس کے پاس، اسکے سوا کیا چارۂ کار ہو سکتا تھا، کہ وہ بادشاہی حکم کی تعمیل کرے، چنانچہ اُس نے سب سے پہلے عادل شاہ کو اس کی اطلاع دی، اور پھر قاضی نظاما اور میر جملہ کو اپنی اپنی خدمت انجام دینے پر روانہ کر دیا، اور خود تمام فوج کے ساتھ کلیانی ہی مین مقیم رہا کہ اگر عادل شاہ تعمیلِ حکم مین کوتاہی کرے، تو اُسے بزور شرائط قبول کرائی جائین، مگر ابھی یہ معاملہ اپنی ابتدائی حالت ہی مین تھا، کہ ۷ ذی الحجہ (۶ ستمبر) کو شاہجہان دفعتہً سخت بیمار ہو گیا، اور مرض نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی، کہ تمام ملک مین یہ افواہ مشہور ہو گئی، کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا، اسی خبر کے ساتھ دارا کا حکم فوج کے افسرون کے نام پہونچا ہوا، کہ وہ فوراً دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو جائین ایسی حالت مین اورنگزیب کے لیے یہ سخت مشکل ہو گیا، کہ وہ شرائطِ صلح کی تعمیل پر زور دے سکے، دوسری طرف جب بیجاپوریون کو شاہجہان کے حکمِ صلح کی اطلاع ملی، تو وہ شرارت پر آمادہ ہو گئے، اورنگ زیب کے لیے یہ بہت دشوار ہو گیا کہ وہ بادشاہ کے احکام ہی کی تعمیل کرا سکے، اس لیے سب سے پہلے اُس نے

---

[1] عمل صالح ص ۸،

جو کوشش کی، وہ یہ تھی، کہ جس صورت سے بھی ہو، دربار کی افواہون کو بیجاپور یون تک پہنچنے سے پہلے وہ اُن سے شرائط منوالے، لیکن اب بھلا وہ کب سننے والے تھے، اورنگ زیب عادل شاہ کو خط پر خط لکھ رہا تھا، لیکن اس کا کوئی اثر نہین ہوتا تھا، وہ حملہ کی دھمکی دیتا تھا، لیکن وہ بھی بیکار ثابت ہوتی تھی، دوسری طرف دربار کے حالات اور وہان کے واقعات نے اُسکو پریشان کر رکھا تھا، اگر شاہجہان کی وفات کی خبر صحیح ہے، اگر واقعی دارا تخت پر قابض ہوگیا ہے، تو پھر اس کا رویہ کیا ہونا چاہیئے، اس کو اس کا خطرہ بھی لگا ہوا تھا، کہ اگر وہ بیجاپور سے شرائط منوانے ہی مین اپنا وقت صرف کرتا رہیگا، تو جو فوج یہان سے واپس جا رہی ہے، وہ ہندوستان مین جاکر اُس کے خلاف کام دیگی، دارا کی قوت مضبوط ہوجاے گی، اور جب بیجاپوریون کو اس کا حال معلوم ہوگا، تو وہ بھی شیر ہوکر ممکن ہے کہ اُس پر حملہ کردین، اس لیے اُس نے اس معاملہ کو جلد سے جلد طے کرنا شروع کر دیا اور مختلف شرائط کو مراحم خسروانہ کے بہانہ سے معاف کرکے اور پرینڈا وغیرہ کے قلعہ تک کو عادلشاہ ہی کے پاس چھوڑکر وہ ۶ محرم ۱۰۶۸ھ (۴ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بیدر کی طرف واپس ہوا، اس کا اثر یہ ہوا، کہ بیجاپوریون نے مغلون کی فوج پر جہان سے موقع ملتا، حملہ شروع کر دیا، حتی کہ اُن کے ایک دستہ نے اس جماعت کو جو اورنگزیب کے خطوط میر جملہ کے پاس لیجا رہی تھی، گرفتار کرکے وہ خطوط حاصل کر لیے، اور اس سے دربار کا اصل حال معلوم کرکے وہ اور بھی جری بن گئے، اورنگ زیب کے لیے، اب اس کے سوا کیا چارۂ کار تھا، کہ وہ جس صورت سے بھی ہو عادل شاہ کے کہنے کے مطابق صلح کرلے، چنانچہ وہ معاملہ کو طے کرتا ہوا، ۱۱ محرم (۹ اکتوبر) کو بیدر پہنچا، اور نو دن یہان رہ کر، اور اس قلعہ کو مضبوط کرکے ۲۰ محرم (۱۸ اکتوبر) کو اورنگ آباد کی طرف روانہ ہوگیا، دارا کے ہاتھون اس جنگ مین اور اس کے بعد اورنگ زیب کو جو کچھ مصیبتین اٹھانی پڑی ہین، اور ان مزاحمتون کے باوجود جس طرح وہ ایک بڑی حد تک بیجاپور کو مطیع ہونے پر مجبور کر سکا،

اس کا حال ہم برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین لکھین گے، یہان پر ہم اس سلسلہ کی ایک اور کڑی کو بیان کر دینا چاہتے ہین، جو آگے چلکر ایک تکلیف دہ زنجیر ثابت ہوئی، اس سے ہماری مراد شیواجی کے حملے ہین

شیواجی کے حملے ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ کس طرح مرہٹون کے عام اصول کے مطابق شیواجی بھی جب کبھی موقع پاتا، کبھی عادل شاہی علاقہ پر اور کبھی مغلون کے علاقہ پر حملہ آور ہوتا، اور کسطرح اُس نے پہلے جنگ گولکنڈہ کے زمانہ مین لوٹ مار شروع کر دی، اور پھر عادل شاہ سے جنگ کے آثار دیکھکر اورنگزیب سے صلح کرنے اور اپنے شرائط کو منوانے پر آمادہ ہو گیا، اور نگزیب کے پاس جب اس کا آدمی آیا، تو اورنگزیب نے اس کے سامنے چند شرطین پیش کین، کہ اگر شیواجی اُن کو تسلیم کرے، تو اس کی درخواست منظور کر لیجا سکتی ہے، لیکن معلوم یہ ہوتا ہے، کہ اُس نے ایک ہوشیار موقع شناس کی حیثیت سے اس سے پہلے ہی بیجاپوریون سے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر وہ مغلون کے خلاف لڑے اور ان کو شکست ہو جاے، تو وہ اس کو کوکن والا علاقہ دیدینگے چنانچہ اُس نے اورنگزیب کے خط کا جواب دیئے بغیر جنیر کے علاقہ مین لوٹ مار شروع کر دی اور ایک مرتبہ تو احمد نگر کے مضافات تک بڑھتا چلا آیا[1] جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ملی، تو اس نے اس کی تنبیہ اور شاہی علاقہ کی مدافعت کو اپنا فرض سمجھکر ملتفت خان کو لکھا، کہ وہ نہ صرف شاہی علاقہ کو شیواجی سے محفوظ رکھے، بلکہ دوسرے سردارون کو بھیجکر خود شیواجی کے علاقہ مین گھسکر اس کو اس بیجا جسارت کی سزا دے، اس سلسلہ مین اس نے کارطلب خان، عبدالمنعم، ہوشدار خان، اور نصیری خان وغیرہ کو ملتفت خان کی مدد کے لیے بھیجا، یہان پہنچکر نصیری خان نے شیواجی کو سخت شکست دی، اور وہ جان بچاکر اپنے علاقہ مین چلا گیا، اب سات

[1] اس غارت گری مین شیواجی کے ساتھ دو اور مرہٹہ سردار مانا جی اور کشتیا جی شریک تھے، مگر مغل فوجون نے اُن کو شکست دیکر اپنے علاقہ کے باہر نکال دیا،

شروع ہو چکی تھی، اور اس کے علاقہ میں جانا دشوار تھا، پھر بھی مغلوں کو جب کبھی موقع ملتا، اور کوئی مرہٹہ جماعت اُن کو نظر آتی، وہ بڑھکر اُس کو پسپا کر دیتے، شیواجی نے جب دیکھا کہ مقابلہ ناممکن ہے، اور بہت جلد اس کی آبائی ریاست کا خاتمہ ہوا جاتا ہے، تو اُس نے پھر اورنگزیب سے صلح کی درخواست دی، اورنگزیب اگر چاہتا تو اس کی درخواست کو رد کرکے، اس کو تباہ و برباد کر سکتا تھا، لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ لکھا کہ

"آنچہ در ہر باب بایستے فرمود قبل ازیں بسوناجی وکیل آں زبدۃ الاعیان فرمودہ بودیم یقین کہ مذکور نمودہ خاطر اورا مطمئن ساختہ باشد، بالفعل ہر چہ از قلاع و محال متعلقۂ بیجاپور در تصرف آں خلاصۃ الاشباہ است، بدستور قدیم باو مفوض داشتہ معاملہ بندر و ابل و مضافات آں نیز حسب الالتماس آں زبدۃ الاقراں بعہدۂ او واگذاشتہ ایم،

بعد ازانکہ آثار دولتخواہی و حسن خدمت کہ ہنگام اظہار آں ہمین است، نوعے کہ شاید بظہور رسد، وآں خانہ زاد، باخلاص بدلالت بخت و دولت توفیق یافتہ از حصول عز ملازمت عالی بہرہ مند گردد، . . . . . باقی مطالب و مآرب نزدیک بکار ادصورت پذیرفتہ پیش از انچہ بتصور او در آید، مشمول مراحم و عنایات علیہ خواہند شد"

لیکن شیواجی نے اس رعایت کی بھی پرواہ نہ کی، اور بیجاپور کی لڑائی کے دوران میں جب کبھی موقع ملتا، لوٹ مار کرکے اپنے علاقہ کی طرف بھاگ جاتا، اس لیے اورنگ زیب کو جنیر سے لیکر بیر اور دھرور تک ایک دفاعی خط کھینچکر شایستہ خان کی، اور سرکاری فوج کو بلاد شاہی علاقہ کی حفاظت کیلیے رکھنا پڑا، مگر جب بیجاپور سے صلح ہوگئی، اور شیواجی کو خوف ہوا کہ کہیں اب اورنگزیب میری طرف متوجہ نہ ہو جاے، تو ایک طرف تو اُسنے اسکے پاس اطاعت و فرمانبرداری اور رحم و کرم کی درخواست بھیجی اور دوسری طرف بیجاپور کے حکمران کو اس بات پر آمادہ کیا، کہ چونکہ اُس نے یہ تمام

مصیبت صرف اسکی امداد کیلئے اٹھائی ہے، اسلیے وہ اُسے اپنی ملازمت مین لے کر اورنگزیب سے اسکی سفارش کرے، اورنگزیب اسوقت چاہتا، تو اسکی عہد شکنی کی سزا اُسکو دیسکتا تھا، لیکن اُسنے ایسا نہین کیا، بلکہ ایکمرتبہ پھر اپنے فطری عفو و رحم کے جذبہ سے مجبور ہوکر اُسنے اُسکی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا، وہ شیواجی کو لکھتا ہے

"اگرچہ ہفوات و زلات او از کثرت وافزونی قابلِ عفو نبود، لیکن از آنجا کہ آن سزاوارِ مکرمت ارادۂ دولتخواہی وخدمتگذاری نمودہ از تقصیراتِ خود نادم و پشیمان گشتہ و

ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست

بنابراں بشرطِ استقامت برجادۂ مستقیم بندگی وفرماں برداری از روے فضل وذرہ پروری رقم عفو بر جرائد جرائم او کشیدہ شد، باید کہ بدیں عاطفتِ نمایاں استظہارِ فراواں اندوختہ در اظہارِ مراسم صدقِ عقیدت ..... مساعیٔ موفورہ بجا آورد"

یہ شیواجی کے بدترین دشمن اورنگزیب کا خط ہے، اور یہ رحم و کرم اُس شخص کی طرف سے ظاہر کیا جارہا ہے، جسکو مرہٹہ مورخین نے اپنی قوم کا سب سے بڑا مخالف سمجھ رکھا ہے، اس کے ساتھ عادلشاہ نے شیواجی کی ملازمت کے متعلق جو درخواست کی تھی، اسکا جواب بھی دیکھئے:-

"سیوا ..... راکہ در بعض قلاعِ کوکن جریدہ غبارِ فساد برانگیختہ ..... اگر خواہد کہ ..... نوکرِ خود کند، جاگیر او را در کرناتک تن نماید، تا از حدودِ ممالک محروسہ دور بودہ، شورش افزا نہ گردد" (آداب نمبر ۴۹۶)

شیواجی نے اس مہربانی، اس عنایت خاص، اس نوازش شاہانہ، اس رواداری اور اس رحم و کرم کا کیا جواب دیا، وہ ہندوستان کی تاریخ خاموش طریقہ سے ہم کو بتاتی ہے[1]،

---

[1] شیواجی کے عجیب و غریب طریقۂ عمل کے لیے ڈف کی مستند مرہٹہ تاریخ بہترین ذریعہ ہے،

باب ۸

برادرانہ جنگ اور تخت نشینی

اورنگ زیب کے عہدِ شاہزادگی کا یہ آخری باب ہے، لیکن یہین سے اس کی آزاد اور خود مختار حکومت کا بھی آغاز ہوتا ہے، یہی وہ زمانہ ہے، جبکہ شاہجہان کے چارون بیٹے حصولِ حکومت کے جذبہ سے متاثر ہوکر پہلے باپ سے اور پھر باہم دست و گریبان ہوتے ہین، یہی عہد ہے، جبکہ ہندوستان کی تمام سرزمین ایک مرتبہ پھر خون سے اپنی پیاس بجھاتی ہے، یہی وہ دور ہے، جبکہ اورنگزیب اپنی بہادری، شجاعت، استقلال، تدبر اور دوراندیشی سے تخت و تاج کا وارث بنتا ہے، اور یہی وہ وقت ہے جبکہ اورنگزیب کے دامنِ اوصاف پر غلط الزامات کے داغ پڑنا شروع ہوجاتے ہین، لیکن کیا واقعی یہ صرف برادرانہ جنگ تھی، کیا حقیقتہً یہ غیر فطری لڑائیان تھین، کیا دراصل ان کا مقصد صرف حصولِ قوت اور تخت و تاج تھا، بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، لیکن جو لوگ سرکاری و دفتری تاریخ تک اپنی نظر کو محدود نہین رکھتے، جو میدانِ جنگ سے باہر توپ و تفنگ کی آواز سے دور اور دربار کے نغمہ و سرود سے الگ رہ کر ملک کے اندرونی حصون کا، وہان کے عام باشندون کا، وہان کی مذہبی و معاشرتی تحریکون کا مطالعہ کرتے ہین، وہ خوب جانتے ہین، کہ یہ اورنگ زیب و دارا کی جنگ نہ تھی، یہ شجاع و شاہجہان کا تصادم نہ تھا، یہ مراد و عالمگیر کی مخالفت نہ تھی، بلکہ یہ کفر و اسلام کی جنگ تھی، ایمان و الحاد کا تصادم تھا، اور صحیح شریعت و عامیانہ طریقت کی لڑائی تھی، اس جنگ کا مقصد یہ نہ تھا، کہ دارا تختِ حکومت

کا مالک ہو کر رہیگا، یا اورنگزیب، بلکہ اس کی غایت یہ تھی، کہ اسلام ایک مرتبہ پھر ہندوستان مین سنبھالا لے گا، یا اس الحاد کی، جس کی بنا اکبر نے رکھی تھی، مہلک گرفت مین چلا جائے گا، اس عہد کی مذہبی و معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کرو تم کو صاف نظر آئے گا، کہ اس وقت ملک مین کون کونسی قوتین برسرِ عمل تھین، اور ملک کن حالات سے گذر رہا تھا،

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا، کہ دنیا کا کوئی مذہب بھی اس وقت تک بقا و دوام کا خلعت حاصل نہین کر سکتا جبتک کہ اس مین اپنے کو زمانہ کے حالات و مقتضیات کے موافق بنانے کی صلاحیت نہ ہو، ہندو مذہب کے متعلق اگرچہ عام طور سے یہ مشہور ہے، کہ وہ ایک تنگ خیال و محدود اصول کا مذہب ہے، لیکن یہ صحیح نہین ہے، ہندو مذہب کی تاریخ، ایک مذہب کی بہترین ارتقائی تاریخ ہے، تاریخِ مذاہب کے طالب علم اچھی طرح جانتے ہین، کہ اس مذہب نے ہزارون سال سے کس طرح ہر دور اور ہر زمانہ مین اپنے کو وقت و حالات کے اقتضا کے مطابق اسی شکل مین پیش کر کے نہ صرف اپنے پیرووں کو باغی نہین ہونے دیا ہے، بلکہ حریف مذاہب کے حامیون کو بھی اس مین شریک کر لیا ہے،

آریہ جب ہندوستان مین آئے، تو ان کو فطرت پرست غیر آرین اقوام سے سابقہ پڑا، اس مین ناگ پرست بھی تھے، درخت پرست بھی، جمالیات کے پرستار بھی تھے، اور جلالیات کے فدائی بھی، مگر آریون کے یہان اس وقت صرف "برہما" تھا، مگر اس ملاپ نے ان کے برہما کو تین مظاہر مین منقسم کر دیا، برہما، شیو اور وشنو، لیکن برہما اب تک پرم آتما ہی تھا، اور برہمن اسکی حمایت مین اپنے لیے تمام دینی و دنیوی نعمتون کو مخصوص و محفوظ بنا رہے تھے، اور اسی غصب کی وجہ سے عوام کو مجبور ہو کر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی، اور یہ احتجاج بدھ اور جین مذہب کی شکل مین نمودار ہوا، قدیم و جدید مذاہب مین جنگ جاری

رہی، اور اگرچہ چھٹی صدی عیسوی تک بدھ دھین مذہب اپنی سیاسی و عام ہمہ گیری کو کھو چکے تھے لیکن عملاً انھون نے ہندو مذہب مین وہ تبدیلی پیدا کر دی تھی، جو عوام کا مقصد تھا، اور اگرچہ شنکر اچاریہ، برہمنی مذہب کا سب سے آخری بڑا مصلح سمجھا جاتا ہے، لیکن اسکی تعلیم بھی برہمنی قیود و شرائط سے ایک حد تک آزاد تھی، اور ساتویں عیسوی کے بعد سے اس وقت تک جتنے مذہبی مصلح و ہادی ہندوؤن مین پیدا ہوئے ہین، انھون نے تو برہمنی مذہب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اور اب برہمنون کے ایک محدود طبقہ کے علاوہ تمام قوم شیو اور وشنو کے مختلف مظاہر کی پیرو اور مقلد ہے،

اسی زمانہ سے اسلامی تعلیمات کا اثر بھی شروع ہو گیا تھا، اور اس کے زرین اصولون نے عام و خاص ہندؤن کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا تھا، ہندؤن کو خطرہ پیدا ہوا، کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا، تو ہندو آبادی پر اس کا بہت برا اثر پڑے گا، اشاعتِ اسلام کا کام صوفیون نے جو باہمہ وبے ہمہ کی زندہ مثال، وسیع المشرب، آزاد خیال، اور روادار ہوتے تھے، شروع کیا ہندؤن نے بھی اسی رنگ کو اختیار کر لیا، رامانند، گرونانک، سوامی چیتنیا اسی قسم کے گرو تھے، انھون نے نہ صرف ویدانتی توحید اور متصوفانہ فنا فی اللہ کے اصول کو عام کر دیا، بلکہ اپنی برادری مین داخل ہونے کے لیے ہندو مسلمان کی قید بھی اٹھا دی، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ان کے معتقدین ہی نہین بلکہ خلفا مین ہم کو مسلمان نظر آتے ہین، کبیر پنتھی، داؤد پنتھی، وغیرہ اس کی بعض زندہ مثالین ہین، جس وقت ہندو اپنے مذہب کو صوفیانہ رنگ مین رنگ رہے تھے، افغانون کا زمانہ تھا، اور انھون نے اس ذریعہ سے عام مسلمانون اور نو مسلمون تک کو اتنا متاثر کر دیا تھا، کہ خود مسلمانون مین اس قسم کے خیالات کی برادریان قائم ہو گئین تھین[1]، دبستان المذاہب نے اس قسم کے اسلامی

[1] ہندو مذہب کے مبلغین نے مسلمانون کو جس قدر متاثر کر رکھا تھا، اور جس طرح اسلامی تصوف کی ایک عام ہمہ اوستی

فرقون کی ایک فہرست دے کران کے حالات لکھے ہین، مداریون کے متعلق جو خواجہ بدیع الزمان مدار رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو کہلاتے ہین، وہ لکھتا ہے :-

" در ہند گروہے ہستند کہ ایشاں خود را مسلمان صوفی گیرند، و در بعضے قواعد و عقائد با صوفیہ شریک اند، . . . . . گویند جمعے از عرفاے طریقت ہستند کہ پیغمبر با ایشاں تصرف نیست، بلکہ بنی خوشہ چین خرمن کمال ایشان است . . . . . ایشاں در ہند بسیار اند، و آنچہ مشہور تر اند، نخست مداریانند مانند سنایسان او ہوت و ثروالیہ ہو باشند، و خاکستر (بہبوت) بر بدن مالند و زنجیرہا در سر و گردن پیچند و علم سیاہ و عمامہ سیاہ با خود دارند، و نماز و روزہ ندانند، پیوستہ پیش آتش نشستند و بھنگ بسیار خورند، . . . . . گویند کہ وقتے کہ پیغمبر بمعراج برآمد، . . . . . و چوں بدر جنت آمد، در بہشت را زنگ تر از سوراخ سوزن یافت . . . . . گفت با ایں جسد ازیں راہ چساں در آئیم جبرئیل گفت بگو دم مدار پیغمبر چناں کرد ازاں در کہ مانند سوراخ سوزن بعد گذشتہ داخل بہشت شد[1] (نعوذ باللہ)

دوسرا فرقہ جلالیان کا ہے، اس کا حال یہ تھا :-

" ایشاں مریدان سید جلال الدین بخاری، و ایں طائفہ خود را شیعہ گیرند، . . . . . جلالیان سبت شیخین کنند و نماز نگذارند، و ریاضتے و شغلتے کہ صوفیہ راست ندانند و بھنگ بسیار خورند، و مشق مار و کژدم خوردن رسانند، . . . . . گویند ماہی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۶) شکل کو پیش کرکے اسلام کی توحید و تعلیم پر ضرب کاری لگادی تھی، اور جس طرح وہ خود اسلامی تعلیم کو قبول کرتے جاتے تھے، اسکے لیے دیکھو ولسن ہندو مذہب، رائل ایشیاٹک سوسائٹی نرسنہٹر، تاریخ ہند، ص ۲۱۲، ۱۸۶، دبستان المذاہب ص ۱۹۳-۱۰۵ وغیرہ،

[1] دبستان المذاہب ص ۷۰-۱۶۹،

مرتضیٰ علیست وکشردم خورند وگویند جھینگہ علیست... ومانند مداریاں برہنہ باشند. . . .

. . . . . وپیرایشاں ہر روز نو داماد است، چہ ہر جا نام دختری خوبرو از مریدان خود شنود

. . . . . بخانۂ ایشاں رفتہ دختر در ہماں خانہ تصرف کند وگاہ بخانہ خود آورد ونکاح نداند[1]

ایک تیسرے فرقہ کا یہ حال تھا:-

"دیگر گروہے اند کہ ایشاں را بے قید وبے نوا گویند. . . . . چوں

از کسے چیزے خواہند او را دشنام دہند ونفریں کنند. . . . . گویند حق

روح است وجسد محمد وچار یار دو دست و دو پا دوم مدار یعنی مدار بردم ونفس است و

انواع منہیات ومسکرات خورند وبوحدت وجود ایماں دارند[2]"

اب ایک ایسے گروہ کا حال دیکھیے جسمین ہندو مسلمان سب شریک ہین،

"دیگر کاکان کشمیر اند، تجرد شعار ایشان است وبوحدت وجود ایماں دارند. . . .

مرشد ایشاں ابراہیم کاکک بود. . . . . از ہندو مسلمان ہر کرا در ربودے

نقل از کیش نفر مودے[3]"

مغلون کے عہد مین یہ لعنت بہت عام ہوگئی، اور اکبر نے تو اس قدر کاری ضرب لگائی کہ شاید کسی دشمن اسلام نے بھی نہ لگائی ہوگی، وہ خود آفتاب کی پرستش کرتا تھا، اور دوسرون سے اپنی پرستش کرانے مین بھی اُس کو عار نہ تھا، صبح کا درشن اُسی کی ایجاد تھی، جہانگیر نے اگرچہ آفتاب پرستی نہین کی، لیکن وہ ہندو جوگیون کا تمام عمر معتقد رہا، دبستان المذاہب مین اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہین، تزک مین بھی اُس نے بعض جوگیون کے حالات دیئے ہین، انہی چیزون کا اثر تھا، کہ شاہجہان وجہانگیر کے زمانہ مین ہندو اور مسلمانون مین شادیان تک

---

[1] دبستان المذاہب صفحہ ۱۷۱، [2] ایضاً ص ۱۷۲، [3] ایضاً،

ہوگئی تھین، اور امرا، ورو سا، کو ہندو جوگیون کے سامنے سجدہ کرنے مین یا اُن سے استعانہ تہین عار نہ تھا، عبدالرحیم خانخانان کو دنیا ایک سخی امیر، ایک مشہور سپہ سالار، اور ایک ادب نواز و شاعر پرداز کے نام سے جانتی ہے، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس حقیقت سے آگاہ ہین، کہ وہ جوگیون کے سامنے جاکر سجدہ کرتا تھا، دبستان المذاہب کے الفاظ یہ ہین:-

"حضرت جنت مکانی شاہ نورالدین جہانگیر انارالله برہانہ معتقد او (چترویہ) بودہ پاس خاطر او را کما ینبغی میداشت و عبدالرحیم خان خانان پیش او سجدہ میکرد۔" (ص ۱۴۷)

نواب ظفرخان حسن بن خواجہ ابوالحسن کو لوگ ایک کامیاب گورنر اور بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے جانتے ہین، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین، جو اس بات سے واقف ہین، کہ جب اسی ظفرخان کو شاہجہان تبت فتح کرنے پر مامور کرتا ہے، تو وہ شکتی پرست[1] فرقہ کے گرو گسائین ترلوچن سے استمداد کی درخواست کرتا ہے، اور گوسائین کے شرمناک احکام کی خوشی سے تعمیل کرتا ہے، محسن فانی نے اس افسوسناک واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

ظفرخاں . . . . . بتوسط محرمان حرم خودش کہ با گسائین کمال ربط داشتند آشنا شدہ التماس نمود، بر تبتیان فیروزی یابد، ترلوچن گفت تسخیر تبت تواں کرد، اگر بموجب فرمودہ عمل نمائی، ظفرخاں پذیرفت . . . . . ترلوچن فرمود جمعے از لولیاں راتعین کن کہ پیوستہ ازمن جدا نشوند، چہ دریں کیش بالولی آمیزش ستودہ تر از زنان دیگر است . . . . . واز شراب و مسکرات دیگر نزم ماتہی نباشد . . . . . .

[1] اس فرقہ کی بہترین عبادت کے متعلق دبستان کے یہ الفاظ ہین:-

"پنج چیز دریں عمل ناگزیر است، یکے ماہی، دوم شراب، سوم زن بیگانہ، چہارم گوشت، اگر گوشت آدمی باشد، بہتر است، پنجم منتر" (ص ۱۵۱)

ظفرخاں بدانچہ گوسائیں فرمود عمل نمود" صفحہ ۱۵۱،

جب عام مسلمانون نے امرا کو اس مین گرفتار دیکھا، تو پھر وہ ان کی تقلید کیون نہ کرتے، چنانچہ جوق کے جوق مسلمان ان جماعتون مین داخل ہونے لگے، دبستان المذاہب نے ان مسلمانون کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن ہم طوالت کے خیال سے نظرانداز کر دیتے ہین،

ان جماعتون کی ابتدائی حالت کچھ بھی ہو، ان کے اخلاقی، وروحانی معنی کچھ بھی بنائے جائین، اور اسے اتحادِ مذاہب کی مساعیٔ جمیلہ ہی سے کیون نہ تعبیر کیا جاے، اس سے انکار نہین کیا جاسکتا، کہ جس وقت دبستان المذاہب لکھی گئی ہے، اُن کی وہی غیر اسلامی حالت تھی، جو مصنف نے اپنی آنکھون سے دیکھکر، اور ان کے پیرووں سے ملکر بیان کی ہے، ان جماعتون کے دو سب سے بڑے مرکز بنگال، بہار، اور کشمیر و پنجاب تھے، اور شاہجہان کے زمانہ مین تو یہ بات اتنی عام ہو گئی تھی، کہ عوام و متوسطین سے گذر کر دربار کے بڑے بڑے لوگ بھی اس سے متاثر ہونے لگے تھے، حتیٰ کہ داراشکوہ بھی ان اثرات سے محفوظ نہ رہ سکتا، کشمیر اس حیثیت سے سب سے بڑا مرکز تھا، داراشکوہ کے پیر اور ان کے پیر سب کے سب کشمیر مین تھے اور اسی قسم کے عقائد کے مبلغ اسلیے غریب داراشکوہ کا متاثر ہونا لازمی تھا، وہ اس قسم کی تعلیم سے جتنا متاثر ہوا، اس کا حال تو ہم اُس کے ذاتی عقائد کے سلسلہ مین لکھین گے، لیکن یہان پر اس کی صرف اون کارروائیون کا ذکر کرنا چاہتے ہین، جنکا اثر براہ راست عام ملک کے عقائد پر پڑ رہا تھا،

اُس نے نہ صرف ہندوون کی کتابون کا مطالعہ شروع کیا، نہ صرف اُن کے ترجمے کرائے اور خود کیا، نہ صرف یہ کہ نماز اور دوسرے احکام الٰہی سے اپنے کو آزاد سمجھا، بلکہ اُس نے مجمع البحرین لکھ کر یہ بتایا کہ توحید کے متعلق ہندو اور مسلم دونون کا زاویۂ نگاہ ایک ہے[1]، پھر اُس نے یہین

---

[1] مجمع البحرین مین لکھتا ہے :-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۱ پر ہی)

پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ایک قدم آگے بڑھایا، اور اپنشد کا ترجمہ کرتے ہوے دیباچہ میں لکھا کہ

"ازیں خلاصۂ کتاب قدیم کہ بیشک وشبہہ اولین کتب سماوی وسرچشمۂ بحر توحید است وقدیم است کہ اند لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطہرون تنزیل من رب العلمین (یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آں کتاب پنہان است، اورا درک نمی کند، مگر دے کہ مطہر باشد واو نازل شدہ از پروردگار عالم) مشخص ومعلوم می شود، کہ ایں آیت در حق زبور و توراۃ وانجیل نیست . . . . . چون ایں کتب کہ سر بوشیدنی است، اہل ایں کتاب است وآیہاے قرآن مجید بعینہ دراں یافتہ میشود، پس تحقیق کہ کتاب مکنون ایں کتب قدیم باشد"[1]

ایک خط میں شاہ محب اللہ الہ آبادی کو لکھتا ہے،

"تحقیق دانند کہ نزد ایں فقیر وجدے کہ موافق نیفتد بقول خدا ورسول بسے بہتر است از انچہ در کتابہا نوشتہ باشند" (۲/۱۱۱)

اُس نے اپنی اس وسیع المشربی کو اس قدر وسعت دیدی تھی، اور اس سے اغیار کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے، کہ ہر جگہ ناموس اسلام کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، چنانچہ بہار کے زنار دار قانون گو جھبیلا رام[2] کے سب رسول اور دارا کے منشی چند بھان کے شعر کا حال بہت مشہور ہے، مغل حکومت کے ولیعہد کو اپنی حمایت میں دیکھکر ہندوؤں کے جتنے حوصلے بھی نہ بڑھتے کم تھے، اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰) "انچہ برہمہ جا محیط ودرہمہ جا باشد آں را چہ اکاس خوانند وچہ اکاس اجن است، یعنی حادث نیست وبر حدوث وفناے او ہیچ آیت قرانی وبید کہ کتاب آسمانی است دلالت نمی کند" (ص ۴۰)

[1] سر اکبر ورق الف ۲ ب،

[2] دیکھو ص ۲۵۰ مقدمہ ہذا ومخزن الغرائب، اورنٹیل کالج میگزین، ترجمہ منشی چندر بھان،

مسلمانون کو مختلف طریقون سے مِل ویکر، اپنے ساتھ ملاکر، اگر ہندو نہین تو کم از کم اسلام سے دور تر اور اسکی محبت سے بے تعلق ضرور کرنا چاہتے تھے،

علما اور حقیقت سے آگاہ صوفیہ نے اسے پہلے ہی سے دیکھ لیا تھا، کہ اتحاد مذاہب کے نام سے جو طریقہ کا اختیار کیا گیا ہے وہ اسلام کی اصلی روح کو برباد کر رہا ہے، اکبر کے زمانہ کی غیر دینی تاریخون کا مطالعہ کرو، تم کو مسلمانون کے اندرونی ہیجان کا صاف پتہ چلے گا، جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو جنکا مقصد ہی مسلمانون کو الحاد و کفر کے دلدل سے بچانا تھا، صرف اسی وجہ سے قید کر دیا تھا، اور دارا کو بھی اس خاندان کی مصلحانہ تحریکون سے شدید ترین اختلاف اسی وجہ سے تھا حضرت مجدد کے صاحبزادہ و جانشین حضرت معصومؒ صرف اسی وجہ سے ہندوستان سے حجاز چلے گئے تھے، کہ دارا ان کو جسمانی گزند نہ پہنچائے[۲]،

اورنگزیب ان حالات کو دیکھ رہا تھا صوبہ داری ملتان کے زمانہ مین اسے مجددی خاندان کی مصلحانہ کوششون کا علم ہی نہین ہو چکا تھا بلکہ بعض تذکرہ نویسون کے بیان کے مطابق وہ حضرت معصومؒ کا مرید بھی ہو گیا تھا، تعلیم یافتہ مسلمانون کے دل ان حالات سے بیزار تھے، وہ دارا اور اسکی جماعت کی رفتار مین وہ لغزش دیکھ رہے تھے، جو مسلمانون کو کفر و الحاد کی چوکھٹ پر منھ کے بل جھکا رہی تھی، اور ہر سچا مسلمان دل سے اس بات کی دعا کر رہا تھا، کہ خداوند تعالیٰ کسی صورت سے کوئی ایسا سامان پیدا کر دے، کہ یہ الحاد کی بڑھتی رو رک جائے، اس عام خیال کا بہترین ثبوت، مراد اورنگزیب اور شجاع کے وہ الفاظ ہین، جو وہ دارا شکوہ کے لیے استعمال کرتے ہین، ان مین سے ہر ایک کو اس بات کا علم ہے، کہ اس وقت اگر کوئی چیز اسلامی آبادی کو ان کی طرف متوجہ کرا سکتی ہے تو وہ ان کی وہ دعوت ہے، جو ملک کو دارا کے ملحدانہ خیالات سے نجات دینے کے متعلق

---

[۱] مضامین عالمگیری صفحہ ۶-۶۵ [۲] خزینۃ الاصفیا، صفحہ ۶۴،

دینگے، اور ہر بھائی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا[1]۔

ہندوؤن کی معاندانہ روش یہ واقعات کا ایک رخ تھا، اب اس کا دوسرا رخ دیکھو، ہم کو بتایا جاتا ہے کہ ہندو ہمیشہ سے مسلمانون کے ساتھ رہے، اُن کو بھائی سمجھتے تھے، اُن سے برادرانہ تعلقات قائم تھے اور وہ ایک دوسرے کی خوشی و غم مین برابر شریک تھے، بے شک عام ہندو مسلمان رعایا کا جو سیاسیات کے خارزار سے الگ تھی یہی حال تھا، اور آج بھی جبکہ کنگھٹن کی مسلم کش قوتین برسر عمل ہین، ایسے ہزارون بندے موجود ہین، جو خود زندہ رہو اور دوسرون کو زندہ رہنے دو کو زندگی کا بہترین اصول سمجھتے ہین، لیکن اس تاریخی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اس ملک کے حکمران طبقہ کا حریفانہ نہین، بلکہ معاندانہ رویہ ہمیشہ مسلمانون کے خلاف جاری رہا ہے، ہندوستان کی تاریخ پر مفصل طور سے بحث کرنے کا یہ وقت نہین ہے، لیکن ہم یہان اتنا ضرور بتا دینا چاہتے ہین، کہ اس عام معاندانہ جماعت نے ابتدا ہی سے مسلمانون کو شدر سے بھی بڑھکر ناپاک سمجھ کر ملیچھ کا لقب دے رکھا تھا، اور ان کے یہان "ترک" کا لفظ انتہائی ذلت کے معنی کا حامل تھا، مسلمانون سے چھوت اُسی نفرت کی ایک ادنیٰ مثال ہے، پٹھانون کی صدیون کا عہد حکومت ہندو بغاوتون، سازشون، اور سرکشیون کا مسلسل دور رہا ہے، اُنھون نے جب کبھی موقع پایا، مسلمانون کو برباد اور فنا کرنے کی پوری کوشش کی، حتی کہ جب وہ مسلمانون کے مددگار اور دوست بنکر بھی، اُن کے ملکون مین جاتے تھے، تو اُن کا بہترین مشغلہ مسجدون کی بے حرمتی، اور کتاب اللہ کی توہین ہوتی تھی، چنانچہ جب، بیجاپور کے حکمران علی عادل شاہ نے بیجانگر کے راجہ رام راج کو بلایا، اور وہ اپنی فوج کے ساتھ آیا، تو اُس فوج نے نظام شاہیون کے خلاف مدد کرنے سے پہلے یہ خوشگوار

---

[1] دارا کے لیے یہ الفاظ استعمال کئے گیے ہین۔ "ملحدِ بے دین" "دشمنِ دینِ مبین" "رنگے از مسلمانی نداشت" وغیرہ نیز دیکھو اورنگزیب کا خط (ص ۱۳۰)

فرض انجام دیا، کہ مساجد و مصاحف مین آگ لگا دی، فرشتہ لکھتا ہے:۔

علی عادل شاہ . . . . . رام راج را خواندہ باتفاق او بہ صوب احمد نگر نہضت نمود،

. . . . . کفار بیجانگر کہ سالہاے دراز طالب چنین منصوبہ بودند، دست بیداد

دراز کردہ مساجد و مصاحف سوختند[1]

دوسری جگہ یہ واقعہ ذرا تفصیل سے اس طرح مذکور ہے:۔

چون علی عادل شاہ . . . . . رام راج را بہ مدد طلبید، چنانچہ عہد و شرط درمیان آورد کہ

کفار بیجانگر بواسطہ عداوت دینی، اہالی اسلام را مضرت جانی رسانیدہ، دست بر دو دستگیر نہ

نمایند، و مساجد را خراب نہ گردانند، لیکن خلاف آں بظہور آمدہ، کفار نابکار در بلدۂ احمد نگر در

تخریب و تعدیب مسلمانان و ہتک و حرمت ایشاں دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند، و چنانکہ گذشت

در مساجد فرو آمدہ بت پرستی میکردند، و ساز نواختہ سرود می گفتند[2]

کرنل ٹاڈ راجپوتون کے سب سے بڑے مداح مورخ ہین، اُن کی ضخیم تاریخ راجستان کو پڑھو تم کو صاف نظر آئے گا کہ کس طرح ہر راجپوت خانوادہ مسلمانون کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا، اور ہر موقع پر اسلامی حکومت اور مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے مین لگا رہتا، ہم اُس شخص کو جو اس موضوع پر مفصل حالات و واقعات دیکھنا چاہتا ہے، اُس کے مطالعہ کی سفارش کرینگے

اب ہم مغل عہد حکومت کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

بابر سے لے کر مسلمانون کی حکومت کے خاتمہ تک ہم کو ایک حکمران کا بھی ایسا زمانہ نہین ملتا، جبکہ ہندو مکمل طور سے با امن اور مطیع و فرمان بردار ہو گئے ہون، بابر نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو راجپوتون کا فرض تھا، کہ وہ اپنے ملک کے بادشاہ کی حمایت کرتے، لیکن انھون نے اس

---

[1] تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم ص ۳۶-۷،

خیال سے کہ بابر بھی تیمور کی طرح لوٹ مار کرکے واپس چلا جاے گا، اور وہ افغان حکومت کی لاش پر اپنی نئی حکومت قائم کرلین گے، پانی پت مین بابر کا ساتھ دیا، لیکن جب بابر آگرہ آکر جم گیا اور راجپوتون کو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان سے جانے کے بجاے یہین رہنا چاہتا ہے، تو اُنھون نے بابر کو زبردستی لڑکر نکال دینا چاہا، وہی رانا سنگا جو پانی پت مین بابر کا حلیف مجہول تھا، اب فتحپور سیکری مین اس کا حریف مؤثر تھا، راجپوتون کو شکست ہوئی، اس کے بعد بابر و ہمایون ہندوستان مین حکومت کرتے رہے، لیکن ان دونون کی تاریخ کا ایک ورق بھی ہم کو یہ نہین بتاتا، کہ ایک راجپوت نے بھی کسی وقت ان کا ساتھ دیا ہو، ہمایون کی شکست اور شیر شاہ کی فتح کا سب سے بڑا یہی سبب تھا، اس کے بعد جب شیر شاہ کی حکومت قائم ہوئی تو بعض ہندو اُس مین نظر آنے لگے، مگر اُس کے مرنے کے بعد ہی پھر ہندوون نے سازشین شروع کین، تا آنکہ ہیمو نے خود اپنے کو مہاراج دھیراج بنا لیا، اکبر کے زمانہ مین بھی ہندوون کی مخالفت برابر قائم رہی، اور جن راجپوت خانوادون نے اطاعت کی، وہ اطاعت و وفاداری کے جذبہ سے نہین، بلکہ فوجی اور حربی قوت کے زور سے تھی، جہانگیر کے عہد مین یہی حالت رہی، اور شاہجہان کو بھی نہ صرف راجپوتون بلکہ سکھون اور بعض مرہٹون سے بھی دوچار ہونا پڑا، یہ جنگجو ہندو جماعت ہمیشہ اس فکر مین رہتی کہ جس طرح سے ہو، مذہب اور اس کے پیروون کو فنا کر دیا جاے، چنانچہ خود شاہجہان کے زمانہ مین یہ حالت تھی، کہ جب شاہجہان گجرات (پنجاب) مین پہنچا تو،

"جمعی از سادات و مشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند، کہ برخے از کفار ناہنجار حرائر و اماے مومنہ را در تصرف دارند، و چندے ازینان مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ"[1]

راجپوتون نے مسلمانون کے ساتھ رشتہ قائم کرکے حصولِ حکومت و مقصد کا ایک اور راستہ

---

[1] بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد اوّل حصہ دوم ص۵۷۔

پیدا کر لیا تھا، چنانچہ جہانگیر پہلا شخص ہے جس کے زمانہ مین بت خانہ بنانے کی بیر سنگھ دیو نے اجازت مانگی، اس سے پہلے اکبر جیسا بادشاہ تھا، لیکن تاریخ اس کی ایک مثال بھی نہین پیش کر سکتی کہ اس کے زمانہ مین ایک بھی نئی عمارت بنی ہو، جہانگیر کے زمانہ مین خیر با جازت ایک بتخانہ بنا، اور وہ بھی اس دولت سے جو ابو الفضل کو قتل کر کے حاصل کیگئی تھی، لیکن شاہجہان کے عہد حکومت ہی مین ہندؤن نے صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے بنا ڈالے[1]، یہ چیز اُن کی خفیہ سازش اور ہمت کو ظاہر کرتی ہے، پھر جب دارا شکوہ جیسا ولی عہد اُن کو مل گیا، اور اس کی ذات مین وہ ہندو مذہب و حکومت کا خواب دیکھنے لگے، تو اُنھون نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور مسجدون کو توڑ کر بتخانہ بنانے لگے، اور اس مین جسونت سنگھ نے جو اپنی متعصبانہ کارروائیون کی وجہ سے غیر فانی شہرت حاصل کر چکا ہی، سب سے زیادہ حصہ لیا، اورنگزیب شاہجہان کو ایک خط مین لکھتا ہے:

"مقصود ایں مرید از نہضت بصوب اکبرآباد، ارادۂ بغی و خروج بابادشاہِ اسلام نبود و عالم السر والخفیات گواہ است، کہ ایں ناصواب غیر مشروع اصلاً قطعاً بپیرامن ضمیر نگشتہ، بلکہ چوں در آوان بیماری اختیار از دست اعلیٰ حضرت رفتہ و بادشاہ زادۂ کلاں کہ رنگے از مسلمانی نداشت، قوت و استقلال تمام پیدا کردہ ..... و رایت کفر و الحاد در ممالک محروسہ می افراشت .....

... جنگ اوّل با کفار اشرار کہ مساجد را منہدم و خراب ساختہ بتخانہاے آں بنا نہادہ بودند، روے دادہ و محاربہ دیگر با ملاحدۂ نکوہیدہ کردار واقع شد" (ص ۱۳۰)

اب ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہوگا، کہ ہندوؤن نے دارا کا ساتھ کیون دیا تھا، کیا واقعی اُن کو دارا سے محبت تھی، کیا واقعی حکومت کی خیر خواہی مین وہ ایسا کرنا چاہتے تھے، کیا درحقیقت یہ ان کا جذبۂ وفاداری تھا، نہین، ان مین سے کچھ بھی نہین تھا، کیونکہ دارا کی موت کے بعد اُن کی عداوت اور زیادہ

[1] بادشاہ نامۂ عبد الحمید جلد اوّل حصہ اول ص ۴۵۲،

ہوگئی، ان کی اسلام دشمنی مضاعف ہوگئی، اور جہان کہین اُن کو موقع ملتا وہ اسلامی عمارتون کی بیخکنی اور مسلمانون کے قتل وغارتگری سے باز نہ آتے، پہلے اگر شمال دوسطِ ہند کے سورماؤن کا یہ حال تھا تو اورنگزیب کے بعد سے غدر دہلی تک یہ چیرہ دکن مین مرہٹہ بیرون، اور پنجاب مین سکھ سنگھون کی شکل مین پیدا ہوگئی تھی، مرہٹون کے ہاتھ اسلامی حکومت اور مسلمان آبادی کی جس طرح مٹی پلید ہوئی، اُس کا حال دکن کے مرہٹہ علاقون مین صاف نظر آتا ہے، نفس برگی کا لفظ بہار و بنگال مین لڑکون کے ڈرانے کا بہترین ہوا تھا، اور احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان مین آنے کا سب سے بڑا سبب مغلون کی کمزوری یا ہندوستان کی حکومت کا طمع نہ تھا، بلکہ مرہٹون کی یہی چیرہ دستیان تھین، چنانچہ اسی زمانہ مین اردو مین پانی پت کی تیسری جنگ کے حالات مین جو تاریخ لکھی گئی ہے، اس مین احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان آنے کے اسباب اس طرح بیان کئے گئے ہین:-

"اس گردشِ سپہر کا دیکھو یہ کاروبار — کیا کیا کئے ہین رنگ زمانے نے اختیار
دکھن سے لاجماعتِ کفارِ نابکار — کی بند ملک ہند کی آتے ہی ایکبار
بانگ وصلوٰۃ و گاؤکشی علم و اعتبار"[1]

اسی طرح حضرت اسمٰعیل شہید کی جنگ یا مولانا امیر علی کی شہادت اُس معاندانہ جذبہ کو ظاہر کرتی ہے، جو ہندو قوم مین مسلمانون کے خلاف ہمیشہ پیدا رہا، غدر کے بعد اگرچہ اسلحہ کی ضبطی اور حکومت کے حسن انتظام نے اس قسم کے ناگوار واقعات کی مسلسل تکرار بند کردی ہے، لیکن پھر بھی ہندو مسلم فسادات کی آئے دن کی خبرین آتی رہتی ہین، اور اب آہنی اسلحہ کے بدلے معاشرتی مقاطعہ اور قلمی آلات استعمال کئے جارہے ہین، موجودہ سنگٹھنی تحریک اسی ہزار سالہ تحریک کی بیسوین صدی والی متمدن شکل ہے،

---

[1] فہرست مخطوطاتِ اردو دفترِ وزیر ہند صفحہ ۱۷ نسخہ ۳۵،

ان حالات کے لکھنے سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہین ہے، کہ ہم ہندوستان کی ان دو قومون مین منافرت یا عداوت کی خلیج پیدا کرین، کیونکہ ہمارا خود یہ یقین کامل ہے، کہ جب تک دونون قومین بے اعتباری، نفرت، عداوت، اور غیریت کے جذبات سے اپنے دلون کو واقعی صاف نہ کرلینگی، اور جب تک اکثریت، اقلیت کو اپنی مربیانہ نوازشات سے ممنونِ احسان و مطمئن نہ کرینگی، یہ اتحاد نہین ہوسکتا، ہمارا بدبخت ملک ہمیشہ خانہ جنگیون کا شکار رہے گا، اور ہندوستان جنت نشان کی جگہ دوزخ بنیان بنا رہے گا،

ان باتون کے پیش کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اُس عام ہندو مسلم ذہنیت کو پیش کردین، جو شاہجہان کے وقت موجود تھی، جو اورنگ زیب کے زمانہ مین موجود رہی، اور اب تک موجود ہے، ہندوستان کے سچے رہنماؤن کا کام اس ذہنیت کو دور کرنا ہے،

دراصل یہ حالات تھے، جنکے ماتحت دونون قومون، دونون جماعتون، اور دونون گروہون کے اشخاص ایک دوسرے سے برسرپیکار ہونے کے لیے تیار رہتے، اور جونہی اُن کو اس کا موقع ملا تمام ہندوستان مین ایک آگ سی لگ گئی، ہندوؤن نے اُسی زمانہ مین عوام کو اورنگزیب کی طرف سے بدظن کرنے کے لیے جو غلط الزامات قائم کئے، ان کو جس بری طرح مشہور کیا، اُسی کی یہ صدائے بازگشت ہے، جو ہم کو ایک خاص گرامفون کے ذریعہ یہ سنا رہی ہے، ع

کہ "عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا"

ورنہ اگر غور سے دیکھو تو عالمگیر کے اس جرم کے سوا کہ اُس نے ہندوؤن کے محبوب شہزادہ دارا شکوہ کو ہندوستان کا بادشاہ ہونے نہین دیا، ہندوون کے ساتھ اُس نے کوئی ایسا سلوک نہین کیا جو اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان کے زمانہ مین نہ ہوا ہو،

خاندانی تعلقات | اس وقت تک ہم نے جو کچھ لکھا، اس کا مقصد اُس کے سوا کچھ نہین تھا، کہ برادرانہ جنگ

کے وقت ملک کی جو مذہبی و ذہنی حالت تھی، اور جو قوتین مصروفِ عمل تھین، اُن کا ایک سرسری علم ہو جائے، اب ہم شاہی خاندان کے مختلف ارکان کے طریقۂ عمل، ان کی افتادِ طبیعت، ان کی معاندانہ کارروائیون کو بتا کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین، کہ کس طرح یہ آگ آہستہ آہستہ ہر سینہ مین سلگ رہی تھی، کس طرح یہ ناسور اندر ہی اندر کام کر رہا تھا، اور کس طرح یہ حوادث خاموشی کے ساتھ ایک عظیم الشان، مہلک طوفان کا سامان کر رہے تھے، اور کس طرح ایک ذرہ سی حرکت سے یہ کوہِ آتش فشان آگ برساتا ہوا پھٹا، کس طرح یہ ناسور خون ٹپکاتا ہوا بہا، اور کس طرح اس طوفان نے ملک پر موت و ہلاکت کی بارش کی،

شاہجہان شاہجہان کی عظمت، اس کی بزرگی، اُس کی برتری، اس کی مذہبی پابندی، اور اس کی علوم نوازی سے کون انکار کر سکتا ہے، ہندوستان کے اسلامی سلاطین مین شاید ایک بھی ایسا نہ ہو جس کا جمالیاتی پہلو، اپنا اتنا دیرپا اثر نہ صرف صفحاتِ تاریخ بلکہ روے زمین پر چھوڑ گیا ہو، شاہجہان کی تعمیری عظمت، اور اس کے وزیر علامی سعداللہ خان کی حکمت و تدبر نے اس کے عہدِ حکومت کو اس طرح گھیر رکھا ہے، اور ان کی روشنی اس قدر تیزی سے پڑ رہی ہے، کہ اوسکی چمک مین کسی دوسری چیز پر آنکھ ٹھیک سے نہین جمتی، تاج کا مرمری گنبد، لال قلعہ کی سرخ دیوارین، دیوانِ عام و دیوانِ خاص کی زرین نقش آرائیان، جامع مسجد کی شوکت و ابہت، تختِ طاؤس کی ضیا پاشی، اور کوہِ نور کی نور افشانی ہمکو شاہجہان کی دوسری کارروائیون کی طرف سے بالکل بیخبر کر دیتی ہے، وہ سرتاپا حسن و شعریت نظر آتا ہے، اور اگر اس کی تاریخ کا سرسری مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی ظاہرا تائید بھی ہوتی ہے، مگر جو لوگ اس کی افتادِ طبیعت کو سمجھنا چاہتے ہین، اُن کو صاف نظر آتا ہے کہ شاہجہان مین ایک بہت بڑا عیب بھی ہے، اور وہ اس کی خودی، اور اسی وجہ سے اس کی ضد ہے، اس کا یہ پختہ خیال تھا، کہ وہ جو بات سوچتا ہے، وہ کبھی بھی غلط

نہین ہوسکتی، اس کو اس کا یقین کامل تھا، کہ رزم و بزم کی تمام کارروائیون مین، ملکی و حربی مسائل مین، مذہبی و معاشرتی احکام مین، اُسی کی رائے صائب، اُسی کا مشورہ درست، اور اسی لیے اُسی کا حکم قابل قبول ہے، اورنگزیب ہی کا معاملہ لے لیجئے، کیا ایک مرتبہ بھی شاہجہان نے اپنے حکم پر نظرثانی کرنے کی تکلیف گوارا کی، قندھار کی مہم پر اورنگزیب اور علامی سعداللہ کو بھیجا جاتا ہے، لیکن فوج کی نقل و حرکت، اُس کا طریقۂ مدافعت، اُس کے حملہ وغیرہ کے احکام، سیکڑون میل بیٹھکر صادر کئے جاتے ہین، ملتان و دکن کا گورنر اورنگزیب ہے، لیکن چونکہ سمجھ لیا گیا ہے، کہ وہ نالائق ہے، اسلیے اُسکی ہر درخواست کا جواب بالکل الٹا ملتا ہے، شاہجہان اورنگزیب کے دشمنون کے بہکانے کی وجہ سے ایک مرتبہ کسی نہ کسی طرح اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے، کہ اورنگزیب بھائیون اور بہنون کے خلاف ہے، پھر کوئی طاقت، کوئی صفائی، اور کوئی کارروائی اس کی رائے کو بدلوا نہین سکتی، شاہجہان کی یہی ضد، یہی خودرائی، اور اس کی یہی کورانہ جانب داری تھی، جس نے ایک طرف تو داراو جہان آرا کو اس کی محبوب ترین اولاد بنا دیا تھا، کہ نہ صرف اُن کو مراحم خسروانہ سے مالامال کیا جاتا تھا، نہ صرف مناصب و انعامات کی اُن پر ہر وقت بارش ہوتی رہتی تھی، نہ صرف یہ کہ دارا کے لڑکے اور ملازمین اپنے چچا کے ہم منصب و ہم مرتبہ کر دیئے گئے تھے، نہ صرف یہ کہ دارا کے ملازمین کو بھی شاہی خطابات ملنے لگے تھے، بلکہ خود حکومت کے کاروبار مین اس کو اتنا اقتدار و اختیار حاصل ہو گیا تھا، کہ وہ جس کے ساتھ جو رحم یا ستم کرنا چاہتا، اُس مین اس کا کوئی مزاحم نہ تھا، ہندوستان کے بہترین صوبے، کابل، ملتان، لاہور، الہ آباد وغیرہ اگرچہ دارا کو دیدیے گئے تھے، لیکن اس کو اس بات کی اجازت تھی، کہ وہ وہان جائے بغیر اپنے ملازمین کے ذریعہ اُن کا انتظام کرے، اس کے جو نتائج تھے، ان کی طرف سے شاہجہان آنکھ بند کیے ہوے تھا، دارا کو "شاہ بلند اقبال" کا خطاب بھی ملا تھا، اور دربار مین مغل روایات کے خلاف تخت کے

قریب ایک سونے کی کرسی پر اُسے بیٹھنے امرا کی کورنشون کو قبول اور تمام سرکاری کاغذات کا مطالعہ کرنے کا بھی حق دیدیا گیا تھا، شاہجہان کی یہی ایک کمزوری تھی جس نے اس کو عدل و انصاف کے جادہ سے ہٹا دیا تھا، اور دارا کے دوسرے بھائیون کو عموماً اورنگ زیب کو خصوصاً شاہجہان سے اگر کوئی شکایت تھی تو وہ یہی تھی، کہ وہ اپنے لڑکون کو ایک نظر سے نہین دیکھتا

داراشکوہ داراشکوہ، شاہجہان کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس لیے سب سے زیادہ پیارا تھا[1]، ماں باپ کے لاڈ پیار، درباریون کی خوشامد، غلط تعریف، اور خود شاہجہان کی انتہائی محبت نے اوسے خودسر، خودرائے، اور ستایش پسند بنا دیا تھا، وہ سمجھنے لگا تھا کہ تمام حکومت مین اُس سے زیادہ مناسب الرائے، ہوشمند، وسیع المشرب، اور صاحب اقتدار کوئی نہین ہے، اس لیے جب اس کے دوسرے بھائی، سن شعور کو پہنچے، اور اپنے درجہ، مرتبہ، اور کامون کی وجہ سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے، تو اسے یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوئی، اور چونکہ اورنگزیب ان سب مین سب سے زیادہ باثر، سب سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ دوراندیش، اور سب سے زیادہ کامیاب تھا، اسلیے دارا کو اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہوگئی، جون جون اورنگزیب ترقی کرتا اور لوگون کے دلون مین جگہ بناتا جاتا، دارا کی دشمنی، اس کی سازشین اس کے خلاف بڑھتی جاتین، اور اسی عداوت کا نتیجہ برادرانہ جنگ تھی، مگر یہ مختصر بیان شاید ہمارا ایک طرفہ اور جانبدارانہ بیان سمجھا جائے گا، اس لیے ہم دارا کی افتادِ طبیعت کے متعلق بعض ثبوت پیش کرتے ہین،

دارا کی افتادِ طبیعت دارا کو لاڈ پیار اور شاہجہان کی غیر محدود کورانہ محبت نے اس بات کا عادی کردیا،

---

[1] دارا سے اس انتہائی محبت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ممتاز محل کی پہلی دو اولاد لڑکیان تھین، شاہجہان کو لڑکے کی خواہش تھی اور وہ اس غرض کے لیے اکثر و بیشتر اجمیری دربار مین حاضر ہوا کرتا تھا، یہین اسکی دعا قبول ہوئی، دارا ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ھ (۲۰ مارچ سنہ ۱۶۱۵ء) کو اجمیر ہی مین پیدا ہوا، مقدمہ مجمع البحرین ص۱

تھا، کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاے، کوئی شخص اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے اور اگر کسی نے اس قسم کی کوئی جرأت کی بھی تو وہ سرِ دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا تھا، خود علامی سعد اللہ خان کو ایک مرتبہ اس قسم کی تذلیل سے دوچار ہونا پڑا ہے، اورنگزیب نے اپنے لڑکے کو ملازمون کے ساتھ حسنِ سلوک کی نصیحت کرتے ہوے ان الفاظ مین اس کا تذکرہ کیا ہے:

"فرزندِ عالیجاہ روزے بہارامل دیوان سرکار برادرِ نامہربان فردے از نظرِ اعلیٰ حضرت گذرانید کہ دہ لک روپیہ بابت طلب تفاوتِ ایامِ ماہین از سرکارِ والا طلب است، بہ تنخواہِ آں فرمان شود، آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خان فرمودند کہ از روے سررشتہ و دفتر دیوانی تحقیق نمودہ بعرض رساند، خان مذکور فی الفور التماس نمود کہ چنین زرہا از خزانہ تنخواہ نمی شود، ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب میگردد، دارا شکوہ بعد برخاستِ دربار بادیوانِ اعلیٰ کلماتِ تند گفت، چوں از روے فرد مرسلہ مشرفِ غسلخانہ بسماعِ علیا رسیدہ، ہماں وقت شقہ بہ برادرِ نامہرباں نوشتند و ایں فرد ہم بقلم آوردند، فرد

"باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنیست
ہر کس کشد بہ آئینہ خنجر بخود کشد"

"دریافت صدق بطلان خاصہ ابناے ملوکست، بہارامل کفایتِ خانہ شما و سعد اللہ خاں صیانتِ مالِ مامی خواہد، ہرگاہ ایں فرد از دفترِ شما درست شدہ بود، بایستے تحقیق نمود، کہ تنخواہِ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول است یا نہ، ملول ساختنِ بندہاے بادشاہی خصوص سعد اللہ خان بسیار بد دست، و بدست آوردن دلِ ایں مردم خوب مصالح کار آں صاحبِ شعور واسطہ افزایش مال و خویش نامی صاحب معاملہ اند"

آخر روز چند تھان محمودی زردوزی یکرنگ و سہ ہزار دینار نقد بسعد اللہ خاں انعام

فرمودند[1]"

شاہجہان کو خود اس بات کا علم تھا، اور وہ وقتاً فوقتاً داراشکوہ کو تنہائی مین سمجھاتا بھی رہتا، اورنگزیب اپنے ایک خط مین لکھتا ہے:-

"فرزند عالیجاہ! روزے اعلیحضرت در خلوت بداراشکوہ ارشاد نمودند کہ در حق امرائے پادشاہی کج خلق و بدگمان نباشد و ہمہ را شمول عواطف و الطاف دارد. و عرض غرض آمیز سخن سازان در حق ایں جماعت نشنود، کہ ایں حرف وقتے بکار خواہد آمد"[2]

حمید الدین خاں نیچہ نے اسی کو ذرا مفصل طریقہ سے لکھکر اورنگزیب و دارا کے طریقہ عمل کو بتاتے ہوے لکھا ہے، کہ جب شاہجہان نے دیکھا کہ داراشکوہ اس کی نصیحت نہین سنتا، اور امرار کو برابر ناخوش کرتا رہتا ہے، اور اس کے مقابلے مین اورنگزیب سے سب کے تعلقات اچھے ہین، تو اس نے بجاے اس کے کہ دارا کو سمجھاتا، اورنگزیب ہی کو یہ سمجھانا شروع کیا کہ تم شہزادہ ہوکر ہر شخص سے جو مساویانہ طریقہ سے ملتے ہو یہ غلط ہے، احکام کے الفاظ یہ ہین:-

"داراشکوہ با بعضے امرار طریق عداوت و با بعضے امرار بطور تجنب . . . . . سلوک میکرد، حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند. . . . . ہر کدام ازیں . . . . . از کمال محبت در حفظ الغیب انچہ لازمۂ دوستی بود بعمل آوردند اعلیحضرت . . . . . را در خاطر بسیار گراں می آمد . . . . . بداراشکوہ نصیحت از قبائح افعال و اقوال او می فرمودند چوں دیدند کہ داراشکوہ را پند فائدہ نہ کند . . . . . خواستند کہ محمد اورنگزیب در سلوک خود با امرا تفاوت کنند کہ آنہا دست از حفظ الغیب بردارند، بر شقہ بدستخط خاص نوشتہ فرستادند کہ "بابا سلطان و فرزندان ایشان را باید کہ بلند ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند، شنیدہ شد

---

[1] رقعات عالمگیری مطبوعہ نمبر ۵۳ [2] ایضاً ۴۷،

کہ شما ہر کدام از نوکراں سلوک می کنند کہ نہایت پستی را بخود راہ می دہند۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ازیں پست فطرتی بغیر از مذمت فائدہ حاصل نہ خواہد شد"

اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"انچہ از راہ فضل و کرم در باب غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم بود کالوحی من السماء نازل گردید پیر و مرشد برحق سلامت "تعز من تشاء و تذل من تشاء" محض بتقدیر قادر عباد و خالق ارض و بلا داست، بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آن انس بن مالک باشد من اذل نفسہ اعز اللہ عمل نماید، و انکسار قلوب را از تنب ذنوب و افحش عیوب می شمارد"[1]

انہی حالات کو دیکھکر بعض وقت خود شاہجہان مایوسی مین کہہ اٹھتا تھا،

"مارا بعضے اوقات اندیشہ می آید کہ مہین پور عدو نیکوکاران واقع شدہ، و مراد بخش بیکار بشرب دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے ندارد و مگر عزم و شعور اورنگزیب اقتضا می کند متحمل ایں امر خطیر تواند شد"[2]

اس احساس کے باوجود بھی شاہجہان کا داراہی کی حمایت کرنا کہان تک جائز، اور کہان تک انصاف پر مبنی تھا، اس کا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہین، اورنگزیب کا دارا کے متعلق جو خیال تھا، اس کو اس نے کبھی بھی ایک منٹ کے لیے کسی سے نہین چھپایا، چنانچہ خود شاہجہان کو ایک خط مین لکھتا ہے:

"ایں مرید ہیچ گاہ باظہار محاسن افعال خویش نہ پرداختہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ازاں زماں کہ بسن تمیز رسیدہ، در استرضاے خاطر ملکوت ناظر دقیقہ از دقائق جد و جہد فرو نگذاشتہ، با آنکہ بتقریب بادشاہزادۂ کلان کہ ہنرے جز خوش آمد ظاہری و چرب زبانی و خندۂ بسیار نداشت

---

[1] احکام عالمگیری ص ۴۰۶ [2] ایضاً ص ۶ و رقعات عالمگیری مطبوعہ ۵۴ء

"در خدمتِ ولی نعمت دلش باز بان موافق نبود" (۲/۱۲۵)

دارا کے مزاج کا یہی حال تھا، لیکن چونکہ شاہجہان کی نگاہ مین اس کا ہر عیب ہنر نظر آتا تھا، اسلیے کوئی امیر اسکی شکایت کرکے خواہ مخواہ اس کو اپنا دشمن بنانا نہین چاہتا تھا، لیکن کسی ایک کے دل مین بھی نہ اُس کی عزت تھی، نہ اُس کی وفاداری کا جذبہ، دوسرے شاہجہان نے انتہائی پدرانہ محبت کے جذبہ سے متاثر ہوکر اُسے اُس کے صوبون مین جانے نہ دیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشامدیون کی جماعت مین گھر کر وہ ایک بیکار سا آدمی رہگیا، نہ اُس کو ملک کی حالت کا اندازہ تھا، نہ فوج سے اُسکو کوئی واسطہ تھا، اور نہ امرا اور سردارون ہی سے اُس کے تعلقات خوشگوار تھے، قندھار کے تیسرے محاصرے کے سلسلہ مین اس نے جو مضحکانہ حرکتین کی ہین، جس طرح مغل حکومت کے لاکھون روپون اور ہزارون عزیز جانون کو اپنی غیر مدبرانہ مرضی کے بھینٹ چڑھایا ہے، وہ اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہین، کہ وہ کوئی بلند اخلاق کا آدمی نہین، نہ اُس مین مردانہ ہمت ہے، جو موت کے سامنے بھی انسان کو مسکراتی رہتی ہے، اُس غریب نے آج تک ایک بات بھی اپنی مرضی کے خلاف ہوتے نہین دیکھی تھی، اُسے انسانی فطرتون کے تضاد کا کوئی علم نہ تھا، وہ مصائب و آلام سے یکسر ناآشنا تھا، وہ راحت کی گود مین پلا، آرام طلبی کے آغوش مین بڑھا، اور اطمینان کے پہلو مین بیٹھا، اپنے بے سر و پا خیالات کی تبلیغ مین مگن تھا،

داراشکوہ کا علمی درجہ داراشکوہ کے مذہبی خیالات بیان کرنے سے پہلے ہم اُس کے علمی تبحر، اس کی بلند انشا پردازی، اُس کی شاعری، اور اس کے حسنِ خط کے متعلق کچھ کہدینا چاہتے ہین، تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس نے اپنی خداداد قابلیت، اور صلاحیت کو کس طرح غلط راستہ پر لگاکر اپنے کو اسلام کی جگہ الحاد کا حامی بنادیا،

داراشکوہ کی تعلیم کے لیے اس وقت کے بہترین اساتذہ بلائے گئے تھے، ان مین مولسنا

عبداللطیف سلطانپوری، اور ملا میرک شیخ ہروی کا عبدالحمید نے تذکرہ کیا ہے، خطاطی کے لیے عبدالرشید دیلمی جیسا استاد نصیب ہوا[1]، شعروشاعری کا ذوق مغلیہ شہزادون کو وراثت ہی مین ملا تھا، اس لیے داراشکوہ نے خواہ وہ جہانگیر کے پاس بطور ضمانت رہا ہو، خواہ باپ کی خدمت مین ہو، اپنے عہد کی بہترین تعلیم حاصل کی، تصوف سے بھی اُسے خاصہ ذوق تھا، اور اس کی بے راہ روی کا ایک سبب تلاش حق کے لیے قیدوبند سے کامل آزادی مین مضمر ہے، اس کی تصانیف کی ترتیب ہم کو صاف طور سے بتاتی ہے، کہ وہ کس طرح آہستہ آہستہ اس آزاد روی کی طرف، جسے اسلام نے جائز نہین رکھا ہے، جارہا ہے۔ اُس کی سب سے پہلی تصنیف سفینۃ الاولیا ہے، اس کتاب کو اُس نے اُس وقت لکھا ہے جبکہ وہ ۲۵ سال کا نوجوان تھا، یہ کتاب ۲۷ رمضان ۱۰۴۹ھ کو ختم ہوئی، اس مین ۱۴۱ بزرگان دین کے مختصر حالات ہین، اور دو فصلون پر منقسم ہے، اس مین اس نے اپنے نام کے ساتھ "حنفی وقادری" کے الفاظ بھی بڑھا دیے ہین، اس کے تین سال بعد ۲۸ برس کی عمر مین ۱۰۵۲ھ مین اس نے سکینۃ الاولیا لکھی، یہ کتاب اُس کے پیر ملا شاہ بدخشانی کے مرشد حضرت میان میر کے حالات مین ہے، ان کو داراشکوہ باری تعالیٰ کہا کرتا تھا[2]، اسی وقت سے اس کو الہام یا ندائے غیبی کا تجربہ ہونا بھی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ مین وہ لکھتا ہے کہ اس نے ایک ندا سنی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

---

[1] پروفیسر محفوظ الحق ایم اے نے مسلم ریویو کلکتہ جلد نمبر ۳ مین دارا کی فن خطاطی پر ایک پر از معلومات مضمون لکھا ہے، اور اس کی لکھی ہوئی کتاب کا ذکر کیا ہے، اسکی لکھی ہوئی ایک شرح دیوان حافظ، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد مین بھی ہے، دیکھو فہرست جلد اول ص ۹-۳۸۷،

[2] حسنات العارفین مین لکھتا ہے:-

"چون ایشان در کوہ ہاے نواحی قصبہ باری عزلت گزیدہ بودند، من ایشان را حضرت باری تعالیٰ می گفتم" صفحہ ۳،

اسے ایک ایسی چیز ملے گی، جو آج تک کسی بادشاہ کو نہین ملی، اور اسکی تعبیر یہ ہے، کہ اُسی سال ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ کو اس نے ملاشاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر اُس نے رسالہ حق نما لکھا، اس مین واصل الی الحق ہونے کے مختلف مدارج دیئے ہین، اور لکھا ہے کہ اس رسالہ کو صرف ایسے شخص کو پڑھنا چاہیئے جس کی ہدایت کے لیے ایک مرشد موجود ہو، پھر لکھتا ہے کہ جو اہل اللہ اور عارف اس رسالہ کو پڑھین گے وہ اس بات پر متحیر ہون گے، کہ اللہ تعالیٰ نے کشفِ رموز و حقائق کے کیسے کیسے ابواب مجھ پر کھول دیئے ہین، اور ایک شاہزادہ ہونے کے باوجود اور کسی ریاضت و عبادت کے بغیر عرفان کا دروازہ کس طرح مجھ پر باز ہے[1]

یہ رسالہ جو ۴ فصلون پر منقسم ہے، ۱۰۵۶ھ مین ختم ہوا، اس رسالہ مین ایک جگہ لکھتا ہے :-

"شبے بخواب دیدم ہاتفے آواز داد چہار بار تکرار کرد کہ انچہ بہیچ یکے از سلاطینِ روے زمین دست ندادہ اللہ تعالیٰ بتو ارزانی داشتہ" صفحہ ۶۰

اسی زمانہ مین اس نے علانیہ ایسے جملے اور الفاظ عام گفتگو مین استعمال کرنے شروع کیے جو شریعت کی نظر مین قابلِ الزام تھے، اس پر جب بعض لوگون نے یہ میگوئیان شروع کین، تو دارا نے حسنات العارفین (شطحیات) کے نام سے ایک رسالہ لکھا جسمین رسول اللہ صلعم، اصحابِ کبار رضی اللہ عنہم کے بعض موضوع اقوال اور مختلف بزرگون کی حالتِ جذب وغیرہ کے اس قسم کے جملے جمع کیے ہین، جنسے ظاہراً منصوری دعویٰ کی تائید ہوتی ہے، یہ کتاب ۱۰۶۲ھ مین ختم ہوئی، اس کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے

---

[1] حق نما کے اصل الفاظ یہ ہین :-

"ایں نیازمندِ درگاہ صمدی محمد دارا شکوہ حنفی قادری از ان طائفہ است کہ جاذبۂ فضل بے سبب ریاضت و مجاہدت بتاثیر نظر کامل آنہا بسوے خود کشیدہ . . . . . ایں فقیر مراتب تجرید و تفرید و دقائق عرفان و توحید را چنانچہ حقِ معرفت است، یک بیک دانستہ و دریافتہ" صفحہ ۴

کے لیے کافی ہے، کہ داراشکوہ کم ازکم لوگون پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا، کہ اب وہ اُس درجہ مرتبہ کو پہنچ چکا، جہان کہ کفر و اسلام، الحاد و ایمان، نور و نار، خیر و شر، ظلمت و ضیا، عبد و معبود کا سوال باقی نہین رہتا، لیکن ہمارا خیال ہے، کہ اُس نے یہ کتاب لکھکر خود اپنا پردہ فاش کر دیا، کیونکہ کسی خاص کیفیت و حالت کے ماتحت بعض وقت بعض بزرگون کی زبان سے جو جملے نکل گئے ہین، ان کی سچائی یا صداقت پر انھون نے کبھی بحث نہین کی ہے، اور نہ ان کو اس کی پرواہ رہی ہے، کہ اس جملے کے کون شخص کیا معنی پہناتا ہے، یا اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے، کیا دنیاے تصوف کا واقف کار ہم کو اس قسم کی ایک بھی مثال دیسکتا ہے، منصور سولی چڑھ گیا، لیکن اُس نے اپنے الفاظ واپس نہین لیے، سرمد نے عریانی کو باقی رکھنے کے لیے جسم کا چولہ بھی اتار ڈالا، مگر اپنے اصول سے باہر قدم نہ رکھا، حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقائد ہی کے لیے شہید ہوئے، مگر ان مین سے ایک نے بھی اپنی مدافعت اور صفائی مین ایک لفظ زبان سے نہین نکالا، مگر دارا پر جہان ایک آدھ آدمی نے اعتراض کیا، وہ فوراً جواب دینے اور اپنے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے تصنیف مین مشغول ہوگیا، اور اس خیال کو تقویت دینے اور ہندوون کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اُس نے اپنی وہ کتاب لکھی، جو مجمع البحرین کے نام سے مشہور ہے، یہ ۱۶۵۰ء کی تصنیف ہے، یہ دارا کی آخری ذہنی تصنیف ہے، کہ اس کے بعد جو کچھ اس نے لکھا وہ اپنشد اور ریو کے بیان کے مطابق بھاگوت گیتا کا ترجمہ ہے، اس کتاب مین دارا نے یہ دکھایا ہے کہ اسلامی تصوف اور ویدانتک فلسفہ اپنے اصول، اپنی تعلیمات، اور اپنے خیالات کے لحاظ سے ایک ہین، اور جو شخص حق کو حاصل کرنا چاہے، وہ ان مین سے جس راستہ کو بھی اختیار کرے، اُس سے منزل مقصود تک پہنچ جائیگا، اسے خود خطرہ تھا کہ مسلمان اس کی اس تصنیف کو پسند نہ کرین گے، اسلیے اس نے دیباچہ ہی مین لکھدیا کہ اس نے یہ کتاب رازِ درون خانہ سے واقف "اہل بیت" کے لیے لکھی ہے، "و مرا بعوام ہرزہ

قوم کا رے منیست، اسی وقت سے حنفی و قادری کی نسبت بھی غائب ہوجاتی ہے[1]،

اس کے بعد اسے ویدہی مین قرآن نظر آنے لگا، اور توراۃ، زبور، و انجیل کے مطالعہ کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہنچا، وہ یہ ہے کہ ان کو قرآنی تعلیماتِ توحید سے کوئی لگاؤ نہین ہے، اس سلسلہ مین اس کے عقائد مین جو تبدیلی واقع ہوئی، اس کا ذکر آگے آتا ہے[2]، اس کے علاوہ، وہ خود ہی ایسی کتابین نہین لکھتا، بلکہ اپنے ملازمین سے بھی لکھواتا ہے، ان مین سب سے زیادہ مشہور وہ رسالہ ہے، جو اس کے منشی چندر بھان نے مکالمہ دارا شکوہ و بابا لعل کے نام سے ترتیب دیا ہے، اس مکالمہ کی روح اس خیال کی تائید ہے کہ حق و صداقت کسی ایک خاص مذہب کی ملکیت نہین ہے، دوسری کتاب جوگ بشست ہے، جوگ بشست کے ترجمہ کرانے کا جو عرفانی، الہامی سبب کتاب مین بتایا گیا ہے، اس کے مقابلہ مین ہم کو یہ خیال ظاہر ترجمہ کا زیادہ موید معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس کتاب مین مہاراج رام چندر جی کے بادشاہِ وقت ہونے کے باوجود، اوتار ہونے کو دکھایا گیا اسلیے دارا اس ترجمہ کے ذریعہ یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ اگرچہ وہ ظاہرا ولیعہدِ شاہجہان ہے، لیکن بباطن وہ بھی رام چندر جی کی طرح واصل الی الحق بزرگ ہے، خود کتاب کے ترجمہ کے جو اسباب بیان کیے گیے ہین، وہ ہماری اس بدگمانی کے مؤید ہین،

---

[1] اس کے الفاظ یہ ہین:-

میگوید فقیرِ بے اندوہ محمد دارا شکوہ کہ بعد از دریافت حقیقۃ الحقائق و تحقیق رموز دقائق مذہب حق صوفیہ و فائز گشتن بایں عطیہ عظمیٰ در سدد آں شد کہ درک کند مشرب موحدانِ ہند و محققان ایں قوم قدیم نماید، با بعضے از کاملان ایشاں کہ بنہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدا یابی و سنجیدگی رسیدہ بودند، مکرر صحبتہا داشتہ و گفت و گوہا جز اختلاف لفظی در یافت و شناخت تفاوتے ندیدہ، ازیں جہت سخنانِ فریقین را ہم تطبیق داد، و بعضے سخناں کہ طالبانِ حق را دانستن آں ناگزیر و سود مند است فراہم آوردہ ..... صـ ۲۶

[2] اسکی دوسری تصانیف جنکا فہرست نگاروں نے تذکرہ کیا ہے، یا جس کو بعض دوسرے مضمون نگاروں نے لکھا ہے، یہ ہین، (۱) رسالہ معارف (۲) نادر النکات (۳) مثنوی (۴) تزک (۵) دیوان دارا شکوہ کے واسطے تجرید جو کتابین لکھی گئین ان مین قابلِ ذکر یہ ہین، (۱) طب دارا شکوہ (۲) ترجمہ اقوال واسطی (۳) قصص الانبیاء، (۴) تاریخ شمشیر خانی،

دارا کے حکم سے ۱۰۶۶ھ مین سنسکرت سے اس کا ترجمہ کیا گیا، اس کی جو وجہ بتائی گئی ہے، خود دارا کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ

"اس کتاب کے انتخاب کا ترجمہ جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے، ہم نے (دارا) مطالعہ کیا، تو رات کو خواب مین دیکھا کہ دو بزرگ قبول صورت ایک اونچے پر اور دوسرے کسی قدر ان سے نیچے کھڑے معلوم ہوے، جو اونچے پر کھڑے تھے بشسٹ تھے اور دوسرے رام چندر..... (مین) بے اختیار بشسٹ کی خدمت مین حاضر ہوا..... بشسٹ نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ اے رام چندر یہ سچا طالب ہے، اور سچی طلب مین تیرا بھائی ہے، اس سے بغلگیر ہو، رام چندر کمال محبت کے ساتھ مجھ سے ملے، اس کے بعد بشسٹ نے رام چندر کے ہاتھ مین مٹھائی دی تاکہ مجھے کھلا دے، مین نے وہ شیرینی کھائی، اس خواب کے دیکھنے پر ترجمہ کی خواہش از سر نو زیادہ ہوئی، اور دربار عالی کے حاضرین مین سے ایک شخص مقرر اس خدمت پر ہوا اور ہندوستان کے پنڈتون سے..... اس کتاب کے لکھنے مین اہتمام و انصرام کرایا[1]"

یہ تھین دارا شکوہ کی مذہبی کارروائیان جنھون نے اس کے دل و دماغ پر اتنا اثر ڈالا کہ اسکے عقائد متزلزل ہو گئے، اب ہم اس کے عقائد کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین[2]

---

[1] جوگ بشسٹ کا اصل فارسی نسخہ ہم کو نہ مل سکا، البتہ اسکا اردو ترجمہ جو مولوی ابوالحسن صاحب نے کیا ہے اور جو مطبع نولکشور کی طرف سے منہاج السالکین کے نام سے شائع ہوا ہے ہمارا ماخذ ہے، ص ۳۹۲،

[2] دارا شکوہ کی شاعری پر لکھنے کا یہ موقع نہین ہے، اس پر ضمیمی جلد مین مفصل بحث ہوگی، مگر یہان پر صرف اتنا کہدینا چاہتے ہین کہ اس کا دیوان ناپید ہے، اور اگرچہ عرصہ ہوا نگارین دارا شکوہ کے ایک دیوان کا تذکرہ آیا تھا، لیکن اس کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا، وہ آج تک پورا نہین ہوا، البتہ دانش کے صرف ایک شعر پر اس نے جس طرح ایک لاکھ روپیہ انعام دیدیا تھا، وہ اس کی شعر پرستی کی کافی دلیل ہے، رضی کا مشہور شعر یہ ہے

دارا کے مذہبی عقائد | لیکن ان سب سے بڑھکر اس کے مذہبی خیالات تھے، اس کی تباہی و بربادی مین اس چیز نے سب سے زیادہ حصہ لیا[1]، اور یہی چیز تھی جس نے اس کے بھائیون کے ہاتھون کو مضبوط اور عوام کی ہمدردی کو اس سے چھین لیا تھا، دارا مذہبی خیالات کے اعتبار سے اس جماعت کا صحیح نمونہ تھا، جو ہندوون کو اپنانے کے لیے اسلامی توحید، اور ویدانت کے ہمہ اوست کو ایک سمجھتی تھی، اگر معاملہ یہین تک رہتا تو کوئی ہرج نہ تھا، لیکن چونکہ ہندوون نے اس مقصد کے حصول یعنی فنا فی اللہ کے درجہ تک پہنچنے کے لیے کوئی خاص راہ، اور کوئی خاص شریعت مقرر نہین کر رکھی تھی، اور جس شخص کو جو طریقہ اچھا معلوم ہوتا، اس کو وہ مذہبی حیثیت سے اختیار کر لیتا، اس لیے دارا نے بھی تصوف کو توڑ موڑ کر اس اعلیٰ ترین درجہ تک پہنچنے کے لیے شریعت کی راہ ہی پر چلنے کی قید اڑا کر مسلمانون کو بھی اس بات کی دعوت دینا شروع کی کہ واصل الی الحق یا فنا فی اللہ ہونے کے لیے مذہب کی ظاہری پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے، حالانکہ اس حقیقت سے کسی شخص کو انکار نہین ہو سکتا، کہ اسلام مین جتنے صوفیاے کرام گذرے ہین وہ سب کے سب مذہب کے انتہائی پابند ہوتے تھے، اور ان سے کوئی فعل بھی ایسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۰) تاک را سر سبز کن اے ابر نیسان وبہار — قطرہ تا ے تواند شد چرا گوہر شود

دارا کا بھی اس زمین مین ایک شعر مشہور ہے، جسمین وہی صوفیانہ تعلی موجود ہے،

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن — قطرہ تا در یا تواند شد چرا گوہر شود

مگر دارا شکوہ نے اپنے کو کس طرح سلطنت سے علیحدہ ہو کر آشنائے فقر کر لیا تھا، اُس کا حال آگے آے گا

اس کی متعدد تصانیف اور مختلف تذکرون مین بھی اس کی غزلین اور رباعیان ملتی ہین، پروفیسر محفوظ الحق نے مجمع البحرین کے مقدمہ مین دارا کے علمی مرتبہ وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے،

[1] سیر المتاخرین جلد اوّل صفحہ ۳۲۹-۳۳۰،

سرزد نہ ہوجاتا، جس سے اہل شریعت کو اُن کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت ہوتی، دارا نے نماز روزہ سب چھوڑ دیا، اس کے پاس جتنے قیمتی پتھر تھے، ان پر "پرمبھو" کندہ کرادیا، اور کشمیر مین جو ہندوؤن کے بعض ویدانتی صوفیون کا سب سے بڑا مرکز تھا، اپنے تصوف کو شروع کیا[1]، خوشامدی درباریون اور دنیا پرست صوفیون نے اسے یقین دلانا شروع کیا، کہ وہ اس راہ حق کی تمام منزلین چشم زدن مین ختم کرچکا، اور وہ فنا فی اللہ کے درجہ مین پہنچ گیا ہے، چنانچہ ترک احکام شریعت کی جو وجہ وہ پیش کرتا تھا، وہ یہ تھی کہ جب مین فنا فی اللہ ہوچکا، تو پھر اپنی ہی عبادت کیون کرون، ہندوؤن کے علاوہ اس زمانہ کے عیسائیون اور مسیحیون سے اس کے اتنے گہرے تعلقات تھے کہ وہ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ دارا مسیحی ہے، اوران کا یہی خیال تھا جس نے تمام یورپین سیاحون کو یہ لکھنے کی ہمت دلائی کہ داراشکوہ مسیحی مرا ہے، اورجس وقت وہ مرا ہے اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

"محمد مرا می کشد و ابن اللہ مریم مرا می بخشد"[2]

عالمگیر نامہ نے مفصل طور سے اس کے مذہبی عقائد کو اس طرح بیان کیا ہے:-

"در اواخر حال . . . . . باظہار مراتب اباحت و الحاد کہ در طبع او مرکوز بود، و آنرا تصوف نام می نہاد، اکتفا نمودہ، بدین ہندوان و کیش و آئین آن . . . . . مائل شدہ بود، و ہموارہ با برہمنان و جوگیان و سنایسان صحبت می داشت و آن گروہ . . . . . رامرشدان کامل و عارفان بحق و اصل می پنداشت، و کتاب آثار کہ بید موسوم

---

[1] حسات العارفین ص ۲۶۳ مین اُسنے حضرت میان میر حضرت ملا شاہ، حضرت شاہ دلبر میر سلیمان مصریؒ سے ملاقاتون ان سے تبادلۂ خیالات اور انکے اقوال و اعمال نقل کیے ہین، وہ یہ دکھانے کے لیے کافی ہین کہ یہ صوفیائے کرام کس طرح ہمہ اوست کے مسئلہ کو آزادانہ طریقہ سے استعمال کرتے ہین، ہم اس شخص کو جو تصوف کی تباہی کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہین، یہ رسالہ چھپ بھی گیا ہے، [2] مفصل حالات کیلئے دیکھو ہمارا مضمون "کیا داراشکوہ مسیحی مرا" معارف جلد ۱۲ نمبر ۴ ص ۲۹۴-۳۰۸

است کتابِ آسمانی و خطابِ ربانی میدانست و مصحفِ قدیم کتاب کریم میخواند و از کمالِ اعتقادِ باطل ..... بجاے اسماے حسناے الٰہی اسمے ہندوی کہ ہنو و آں را "پرھبو" می نامند و اسمِ اعظم میدانند بخطِ ہندوی بر نگینہاے الماس و یاقوت و زمرد و غیرآں از جواہرے کہ می پسندد نقش کردہ، بآں تبرک می جست و چوں معتقدِ آن بود کہ تکلیفِ عبادات ناقصاں راست و عارفِ کامل را عبادت در کار نیست و کریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین[1] را بمشربِ ملاحدہ فراگرفتہ دلیلِ ایں معنی می ساخت بنابریں عقیدۂ فاسدہ نماز و روزہ و سائرِ تکالیف شرعیہ را خیرباد گفتہ بود[2]۔

کہا جاسکتا ہے، کہ یہ بیان اورنگزیب کے درباری مورخ کا ہے، اس لیے ہم خود اُس کی تصانیف اور خطوط سے اس کا ثبوت بہم پہنچاتے ہین، وید کے متعلق اُس کا جو خیال ہے، وہ ہم ابھی ابھی اسی کی زبان سے نقل کر آئے ہین، اب خود اپنی بزرگی کے متعلق اس کا خیال، اُس کی زبان سے سنیے رسالۂ حق نما کے دیباچہ مین لکھتا ہے:۔

---

[1] حسنات العارفین مین اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیتون کے متصوفانہ معنی بھی دارا نے بتائے ہین، مثلاً دارا کے پیر حضرت ملاشاہ نے یاایھا الذین اٰمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری کے یہ معنی و تفسیر بیان کی ہے:۔

اے کسانیکہ ایمان حقیقی آوردہ اید نزدیک نماز نشوید در وقتیکہ در حالتِ سکر و مستی، مقید سکر حالت بلند تر ست از نماز گزاردن ..... اگر مستی مجاز نیست قرب نماز ممنوع ست تا نماز ملوث نشود، دریں صورت عزت نماز ست و اگر سکر حقیقی ست باز ہم قرب نماز ممنوع است، دریں صورت عزت سکر ست .... بصلی نماند نماز کہ خواند، صـ ۳۲

دارا شکوہ اپنے کو فی اللہ سمجھتا اسلیے عبادات کی پابندی سے بھی آزاد جانتا، اسی طرح خود ملاشاہ کے پیر حضرت میان میر نے ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم کے متعلق بتایا ہو کہ "درحق خاصان است ختم است بر دلہاے ایشاں کہ در دل ایشاں غیر نیاید و چشم ایشان غیر نبیند و گوش ایشاں غیر نشنود و مرایشاں را لذت و حلاوت بسیار است از ان کفر صـ ۳۰۰،

[2] عالمگیر نامہ صـ ۳۴۰،

"شب جمعہ ہشتم رجب المرجب ۱۰۵۵ھ در سرایں فقیر نہادند کہ بہترین سلاسل اولیاے حذائی سلسلہ علیہ وطریقہ منیفہ قادریہ ہست" ص۴

اب ہمہ اوست کے متعلق اس کے خیالات ملاحظہ فرمایے، اپنے ایک خط میں شاہ دلربا کو لکھتا ہے:-

"در تعریف نامہ چہ تواند نوشت کہ ذاتِ صاحب نامہ منزہ است از وصف وتعریف، اگرچہ تعریف کنندہ ہم غیر نیست عیاذاً باللہ لفظِ غیر ہم غیر او نیست، عارف ومعروف، شاہد ومشہود، محب ومحبوب، طالب ومطلوب جز یک ذات نیست، ہر کہ جز یک ذات است، معدوم محض است"

. . . . . الحمد للہ

کہ از برکتِ صحبتِ ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دلِ ایں فقیر اسلامِ مجازی برخاست وکفرِ حقیقی روے نمود. . . . . اکنوں کہ قدرِ کفرِ حقیقی دانستم، زنار پوش وبت پرست بلکہ خود پرست ودیر نشیں گشتم" (ص۴۰۲)

وہ دوسروں کو بھی فنا کی جو تعلیم دیتا ہے، وہ یہ ہے، یہ خط دبستان المذاہب کے مصنف فانی کے نام ہے،

"فانی نبوشتن وگفتن کسے نشود، بلکہ فانی آں بود کہ از رسم واسم ظاہر وباطن قیاس ولباس رستہ باشد اگرچہ باعتقادِ خود فانی شدہ اند، واز ظاہر صورت فانی، بوے فنا می آید، اماں چوں در باطن اثرے نشدہ، وہستی موہومی باقی ماندہ، صورت فانی بنظر می آید، ودر لباسِ فنا بتحقیق معنی ظاہر می شود، ؎

ترا باید کہ جان وتن نماند — اگر ہر دو بماند من بماند

ز تو تا ہست موے ماندہ برجا — براں یک موے باقی ماند بر پا

تو تا یکبار جاں را در نبازی ....

محبت شیخ محسن فانی باقی باد[1]

اسی طرح سرمد کو لکھتا ہے :-

"پیر و مرشد من، ہر روز قصد ملازمت دارد، میسر نمی شود، اگر من منم ارادۂ من معطل چرا و اگر من نیستم چہ تقصیر مرا، قتل امام حسین اگرچہ مشیت ایزدیست، پس یزید در میان کیست، و اگر غیر مشیت است، پس معنی یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید، چیست، نبی مختار بجنگ کفار میرفت شکست در اسلام می افتاد، علمائے ظاہری میگویند، کہ تعلیم صبر است، منتہی را تعلیم چہ درکار[2]"

ہم کو یہ تسلیم ہے، کہ اصحاب طریقت ان جملوں کے نہایت ہی دقیق معنی پہنا کر ان کو کسی نہ کسی طرح اسلام کی عین تعلیم ثابت کرین گے، لیکن اگر مشیت ایزدی کوئی چیز ہے، اور اگر اس کا ظہور یقینی ہے، تو ہم کو یہ کہنے کا موقع دیا جاے، کہ جس طرح منصور کو اس کی "تنک ظرفی" کی سزا دیگئی، اسی طرح اللہ تعالے نے داراشکوہ کی زبان بھی بند کر کے خاموش طریقہ سے اس مشیت ایزدی کا اعلان کر دیا، کہ دنیا کو اس قسم کی تعلیم و تبلیغ کی ضرورت نہین ہے، ورنہ اگر اس کی یہ خواہش ہوتی تو نہ منصور کے لیے سولی ہوتی، اور نہ دارا کے لیے قتل کا فتوی،

لیکن سوال یہ ہے، کہ مانا کہ دارا نے جو کچھ کہا یا جو کچھ کیا، وہ طریقت کے ایک خاص انتہائی

---

[1] یہ خط مجمع الافکار کتبخانۂ قریۂ پٹنہ ورق ۱۵۵ مین ہر دو ہم کو رقعات کے چھپ جانے کے بعد حاصل ہوا، اس لیے یہان درج کر دیا گیا،

[2] یہ خط رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے سلسلۂ جدید کی جلد ۲۰ شمارہ ۳ سنہ ۱۹۲۴ مین شائع ہوا تھا، سرمد نے ایک شعر مین جس بلاغت کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے :-

"اے عزیز!

ما انچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیث دوست کہ تکرار میکنیم"

درجہ مین جائز ہے، مگر اس کے ساتھ اس کا جو اثر عام، ناسمجھ، زود اعتقاد ضعیف ایمان والون پر پڑ رہا تھا، اس کا کیا علاج تھا، آج بھی ہندوستان مین، کتنے مسلمان ہین، جو ایک مجذوب کی خدمت کو نماز و روزہ سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہین، ہمارا تو ایمان ہے، کہ طریقت کا جو صحیح ترین راستہ ہے، اُس مین شریعت کی پابندی اولین شرط ہے، ہم کو کوئی ایک بڑے بزرگ کا بھی ایک ایسا واقعہ بتا دے جو ناموس شریعت کے خلاف ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیکر، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت گنج شکر، حضرت باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مین سے ایک کے بھی قول و فعل، کردار و گفتار، تحریر و تقریر کسی مین بھی اس کی مثال نظر نہین آتی، تزکیۂ نفس، ریاضت، نفس کشی، وغیرہ دوسری چیزین ہین اور عریانی، یاوہ گوئی اور لفظی گورکھ دھندا ایک الگ شے، شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے، حکومت کا قانون اعمال اور ان کے اثرات کا لحاظ کرتا ہے، اگر دنیا مین اس غلط قسم کی طریقت ہو جاے، تو پھر دنیا ایک دن کے لیے بھی رہنے کی جگہ نہ رہے، واقعہ یہ ہے، کہ اس ہمہ اوستی تصوف کو عجمی شعراء، فلسفیون اور انشا پردازون نے اتنا پھیلایا ہے، اور اس کی اصلاحات، اس کے اصول کو اس کثرت سے داخل کر دیا ہے، کہ ہم صدیون سے اس سے متاثر ہوتے چلے آتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس طریقہ کے اس زہریلے اثر کو جو شریعت کی جڑ کو سکھا رہا ہے، بدقسمتی سے محسوس نہین کر رہے ہین، چند سال سے زیادہ کا عرصہ نہین گذرا کہ خود ہندوستان مین حضرت مولنا فضل رحمٰن، حضرت شاہ بدر الدین، حضرت شاہ مولانا محمد علی سب سے بڑے صوفی گنے جاتے تھے، ان کی تعلیم صحیح طریقت کی تعلیم تھی، ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہین کہ وہ تمام مسلمانون کو ویسا ہی صوفی بنا دے، کہ اسلام کی فلاح و بہبودی اور اس کے مشن کی تکمیل اسی مین مضمر ہے۔

بھائیون سے تعلقات | اس فقر دوست، فنا فی اللہ موحد کے مذہبی عقائد اور دینی حالات دیکھ چکے، آؤ اب دیکھین کہ دنیاوی معاملات مین اس کا کیا رنگ ہے، کیا واقعی وہ دنیا سے علیحدہ، اُس کی دلچسپیون سے الگ، اُس کی مقناطیسی کشش سے اپنے دامن کو جدا رکھتا تھا، کیا درحقیقت وہ تارک الدنیا اور فنا فی اللہ تھا، اور کیا اس مرتبہ پر پہنچکر، صوفیہ کے عقیدہ کے مطابق اس مین دوست دشمن کی تمیز باقی نہین رہی تھی، افسوس کہ اس مین سے ایک بات بھی اُسمین نہ تھی، ایک فرمانبردار بیٹا، ایک محبت والا شوہر، اور شفیق باپ ضرور تھا، لیکن بھائیون کے مقابلہ مین اُس کی تمام خوبیان، سراسر اُس کی تمام محبت عداوت، اور اس کی تمام دوستی دشمنی کی جگہ لے لیتی ہے، اور یہ کہنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ اُس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت کی، بیماری مین اُسکی جو خدمت کی، اور جس طرح اپنے کو باپ کے قدمون سے لگائے رکھا، وہ بھی تمامتر خود غرضی پر مبنی تھا، اور شاہجہان کی علالت سے لے کر فتح اگرہ تک جب کبھی بھی شاہجہان نے کوئی ایسی بات کہی، جو دارا کے مفاد کے منافی معلوم ہوئی تو اس نے باپ کے حکم کی صریح عدول حکمی کی، اس کا مفصل حال آگے آتا ہے،

جیسا کہ ہم کہہ آئے ہین، داراشکوہ کے تعلقات بھائیون سے اچھے نہ تھے، مگر اس عداوت کے بھی مدارج تھے، وہ جس بھائی کو جتنا خطرناک سمجھتا اتنی ہی اسکی دشمنی اس کے مقابلہ مین ہوتی مراد بخش ایک بہادر، سادہ دل، رند مشرب، نوجوان تھا، اُس کو سازش سے زیادہ اپنی تلوار پر بھروسہ تھا، اور سمجھتا تھا، کہ اس کو اپنا لینا یا مغلوب کر لینا آسان ہے، پھر بھی دونون صاف دل نہ تھے اور یہی وجہ تھی، کہ جونہی شاہجہان کی موت کی غلط افواہ ملک مین پھیلی، وہ دارا سے لڑنے پر تیار ہوگیا، بلخ سے واپسی پر اس پر جو عتاب نازل ہوا، یا دوسرے مقامات کی گورنری سے جلد جلد ہٹانے مین جو اس کی تذلیل ہوئی، اُسے وہ دارا کی سازشون کا نتیجہ سمجھتا ہے، اسی طرح شجاع کو اُس کے

بنگالہ کے بست سالہ قیام نے جس حد تک آرام طلب اور عیاش بنا دیا تھا، اس سے دارا کو اسکی طرف سے کوئی بہت بڑا خطرہ نہ تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ جب شجاع بنگال سے بڑھا ہے تو دارا نے اپنے صوبہ بہار مین اس کی مدافعت کا کوئی سامان نہین کیا، اور جب شجاع بنارس تک آگیا، تو اس کی فوج نے نہایت آسانی سے اس بری طرح شجاع کو شکست دی، کہ وہ مونگیر کے ادھر نہ رکا، دوسرے ان دونون بھائیون نے کوئی ایسی نمایان خدمت انجام نہین دی تھی، جس کی وجہ سے عوام تک مین ان کا تذکرہ ہوتا، لیکن اس کے برخلاف اورنگزیب کی بہادری، اس کی سیاست دانی، اسکے تدبر، اس کی مذہب پرستی، اور اس کے وسعت اخلاق نے اسے امیر و غریب، رئیس و فقیر، عالم و جاہل، صوفی و رند سب کا ہیرو بنا دیا تھا، ہاتھی کی لڑائی کے بعد سے برادرانہ جنگ کی ابتدا تک حکومت کا کوئی ایسا نمایان کام نہ تھا جس مین اورنگزیب کی ممتاز ہستی مصروف عمل نہ ہو، بلخ و بدخشان کی فتح، قندھار کے محاصرے، دکن کی لڑائیان، صوبون کا بہترین انتظام، ایسی چیزین تھین جنھون نے اس کے نام کو ہر گھر مین روشناس کر دیا تھا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس کی مذہب پرستی، دارا کے الحاد کے مقابلہ مین اس کو عزیز تر بنا رہی تھی، دارا نے امرا کو اپنے مشتعل مزاج کی وجہ سے اپنا بدخواہ نہین تو خیر خواہ بھی نہین رہنے دیا تھا اس لیے دارا اگر کسی کو اپنا حریف و مقابل سمجھتا تھا، تو وہ اورنگ زیب اور صرف اورنگزیب تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ابتدا ہی سے اس نے اورنگزیب کو بدنام، ذلیل، رسوا اور معتوب کرنے کی مسلسل کوششین شروع کر رکھی تھین، اس سلسلہ مین اس سے جو خفیف حرکتین سرزد ہوئی ہین، وہ تنگ ظرف سے تنگ ظرف شخص سے بھی صادر نہین ہو سکتی تھین، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان سازشون کا حال لکھین، ہم اس عہد کے مورخین کے قلم سے اس عداوت کی جو دارا کو اپنے بھائیون سے تھی، تصدیق کرانا چاہتے ہین، ان مین قدیم ترین اور دارا و شاہجہان کا سب سے بڑا حامی صالح کنبو ہے، اس کی تاریخ

درحقیقت شاہجہان کی درباری تاریخ ہے، اس کا بیان ہے :-

"از ہنگامِ کلاں تر بادشاہ زادہ محمد دارا شکوہ بود، بعد از رخصت انصراف دیگراں باقطاع ممالک از روئے محبت معنوی و خواہش باطنی کہ (شاہجہان) بآں والا گوہر داشتہ پیوستہ جلیس مجلس انس و انیس محفل قدس ساختہ یک لحظہ دوری آں سلطنت مآب از جناب خلافت تجویز نمی فرمودند، و ہموارہ نظر لطف اثر بہ تربیت و ترقی آں منظور نظر عنایت خاص داشتہ در ہر صورت توجہ بدیں معنی می گماشتند و در جمیع امور و ہمہ حال او را بحسن سلوک و نیکوئی با برادراں و مراعات مراسم موافقت و مرافقت اخوان واز بدی عاقبت ترک وفا و وفاق و سوے و خائمت اظہار نفاق تخویف و تحذیر نمودہ، ہر چند خواستند، کہ فی مابین ہموارہ طریقہ برادری کہ التزام آں ہنجار مستقیم میاں اخوان صداقت آئین رسمیت مقرری مسلوک داشتہ نوعے تاکید و اہتمام در اتمام مراعات آں نمایند کہ سلسلۃ الذہب اخوت و صداقت از ہر دو طرف بوثاق خلود و علائق دوام متانت پذیرد، اما چوں مقتضاے قضا بامر دیگر تعلق پذیرفتہ اثرے بران مراتب مترتب نشد، ایں ہمہ سعی اشرف و نصائح ارجمند فائدہ ندادہ بجاے نرسیدہ، بلکہ صورتے چند از رنگ آمیزیہاے نفاق فتنہ پرستان و مکر دستان نا راستان ..... کار بجاے رسید کہ فیما بین ابواب پرخاش دستیز مفتوح و راہ صلح و صلاح مسدود شدہ، رنجش تمام بخاطرہا راہ یافت، بمرتبہ کہ ہر کدام در مقام تلافی و تدارک ایں امر نا راضی ..... در طریقہ وجوب انتقام نہانی تردد می نمودند، و بے اختیار از جا در آمدہ واز خویشتن داری برآمدہ منتظر وقت و قابو بودند"[1]

دارا کا حامی اس سے کم، اور اس سے زیادہ کس بہتر طریقہ سے دارا کی افتادِ طبیعت شاہجہان کی مساعی اور اس کے نتائج کے متعلق کچھ کہہ سکتا تھا، اب شجاع کے ایک نمک خوار غلام کی زبان سے

[1] عمل صالح صفحہ ۳-۱۲،

اس داستان کو سنو:-

"بادشاہ جہان . . . . . سلطان داراشکوہ را . . . . . پیوستہ بسعادت حضور خویش مشرف می داشت و مہر پدری را بامحبت عاشقی منضم ساختہ عاشقانہ باآں وریٔ آسمانِ جلال سلوک می نمود، وجمیع مہماتِ مالی وملکی براے رزین وخردِ دورینِ آں شاہزادۂ گراں تمکین تشیث می پذیرفت . . . . . وآں شہزادہ از روے حبِ مملکت درسورِ سلطنت . . . . . بابرادرانِ والاشان طریقۂ موافقت ویگانگی بزد، چنانچہ کار ازیں غفلتہا رسید بجائے کہ رسید[1]"

یہ تو معصوم کا عام بیان تھا، اب صرف شجاع کے تعلقات کے متعلق سنو، وہ لکھتا ہے، کہ

"چوں شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والاقدر دیگر از سلوک نامرضی سلطان داراشکوہ دل سوزاں داشت یکباری . . . . . برسریرِ سلطنت . . . . . جلوس نمودہ[2]"

اورنگزیب کے معاملہ میں، ہم اس کے درباری مورخ کا بیان پیش نہیں کرینگے، بلکہ اس کی جگہ ایک عام مورخ کا بیان درج کرین گے جو ان واقعات کا عینی شاہد ہے، وہ لکھتا ہے:-

"چوں آفتاب عنایت اقدس وتوجہ ظاہر وباطن بادشاہ نکتہ رس حضرت صاحبقرانِ ثانی برحسب حال . . . . . داراشکوہ بانتہی غایت یافتہ آنجناب رابمنصبِ والاے ولایت ولعہد اختصاص بخشید . . . . . آنجناب بناے برغرور واستکبار . . . . . خود رارائی واستحقاقاً والی وولی عہد وسعت آباد ہندوستان ومیش دستِ قلمرو حضرت صاحبقراں تصور بل تصدیق نمودہ، باستیصال نہال وجود اخوان . . . . . ہمت مقصود گردانیدہ

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ب [2] ایضاً ص ب،

علی الدوام سررشتۂ ایں شمار وحساب ایں کار باخود می داشت وظاہر و باطن درایتا و نارۂ ایں کار نامبارک توجہ اتم می گماشت، آنحضرت و دیگر شاہزادہاے عالی تبار بسرایں معنی . . . . . گشتہ . . . . . بفکر حفظ نفس و پاس ناموس وضبط سررشتۂ کار خویش برافتادند واز آسیب وگزند آنچناں خصم قوی . . . . . ایمن نبود . . . . . بحراست خودی کوشیدند[1]

اورنگ زیب کے بعد سے اس وقت تک جتنی تاریخین لکھی گئی ہین، ان مین دارا کی اس دشمنی کو ہر مورخ نے صاف الفاظ مین تسلیم کیا ہے، ہم صرف طوالت کے خیال سے اس کو نظر انداز کردیتے ہین، ان ملکی مورخین کے علاوہ بیرونی تاجرون اور سیاحون نے جو حالات لکھے ہین، وہ بھی اسی کی تصدیق کرتے ہین، چنانچہ برنیر، ٹورنیر، منوچی وغیرہ بھی اس مین ہم آہنگ ہین،

اب سوال یہ ہے کہ دارا نے اپنے بھائیون کیساتھ کیا دشمنی کی، اس کا پتہ سرکاری وغیر سرکاری تاریخون مین عام طور سے نہین چلسکتا، اور اگر اس عہد کے شجاع و دارا و مراد کے خطوط بھی اسی طرح مل جاتے جس طرح اورنگزیب کے مکاتیب مل گئے ہین، تو ان واقعات مین سے بعض کا علم ہوتا، مگر افسوس کہ ان کے چند خطوط کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہین ہے، البتہ اورنگزیب کے خطوط مین بعض ایسے واقعات ملتے ہین، دوسرے یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تینون بھائی آپس مین خط وکتابت کرتے ہین لیکن کسی ایک کا بھی کوئی خط دارا کے نام نہین ہے، اورنگزیب کے متعلق دارا کی سازشون کا جو حال اسکے خطوط سے معلوم ہوتا ہے، اس کو مختصراً یہان بیان کردینا چاہتے ہین تاکہ معلوم ہوجاے کہ وہ کس طرح مسلسل طریقہ سے اورنگزیب کو نقصان پہنچانے مین مصروف تھا،

اورنگزیب سے عداوت ہم نے اورنگزیب کے معتوب ہونے کے سلسلہ مین بتایا ہے، کہ کس طرح اسی وقت سے ان دونون بھائیون کے تعلقات کشیدہ ہورہے تھے[2]، اور اگر اورنگزیب کے خطوط

---

[1] ظفرنامہ عالمگیری صفحہ ۴ [2] دیکھو صفحہ ۱۶۱-۱۵۶،

اُسی عہد سے مسلسل ملتے تو ہم کو بہت سے اور واقعات بھی مل جاتے لیکن چونکہ خطوط صوبہ داری ملتان کے زمانہ سے شروع ہوتے ہین، اس لیے پہلے دس سال کے حالات کے متعلق ہم کو کسی قسم کا کوئی علم نہین ہے، اور یہان پر ہم صرف اسی دہ سالہ عہد کی سازشون کے مختصر ذکر پر اکتفا کرتے ہین،

اورنگ زیب جب ملتان کا صوبہ دار بنایا گیا، تو اُس کے علاقہ کی سرحد پر بعض ایسے قبائل آباد تھے جن کے سردارون نے ترخانیون کے عہد سے اس وقت تک مغلون کی اطاعت قبول نہین کی تھی، اور ان مین سے بعض نے داراشکوہ کو اپنا حامی بنا کر ہمیشہ اپنی آزادی و خود داری کو قائم رکھا تھا، انہی مین قبیلہ ہوت کا سردار اسمٰعیل تھا جب اورنگزیب اس صوبہ کا گورنر بنایا گیا، تو شاہجہان نے اس کو حکم دیا، کہ وہ تمام ایسے قبائل کو مطیع بنائے، مگر داراشکوہ نے صرف اس غرض سے کہ اورنگزیب اس مین کامیاب نہ ہو، اسمٰعیل کو خط لکھا کہ وہ اورنگزیب کا حکم نہ مانے، اور جب اورنگزیب نے اُسے بلا بھیجا، تو بجائے اس کے کہ اسمٰعیل اس کے پاس جاتا، اُس نے خود سری سے کام لیکر اپنے ہمشیرہ سردار مبارک بلوچ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، اورنگزیب کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے شاہجہان کو اسکے متعلق ان الفاظ مین داراکی کارروائی کی اطلاع دی:-

"در بابِ اسمٰعیل ہوت معروض داشتہ بود، کہ او از قدیم تعلق بصوبہ ملتان دارد، و چندگاہ است کہ خود را بصاحبِ صوبہ پنجاب بازبستہ و حکم اشرف عز صدور یافتہ بود، کہ الحال ہم بدستورِ سابق متعلق صوبہ ملتان باشد، و دراں ہنگام کہ ایں مرید بنوائی ملتان رسیدہ . . . . . نزد او نیز کس فرستادہ و او نوشتہ دادا بھائی راوست آویز ساختہ رجوع نمودہ" (۴)

شاہجہان نے اس کو پھر حکم دیا کہ وہ ان قبائل کو سر کرے اور اس کام کے لیے اس نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو مقرر کیا، اور اس نے تقریباً تمام قبائل کو سر کر لیا، اب دارا نے دیکھا کہ اسکی سازش ناکام ثابت ہو رہی ہے، اس لیے اس نے شاہجہان سے ملک حسین کی شکایت شروع

کردی، کہ وہ قبائل پر بہت ظلم کر رہا ہے، اس لیے اس کو وہاں سے بلا لیا جائے، شاہجہان نے اورنگزیب سے اس کی باز پرس کی، اورنگزیب نے اس کا یہ جواب دیا:-

"آنچہ از تعدی ملک حسین بعرض اقدس رسیدہ محض افترا است، دریں یک سال کہ صوبہ بمسطور تعلق بایں مرید داشت موی الیہ غیر از تمردان و ذرواں معترض حال احدے از رعایا نگشتہ و دریں مدت ہرگز چیزے ازیں مقولہ برایں مرید ظاہر نشدہ ..... غالباً اہل غرض حقیقت را بتفاوت معروض داشتہ اند" (۱۰/۱۵)

صوبہ کے انتظام کیساتھ دوسرا کام قندھار کے محاصرہ کا تھا، دارا نے ابتدا ہی سے اس بات کی کوشش جاری کر رکھی تھی، کہ کسی صورت سے بھی اورنگزیب کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، اور اس مقصد کے لیے اس نے ہر وقت اورنگزیب کی ہر رائے کے خلاف شاہجہان کو مشورہ دیا، شاہجہان خود ملتان کے راستہ سے قندھار تک جانا چاہتا تھا لیکن دارا شکوہ نے ایسا نہ ہونے دیا، شاہ شجاع کو اورنگزیب کے ساتھ محاصرہ میں شرکت کے لیے بلایا گیا تھا، لیکن دارا شکوہ نے یہ کہکر ان دونوں کے تعلقات اچھے نہیں ہیں، اسکو بھی قندھار جانے سے روک دیا، اور اس طرح ان دونوں بھائیوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ شاہجہان نے اسی خیال کے ماتحت اورنگزیب کو لکھا کہ:-

"آں مرید با محمد شجاع بہادر سلوک پسندیدہ نمودہ از خود راضی دارد، و دقیقہ از دقائق اخلاق نامرعی نگذارد" (۱۰/۱۵)

اورنگزیب اس بلا سبب شکایت کی وجہ سمجھ گیا، اور اس نے بھی اسی انداز میں اس کا جواب دیا:-

"قبلۂ جہان و جہانیاں سلامت! بر عالمیاں ظاہر است کہ کاربندگان اعلیحضرت خدا ساز است و بمحض تائید الٰہی بے سعی مخلوقے از پیش میرود، ہر کس ہر چہ میکند برائے خود میکند اما بحمد اللہ تعالیٰ

کہ ایں مرید بمیں ارشادِ پیر و مرشد حقیقی نفعِ خویش را از ضرر باز دانستہ پیش رفت کار صاحبِ قبلہ و میر و ولی نعمتِ خود را اہم مطالب می داند، و جز ایں مقصودے ندارد، امید وار است کہ ایشاں را نوعے از طرز سلوک راضی و خورسند سازد، کہ بعد مراجعت از فتح قندھار صورتِ حسنِ اتفاق در پیشگاہ باطن فیض مواطنِ اقدس ظاہر و ہویدا گشتہ، موجبِ مزید مجرائی ایں مرید شود" (ایضاً)

لیکن دارا کی ریشہ دوانی جاری رہی اور شاہجہان کو اورنگزیب کا بیان مطمئن نہ کر سکا، شجاع بھی کابل کے قریب پہنچ چکا تھا، اس لیے شاہجہان نے جس خوبصورت طنز آمیز لہجہ میں اورنگزیب کو اس کی اطلاع دی ہے، وہ نہ صرف دربار کی حالت ہی کے لیے بہت دلچسپ ہے، بلکہ ادبی حیثیت سے بھی بہت بلیغ ہے، وہ لکھتا ہے:-

"برادرِ کلاں آں مرید را چند فرمان نوشتہ بودیم کہ چون بسبب بیماری کہ در راہ کشیدہ خود را بوقت نتوانست رسانید، برگشتہ بہ بنگال برود، غیرتِ فرزندی ما، آں فرزند را نگذاشت کہ برگردد بایلغار روانہ ملازمت ما شدہ، شاید کہ در ساعتِ نزولِ موکب معلّٰی بکابل خود را بملازمت برساند، و فردائے آں رخصت شدہ، در غزنی بلشکرِ ظفر قرین ملحق گردد" (۱۹/۴)

اورنگزیب کی سیاست دانی اور ادبی ذوق کی داد دینا پڑتا ہے، کہ اس نے اس طنز کا اتنا بہتر جواب دیا، کہ شاید اس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا:-

"قبلہ و کعبہ ایں مرید سلامت! انچہ از غیرت و قوتِ نفس پادشاہزادۂ جہانیاں بخاطرِ ملکوت ناظر پرتو انداختہ بیان واقع است آرے مریدانِ جانسپار را در راہِ عقیدت و بندگی چنیں ثابت قدم باید بود للہ الحمد کہ بتوجہ باطن قدس مواطنِ اعلیحضرت صحتِ کامل نصیبِ ایشاں شدہ، بایلغار عازم دریافت پائے بوسِ اقدس کہ معراجِ ہمتِ سعادتمندان است، گردیدہ اند، امید کہ عنقریب فیضِ ملازمت باسعادت حاصل نمودہ بہ لشکرِ نصرت اثر ملحق شوند، تا باتفاق در پیش رفتِ خدمت مرشد

ولی نعمتِ خود بوازم سعی و کوشش بظہور آید" (۱۹/۴)

مگر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا چنانچہ شاہجہان نے شجاع کو کابل پہنچنے کے بعد غزنی مین جاکر فوج سے مل کر مہم قندھار مین شریک ہونے سے روک دیا، اور وہ مہینون تک بادشاہ کے ساتھ کابل ہی مین رہا، یہان اسے داراشکوہ کی ریشہ دوانیون کے مطالعہ کا اچھا موقع ملا، دارا نے مہم قندھار کو اس خیال سے اگر کہین قندھار فتح ہو گیا، تو اورنگزیب کی عزت مین چار چاند لگ جائین گے، جلد از جلد ختم کرنے پر شاہجہان کو آمادہ کرکے فوج کی واپسی کا حکم سعداللہ خان کے نام روانہ کر دیا، اور اورنگزیب کو اس ناکامیابی کا الزام لگاکر اسے اس قدر معتوب اور ذلیل کیا کہ شاید تاریخ اسکی کوئی دوسری مثال پیش نہین کر سکتی، حالانکہ جیسا کہ محاصرۂ قندھار کے سلسلہ مین ہم بتا چکے ہین کہ نہ اورنگزیب کی اس مہم مین ایک معمولی ماتحت جنرل سے زیادہ حیثیت نہ تھی، لیکن پھر بھی شاہجہان کہتا ہے:-

(۱) "بسیار عجب نمود کہ باچنین سرانجام قلعہ بدست نیامد" (۳/۳۵)

(۲) "ما از سر قندھار گذشتنی نیستیم بہر طریق کہ دانیم سرانجام گرفتن آن خواہیم فرمود" (ایضاً)

(۳) "اگر میدانستیم کہ قلعۂ قندھار را میتوانند گرفت، لشکر را طلب نمی فرمودیم" (۴۴/۳۴)

(۴) "از ہر کس کار ے می آید و عقلا گفتہ اند کہ آزمودہ را نباید آزمود" (۴۵/۳۴)

(۵) "اگر آن مرید ولایت دکن را ہم آباد ان توان کرد بسیار خوب است" (ایضاً)

شاہجہان کے پدرانہ ترکش کے یہ چند تیر تھے، اورنگزیب نے جس صفائی، جس ہمت، اور جس فرزندانہ اطاعت و سادگی کے ساتھ اپنی بے قصوری اور اپنی صفائی پیش و ثابت کی ہے، وہ طوالت کے خیال سے نہین دیجاتی، اورنگزیب کو کہا جاتا ہے، کہ

"آن مرید یہیں کہ بملازمت برسد مارخصت دکن میفرمائیم" (۳۵/۳۴)

اور اس دھکی کو اس طرح عملی جامہ پہنایا جاتا ہے، کہ اورنگزیب ۱۲ رمضان سنہ ۱۰۶۲ (۷ اگست ۱۶۵۲ء)

کو بادشاہ کی خدمت مین ایک طویل جنگ اور افغانستان کی دشوار گذار گھاٹیون سے بعجلت تمام حاضر ہوتا ہے، اور ایک عشرہ کے اندر ۲۲ رمضان (۱۷ اگست) کو دکن روانہ کر دیا جاتا ہے رمضان تک کا خیال نہین کیا جاتا، اس کے ساتھ ہی اسے دکن مین جو جاگیر دیجاتی ہے، وہ اس قدر کم حاصل ہے، کہ اورنگزیب حیران ہے، کہ وہ اسے اپنی بدقسمتی کے سوا کیا سمجھے، یہین پر تمام افتین ختم نہین ہو جاتین، اسے اس کی بھی اجازت نہین ہوتی، کہ اپنے سابقہ صوبہ ملتان سے جاکر اپنے بال بچون کو لا سکے، بلکہ شاہجہان، جہان آرا بیگم کے ذریعہ سے اورنگزیب کو حکم دیتا ہے، کہ وہ اپنے بچون کو لکھدے کہ:-

"از ملتان بلاہور بیایند" (۲۰۱/۳۴)

اب دارا اور اس کے آبجنٹون کی کارگذاریان بھی ملاحظہ فرمائیے، اورنگزیب کے ملازمون کے ملتان سے روانہ ہونے کے بعد، دارا کا نائب (کیونکہ یہ صوبہ اب دارا کو مل گیا ہے) شاہجہان کو یہ اطلاع دیتا ہے، کہ اورنگزیب کے آدمیون نے ملتان کا محل لوٹ لیا، اسے برباد کر دیا، اور اس کے دروازے اور پتھر تک بیچ ڈالے، اس کی تحقیقات ہوتی ہے، حقیقت حال سامنے آتی ہے، لیکن رپورٹ شاہجہان کے سامنے پیش نہین کیجاتی، اور وہ اسی غلط خبر کے ماتحت جہان آرا بیگم سے کہتا ہے، کہ وہ اورنگزیب کو لکھے کہ

"چون از عرضہ داشت دادا بھائی چیو کہ از ملتان بدرگاہ والا فرستادہ بودند کیفیت عمارات آنجا کہ مردم ایں خیراندیش خراب نمودہ چوب و دروازہ آن را سوختہ و فروختہ اند بعرض مقدس رسید، برزبان ارشاد بیان مرشد جہانیان گذشت کہ ایں قسم کارے از مردم آن مرید خوب نبود، ہمہ ملک و ہمہ جا از ماست ہر کہ مصدر ایں تقصیر شدہ باشد او را تنبیہ نمایند" (۲۰۱/۳۴)

اب اورنگزیب کا جواب سنیے :-

"قربانِ من! برا علیحضرت ہویدا خواہد بود کہ ایں مرید بدیں طریق کمتر آشنا است، و مردے کہ دارد نیز دماسیچ صوبہ مرتکب چنیں حرکتے کہ قبحِ آں بر ہمہ کس آشکارا است، نشدہ اند، در ملتان خود چہ گنجایش دارد؟

باوجود آنکہ قبل ازیں وقتے کہ ایں معنی را از واقعۂ ملتان فرستادہ شیخ موسی معروضِ بارگاہِ خلافت شدہ حسب الحکم سید علی فرد واقعہ را پیش ایں مرید آوردہ موجبِ خرابیٔ عمارات آنجا بعد از تحقیق و رسیدنِ عرائض متصدیانِ ملتان کہ باہنا از روے توبیخ و سرزنش نوشتہ شدہ بود، نوعے کہ ہست محمد صفی داخلِ واقعہ نمودہ عجب است کہ صورتِ حال بعرضِ اقدس نرسیدہ، حقیقت راستِ نوشتہاے وقائع نویس ملتان آشکار نشدہ باشد، ہرگاہ در حضورِ گماشتہاے دادا بھائی جیو و شیخ موسی مردم شہر از غفلت و بے خبریٔ آنہا پس از برآمدنِ مردم ایں مخلص عمارتہا را درہم شکستہ مصالح را تاراج کردہ باشند، و ثانی الحال شیخ مسطور دروازہا و جھروکہا و چوبہاے عمارت از خانہاے سکنۂ آنجا برآوردہ، آنہا را صاحبِ تقصیر ساختہ جرمانہا گرفتہ باشد، مردم ایں مرید را چہ گناہ، اگر تقصیرے بر آنہا لازم می گشت، ہماں وقت بسزاے کردارِ خویش می رسیدند" (ایضاً)

دارا کی آتشِ عداوت اب بھی سرد نہیں ہوتی، اورنگزیب جب لاہور پہنچتا ہے، تو اسے ایک عجیب سین نظر آتا ہے، چنانچہ وہ اپنی بہن کو ان الفاظ میں اس کے متعلق لکھتا ہے:

"صاحب من! از گماشتہ دادا بھائی کہ در لاہور می باشد طرفہ اداے مشاہدہ رفت، ظاہر او بقصدِ استقبالِ ایشاں از شہر برآمدہ بود در روزے کہ ایں نیازمند درگاہِ بے نیاز در حوالیٔ لاہور نزول کرد و از جاے خود سوار شدہ نزدیک بار و گذشتہ باز رو بشہر نہاد معلوم

نشد کہ باعثِ ایں حرکت خشک چہ بود، غالبًا باشارتِ صاحب خود مرتکب چنین اداہاے
بے موقع گردیدہ باشد،

مطلبے از اظہار آن است کہ صاحب مہربان بمراتب التفات نشان بے پردہ باشند
اللہ بس ماسوا ہوس" (۱۳/۱۴۵)

آخر کے چند الفاظ اورنگزیب کی اس انتہائی مایوسی اور روحانی تکلیف کو ظاہر کرتے ہین، جو اسے دارا سے پیہم پہنچ رہی تھی، یہ سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا، لیکن چونکہ یہان پر ہم کو اس سے مطلب نہین ہے، اور دارا کے رویہ کو سمجھنے کے لیے اتنی ہی باتین بہت ہین اسلیے اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہین، ×

اورنگزیب، شجاع اور مراد کا معاہدہ ہم اوپر بتا آئے ہین، کہ دارا نے کس طرح شجاع کو اورنگزیب سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن چونکہ وہ خود زخم خوردہ تھا، اسلیے بجاے اس کے کہ اس پر اس کا کوئی اثر ہو، بالکل اُلٹا نتیجہ نکلا اور دارا اپنے ارادہ مین ناکام رہا، اسکا ثبوت وہ ابتدائی معاہدہ ہے، جو پہلے شجاع اور اورنگزیب مین ہوا، اور پھر بعد مین مراد کو بھی اسمین شریک کرلیا گیا، شجاع کو اورنگزیب کی روانگی کابل سے پہلے ہی رخصت کردیا گیا تھا، اور کوشش یہ ہورہی تھی کہ دونون بھائیون کو ملنے نہ دیا جاے، چنانچہ اورنگزیب کو دریاے اٹک کے اسی طرف روک دیا گیا، اور جب شجاع آگے نکل گیا، تو اورنگزیب روانہ ہوا، لیکن شجاع ابھی اگرہ ہی مین تھا، کہ اورنگزیب وہان پہنچ گیا، اسکی جو کیفیت اورنگزیب نے جہان آرا بیگم یا شاہجہان کو لکھی ہے، اس مین حقیقت کی تلاش فضول ہے، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے، کہ یہ دونون دارا کے حمایتی تھے، اس لیے اب ہم اس عہد کی تاریخون کی طرف متوجہ ہوتے ہین، عاقل خان اورنگزیب کا ملازم خاص تھا، اور اس نے اس ملاقات کا مفصل حال ان الفاظ مین لکھا ہے:-

چون ظلال اقبال بر مستقر الخلافه اکبرآباد مبسوط گردانیدند تا شش روز دران شهر دل فروز توقف فرموده فیمابین طرح محبت و صفا انداختند، و سه روز حضرت جهان پناهی در منزل شاه شجاع و سه روز در دولت خانهٔ والا بسر برده به تمهید بساط عیش و نشاط و ترتیب مسرت و انبساط پرداختند و مرآیهٔ تودد و دولا را بصقالهٔ یک جهتی و یکدلی روشنی و صفا بخشیده بجهت مزید استحکام بناے محبت و اتحاد و تشیید مبانی خلت و وداد، با وجود یگانگی معنوی پیوند صوری را درمیان آورده صبیهٔ شاه شجاع به سهی سرو جویبار سلطنت و جهانداری سلطان محمد و مخدرهٔ سراد قات خسروی را به سلطان زین العابدین خلف الصدق شاه شجاع نامزد ساختند،

آنگاه خلوت کدهٔ صدق و صفا بسان طلعت آئینه مصفا داشته و از کدورت ظاهر و باطن پرداخته راز درون بیرون انداختند و بعنوان مشاورت سر رشتهٔ سخن فروگردند، و بجهت تمشیت مهم خویش و مال کار راے برده باهم گفتند که برادر بزرگ بسان گرگ تشنهٔ خون اخوان است؛ و با آنکه ظل ظلیل حضرت صاحبقران بر فرق جهانیان مبسوط است، از کید و گزندش ایمن نیستیم معاذالله ازان روز که روزگار عنان سلطنت و زمام دولت بقبضهٔ اقتدارش و کف اختیارش دهد، دیگر توقع امن و آسایش و عافیت و آرام از ما روے می تابد، و حلاوت و شادمانی مفقود و لذت زندگانی نابود میگردد، و با او در مقام مقاومت پا فشردن و گوے مقصود از میان بردن محض محال،

دریں صورت شایستهٔ عالم مصلحت و پسندیدهٔ جهان عقل و کیاست آن است که ما هر سه برادر طریقهٔ اتحاد و اتفاق را پیش گرفته بیمن موالفت و برکات معاضدت همدگر تشنگان شهر اورا منطفی سازیم، و صورت کلفت و قدرتش بشکنیم،

دریں باب عهد و پیمان را بایمان موکد گردانیده بناے موافقت و مصادقت را به قسم

وسوگند استحکام بخشیدہ آنحضرت نواے توجہ بستقر دولت خود مرتفع ساخت وشاہ شجاع روے توجہ بجانب بنگالہ نہاد[1]،

چونکہ مذکورۂ بالا معاہدہ تین بھائیون مین تھا، اس لیے اورنگزیب نے راستہ ہی مین بمقام دورا ہہ مراد سے ملاقات کی، اور اسے بھی شرائط معاہدہ سے آگاہ کر دیا، چنانچہ مراد بخش اپنے ایک خط مین جو اس نے جہان آرا بیگم کو لکھا ہے، ان الفاظ مین اس کا ذکر کیا ہے:

"در منزل دورا ہہ کہ انتظار آمدن برادر والا گہر بھائی اورنگزیب می کشید بود و نشان مرحمت عنوان ..... بہجت تمام وانبساط کلی اندوخت ....."

دوم شہر صفر ختم بالخیر والظفر بھائی جیو ان منزل تشریف آوردند، وسہ کروہ باستقبال رفتہ ایشان را دریافت، سیوم وچہارم ماہ مذکور مقام کردہ از روے اتحاد ویگانگی صحبت داشتہ شد، چون خلوص اخلاص و وفور عقیدتے کہ ہر دو طرف را بہ خدمت آں صاحب مہربان والاقدر متحقق است، فیمابین جہت جامع بود، ہنگامۂ بہجت وصداقت گرمی تمام پذیرفت ....."

امید کہ بناے ایں دوستی ویگانگیہا روز بروز استحکام تازہ پذیرد" (۱/۲۲۴)

دکن مین پہنچنے کے وقت سے، برادرانہ جنگ کے لیے روانہ ہونے تک شاہجہان اور اورنگزیب مین جو افسوسناک اختلافات ہوتے رہے، اور جس طرح اورنگزیب کو ہر موقع پر ذلیل ورسوا کیا گیا اس کا حال گذشتہ ابواب مین مفصل طور سے بیان کیا جا چکا ہے، یہان پر ہم صرف بیجاپور اور گولکنڈہ سے دارا کے خفیہ تعلقات کے متعلق، اشارہ کر دینے پر اکتفا کر دیتے ہین، تاکہ یہ معلوم ہو جاے، کہ کس طرح دارا ان دونون ریاستون کی حمایت کر کے ایک طرف تو اپنی اہمیت، اور اپنے اثر ورسوخ کو بڑھا، اور دوسری طرف یہ ثابت کر کے کہ اورنگزیب کی کوئی بات دربار مین نہین سنی جاتی، اس کے

[1] ظفرنامۂ عالمگیری ص۔

اثر و اقتدار کو ختم کر رہا تھا، اور یہی وجہ تھی، کہ ان ریاستوں نے بھی اگرچہ ظاہرا اپنے تعلقات تو اورنگزیب سے قائم کر رکھے تھے، مگر باطنًا ان کی تمام کارروائی دارا ہی کے ذریعہ انجام پاتی تھی، چنانچہ اورنگزیب کو جب اس بات کی اطلاع ملی، کہ قطب الملک ایک طرف تو معاہدہ کی وجہ سے اورنگزیب کو ہر کام کیلئے خط لکھتا ہے، لیکن دوسری طرف اپنے معروضات کی پذیرائی کے لیے دارا کا دامن پکڑے ہوئے ہے تو اس نے خود قطب الملک سے اس کی اس منافقت کی ان الفاظ مین شکایت کی کہ

"ملا عبد الصمد ملازم سرکار آں خلاصۂ خاندان عز و علا، نوشتہ مشتمل بر التماس عنایت و ولایت کرنا تک بہ وساطت، بادشاہزادۂ کلاں از نظر انور اعلیحضرت ظل الٰہی گذرانیدہ وحکم . . . . . گیتی مطاع بہ نفاذ پیوستہ کہ تشخیص ایں مقدمہ پیش از ملازمت نمودن خان رفیع مکان معظم خاں صورت نخواہد یافت، . . . . . ومعہذا ملا عبد الصمد تا حال خود را فرش دربار بادشاہزادۂ کلاں وخانہ متصدیان ایشان ساختہ اصلا بہ وکیل سرکار نامدار مراجعت نیاوردہ" (آداب نمبر ۱۲۵)

گولکنڈہ کی جنگ[1] کے بعد جب معظم خان دربار مین پہنچا، تو اس نے دیکھا کہ وہان تو اورنگزیب کے خلاف سازش کا ایک جال بچھا ہوا ہے، اور روزانہ طرح طرح کے الزام اس لیے تراشے جاتے ہین اس نے اپنے علم کے مطابق ان کی تردید کی، اور جب اورنگزیب کو اسکی اطلاع ہوئی، تو اس نے میر جملہ کو لکھا:

"انچہ دریں مدت بمقتضائے صفائے طویت از ایشاں بظہور رسیدہ دمی رسد موافق اعتقاد است . . . . . ویقین دانستہ ایم کہ ہمگی آں عمدہ خوانین مصروف پاسس

[1] ہم گذشتہ باب مین یہ دکھا چکے ہین، کہ کس طرح گولکنڈہ کے وکیل نے دارا کے ذریعہ شاہجہان سے وہ حکم لکھوا دیا تھا، جس مین اس کو حکم دیا گیا تھا، کہ وہ ایک منٹ توقف کیے بغیر محاصرہ ترک کر کے لوٹ جاے اور کس طرح اس ذلت آمیز حکم کو فوج کے اندر مشتہر کر کے اورنگزیب کی انتہائی تذلیل کی معاندانہ کوشش کیگئی تھی،

حق شناسی است" (آداب نمبر ۱۸)

بیجاپور کی جنگ مین جن حالات کے اندر اورجس نازک وقت مین دارا نے فوجوں کی واپسی کا حکم دیا ہے، وہ اس کی سازشی فطرت کی بیّن دلیل ہے، درباری مورخ کا بیان ہے

"اگرچہ شاہِ بلند اقبال بحسب ظاہر اظہارِ دولت خواہی نمود، امّا باطناً در پے نادولت خواہی خود بود، وصوابدید مصالحِ دولت را بے سپر کردہ چشم از مراتب آگہی پوشیدہ . . . . . ہر چند اعلیٰ حضرت بقبولِ این معنی مبادرت نمودہ، در باب فرستادن فرامین استادگی تمام فرمودند، ولیکن از فرط غلبہ و وفورِ تصرف آن بلند قدر در مزاج مبارک امتناع از پیش نرفت، وخواہ نخواہ مناشیر والا متضمن این مضمون ناصواب مصحوب چندے بسیاولان شرف صدور یافت، درعین وقت کار کہ آن شاہ والاجاہ مشغول بہ تنبیہ وتادیب اہلِ بیجاپور از روے تسلط غلبہ تمام لشکر بیشتر او را در مضیق احاطہ داشتند، بسیاولان مذکور رسیدہ خلل در بناے ثبات واستقرارِ مردم افگندند، این حرکت ناہنجار باعث کدورتِ ضمیر اشرف انور شد، پایۂ شورش عظیم گشت چنانچہ جمعے از امرا مثل مہابت خاں وراوستر سال وغیرہ بے رخصت واطلاعِ عالی متوجہ اکبرآباد گشتند"[1]

خود اورنگزیب نے بھی اس نازک حالت کا جسمین دارا کے حکم نے اُسے گرفتار کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے تمام ہندو افسر وغیرہ بلا اجازت واپس ہو گئے تھے، شاہجہان سے گلہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

"درعین وقتِ کار کہ حسب الحکم لشکر بر بیجاپوریاں کشیدہ، بصد ہزار سعی کار بر آنہا تنگ ساختہ . . . . . ونزدیک بود کہ پیشکشے گرانمند بگیرد، یا ہمہ را مستاصل مطلق

[1] عمل صالح صفحہ ۱۶،

ساختہ بے جان و بے پا کند، سزا اولانِ شدید بطلب لشکر فرستادہ، نہانی نوکرانِ خود را بقصدِ تسلی قلب و استمالتِ خاطرِ بیجاپوریاں تعین نمود، وقوع ایں معنی، و خبرہاے مختلف کوفتِ اشرف، موجبِ خیرہ چشمیِ عظیم گشتہ، و ہن و فتور تمام در مبانیِ ثبات قلب دلاوراں لشکر راہ یافت و بنابریں مصلحت کہ عین مفسدہ بود اکثر مردم سر خویش گرفتہ بہر طرف متفرق شدند" (ص ۱۱۹)؛

ابھی اورنگزیب اپنی ذاتی فوج اور میر جملہ کے دستہ کے ذریعہ اس انتشار کو روکنے کی کوشش ہی کر رہا تھا، کہ شاہجہان کی سخت علالت نے بالکل نقشہ ہی بدل دیا، شاہجہان کئی دنوں تک اس قابل بھی نہ ہو سکا، کہ وہ درشن کی کھڑکی تک جا سکے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ تمام ملک میں یہ خبر مشتہر ہو گئی، کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور جب بادشاہ نے اپنی صورت مشتاقانِ زیارت کو دکھائی، تو بھی لوگوں کو اس کا یقین نہ آیا، اور انھوں نے یہ سمجھا کہ بادشاہ کے ہم شکل خواجہ سرا کے ذریعہ یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے[1]، ان حالات میں دارا کا کیا فرض تھا، اگر واقعی اس کا دل بھائیوں کی طرف سے صاف ہوتا، تو سب کو اصل حالات کی اطلاع دیتا، لیکن اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا، کہ امرا، اور دوسرے مقربین کی محل میں آمد و رفت بند کر دی، تمام شہزادوں کے وکیلوں سے پہلے تو مچلکہ لیا، کہ وہ اس علالت کی خبر نہیں لکھیں گے، اور پھر ان کو قید کر دیا، اس کے ساتھ ہی اس نے شاہراہوں اور اہم گھاٹوں پر پہرا بٹھال دیا، کہ کوئی شخص کوئی تحریر نہ لیجا سکے، اس کا نتیجہ وہ عام اضطراب، ہیجان اور انتشار تھا، جو اس وقت پیدا ہوا اور اسی کے ساتھ شجاع و مراد نے (اورنگزیب نے نہیں) اپنی

---

[1] معصوم نے اس افواہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے :-

"دارا شکوہ یکے از چیلہاے بادشاہی را کہ شباہت تمام بصورت معنی سرشت بادشاہی دارد، بعد از چندے از دریچہ یا غرفہ بمردم می نماید و آں صورت بمعنی سلام مردمان می گیرد، بادشاہے درمیاں نیست" ص ۳۲ الف و ب،

بادشاہت کا اعلان کر دیا،

دارا نے اب دوسری چال شروع کی، اور وہ یہ کہ جس صورت سے ہو، اورنگزیب اور مراد کو لڑا دو، اور اس لیے اس نے شاہجہان کی طرف سے یہ فرمان صادر کیا، کہ مراد کو برار کا صوبہ جو اورنگزیب کے ماتحت ہے، دیا گیا ہے، اور وہ وہاں چلا جائے، دوسری طرف اس نے اپنے بھائیوں کی پیشقدمی روکنے کے لیے دو فوجیں تیار کیں، مگر یہ دیکھکر عبرت ہوتی ہے، کہ اس موقع پر ایک بھی بڑا سپہ سالار ان کی قیادت کو قبول نہیں کرتا، بہت ممکن ہے، کہ مخالف جماعت کی بلند مرتبگی اس کا ایک سبب ہو، لیکن درحقیقت جو چیز اس میں صاف نظر آرہی ہے، وہ یہ ہے، کہ کسی امیر کو دارا پر بھروسہ تھا، اور نہ اس کے لیے کسی قسم کی ہمدردی، البتہ دو راجپوت راجاؤں نے اپنی خدمات پیش کیں، ان میں سے ایک یعنی مرزا راجہ جے سنگھ شہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ شجاع کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا، اور دوسرا مہاراجہ جسونت سنگھ مراد اور اورنگزیب کو روکنے کے لیے،

یہ تھین دارا کی وہ برادرانہ عنایتین، جنھون نے اورنگزیب کو اپنی مدافعت پر مجبور کیا، لیکن قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے رویہ کے متعلق کچھ کہین، ہم چاہتے ہین، کہ اس ڈرامے کے چار اور اہم شخصیتون کے حالات مختصر طریقہ سے بتا دین، تاکہ ان کے مقابلہ مین اورنگزیب کے طرز عمل پر بہتر روشنی پڑ سکے، ان مین اورنگزیب کی دو بہنین، جہان آرا بیگم اور روشن آرا بیگم، اور اس کے دو بھائی شہزادہ محمد شجاع، اور شہزادہ مراد بخش ہین،

جہان آرا بیگم ممتاز محل کے بطن سے جو چودہ اولاد ہوئی، اس مین اگرچہ ترتیب کے لحاظ سے جہان آرا دوسری تھی، لیکن عملی دنیا مین حصہ لینے والی اولاد مین سب سے بڑی تھی، حوری خانم اور حافظ

لے مفصل حالات کے لیے دیکھو معین الآثار، اگرہ از نواب عبداللطیف، جہان آرا از مولوی محبوب الرحمان و جہان آرا از ضیاء الدین احمد برنی، ماڈرن ریویو اگست ۲۹ء، وغیرہ وغیرہ،

ستی النساء کی تعلیم اور نور جہانی و ممتاز محلی حرم کی تربیت نے ایک طرف تو اسے علمی حیثیت سے بہت بلند اور دوسری طرف عملی حیثیت سے اسکو اپنے ہم عصرون مین ممتاز کر دیا تھا، ممتاز محل کی موت کے بعد سے اس نے شاہجہان کے آرام اور محل کے انتظامات کا تمام بار اپنے سر لے لیا تھا، اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، کہ اس نے جس فدایانہ طریقہ سے باپ کے لیے جان و مال نثار کیا جس طرح مان کی موت سے لیکر اس وقت تک کہ شاہجہان کا جنازہ محل سے نکلا باپ کی خدمت کی جس طرح تختِ طاؤس پر بیٹھنے یا گوشۂ قلعہ مین عبادت کرنے والے شاہجہان کے لیے وہ نورِ نظر، راحتِ قلب رہی، وہ ایسا بے مثل کارنامہ ہے، کہ تاریخ اس کی مثال مشکل سے پیش کر سکتی ہے، تصوف کے ذوق نے اُس سے ۲۶ سال ہی کی عمر (۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء) مین مونس الارواح[1] جیسی کتاب لکھا کر اُسے دنیا کی تمام کشمکشون سے بے نیاز کر دیا تھا، اور اگر ہم سلطنت کے کامون یا بھائیون کے جھگڑون مین اُسکو دیکھتے ہین، تو صرف دو حیثیتون مین، یا تو وہ صلح کی دیوی ہوتی ہے، یا پھر اپنے باپ کی خوشنودی، اس کی بات کی پچ، اور اُسکے حکم کی تائید کے جذبہ مین سرشار نظر آتی ہے، اور اسی لیے دوسرے لوگون کو اپنا دشمن بنا لیتی ہے، چونکہ شاہجہان کی یہ خواہش تھی، کہ دارا شکوہ ہی، اس کی جگہ بادشاہ ہو اس لیے جہان آرا اصولاً مجبور تھی، کہ اپنے باپ کی تائید کرے، اور اس سلسلہ مین اپنے بھائیون کے طعن و تشنیع کو برداشت کرے، یہی وجہ ہے، کہ بعض لوگ اس کو اورنگزیب کا دشمن سمجھتے ہین، ہمارا اپنا خیال یہ ہے، کہ جہان آرا پریم اور محبت کی دیوی تھی، برائی اسکو چھو بھی نہین گئی تھی، البتہ بعض اوقات اپنی نیکی کی وجہ سے دارا کی سازشون مین پھنس جاتی تھی، لیکن جونہی اس کو اسکا علم ہوتا تھا، وہ فوراً اس کی تلافی کر دیتی تھی حتی کہ خود اورنگزیب کو دارا کے لگائے ہوئے چرکون

[1] مونس الارواح کا وہ نسخہ جو جہان آرا کیلئے لکھوایا گیا تھا، اس وقت دار المصنفین کی ملکیت ہے،

کو دکھانا ہوتا تھا، تو پیاری بہن ہی کے سامنے وہ زخمون کو وا کرتا تھا جس وقت وہ دارا کی چالون سے پریشان ہو جاتا تھا، تو اس کو اپنی پیاری بہن ہی کی آغوشِ محبت مین پناہ ملتی تھی، اور جب گھڑی شاہجہان کے غلط عتاب کی بجلی اُسپر گرتی تھی، تو یہ اسی پیاری بہن کا دامن ہوتا تھا، جہان آرا سے سکون و تسلی اور امن نصیب ہوتا تھا، اورنگزیب کے خطوط پڑھو تم کو اس مخلصانہ محبت کا رنگ اس مین صاف چمکتا نظر آئے گا، خود مراد بھی بہین آکر برادرانہ محبت سے سرشار ہو جاتا ہے جس وقت شاہجہان بیمار ہوا، اس وقت وہ باپ کے ساتھ تھی، اس نے دارا کو بہت سمجھایا، لیکن فضول، مجبور ہو کر اس نے دوسرے بھائیون کی طرف توجہ کی لیکن اس کا خط اس وقت پہنچا جبکہ دھرمات کی لڑائی ختم ہو چکی تھی، اور تیر کمان سے نکل چکا تھا، پھر بھی بھائیون نے جو جواب دیا، اس سے صاف پتہ چلتا ہے، کہ اب بھی ان کے دلون مین اسکی کیا وقعت تھی[1]، اس کے بعد جب اورنگزیب و مراد دارا کو شکست دے کر آگرہ پہنچے تو اس وقت بھی جہان آرا نے خود آکر اورنگزیب کو سمجھایا، اور اگر شاہجہان اپنی معاندانہ کارروائیون کو بند کر دیتا، تو یقیناً جہان آرا اپنے مقصد مین کامیاب ہو جاتی، مگر ایسا نہ ہوا اور اس ملاقات کے بعد سے جو وہ آگرہ کے قلعہ مین باپ کے پاس گئی، تو پھر وہان سے پہلے شاہجہان کا اور اس کے بعد جہان آرا کا جنازہ ہی نکلا، اگرچہ جہان آرا اورنگزیب کو راضی کر سکتی تھی، لیکن پھر بھی وہ اورنگزیب کی لیاقت و صلاحیت کی قائل اور قدردان تھی، اور اس نے سب سے پہلا اور سب سے مشکل جو کام انجام دیا، وہ یہ تھا، کہ رفتہ رفتہ باپ اور بیٹے کے تعلقات کو خوشگوار کرنا شروع کیا، اور اس مین یہانتک کامیابی حاصل کر لی، کہ شاہجہان نے نہ صرف ہر قسم کا ملال دل سے نکال دیا، بلکہ جب تک زندہ رہا، ہر معاملہ مین اورنگزیب کو مشورہ دیتا رہا، اور اورنگزیب نے بھی ہمیشہ اسی کی اطاعت کی، چنانچہ اسوقت تک کہ دارا اجمیر کی لڑائی کی تیاری مین مصروف تھا، جہان آرا نے شاہجہان

[1] دیکھو خطوط نمبر ۱۱۹ و نمبر ۱۲۷،

کو رفتہ رفتہ دارا کی کارستانیون سے واقف کرنا شروع کر دیا تھا، اور شاہجہان اپنے ان الزامات کو جو اس نے اس غلط فہمی کے ماتحت اورنگزیب پر لگائے تھے واپس لینے لگا تھا اورنگزیب ایک خط مین خود شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"از مظنہ ہاے فاسد باد شاہزادۂ کلاں اپچہ بیگم صاحب جیو ظاہر ساختہ اند، ہنوز گل اوّل است، بعد ازاں کہ خبث طینت و اعتقاد باطلش مفصلاً بعرض برسد معلوم خواہد شد کہ از چہ قماش آدمی بودہ، و دفع او چہ قسم عطیۂ الٰہی است" (۱۲۴۱ھ)

روشن آرا بیگم | روشن آرا اگرچہ دارا شکوہ و شجاع سے چھوٹی تھی لیکن اورنگزیب سے بڑی تھی، اور جیسا کہ قاعدہ ہے، اپنے ہم سن بھائی اورنگ زیب سے زیادہ مانوس تھی، اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ وہ اورنگ زیب کے مفاد کی حفاظت کرتی رہتی، اور بہت ممکن ہے کہ اورنگزیب کے خلاف جو سازشین ہوتی رہتی ہون، ان کی اطلاع بھی دیتی ہو، لیکن کسی تاریخ یا کسی خط سے اس کا ثبوت نہین ملتا، البتہ اورنگزیب کے دو خطوط سے یہ پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون بھائی بہنون مین سب سے زیادہ محبت تھی، اورنگ زیب نے اس کی قدر کی، اور آخر وقت تک اس کو نباہ دیا،

شہزادہ محمد شجاع بہادر | شہزادہ محمد شجاع بہادر شاہجہان کا دوسرا لڑکا تھا، وہ عہد جہانگیر مین ۱۴ جمادی الاوّل سنہ ۱۰۲۵ ہجری کو اجمیر مین پیدا ہوا، اور ہمیشہ اپنے باپ کے سایۂ عاطفت مین پرورش پاتا رہا، شاہجہان نے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اسے حکومت کے کامون مین لگانا شروع کر دیا تھا، چنانچہ پہلے اُسے دکن کی مہم پر روانہ کیا گیا، پھر قندھار کی طرف بھیجا گیا، اور اس کے بعد ۳۰ شوال سنہ ۱۰۴۸ ہجری کو بنگال کا گورنر بنا دیا گیا، اس کے تین سال بعد ہی ۱۵ ذی الحجہ کو اوسے اڑیسہ بھی دیدیا گیا، اور وہ ۲۰ سال تک بنگال جیسے شاداب ملک پر نہایت اطمینان سے

حکومت کرتا رہا، پایہ تخت سے دوری نے اُسے مطمئن ہی نہین، بلکہ کاہل، آرام طلب اور بڑی حد تک اپنے فرائض سے غافل بھی کر دیا تھا، اس کے ساتھ ہی بادشاہ ہمیشہ اسے محبت کی نظر سے دیکھتا، اور وقتاً فوقتاً تحائف بھیجتا تھا، اس بست سالہ صوبہ داری کے زمانہ مین وہ دو مرتبہ بنگال سے آیا، اس کی بڑی بہن جہان آرا بیگم بھی اس کو بہت مانتی تھی، چنانچہ اسکی (شجاع کی) شادی کے تمام اخراجات اسی (جہان آرا بیگم) نے برداشت کئے تھے، طالب نے شادی کی تاریخ مین ایک قطعہ بھی لکھا تھا، اور اس مصرع سے تاریخ نکالی تھی، ع

مہد بلقیس بسر منزل جمشید آمد[1]

اورنگ زیب کے ساتھ بھی اس کے تعلقات بہت اچھے تھے، اور اسی خوشگواری کا نتیجہ تھا، کہ داراشکوہ نے ان دونون بھائیون کو ایک دوسرے سے لڑا دینے کی سعیٔ غیر مشکور کی تھی

شہزادہ مراد بخش یہ شہزادہ سب سے چھوٹا لیکن سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ زود اعتقاد، اور سب سے زیادہ خود رائے تھا، ہم گذشتہ صفحات مین اسکی افتادِ طبیعت کا حال لکھ چکے ہین، اور بتا چکے ہین کہ کس طرح ہر کام مین وہ اپنی مشتعل و غیر مستقل طبیعت کی وجہ سے ناکام رہا، سعدی کے بیان کردہ اصول

"گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند"

کا صحیح نمونہ تھا، مگر افسوس کہ ان خوبیون کے ساتھ وہ سخت شرابی اور عیاش بھی تھا، دارا سے اس کو بھی انتہائی عداوت تھی، اور یہی وجہ تھی، کہ اُسے جونہی شاہجہان کی علالت کی خبر معلوم ہوئی ایک طرف تو اس نے اپنے مشیر خاص علی نقی کو جس کے متعلق اسے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ دارا کا حامی ہے، قتل کر دیا، اور دوسری طرف ایک فوج سورت پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کر دی کہ اس طرح نہ صرف ایک اہم ترین شہر اس کے ہاتھ لگتا تھا، بلکہ وہ وہان کے تاجرون سے کافی رقم

---

[1] بادشاہ نامۂ عبدالحمید جلد اول حصہ اول ص ۶۰-۵۔

بھی وصول کرسکتا تھا، قلعہ کا محاصرہ جاری ہی تھا، کہ اس نے اورنگزیب کی نصیحت کے باوجود بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا، اور اسی زمانہ مین گذشتہ صلحنامہ کے مبہم الفاظ کو واضح کرنے کے لیے اس نے اورنگزیب سے ایک جدید معاہدہ کرنا چاہا، اور یہ معاہدہ اس کی خواہش کے موافق لکھا گیا، یہ معاہدہ اس الزام کی صاف تردید ہے، کہ اورنگ زیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا تھا، کہ وہ مراد کو بادشاہ بناکر ہندوستان سے چلا جاے گا، بلکہ اس کے برخلاف حکومت اور مالِ غنیمت کی تقسیم ہم کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے، کہ اورنگزیب ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے، بہرحال اُسنے اپنے کو بادشاہ بناکر، اور اورنگزیب سے معاہدہ کرکے فوج جمع کرنا شروع کی، اور پھر اس فوج کو لے کر ۲ر جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ (۲۸ر فروری ۱۶۵۸ء) کو احمدآباد سے روانہ ہوا، اور ۱۲ر رجب (۱۴ر اپریل) کو دونون بھائی اجین کے پاس مل گئے، مراد، شجاع اور اورنگزیب مین برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین جو خط و کتابت ہوئی ہے، اور جس سے ہر بھائی کے ارادہ اور طریق کار پر صاف روشنی پڑتی ہے، اس کو ہم اورنگزیب کے حالات مین آیندہ مفصل طور سے بیان کرینگے[1]

شہزادہ اورنگزیب اورنگزیب کے متعلق مفصل طور سے یہان لکھنا تحصیل حاصل ہے، کہ گذشتہ تمام ابواب اس کی افتادِ طبیعت، اور اس کے کارنامون کے آئینہ دار ہین، یہان ہم صرف ان حالات کا مختصراً تذکرہ کرنا چاہتے ہین، جو اب تک بیان نہین ہوے، اور جنسے اس بات پر روشنی پڑتی ہے، کہ اورنگزیب ہمیشہ کس طرح ایک فرمان بردار اور اطاعت گذار لڑکا رہا ہے، اور اس کی جنگ مین شرکت باپ کے خلاف نہین، بلکہ دارا کی مہلک سازشون سے اپنی حفاظت کے لیے تھی، اس کی اس چہل سالہ زندگی مین ہم کو ایک بھی ایسا واقعہ نہین ملتا، جس کو ہم اورنگزیب کی عدول حکمی کہہ سکین، اورنگزیب جب تک شاہجہان کے ساتھ رہا، اس نے کوئی نہ کوئی خدمت

[1] اس موضوع پر ہم نے روزنامۂ انقلاب مین دو مفصل مضمون لکھے ہین،

اپنے ذمہ رکھی، چنانچہ معصوم نے اپنے دو چشم دید واقعات لکھے ہین، ایک مین اس نے بیان کیا ہے کہ وہ بادشاہ کے پان کا انتظام کرتا تھا، اور دوسرے مین بتایا ہے، کہ اورنگزیب شاہجہان کو پنکھا جھلا کرتا تھا، اس کے الفاظ یہ ہین :-

(۱) "روزے مسود این اوراق بسبب کارے در دارالخلافہ اکبرآباد داخل غسلخانۂ بادشاہی گشت.. ..... دید کہ جوانے زیبا روے ولباس بادشاہانہ پوشیدہ در پیش بادشاہ مرحوم ایستادہ است..... چوں سلطان اورنگزیب شاہ را..... قبل ازیں ہشت نہ سال کہ ہنوز عذار فیض آثار بسبزۂ خط آشنا نگشتہ دیدہ بود الحال کہ بایں محاسن ومکارم ویدا ول مرحلہ شناخت از رفیقے ..... پرسیدم ..... درجواب گفت کہ ایں جوان سلطان اورنگزیب است"[1]

(۲) روزے دیگر کہ مسود ایں اوراق در رکاب صاحب وقبلۂ خود (شجاع) بشکارگاہ سموگدھ ..... رفتہ بود، چوں صاحب عالمیان دربارۂ شکار بادشاہی در آمدند.. ..... بجانب منازل خویش معاودت نمودیم، در راہ دیدیم کہ سلطان عالی مکان اورنگزیب شاہ بر اسپ قپچاق سوار تاختہ میرود، وچیزے بکمر بند خود بستہ می برد، ..... پرسیدیم کہ ایں چیست کہ سلطان بکمر بند خود بستہ برد گفتند کہ خدمت خوراندن پان بایشاں تعلق دارد[2]

یہ تو بادشاہ کی موجودگی کا حال تھا، جہان بادشاہ موجود نہ ہوتا تھا، وہان بھی ہر قسم کے شاہی آداب کا لحاظ رکھتا تھا، چنانچہ جب ملتان سے دکن جانے لگا ہے، اور راستہ مین شاہی شکارگاہ کے پاس سے گذرا ہے، اور اسے اطلاع ملی ہے، کہ یہان خاص قسم کا شکار ہے، اور اس کے دل مین اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے، تو صرف اس خیال سے وہان نہین گیا، کہ بادشاہی شکارگاہ مین

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی صفحہ ۱۴۲ - الف،

بلا اجازت داخل ہونا خلافِ آداب تھا، اس واقعہ کے متعلق وہ شاہجہان کو لکھتا ہے:۔

"روزے کہ ایں مرید بہ دھول پور رسید شنید کہ در شکارگاہ نذار باری در کھیر کھیت ..... نیلہ ابلق کلانی است، چوں مسافت قریب بود میخواست کہ خود بدیدنِ آں برود، لیکن بے تحصیلِ حکم بہ شکارگاہِ خاصہ درآمدن از آداب دور دانستہ، ملک حسین را باقرا ولانِ خود فرستاد کہ دیدہ بیایند" (۱۴/۴۴)

صرف یہی ایک خط نہین بلکہ اورنگزیب کے تمام خطوط اس بات کو ظاہر کرتے ہین، کہ اسکے دل مین کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے شاہجہان کے خلاف، کسی قسم کی کارروائی کرنے کا خیال نہین آیا، اس وقت بھی جبکہ شاہجہان بلاوجہ اس کی سرزنش کرتا، یا غلط الزامات اس پر عائد کرتا تھا، تو وہ انتہائی ضبط سے کام لیتا، اور اگر اس کے قلم سے کچھ نکلتا تو صرف یہ کہ

"عدل سلطاں گر نہ پرسد حالِ مظلومانِ عشق
گوشہ گیراں راز آسایش طمع باید برید" (۴۱/۱۱۹)

یا پھر کہتا تو صرف اس قدر کہ

"گر تو اے گل گوش بر آوازِ بلبل می کنی
کار مشکل میشود بر بے زبانانِ چمن" (۲/۱۳۴)

اورنگزیب اسی طرح اپنی زندگی کے دن گذار رہا تھا، اور انہی مشکلات مین انتہائی خلوص و محبت سے کامیابی حاصل کرکے بادشاہ کو خوش کرنے کی کوشش مین مصروف تھا، کہ ٹھیک اس وقت جبکہ وہ بیجاپوریون کو ہر شرط پر صلح کرانے پر مجبور کر چکا تھا، ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۶ھ (۶ ستمبر ۱۶۵۶ء) کو شاہجہان حبس البول کی شکایت مین مبتلا ہوگیا،

اسی زمانہ مین دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے کر اپنے بھائیون کے خلاف وہ

معاندانہ اور غیر برادرانہ کارروائی شروع کردی، جو برادرانہ جنگ کا سبب بنی، لیکن قبل اس کے کہ اسباب جنگ اور اس کے حالات پر مفصل طور سے بحث کریں، ہم یہان پر اورنگزیب کے ان تعلقات پر جو اس مین اس کے بھائیون اور بہنون مین اس وقت موجود تھے مختصراً بیان کردینا چاہتے ہین، تاکہ حالات و واقعات کے اثرات و نتائج آسانی سے ذہن نشین ہوسکین،

جہان آرا و روشن آرا | یون تو اس وقت اورنگزیب کی تین بہنین (جہان آرا، روشن آرا، اور گوہر آرا) موجود تھین، لیکن تاریخی و سیاسی حیثیت سے اول الذکر دو کو خاص اہمیت حاصل ہے، جہان آرا کے متعلق ہم اوپر لکھ آئے ہین، کہ اس کے تعلقات تمام بھائیون سے بہت اچھے تھے، اور بعض اوقات وہ صرف دارا کی سازشون مین پھنسکر اگرچہ اورنگزیب کی دشمن معلوم ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، اور اورنگزیب کے خطوط خود اسکی شہادت دیتے ہین، شاہجہان کو خود اس کا علم تھا، اور وہ اسی لیے اکثر جہان آرا ہی کو اس بات پر مجبور کرتا تھا، کہ وہ اورنگزیب کے خلاف غلط شکایات کے متعلق اپنے بھائی سے باز پرس کرے، اور اورنگزیب بھی اسے اپنا سچا ہمدرد سمجھ کر اپنا دل اس کے سامنے نکال کر رکھ دیتا تھا، معلوم ہوتا ہے، کہ دکن کی صوبہ داری کے سلسلہ مین دارا نے جو چال چلی تھی، اس مین جہان آرا کو بھی اس نے شریک کرلیا تھا، اور اسی وجہ سے اورنگزیب و جہان آرا مین بھی کچھ کشیدگی پیدا ہوگئی تھی، لیکن جس وقت شہزادہ محمد سلطان شاہجہان کے پاس گیا ہے، یہ غلط فہمی ایک بڑی حد تک دور ہوچکی تھی، پھر بھی ایسے واقعات کے بعد جو ضبط و احتیاط ہونا چاہیئے، اس کا رنگ اورنگزیب کے خط مین صاف نظر آتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو اس سلسلہ مین جو ہدایات لکھی ہین وہ اس کا بہترین ثبوت ہین، وہ لکھتا ہے:

"از آنجا کہ نواب تقدس نقاب بیگم صاحب جیو دریں ایام عنایت تمامی ظاہری سازند، و

راہ ارسال مفاتحات مفتوح شدہ و عنایت نامہ کہ دریں ولا فرستادہ اند مشتمل است

بر لطف و مہربانی بے اندازہ بنابراں امر عالی بصدق و پیوستہ کہ آں گرامی تبار فرخندہ اطوار در خدمت ایشان باادب بودہ نوعے سلوک نمایند کہ موجب رضامندی و خوشنودی شود، و اظہار عقیدت و اخلاص بوجہ اتم لازم و دانستہ بسیار پسندیدہ دریں مقام درآیند" (۶/۱۲۶)

اس وقت سے دونوں کے تعلقات بہت صاف ہوتے گئے، حتی کہ خود اورنگزیب کے ایک خط سے جو اس نے میر جملہ کو لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ جس وقت میر جملہ شاہجہان کے دربار میں پہنچا ہے بھائی بہن کے تعلقات بہت زیادہ بہتر تھے، اور اورنگزیب سمجھتا تھا، کہ جہان آرا در اصل اس کی حامی و طرفدار ہے، چنانچہ وہ میر جملہ کو لکھتا ہے:-

"قبل ازیں بخدمت تقدس احتجاب علیہ عالیہ عرضداشت نمودہ بودیم کہ عنایت و التفات بہ احوال آں عمدۃ الخوانین ..... دریغ نفرمودہ، در ہیچ باب جانب حمایت و اعانت ایشاں را فروگذارند، دریں ولا عنایت نامہ کہ در جواب آں بخط شریف خود نگاشتہ بودند، رسید و مندرج بود، کہ دریں باب کوتاہی نخواہد رفت، لیکن آں دستور وافی خبرت باکسے آشنائی نمی کنند، حتی در خدمت مانیز گاہے اظہار اخلاص ننمودہ اند، براں خلاصہ مخلصاں کاروال پوشیدہ نماند، کہ چوں پاس ایں مراتب لازم است، و نواب تقدس احتجاب التفاتے خاصہ بایں جانب دارند، و توجہ ایشاں باطراف دیگر محض یعنی بر مصلحت است، ورنہ ولی نیست" (آداب نمبر ۱۸۵)

اس کے ساتھ ہی اورنگزیب و جہان آرا کے درمیان اس کے بعد سے جو مسلسل خط و کتابت اور تحفوں کی آمد و رفت جاری رہی ہے، وہ اس دعویٰ کو مضبوط کرتی ہے، شاہجہان کی گوشہ نشینی کے بعد جہان آرا کا اورنگزیب کے ساتھ جو تعلق رہا، اور جس طرح اورنگزیب نے نواب بیگم صاحب جیو کے تمام اختیارات، حقوق اور مراعات کو علی حالہ باقی رکھا، وہ اس

کا مزید ثبوت ہین،

روشن آرا بیگم، اورنگزیب سے چھوٹی تھی، لیکن ان دونون مین ہم سنی کی وجہ سے کافی محبت تھی، اور اورنگزیب کو بھی اس پر بھروسا تھا، مگر روشن آرا اور جہان آرا کے تعلقات اچھے نہ تھے، اور یہی وجہ تھی، کہ جب اورنگزیب کو یہ خیال ہوا، کہ شاہجہان شہزادہ محمد سلطان کو اپنے ساتھ آگرہ لیجاے گا، اور وہان جہان آرا اور روشن آرا دونون موجود ہونگی تو اس نے اپنے لڑکے کو جو ہدایت کی ہے، وہ ان تینون کے تعلقات کو واضح طور سے بتانے کو کافی ہے، اس کی ہدایت یہ ہے:-

"چوں ظنِ غالب آن است کہ اعلیحضرت قرۃ العین سلطنت را تا دار الخلافہ ہمراہ ببرند، و دریں صورت البتہ ملازمت نواب روشن آرا بیگم جیو دست خواہد داد، و صحبت ایں دو بزرگ باہم قسمے نشستہ احتیاط باید کرد، کہ ہیچ طرف از طرز اختلاط و گرمی آں نامدار مکدر نشود، و از آنجا کہ برائے مصلحت جانب نواب بیگم صاحب رعایت نمودن بہمہ باب اہم است، در خدمت عمہ محترمہ دیگر عذر خواہی خواہند نمود" (۶/۱۶۴)

اس سلسلہ مین یہ بتانا شاید بے محل نہ ہوگا، کہ اورنگزیب اپنی سوتیلی ماؤن سے بھی اچھے تعلقات رکھتا تھا، اور ان کو اکثر تحفے بھیجا کرتا تھا، اسی لیے جب شہزادہ محمد سلطان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا، تو اورنگزیب نے اس کے پاس چند سوغات بھیجے، اور لکھا کہ وہ ہدایت کے مطابق ان چیزون کو:-

"بخدمت نواب علیہ عالیہ و محل فتحپوری و اکبرآبادی برسانند" (۶/۱۶۴)

شاہ شجاع و شہزادہ مراد، ان دونون بھائیون سے بھی اورنگزیب کے تعلقات بہت اچھے تھے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس خوشگواری مین برادرانہ محبت سے زیادہ دارا کی عداوت کو

زیادہ دخل تھا، اور شجاع و مراد سے جو زبانی معاہدہ، اور شجاع کے خاندان اور اورنگزیب کے خاندان سے جو ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے وعدے ہوے تھے ان مین دارا کی مخالفت ایک بہت بڑا عنصر تھا، مگر شجاع نے تو ابتدا کارہی سے اس معاہدہ کی کوئی پروانہ کی، اور خود مراد بھی باپ اور امرا کے کہنے مین آکر نقضِ عہد پر آمادہ ہوگیا، اسی وجہ سے بعد مین ان بھائیون مین اختلافات پیدا ہوے،

شہزادہ داراشکوہ | مگر جیسا کہ اس وقت تک ہم دیکھ چکے ہین، دارا اور اورنگزیب مین ابتدا ہی سے اختلاف موجود تھا، بلکہ یہ اختلاف عداوت تک پہنچ چکا تھا، اس اختلاف مین دو چیزین سب سے زیادہ نمایان تھین، اور وہ دونون بھائیون کا اختلافِ طبائع تھا، اورنگزیب ابتدا سے مذہب کا پابند اور ہر قسم کے غیر شرعی اعمال و افعال ہی نہین بلکہ اقوال سے بھی محترز رہتا تھا حتی کہ اسے یہ بھی پسند نہ تھا، کہ اس قسم کے مبہم و ذو معنیین الفاظ جیسے ابوالفضل وغیرہ اکبر کی خوشامد مین لکھا کرتے تھے، لکھے جائین، چنانچہ جب اس کے لڑکے نے اکبرنامۂ ابوالفضل پڑھنے کے بعد اس قسم کے جملے اورنگ زیب کو لکھے، تو اس نے اُسے نہایت سختی سے اس پر ٹوکا، اس کا منشی ابوالفتح اس کے حکم سے شہزادہ کو لکھتا ہے:-

"چوں دراں سامی صحیفہ بخلاف سنت وضابطہ بجاے "بسم اللہ اللہ اکبر جل جلالہ"
نوشتہ شدہ بود . . . . . بنابراں بر زبانِ الہام بیان . . . . .
. . . گذشت، کہ مقصود از خواندنِ اکبرنامۂ شیخ ابوالفضل تتبع عباراتِ آں کتاب است
نہ اتباعِ مذہب مصنف کہ از روے بدعت، اسلوبِ مسنون را تغیر دادہ" (۵/۱۷۵)

اسی شہزادہ محمد کی پگڑی کے متعلق کھلے دربار مین جو گفتگو ہوئی تھی، اور جس طرح اورنگزیب کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اڑایا گیا تھا، اس کا ذکر گذشتہ باب مین کیا جا چکا ہے، اس کے

مقابلہ مین داراشکوہ اس قسم کے لفظی گورکھ دھندون پر جان دیتا، اپنے کو ہر قسم کی مذہبی پابندی سے آزاد سمجھتا، اورنگزیب کو "نمازی" "فقیر" "ریاکار" اور نہ معلوم کن کن الفاظ اور خطابات سے یاد کرتا تھا، اورنگزیب ان باتون کو سنتا لیکن صبر کرتا،

اختلاف کی دوسری وجہ دارا کی وہ عداوت تھی جو اسے سیاسی حیثیت سے تھی جیسا کہ ہم دیکھ آئے ہین اورنگزیب سے تھی، دارا کو اگر سلطنت کے معاملہ مین کسی سے خوف تھا، تو صرف اورنگزیب سے اس لیے وہ ہر ممکن کوشش سے اس کے اثر، اس کے اقتدار اور اس کے رعب کو شدید ترین ضرب پہنچانا چاہتا تھا، وہ ہمہ تن اس سازش مین مصروف تھا، کہ اورنگزیب کی سفارشون کے خلاف شاہجہان سے احکام نافذ کرا کے لوگون پر یہ ثابت کردے، کہ اورنگزیب ایک عضو معطل، اور ایک بے اثر ہستی ہے، اور ملک مین کسی کی بات رہتی ہے، اگر کسی کی سفارش مقبول ہوتی ہے، اگر کسی کی درخواست مسموع ہوتی ہے، اور اگر کسی کی شفاعت اثر رکھتی ہے تو وہ صرف شاہ بلند اقبال دارا ہے، اور اس کی اسی سازش کا نتیجہ ہے، کہ دکن کی گورنری کے زمانہ مین باپ بیٹے کے اختلافات اس قدر سخت ہوگئے تھے، اور افسرون، اور دیسی ریاستون نے اورنگزیب کی جگہ دارا کو اپنا قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات بنا لیا تھا، اس عہد کے آخری دو واقعات کو لے لو، گولکنڈہ کی جنگ کا حال تم پڑھ آئے ہو، لیکن تم کو معلوم ہے کہ یہ کون شخص تھا، جس نے شاہجہان سے نہ صرف اس بات کی جھوٹ شکایت کی، کہ اورنگزیب نے قطب الملک سے بہت سے ایسے تحفے لیے جنکی کسی کو خبر نہین ہے، بلکہ اُسپر یہ بھی الزام لگایا، کہ اس نے عادلشاہ سے بھی اس قسم کی رشوت لی ہے، اور اورنگزیب کو اپنے وکیل دربار کے ذریعہ اس کی اطلاع ملتی ہے، اور وہ میر جملہ کو اس کے متعلق لکھتا ہے:-

"نیز موی الیہ (وکیل دربار) داخل عریضۂ خود ساختہ بود، کہ بادشاہزادۂ کلان بعرض اقدس

رسانیدہ اند، کہ وکلاے سرکارِ عالی، از عادل خاں ہم چیزہاے گرفتہ اند، و پیشکش ہمہ سال براے خود قرار دادہ و آں رفیع مکان در جواب معروض داشتہ اند، کہ ایں مقدمہ خلاف واقع است "

اس سلسلہ مین اورنگزیب جس قدر ذلیل و بدنام کیا گیا، اس کا وہی نتیجہ ہوا، جو دارا چاہتا تھا، یعنی دکنی حکمرانون نے یہ دیکھکر کہ اورنگزیب کا کوئی اثر نہین ہے، براہِ راست داراشکوہ سے تعلقات پیدا کرکے اپنے مطالب کے حصول کی کوشش شروع کردی، وہی قطب الملک جس نے اورنگزیب کی اطاعت کی قسم کھائی تھی، اس سے معاہدہ کیا تھا، اور اس سے اس بات کا وعدہ کیا تھا، کہ کبھی بھی کوئی کام براہِ راست نہ کرے گا، اپنے وکیل کے ذریعہ دارا کے آستانہ پر مصروفِ جبین سائی تھا، دارا تو اسی موقع کی تلاش مین تھا، اس نے قطب الملک کے وکیل کو اس بات کا یقین دلادیا کہ وہ جو چاہتا ہے، وہ ہو جاے گا، اور اس چیز نے قطب الملک کو اورنگزیب کی طرف سے بڑی حد تک بے نیاز کردیا، اورنگزیب اسی حالت کو میر جملہ کو، جو اب وزیر اعظم ہے لکھتا ہے

" در بازداشتنِ او (قطب الملک) از اداہاے شورش انشاء تاکید و تہدید دراں باب بقدرِ امکان سعی مبذول شدہ و میشود، لیکن از آنجا کہ معاندانِ دین و دولت در اغواے او تقصیر ندارند، و مقدماتے کہ موجب مزید غرور و نخوت بیخبرانِ ناعاقبت اندیش است، باو می نویسند، باستظہارِ آنہا، توفیق عمل بر اوامر پیشگاہ عالی کمتر یافتہ در حصولِ مامول خویش بیشتر تلاش می کند " (آداب نمبر ۱۹۱)

دارا کی اس قسم کی سازشون کا جو نتیجہ خود دکن مین ہو رہا تھا، اس کی طرف ہم گذشتہ باب مین اشارہ کرچکے ہین، لیکن ایک مرتبہ پھر اورنگزیب کے ایک خط کے الفاظ لکھکر اوسکی انتہائی حسرت و یاس کی یاد تازہ کردینا چاہتے ہین:-

"از آنجا کہ ایں دنیا داراں از استماع خبر عدم استقلال و اعتبار ما و اطلاع بر بے توجہی اعلیحضرت و تعرضاتے کہ از پیشگاہ خلافت می رسد، و مردم یکے را ہزار ساختہ با آنہا میرسانند از نوشتہ و گفتہ ما حساب نگرفتہ، خود را از رجوع بایں جانب مستغنی میدانند" (آداب نمبر ۱۹۱)

اس جنگِ گولکنڈہ کے بعد سے باپ بیٹے کے تعلقات بھی ایک زمانہ تک کشیدہ رہے، اور بیجاپور کی جنگ مین اگرچہ اورنگزیب شاہجہان کے حکم سے صرف اس کی خوشنودی حاصل کرنیکے لیے شریک ہوا تھا، لیکن اسے ہر وقت خطرہ لگا ہوا تھا، کہ دارا عین فتح و کامیابی کے وقت پھر نہ اس کے بنے بنائے کام کو بگاڑ دے، اور اس کا یہ خطرہ درست ثابت ہوا، کیونکہ جونہی دارا شکوہ کو اس کا موقع ملا، اس نے نہ صرف یہ کہ جنگ کو ختم کرنے کا حکم بھجوادیا، بلکہ جو سرکاری امرا و افسر اپنی اپنی فوج کے ساتھ اورنگزیب کی مدد کر رہے تھے، ان کو فوراً واپس بلا کر اورنگ زیب کو ایک ایسی نازک حالت مین چھوڑ دیا گیا، کہ اگر وہ تدبیر، دوراندیشی، جرات اور ایک بڑی حد تک درگذر سے کام نہ لیتا، تو شاید اس کی فوج صحیح سلامت واپس بھی نہین ہوسکتی تھی،

شاہجہان کو بھائیون کے اس اختلاف کا علم تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا، کہ دارا کا دل ان بھائیون کی طرف سے صاف نہین ہے، اُسے اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ اُسکی آنکھ بند ہوتے ہی تخت و تاج کے لیے ایک بڑی جنگ ہوگی، اور اسی غرض سے اس تصادم کو روکنے کے لیے اس نے اپنے تینون چھوٹے لڑکون کو نہ صرف دارا ہی سے بلکہ ایک دوسرے سے بھی الگ الگ دور دراز صوبون مین مقرر کر دیا تھا، اور دارا کو آہستہ آہستہ شاہی اختیارات سے لیکر اس فکر مین لگا ہوا تھا، کہ اسی طرح اس کو ہندوستان کا بادشاہ بنا، اور اپنی زندگی ہی مین سب سے اس کی اطاعت قبول کرا کے خانہ جنگی کا دروازہ بند کر دے، کہ دفعتہً ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۶ھ (۱۷ ستمبر ۱۶۵۷ء)

کو وہ حبس البول کے مرض مین مبتلا ہو گیا، اور اس کی حالت اتنی ردی ہو گئی، کہ وہ اس قابل بھی نہ رہا، کہ پلنگ سے اُٹھ سکے، دربار و درشن موقوف ہو گیے، ایک ہفتہ تک یہی حالت رہی، اس کے بعد افاقہ شروع ہوا لیکن اسی زمانہ مین یہ خبر مشہور ہو گئی کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے، اور دارا اپنی مصلحت سے اس کو پوشیدہ رکھے ہوے ہے، اس خبر کا شہزادون تک پہنچنا تھا، کہ ہر ایک نے حصول حکومت کا خواب دیکھنا شروع کر دیا، شجاع اور مراد تو بلا کسی توقف کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے آگرہ کی طرف بڑھنے کے لیے فوجی انتظامات بھی کرنے لگے، اس افواہ کی تردید مین دارا نے جو کارروائیان کین، اس کے بالکل الٹے معنی پہنائے گئے، اور واقعہ بھی یہی ہے، کہ اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ نہایت ہی غلط اور سیاسی حیثیت سے خطرات سے پر تھا، سب سے پہلے اس نے امرا اور دربار و محل کے لوگون کو بادشاہ کی خوابگاہ مین داخل ہونے سے منع کر دیا، اور اس چیز نے موت کی افواہ کو زیادہ یقینی بنا دیا، ۱۵ ذی الحجہ (۱۴ ستمبر) کو بادشاہ نے خوابگاہ کے دریچہ سے بعض امرا کو اپنی صورت دکھائی، لیکن اس کے بعد پھر ایک مہینہ تک کسی کو شاہجہان کی کوئی خبر نہ ملی، اور دارا شکوہ نے اسی زمانہ مین شاہجہان کے نام سے وہ احکامات جاری کر دیئے، جنکے متعلق خود شہزادون کا یہ خیال تھا، کہ شاہجہان اپنی زندگی مین ایسے احکامات جاری نہین کر سکتا تھا، ۱۶ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۴ اکتوبر ۱۶۵۷ء) کو بادشاہ نے دریچۂ درشن مین آکر اپنا درشن دیا، اور اس کے بعد ۲۰ محرم ۱۰۶۸ھ (۱۸ اکتوبر) کو دارا کے ساتھ براہ دریا آگرہ کے لیے روانہ ہو گیا، اور ۱۹ صفر (۱۶ نومبر) کو آگرہ پہنچ گیا، یہان پہلے وہ دارا کے محل مین مقیم رہا، اور پھر ۲۰ ربیع الثانی (۲۷ دسمبر) کو شاہی محل مین داخل ہوا، اور اس کا یہ داخلہ ایسا تھا، کہ پھر اس کے بعد اُسے اُس سے زندہ نکلنا نصیب نہ ہوا، ان چار مہینون مین درباری مورخ کے بیان کے مطابق دارا نے جس محبت، جس جوش، اور جس فدائیت کیساتھ

باپ کی خدمت کی، اس کا شاہجہان پر بہت اثر پڑا، اور وہ ارذی الحجہ کو جونہی شاہجہان کو صحت کے آثار نظر آئے، اس نے اس صلہ مین ۲ ½ لاکھ روپیہ انعام دیا، اور پھر ۲۴ ربیع الاوّل (۲۰ دسمبر) کو ایک کرور روپیہ اور ۳۴ لاکھ کے جواہرات دیئے، اور اس کا منصب پہلے ۴۰، پھر ۵۰، اور بالآخر ۶۰ ہزاری کر دیا، اسی زمانہ مین اس نے درباری مورخ کے بیان کے مطابق بعض خاص امرا کو بلا کر یہ وصیت کی، کہ اس کے بعد دارا تخت حکومت کا مالک ہوگا، باپ کی بیماری کے ایک ہفتہ بعد ہی اس نے یہ وصیت سنکر، اپنے کو سیاہ و سفید کا مالک سمجھ لیا، اور پھر شاہجہان ہی کے نام سے وہ فرامین صادر کیے، جنھون نے بھائیون کو اس کا زیادہ مخالف بنا دیا،

ہم اوپر بتا آے ہین، کہ شجاع مراد اور اورنگزیب مین اس قسم کا ایک معاہدہ ہو گیا تھا، کہ اگر ان تینون مین کسی کو دارا نقصان پہنچانا شروع کرے، تو باقی دو بھی دارا کے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرین گے، اور اب جبکہ شاہجہان کے انتقال اور دارا کے عنان حکومت کو اپنے ہاتھ مین لینے کی خبران کو پہنچی، تو انھون نے اس معاہدہ کے مطابق فوراً ایک دوسرے سے استصواب شروع کیا، لیکن قبل اس کے کہ تینون بھائی ایک خاص بات پر متحد ہوتے، مراد اور شجاع نے اپنی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اور اس کے بعد اس بات کی تیاری شروع کر دی، کہ آگرہ چل کر دارا سے حکومت چھین لین، ان دونون بھائیون نے اورنگزیب کو بھی اشتراک عمل کی دعوت دی، مگر اورنگزیب ان کی طرح پر امن اور سرسبز و شاداب صوبہ مین چین نہین کر رہا تھا، اور نہ عاقبت بینی، مآل اندیشی، اور حقیقت فہمی نے اس کا ساتھ ہی چھوڑا تھا، اس کے سامنے تمام خبرین تھین، اس کے پیش نظر سب حالات تھے، اور وہ خود عملاً ایک ایسی جنگ مین مصروف تھا، جس سے کنارہ کشی، اس کی دو سالہ کامیابی کو خاک مین ملاتی تھی، علاوہ ازین دارا نے اگرچہ اپنے فرمان کے ذریعہ ابتداءً اورنگزیب کی حالت

بہت تازک کردی تھی، مگر اسی چیز نے اسے یکسو بھی کر دیا، اور اس نے ایک طرف جس صورت سے بھی ہو، ڈرا کر، ترغیب و تحریص یا تخویف و تنبیہ کے ذریعہ بیجاپور سے صلح کی ٹھان لی، اور دوسری طرف شاہجہان کی موت کی افواہ کے سچ ہونے کی صورت مین پاس معاہدہ، اور اپنی حفاظت کے لیے جو سامان بھی کرنا چاہیئے تھا، کرنا شروع کر دیا، اس کی اس دوگونہ پریشانیون کا زمانہ اس کے لیے انتہائی آزمایش کا زمانہ تھا، اور ہم کو دیکھنا چاہیئے، کہ اس نے کس طرح اپنی دور اندیشی، تدبر، اور موقع شناسی سے کام لے کر، حالات پر کامیاب طریقہ سے قبضہ پالیا، مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کی ذاتی کارروائیون کو بیان کرین، چاہتے ہین کہ اس کے دوسرے بھائیون نے جو کچھ کیا، اور اس مین اس نے جہان تک حصہ لیا، اس کو مختصر طور سے بیان کردین

شہزادہ شجاع | شجاع تقریبًا ۲۰ سال سے بنگال و اڑیسہ کا گورنر تھا، مرکزی حکومت سے دوری نے اسے ایک بڑی حد تک آزاد رائے اور آزاد کار بنا دیا تھا، دوسرے اس نے شاہجہان سے چند سال پہلے صوبہ بہار مین اپنے اور اپنے بچون کی صحت کے لیے ایک گڈھی کی جو درخواست کی تھی، وہ بھی مسموع نہین ہوئی تھی، اور اُسے وہ اپنی حق تلفی و تذلیل سمجھتا تھا، اس لیے جونہی اس کو اس بات کی خبر ملی، کہ شاہجہان کا انتقال ہوگیا ہے، اور دارا نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیے ہین، بھائیون سے اس نے جو معاہدہ کیا تھا، اس کا پاس کیے، اور ان سے مشورہ لیے بغیر بادشاہ بن بیٹھا، اور فوج جمع کر کے آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا

اب ہم مختصرًا اورنگزیب کے اس طرزِ عمل کو بیان کرتے ہین، جو معاہدہ کے مطابق اس نے اختیار کیا، اس سلسلہ مین شجاع کی خاموشی و بے پرواہی کے باوجود اورنگ زیب نے پیش قدمی کی، اور پہلے دو خط براہ اکبرآباد روانہ کئے، لیکن جب وہ نہ ملے تو اس نے مراد بخش اور اپنے آدمیون کو اڑیسہ کے راستہ سے نہ صرف اپنا خط لیکر بھیجا، بلکہ اس کیساتھ

اس نے وہ جواب بھی ملفوف کر دیا، جو مراد کے خط کے جواب مین اسنے لکھا تھا، اور اس خط مین یہ بھی تجویز پیش کی کہ

"ایں مخلصِ بے ریا را بزودی از پیش نہادِ خاطرِ مقدس و قصد و عزیمتے کہ در آئینہ ضمیر منیر پرتو صواب انداختہ باشد، آگاہ فرمایند کہ نظر بآں نمودہ بسر انجام لوازم امرے کہ فرصت و تاخیر در تمشیت آں خلافِ مصلحت و منافی معہود است، بپردازد،

صاحب من! اگر دریں وقت یک یک آدمِ فہمیدہ از جانبین بعنوانِ سفارت و وکالت مقرر شود و نوشتہ خواہ بداک چوکی از ینجا بسر حد اودیسہ مردم خیراندیش و از آنجا تا راج محل متصدیانِ سرکار برادر نامدار سر انجام نمایند، یا بقاصدان و سواران کہ جلد بیایند و برونده در پیش رفت مطلب بغایت دخیل است، و بر تقدیرے کہ ایں معنی صورت تجویز بیابد از فرستادہ ہائے ایں نیازمند سیادت مآب میر شاہ را در خدمتِ کثیر الموہبت نگاہ دارند، و جواب ایں عریضہ را مصحوب یکے از ہمراہانِ او یا ملازمِ سرکار عالی کہ اینجا خواہد بود بفرستند" (۱/۱۶۳)

شجاع کو جب مراد اور اورنگزیب کے خطوط ملے، تو وہ ان دونون بھائیون کی طرف سے مطمئن اور ان کی امداد پر یقین کر کے سلطنت کے خواب دیکھنے لگا، یہان یہ حقیقت غور طلب ہے کہ مراد اور شجاع دونون معاہدہ کی زیادہ پرواہ نہ کر کے، اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرتے ہین، اور وہ بھی اپنے صوبون کی حکومت کا نہین، بلکہ تمام ہندوستان کی، اس کے برخلاف اورنگ زیب نہ صرف یہ کہ ایسا نہین کرتا، بلکہ اس عجلت سے انکو منع کرتا ہے، چنانچہ خود شجاع کے ملازم محمد معصوم نے جو تاریخ شاہ شجاعی لکھی ہے، اسکے الفاظ یہ ہین:-

"چون شاہزادۂ گیتی مطاع سلطان شاہ شجاع مثل برادرانِ والا قدرِ دیگر از

سلوک نامرضی سلطان داراشکوہ دلِ سوزاں داشت یکبارگی در بلدۂ راج محل بر سریر
سلطنت و تختِ مملکت جلوس نمودہ خود را بابو الفوز نصیر الدین محمد صاحب قرآن ثالث
سکندر ثانی شاہ شجاع بہادر غازی ملقب ساختند و با لشکرہائے ممالک مشرقیہ بابہت و
عظمت بسیار بعزم گرفتنِ دہلی از بنگالہ بصوب بندر انخلافہ عنان گسل گردید[1]

اورنگزیب کا عمل | اس کی خبر دارا، مراد، اورنگزیب تینوں کو ملی، دارا نے تو مقابلہ کے لیے اپنے بڑے لڑکے سلیمان شکوہ کے ساتھ مرزا راجہ جے سنگھ کو ایک فوج دے کر بنارس کی طرف روانہ کیا، اور مراد اور اورنگزیب نے معاہدہ کے مطابق "دشمن را دو دلہ" کرنے کے لیے برہان پور و احمد آباد سے کوچ کیا، اس موقع پر اورنگزیب نے جو خط شجاع کو لکھا وہ یہ ہے:-

"از آنجا کہ تا حال صورت عزم و ارادۂ آں مشفق مہربان معلوم نگشت و جوابِ عرائض نرسیدہ و مجدداً از نوشتجاتِ وکیلِ دربار سمت وضوح گرفت کہ چوں مذکورِ مونگیر در میان است، ملحد زادہ خود را باجے سنگھ و ستر سال و دیگر مردم بصوب الہ آباد و پٹنہ تعین می نماید ... ... مصلحت چیست، امید کہ ہر چہ زود تر جوابِ ایں مراتب را عنایت و موذ قلمی نمایند و از وجہ قصد و مافی الضمیر منیر آگہی بخشند، تا پیش از فوتِ فرصت دگدشتن وقت انچہ صلاح باشد بعمل آید" (۳/۱۶۴)

شجاع کا فرار | اورنگ زیب و مراد جس وقت روانہ ہوتے ہیں، اس وقت شجاع صوبہ بہار پر قابض ہو چکتا ہے، اس کے بعد یہ دونوں بھائی اس طرف سے اور شجاع اُس طرف سے بڑھتا آتا ہے، تا آنکہ شجاع بنارس کے اس پار بہادر پور میں پہنچ جاتا ہے، شجاع کی بست سالہ پر امن حکومت نے اسے جس طرح آرام پسند، اور اس کیساتھ مستعدی، جوش،

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۲ ب،

اور ولولہ سے محروم کر دیا تھا، اس کا حال خود اس کے دیرینہ ملازم کی زبان سے سنیئے :۔

"چوں از طرف لشکر سلطان عبدو حرشاہ شجاع بہادر لوازم پاسداری و طلایہ و مراسم حزم و احتیاط بنوعے کہ باید و مردم کار آگاہ کار دیدہ را شاید بوقوع نمی رسید و اکثر اوقات بغفلت و عدم آگاہی سپری می شد، و ایں حقیقت ہا معلوم سلطان سلیمان شکوہ می گشت[1]"

اس کا جو لازمی نتیجہ تھا، وہ ہوا، اور شجاع کو ہزیمت کھا کر بھاگنا پڑا۔

"روزے بامداد بگاہ کہ سپاہ سلطان شاہ شجاع بہادر کہ مدت بست و پنج (بست؟) سال در ملک بنگالہ بخواب تاد و پہر روز و فراغت دائمی معتاد شدہ بودند، دراں صبح میاں "پتہ خانہ" یعنی چارپائی بخواب نوشتن بامداد و رحیل مشغول بودند، یکبارگی سپاہ رزم خواہ حریف در رسیدہ بر سر ارد و ریختند[2]"

شجاع اس بدحواسی سے بھاگا، اور اس کے دل میں اتنا خوف بیٹھ گیا تھا، کہ اگر وہ غلطی سے یہ بھی سن لیتا، کہ سلیمان شکوہ کے لوگ آرہے ہیں، تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا، وہ سہسرام، پٹنہ وغیرہ سے اسی طرح بھاگا ہے، اس کی فوج تو اس سے بدتر حالت میں تھی، چنانچہ شجاع کا مورخ لکھتا ہے :۔

"بحسب اقتضائے تقدیر یزدانی و مشیت سبحانی آں چناں قرار و تمکین و اصطبار ازیں مردم منفک شدہ بود کہ باوجودیکہ مجموع لشکر دہ پانزدہ ہزار جبہ پوش برگستوان دار بر اسپان عراقی وغیرہ سوار می رفتند، و در راہ ناگہاں دہ گوارگوں برہنہ چوبہ بدست از عقب رسیدہ ہمہ را با آہستگی و ہموار از اسپاں پیادہ ساختہ آنچہ از نقد و جنس

---

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص ۳۴ [2] ایضاً ۳۴ و الف ۳۵،

می دیدند، واکردہ می گرفتند، وآں مرزایاں . . . . . رابرہنہ کردہ می گذاشتند،
بلکہ... زنان خوب رخت گواراں، مردم لشکر را طلب می کردند کہ آب بدہیم وایں متعطشاں
تفسیدہ جگر بعشق آب پیش می رفتند، گریبان آنہا را گرفتہ پیش می کشیدند، وانچہ می داشتند
واکردہ بگرفتند..... وکسے قدرت دم زدن نبود"[1]

شاید بنگالی فوج کی یہی بہادری تھی، جو آج تک اس صوبہ کے باشندوں کی پیشانی پر کلنگ کا داغ بنی ہوئی ہے،

دارا کا خط سلیمان شکوہ کے نام | سلیمان شکوہ کو شجاع کے تعاقب مین کوئی دقت نہین ہوئی، شجاع مونگیر پہنچکر مدافعت کی تدبیر ہی سوچ رہا تھا، کہ اس کے بھائیون کی پیش قدمی نے اُسے خود ہی ہلاکت سے بچا دیا، اور اسی زمانہ مین دارا شکوہ کا خط سلیمان شکوہ کے پاس آیا کہ

"در ملک گجرات، محمد مراد بخش کمر مخالفت بربستہ و لشکر عظیم فراہم آوردہ وبخیال باطل سر بر آرائے خلافت گردید، عزم دارد کہ خود را بسرعت ہر چہ تمامتر در بنجا رسیدہ سر بشورش وفتنہ پردازد، بنابراں آں قرۃ العین سلطنت باسرع اوقات کار محمد شجاع بہر گونہ باتمام رسانیدہ خود را بزودی در بنجا رساند، کہ ہنگام آمدن آں مخالف را تنبیہ وتادیب از رسانیدہ آید" (۱۲/۱۲)

اس خط کے مطابق سلیمان شکوہ نے شجاع سے منہ مانگی شرائط طے کرلین، اور اس طویل سفر کی زحمت کے علاوہ اُسے کوئی دوسری کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی،

اورنگزیب کی امداد | اورنگ زیب نے جب سنا کہ بہادر پور مین شجاع کو شکست ہوئی ہے، تو اس نے فوراً اپنی تمام کوششون کو مضاعف کر دیا، تاکہ جس صورت سے ہو، دارا کو اپنی

[1] تاریخ شاہ شجاعی ص الف د ب ۳۹ و الف ۴۰،

طرف متوجہ کرے، چنانچہ اورنگزیب نے اپنے آخری خط مین جو شجاع کو کجوا کی جنگ سے چند ہی دن پہلے لکھا تھا، اس واقعہ کو صاف طور سے بیان کیا ہے:-

"چوں خبرِ وحشت اثرِ ہزیمت و پس شدنِ امرائے شما بمن رسیدہ از جہت مکافاتِ آں از برہان پور کہ از آگرہ مفاصلہ ہفت صد کروہ دارد، علمِ ہمت برپا کردہ ..... بایلغار قطعِ منازل و طے مراحل ساختہ تا نواحیٔ آگرہ رسیدیم ..... فتح نصیبِ اولیائے دولت شدہ" (۵/۱۶۶)

اس فتح کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے ساتھ کیا سلوک کیا اور شجاع نے اس کا کیا بدلہ دیا، اوسے ہم اورنگزیب کے حالات کے سلسلہ مین آیندہ لکھین گے،

شہزادہ مرادبخش | مراد کے متعلق ہم بتا آئے ہین، کہ چونکہ وہ بہت سادہ دل تھا، اس لیے اس کے دل مین کوئی بات نہین رہتی تھی، اور اسی کے ساتھ وہ اتنا زود اعتماد تھا کہ اُس سے جو شخص جو کچھ کہتا، اس کو سچ سمجھکر فوراً اس کے مطابق کام کر بیٹھتا، اس کے مشیر خاص علی نقی کا خود اس کے ہاتھ سے قتل اسی قسم کی زود اعتمادی کا نتیجہ تھا، دوسرے اگرچہ اورنگزیب سے اس سے شجاع کی بہ نسبت بہت زیادہ قرب تھا، پھر بھی وہ دوہری کارروائی کرتا رہا، ایک طرف تو اورنگ زیب سے مشورہ طلب کرتا، اس کی ہدایات کا اپنے کو محتاج بتاتا، اس کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض ظاہر کرتا، اور دوسری طرف وہ تمام کام کر جاتا جنکو اورنگزیب ناپسند ہی نہین بلکہ منع کرتا تھا، چنانچہ اس نے علی نقی کو قتل کرنے کے بعد ہی ایک فوج سورت بھیجدی، اور خود بہت جلد ۲۳ صفر (۲ نومبر) کو بادشاہ بنکر ۱۵ روز بعد ہی ۹ ربیع الاوّل (۵ دسمبر) کو دربار عام مین اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان عام کر دیا، اپنا لقب مروج الدین مقرر کر دیا، اور سکہ و خطبہ بھی جاری ہو گیا، مگر اس آزادروی کیساتھ وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا، کہ وہ اکیلا کچھ نہین کر سکتا، اس لیے اس کی ہمت

تو نہ ہوئی، کہ تنہا دارا کے مقابلہ مین چل کھڑا ہو، لیکن، اس کے ساتھ ہی اس نے اورنگزیب پر خطوط کی بارش شروع کردی، اور بعض وقت یہان تک دھمکی دی، کہ اگر اورنگزیب اس کا ساتھ نہ دیگا تو وہ اکیلا ہی چل کھڑا ہوگا، اس کے ساتھ ہی اس کو دو کام اور تھے، ایک تو اس فوج کی جو سورت فتح کرنے گئی تھی، واپسی کا انتظار اور دوسرا کام اپنے بال بچون کے لیے کسی محفوظ مقام کا انتخاب، اس کے لیے پہلے جوناگڈہ چنا گیا، لیکن بعد کو چانپانیر منتخب ہوا، مراد یہ انتظامات مکمل کرکے اور اورنگزیب کی روانگی کی اطلاع پاکر احمدآباد سے روانہ ہوا، اور اجین کے قریب دیپالپور کے پاس اورنگزیب سے مل گیا[1]،

اس عرصہ مین اورنگزیب و مراد کے کیا تعلقات تھے، مراد نے اورنگزیب کو کیا لکھا، اورنگزیب نے اسے کیا جواب دیا، اور ان دونون بھائیون مین کیا مفاہمت ہوئی، اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین، تاکہ متعصب مورخون کے اس اعتراض کا کہ اورنگزیب نے مراد کو یہ دھوکا دیا کہ وہ حکومت کا جویا، اور سلطنت کا خواہان نہین ہے، بلکہ وہ ملحد دارا سے حکومت لیکر مراد کے سپرد کردیگا، اور وہ خود ہندوستان ہی کو چھوڑ کر عرب چلا جائے گا، صحیح جواب بھی ہو جائے، جسوقت اورنگزیب کو دربار کی اضطراب انگیز اطلاع ملی، اس نے گذشتہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوئے شجاع کی طرح مراد کے پاس بھی اپنا خط اور سفیر روانہ کیا، اور دوسرے ہی خط مین اس نے یقین دلایا کہ "مراد ہمان است، کہ فیما بین معہود گشتہ" اس کے ساتھ یہ اطلاع دیتے ہوے کہ اس نے معاہدہ کے مطابق شجاع سے بھی استصواب کیا ہے، اپنے وکیل کی بھیجی ہوئی خبر بھی اس طرح مراد کو لکھدی:-

"از عرضداشتِ وکیل. . . . . بسمت ظہور گرفت، کہ استقلالِ مخالف

---

[1] شجاع و مراد کی تخت نشینی کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۱۴۱،

در رتق وفتق مہمات وتغیر متصدیان پیشگاہ معلا وتفویض خدمات بملازمان خود بحدے کہ نباید انجامیدہ وہمگی سعی مصروف فراہم آوردن خزائن واجتماع عساکر ساختہ وغالبًا خبرے کہ وقوع آں مظنون بود بہ یقین پیوستہ" (۲/۱۶۸)

اس کے بعد مراد نے یہ خواہش ظاہر کی، کہ اگرہ و دورا ہہ مین جو گفتگو تھی وہ مجمل تھی، اس لیے قبل اس کے کہ ہم تینون بھائی مشترکہ طور سے کوئی کارروائی کرین، بہتر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک مفصل وواضح عہد نامہ ہو جاے، اور صوبے تقسیم کر لیے جائین، لیکن اس وقت چونکہ شجاع سے اس کے متعلق کوئی گفتگو ممکن نہ تھی، اوران لوگون کو اس بات کا علم تھا، کہ شجاع بنگالہ واڑیسہ کے علاوہ بہار کا خواہان ہے، اس لیے انھون نے الہ آباد وبنارس تک کا علاقہ چھوڑ کر باقی مملکت کی باہم تقسیم کر لی، اورنگزیب نے اس معاہدہ کو لکھا کر مراد کے پاس بھیجدیا، ہم نے اصل کتاب مین اس معاہدہ اوراس کے علاوہ اس کی ضمنی دفعات کو جس کا عاقل خان نے تذکرہ کیا ہے، درج کر دیا ہے، (دیکھو خط نمبر ۴/۲) اس کی موجودگی مین اورنگزیب کے متعلق مذکورۂ بالا الزام بالکل باقی نہین رہتا[1]، افسوس کہ اورنگزیب کے وہ تمام خطوط جو اس نے مراد کو لکھے تھے، نہین ملے،

[1] اس عہد نامہ کے متعلق دیکھو میرا مضمون "دو تاریخی دستاویز" معارف ج ۲۱ ن ۳، روزنامہ انقلاب لاہور مورخہ ۲۳ اپریل و ۲ مئی ۱۹۲۸ء، اس معاہدہ کے ساتھ اس نے جو خط لکھا ہے، اس مین بھی مراد کو اپنی دوستی کا اس طرح اعتبار دلاتا ہے کہ:-

"اندیشۂ دوی وجدای از اصلا در پیرامن خاطر عزیز خویش راہ ندہند، انشاء اللہ تعالیٰ دقیقہ از دقائق اتحاد فرو نخواہد گشت" (۳/۱۶۹)

مراد جس طرح اپنے خطوط مین سابقہ زبانی معاہدہ کا مسلسل ذکر کرتا اور اسکی فوری تعمیل کے لیے اورنگزیب کو دعوت دیتا ہے، اس کے لیے اس کے خطوط بنام اورنگزیب پڑھو،

البتہ ان خطوط سے جنمین اس نے مراد کے خطوط کا تذکرہ کیا ہے، یا خود مراد کے جوابی خطوط مین جو باتین تذکرۃً آگئی ہین، اُن سے اورنگزیب کے رویہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، مثلاً اورنگزیب نے ابتدا ہی سے اپنا یہ دستور مقرر کرلیا تھا، کہ وہ کسی افواہ کی تصدیق کیے بغیر اُس کو سچ نہ سمجھ لے اور اسی لیے جب شاہجہان کی موت کی خبر اس کو پہنچی تو مہینون تک وہ اس کی تصدیق کی فکر مین رہا، مراد اور شجاع کو بھی حزم و احتیاط اور انتظار کی صلاح دی، چنانچہ جب مراد نے سورت کی طرف فوج روانہ کرکے اورنگزیب کو اپنی اس عاجلانہ حرکت کی اطلاع دی تو اُس نے لکھا

"خبرِ وقوعۂ ناگزیر تا حال نرسیدہ و روز بروز آثارِ صحت ظاہر می شود، از جاے خویش حرکت کردن و باظہارِ بعض مراتب پرداختن مناسب نمی نماید، بلکہ آں گرامی برادر نیز بایستے پیش ازیں استفسار تحقیقِ اخبارِ غبارِ شورش نمی انگیختند و لشکر را بصوب سورت نمی فرستادند و قلعۂ آنجا را محاصرہ نمی نمودند، اکنون کہ کار بجاے کہ نبایست برسد سیدبزودی استخلاصِ آں حصن خاطر جمع سازند، تا جمعیتے کہ فراہم آوردہ اند، در رکابِ ایشاں باشد" (۲/۱۶۳)

اسی خط مین شجاع و مراد دونون کو پہلے معاہدہ کی پابندی کا یقین اس طرح دلاتا ہے

قرارداد ہمان است کہ بود، انشاء اللہ تعالیٰ فتورے بدان راہ نخواہد یافت، اگر مخالفِ بے دین قصدِ آں طرف کند، ایں نیازمند بے توقف برہان پور رسیدہ متوجہ پیش خواہد شد، وازاں جانب صاحب مشفقِ مہربان (شجاع) عزیمتِ سمتِ پتنہ خواہند فرمود تا "قدوۃ الملاحدہ" باتمامی جمعیتِ تفرقہ قرینِ خود نتواند بیک طرف پرداخت و ہمچنیں اگر بجوانبِ دیگر روے بکار آورد بایں عنوان ارکانِ ثبات و قرار او متزلزل باید ساخت" (۲/۱۶۳)

لیکن مراد اپنی طبیعت سے مجبور تھا، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرلیتا تھا، تو پھر اُس کے لئے توقف ایک مصیبت ہوجاتی تھی، چنانچہ وہ اورنگزیب کی ہر احتیاطی ہدایت پر اپنی بیزاری

کا اظہار کرکے اورنگزیب کو فوری کارروائی پر مجبور کرتا ہے، ایک خط مین لکھتا ہے:-

"دیریست کہ مشاہدۂ وضع جدید دربار و بے انتظامیٔ معاملاتِ ایں، در وقوعِ واقعۂ ناگزیر تردد ے نماندہ، اما بتازگی از نوشتجاتِ مہاجنان و از تقاریرِ کسانِ معتمدِ مخلص کہ آنہا را بجہتِ اطلاع بر حقیقت فرستادہ بود یقین گردانید" (۴۴-۲۴۳)

اسی خط مین آگے چلکر لکھتا ہے:-

"مخلص از پیرا آگہی در پے استعداد سرانجام است کہ ہرگاہ مشخص بشود کہ او کس را بایں صوبہ نرستادہ بیشتر رفتہ ہرچہ باید کرد بکند اگر آں صاحب مہربان نیز ازاں طرف متوجہ شوند بہتر والا مخلص بہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد" (ایضاً)

اس کے علاوہ دارا ان بھائیون کے خلاف جو کارروائیان کر رہا تھا، ان کے متعلق بھی مراد کے خطوط مین مفصل حالات ملتے ہین، دارا نے کوشش کی تھی کہ شجاع سے مونگیر، مراد سے مالوہ، اور برار اورنگزیب سے واپس لیلے، مراد لکھتا ہے:-

"ازانجملہ آنکہ تغیرِ منگیر از بھائی جیو، و برار ازاں صاحب، و محالِ مالوہ ازیں مخلص شہرت دادہ میخواہد خود بگیرد و ایں احکام را بنامِ نامیٔ حضرت اعلیٰ بستہ نوشتہاے حسب الحکم از نواب علیہ و جعفر خان نویسانیدہ جابجا فرستادہ یا بعد ازیں بفرستد" (ایضاً)

دارا نے اتنا ہی نہین کیا، بلکہ شاہجہان کی طرزِ تحریر کی نقل اتار کر اُسی کے نام سے فرامین بھیجنے شروع کر دیئے، اور بھائیون کے وکلار کو نظربند کر دیا، کہ وہ کسی قسم کی کوئی اطلاع اپنی طرف سے نہ دے سکین، اور اگر وہ کوئی خط بھیجین بھی تو وہ، وہ خط ہو جو دربار کا سرکاری منشی ان کو لکھائے، مراد اس طرح اس کی اورنگزیب کو اطلاع دیتا ہے:-

"وکلائے برادران معنی نظربند اند، کہ ملحد جمع را گماشتہ کہ در سفر و حضر بر دورِ خانہ آنہا می

و مقرر نمودہ کہ اخبار و سوانح انجار امطابق گفتۂ میر صالح برادر روشن قلم منشی بما نویسد و ملحد
خود تقلید خط اقدس را بمرتبۂ کمال رسانیدہ برفرامین دستخط خود میکند از انجملہ فرمانے است
کہ دریں ولا بمخلص رسیدہ" (ص ۲۴۳)

مراد کو بھی عام لوگوں کی طرح اس بات کا یقین تھا، کہ شاہجہان کا انتقال ہو گیا ہے
اور ۱۴ ستمبر اور پھر اس کے ایک ماہ بعد ۱۴ اکتوبر کو جس شخص نے اپنا درشن دیا تھا، وہ خواجہ
سرا تھا، چنانچہ وہ ایک خط میں اپنی پیشقدمی کے اسباب بیان کرتے ہوئے خود شاہجہان
کو لکھتا ہے، کہ:

"چوں دریں مدت شہرت چناں یافتہ کہ تخت سلطنت و وسادۂ دولت از جلوس فیض مانوس جہاں
خالیست و مدتیست کہ سلطان دارا شکوہ یکے را کہ بصورت قدسی طینت
بادشاہ جہاں شباہتے بنام دارد، گاہے از دریچہ یا غرفہ برآوردہ بمردم
می نماید، و آں صورت بے معنی سلام مردم می گیرد . . . . . .
. . . . . از روے فرط بے اختیاری عنان
گسل بایں طرف آمدیم" (ص ۲۴۳)

یہ تھیں دارا کی کارروائیاں، جنھوں نے ان بھائیوں کو ایسے نازک موقع پر متحد کر دیا
تھا، اور یہ تھیں "شاہ بلند اقبال" کی سازشیں جنھوں نے ہر بھائی کو اس سے بدل بنا رکھا تھا،
مگر قبل اس کے کہ ہم اورنگزیب کے طریقۂ عمل پر بحث کریں، مراد کی ایک اور کارروائی کی طرف
بھی ناظرین کی توجہ مبذول کرا دینا چاہتے ہیں، تاکہ اس کی نظربندی کے معاملہ کو سمجھنے کیلئے
سہولت ہو،

مراد اور درباری امرا مراد اگرچہ بہت صاف دل تھا، اور ہمیشہ تلوار کی زبان سے فیصلہ سنانے کا

قائل، لیکن پھر بھی اس نے اس جنگ سے پہلے ہی مختلف امراء کو اپنا ہمراز و شریکِ کار بنانے کی کوشش شروع کی تھی، اور ان امراء نے بھی اسکی افتادِ طبیعت کو سمجھتے ہوے اس سے زبانی طور سے اس کا وعدہ کر لیا تھا، چنانچہ خود مہاراجہ جسونت سنگھ سے بھی اس نے اس قسم کا وعدہ لیا تھا اور جب وہ دارا کی طرف سے مراد کو روکنے کیلئے آیا تو اس شہزادہ نے سمجھا کہ وہ اس بہانہ سے اُس سے ملنے آرہا ہے، چنانچہ ایک خط مین اس کو لکھتا ہے :-

"دوست حقیقی مخلص یکرنگ من مہاراجہ جسونت سنگھ ..... بداند کہ بمقتضاے عہد و قول کہ درمیانِ ما و آں مہاراجہ ..... مقرر گشتہ یقین حاصل است کہ دریں وقت شریک و رفیقِ ما خواہند بود و بآں عہد وفا خواہند کرد۔ بلکہ بہمین ارادہ بہر بہانہ خود را از دربیروں کشیدہ بایں حدود آمدہ اند کہ پیشِ ما بیایند" (۱/۲۵۶)

اسی طرح کے خطوط اس نے خانجہان مخلص خان، افتخار خان، نصیری خان، وغیرہ کو بھی لکھے، اس کے خطوط کا مطالعہ اور اس کے بعد کی کارروائیان اس بات کو صاف صاف بتاتی ہین، کہ وہ اپنے دل مین یہ سمجھے ہوے تھا، کہ وہ اورنگزیب کے سامنے جو کچھ اظہارِ عجز و اطاعت کر رہا ہے، وہ وقتی اور مجبوری کی وجہ سے ہے، کہ وہ اکیلا کچھ نہ کر سکتا تھا، اور اوسے جونہی موقع ملیگا، وہ فوراً اورنگزیب کو بھی شکست دے کر تمام ہندوستان کا بادشاہ بنجاے گا، مگر ایسا نہین ہوا، اور وہ جو جال اورنگزیب کے لیے بچھا رہا تھا، اس مین خود گرفتار ہو گیا،

اورنگزیب کی حالت گذشتہ باب مین ہم بتا آئے ہین، کہ کس طرح ٹھیک اُس وقت جبکہ اورنگزیب بیجاپوریون کو منھ مانگی صلح کرنے پر مجبور کرا چکا تھا، دارا نے شاہجہان سے فرمان بھجوا کر اس کی فاتحانہ پیش قدمی کو روک دیا تھا، کس طرح وہ ابھی شرائطِ صلح طے، اور ان کی تعمیل کرانے ہی کی

فکر مین تھا، کہ دارا نے تمام سرکاری فوج کو واپسی کا حکم دے کر اُس کی جنگی حالت کو نازک تر بنا دیا تھا، کس طرح ٹھیک اسی زمانہ مین شاہجہان کی علالت اور دارا کے تغلب نے اُسے بے بس دپا کر دیا تھا، اور کس طرح ایک مشکل اور ناقابل حل گتھی اُس کے سامنے تھی، ایک طرف تو وہ اپنی آنکھون سے دیکھ رہا تھا، کہ دارا نے یہ چال چلکر اُس کے ثمرات فتح کو اس کے ہاتھ سے چھین لینے کی کوشش کی ہے، دوسری طرف اُسے اپنی فوج کی اچانک کمی مین اس بات کا خطرہ نظر آرہا تھا، کہ بیجاپوری اس کی حالت سے فائدہ اٹھا کر اُس کی فوج پر حملہ اور شرائط صلح کی تکمیل سے انکار نہ کردین، اس کے ساتھ اس کے سامنے ایک اور اہم سوال تھا، اگر وہ بیجاپوریون سے شرائط منوانے مین اپنا وقت صرف کرتا ہے، تو وہ دارا کو اس بات کا موقع دیتا ہے، کہ وہ اپنی قوت کو مستحکم اور ذرائع کو وسیع تر کرکے اورنگزیب کو بالکل ایک بے اثر عنصر بنا دے، اور اگر وہ اپنی مدافعت مین دارا سے نجات حاصل کرنے اور شاہجہان کو اس کی قید سے چھڑانے کا سامان کرتا ہے، تو نہ صرف یہ کہ بیجاپوریون سے جو کچھ فوائد حاصل ہونے والے ہین، اُن سے اس کو دست کش ہونا پڑتا ہے، بلکہ اُسے اس بات کا بھی خوف ہے، کہ جونہی اصل حقیقت آشکارا ہو جائے گی، نہ صرف بیجاپوری نڈر ہو جائین گے، بلکہ قطب الملک کرناٹک کی طرف پیشقدمی شروع کر دے گا، اور شیواجی اپنی عادت کے مطابق مغل علاقہ کی تاخت پر اتر آئے گا، غرض یہ متضاد صورتین تھین جنمین اورنگزیب گھرا ہوا تھا، اُسے بیجاپوریون سے شرائط منوانی تھین، اُسے قطب الملک اور شیواجی سے پرامن رہنے کا وعدہ لینا تھا، اُسے اپنے گذشتہ معاہدہ کے لحاظ سے اپنے بھائیون سے اشتراک عمل کرنا تھا، اُسے اپنی مدافعت اور شاہجہان کی آزادی کے لیے دارا سے برسرپیکار رہنا تھا، اور اُسے وہ سب کچھ کرنا تھا، جو ایسے موقع پر ایک مدبر، دوراندیش اور مشکلات سے گھرے ہوئے شخص کو کرنا چاہیے تھا، ان

صفحات مین ہم اسی اجمال کی تفصیل بیان کرین گے،

جس وقت اورنگزیب کو شاہجہان کے حکم صلح اور دارا کی فوج کی واپسی کے فرمان نے پریشان کر رکھا تھا، شاہجہان کی خبر علالت ہی نہین بلکہ افواہ مرگ اور دارا کی معاندانہ، غیر دانشمندانہ اور غیر مدبرانہ کارروائیون نے اُس کے سامنے مشکلات کی ایک دیوار قائم کردی، اُس کے سامنے دو اہم ترین چیزین تھین، دونون کو تکمیل کے درجہ تک پہنچانے ہی مین اوسکی کامیابی مضمر تھی، اس کے ساتھ یہ بھی صاف معلوم ہوتا تھا، کہ ایک کا حصول دوسرے سے محروم کردے گا، یہ اورنگزیب ہی تھا جس نے اپنے تدبر، اپنی حکمت عملی، اپنے طریقۂ کار اور اپنی انتہائی دوراندیشی سے دونون چیزون کو حاصل کرلیا،

اورنگزیب اس زمانہ مین جس دماغی ابتلا مین گرفتار تھا، اس کا ثبوت اس کے خطوط سے ملتا ہے، اُسکے پاس اسوقت میر جملہ کے سوا کوئی دوسرا مخلص دوست نہ تھا، اس لیے وہ ہر معاملہ مین اُس سے مشورہ کرتا ہے، اُسی کو بیجاپوریون سے شرائط صلح منوانے کے لیے بھیجتا ہے، اُسی کی راے دریافت کرنے کے لیے اپنے معتمدون اور ایماندار نوکرون کو روانہ کرتا ہے، اور اُسی کو اپنے دردِدل کی داستان سناتا ہے، مگر قبل اس کے کہ ہم اس کی کارروائیون کو بیان کرین، ہم اس بات کو واضح کردینا چاہتے ہین، کہ اورنگ زیب نے برادرانہ جنگ کے سلسلہ مین جو کچھ کیا، وہ ہرگز شاہجہان کے خلاف نہ تھا، بلکہ اس نے اپنی مدافعت کی طرف پہلا قدم اُس وقت بڑھایا، جب کہ اس کو یقین ہوگیا، کہ اگر شاہجہان مرنہین چکا ہے، تو کم ازکم اُس کے ہاتھ سے حکومت ضرور نکل کر دارا کے قبضۂ اختیار مین جاچکی ہے، ہم یہان پر اس کے متعدد خطوط کے اقتباسات اپنے دعوی کے ثبوت مین پیش کرتے ہین، وہ شاہجہان کو لکھتا ہے:-

"قبلۂ دین و دنیا سلامت! چون مکرر استماع یافت کہ ذاتِ ملکی صفات از تحریر بدنی نہایت

نقاہت وضعف بہم رسانیدہ وہمین برادر مقصدئ امور سلطنت شدہ اوامر احکام بادشاہی
بدون عرض اقدس بطور خود سرانجام دادہ وہیچ امرے باختیار والا نگذاشتہ حتی
کہ خطاب خانی ومنصب کلان بہ نوکران خود میدہند ودر اکثر صوبجات وچکلہا پیشکاران
دیوانیان وفوجداران ووقائع نگاران ودیگر اہل خدمت از جانب خود تعین کردہ اند
وبرائے نامبود (برائے نام؟) رائے رایان را در کچہری می نشانند والا تمام رتق وفتق
معاملات خالصہ ودیگر امور مالی وملکی بعہدۂ اہتمام معین الدین خان کہ الحال خطاب وزیر
خان یافتہ مقرر کردہ اند وتعین ساختن انواج بر سر برادر والا قدر محمد شجاع بے صلاح
آں قبلۂ جہان وجہانیان بوقوع آمدہ، ہرگاہ حال چنیں باشد امریدان خاص وفرزندان
باخلاص را لازم است، کہ خار ازمیان برداشتہ بدریافت ملازمت قبلہ وکعبۂ حقیقی سعادت
دارین حاصل کنند، ودریں وقت بخدمت فیض موہبت مستعد گردیدہ بموجب حکم قدسی
در تمشیت وانتظام ممالک محروسہ کہ از بدپردازی ہمین برادر درہم خوردہ سعی واجتہادے بکار
برند، وہرکہ از بندہاے بادشاہی بمقتضاے حرام نمکی مصدر شوخی وبے اعتدالی گردیدہ سزاے
لائق درکنار او نہند،

لہذا ایں فدوی عقیدت سرشت بعزم سرانجام مطالب معروضہ فی الصدور از
مکان اقامت خود کوچ نمود" (۲/۱۱۸)

ایک اور خط میں لکھتا ہے:-

بعرض اشرف حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی میرساند کہ چوں اختیار روادارئ
ملکی ومالی آنحضرت نماندہ ومواد استقلال وتصرف شاہزادہ کلاں در حل عقد امور
جہانبانی ازاں گذشتہ کہ بشرح وبیان راست آید، لاجرم بوسیلۂ مزید عزت واعتبار

وعلت دوامِ تسلط و اقتدار ہموارہ در مقامِ ایذار و آزارِ نیازمند بود و مدار کار بر پیش رفتِ خواہشِ طبعِ خویش نہادہ، انچہ متضمنِ فسادِ بلاد و عدمِ صلاحِ عباد بود بعمل می آورد، و راہِ منافع از ہر سو بر روے خیر اندیش مسدود ساختہ خواست کہ باین طریق ابوابِ مداخلِ خزانۂ دکن کہ قلت ازاں علت خرابی و پراگندگی لشکر است، بر روے روزگارِ ایں رضاجوے فراز نمود " (۴/۱۱۹)

اورنگزیب کے آخری خطوط جو شاہجہان کے نام سے ہین، اس کے اس ارادہ کی تشریح سے بھرے ہوئے ہین، ان کے علاوہ اس نے میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، ان مین بھی صاف صاف کہدیا ہے کہ وہ بادشاہ کے زندہ و صاحبِ اقتدار ہونے کی حالت مین اس قسم کی کوئی کارروائی نہین کرنا چاہتا، بلکہ وہ اپنی مدافعت اور اپنے حقوق کی حفاظت مین جو کچھ کرنا چاہتا ہے، اُس وقت کرے گا، جب کہ اس کو یقین ہو جائے، کہ شاہجہان دنیا مین عملی حیثیت سے موجود نہین ہے، چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے:-

"پوشیدہ نماند کہ ایں ارادہا ..... وقتے از قوت بفعل میتواند آمد کہ وقوعِ قضیۂ ناگزیر مشخص شود و ایں خبرِ ناخوش برسد وگرنہ چہ احتمال دارد کہ در حینِ حیاتِ اعلیحضرت و پیش از ظہورِ قصد و مافی الضمیرِ رفقاے دیگر بر چنین امرے اقدام نمودہ آید" (آداب نمبر ۲۱)

اس کے بعد اس کو اطلاع ملی، کہ اگرچہ شاہجہان مرا نہین ہے، لیکن پھر بھی وہ عملی حیثیت سے بے کار ہے، اور اس کا مرض اس قدر سخت ہے، کہ اس سے شاید نجات نہ پا سکے، چنانچہ وہ اسی میر جملہ کو ان حالات کی اطلاع اس طرح دیتا ہے:-

(۱) "خبر تازہ کہ ..... از دربارِ جہان مدار رسیدہ .....

اختیار با صاحب معاملہ نماندہ، صورت معاملات آنجا رنگِ دیگر گرفتہ و احتمال کہ طاقت

کبری روے دادہ باشد، واز راہِ تدبیر ..... اختیار مصلحت دانستہ روزے چند
پنہاں می داشتہ باشند" (آداب)

(۲) اگر امرے حادث نشدہ، اظہار ایں مراتب چرا است، و موجب ایں ہمہ جرأت چیست
..... ہرگاہ کار اینجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست یا سانحۂ ناگزیر روے دادہ
یا مرض از مداوا گذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر صورت سعی باید نمود" (آداب)

اس قسم کی خبرون کے بعد بھی اورنگزیب نے سررشتۂ اطاعت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور اس نے جو کارروائی بھی کی، اس کے لیے اس نے پہلے سے یہ طے کر لیا، کہ اگر بادشاہ اچھا ہو گیا، تو وہ اس کے کیا معنی پہنائے گا، چنانچہ جب اس نے فوج جمع کرنے کا کام شروع کیا، تو یہ سوچ لیا کہ اگر شاہجہان اس سے باز پرس کریگا، تو وہ کہدیگا، کہ یہ فوج بیجاپوریون کے مقابلہ کے لیے جمع کیگئی تھی، یا جب وہ بیدر سے اورنگ آباد کی طرف لوٹا ہے، تو اس نے اس کے متعلق یہ عذر سوچ لیا تھا کہ وہ اپنی حرم کی وفات کو اس کا بہانہ بنائے گا، اور اسی لیے اس نے جو راستہ اختیار کیا، وہ ایسا تھا، جو برہان پور بھی جاتا تھا، اور دولت آباد بھی، تاکہ اگر اس کو بادشاہ کی صحت کی صحیح اطلاع مل جاے تو وہ سیدھا دولت آباد کو چلا جاے، ورنہ برہان پور کی طرف روانہ ہو، یہ تمام حالات مفصل طور سے ان خطوط مین جو اس نے میر جملہ کو لکھے یا ابوالفتح سے لکھائے ہین، موجود ہین، اس کے علاوہ اس نے آخری وقت تک دکنی ریاستون سے جو خط و کتابت کی ہے، اس مین اس نے کہین بھی اپنے کو آزاد و مطلق العنان ظاہر نہین کیا ہے، بلکہ ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے، کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے شاہجہان کے حکم کے ماتحت کر رہا ہے، اور یہ اس کی حقیقی نیت کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے، اس کے مقابلہ مین اس کے باقی دو بھائیون کے حالات ہمارے سامنے ہین، اور یہ اورنگزیب کے طریقۂ کار کو واضح کرنے کے لیے

کافی ہین،

اب اورنگزیب کے سامنے تین کام تھے، بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانا، اپنی مدافعت اور برادرانہ معاہدہ کی پاسداری، اورنگزیب نے ان تینون کامون کو جس مدبرانہ طریقہ سے انجام دیا، ان کو اجمالاً گذشتہ صفحات مین لکھ آئے ہین، اب ذرا تفصیل کیساتھ ان کو بیان کرنا چاہتے ہین

بیجاپور سے صلح

ہم دیکھ چکے ہین، کس طرح دارا نے صلح کے احکام اور فوج کی واپسی کے فرمان بھیجکر اورنگزیب کی حالت کو نازک کر دیا تھا، اور کس طرح شاہجہان کی علالت، پھر موت کی افواہ، اور غیر مال اندیشانہ کارروائیون نے اس حالت کو آخری درجہ تک پہنچا دیا تھا، اور کس طرح بیجاپوریون نے ان واقعات کی خبر پاکر تعمیلِ شرائط مین نہ صرف تساہل بلکہ معاندانہ رویہ اختیار کر لیا تھا، اورنگزیب ایسی حالت مین جو کچھ کر سکتا تھا، وہ یہ کہ پہلے وہ پوری کوشش کے ساتھ شرائط کی تکمیل کراے، یا پھر مراحمِ خسروانہ کے نام سے بیجاپوریون کے حسب خواہش معاملہ کو طے کرکے، اپنا ظاہر اوقار ہی ہی قائم رکھے، چنانچہ اس نے اسی طریقہ کو اختیار کیا، پہلے اس نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ (۲۸ ستمبر ۱۶۵۷ء) کو میر جملہ کو شرائطِ صلح کے مطابق پرندہ کے قلعہ پر قبضہ اور قاضی نظاما کو تاوانِ جنگ کی رقم وصول کرنے کے لیے روانہ کیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ بیجاپوری اصل معاملہ سے واقف ہو چکے ہین اور اب اُن سے تعمیل شرائط صلح کرانا محال ہے، تو اُس نے چاہا کہ جس صورت سے بھی ہو، صلح کر لیجائے مگر اس امید پر کہ شاید اوس کی دھمکی سے کوئی مفید کام انجام پا جائے، اُس نے علی عادل شاہ ثانی، اس کی منھ بولی مان اور دوسرے لوگون کو لکھا کہ اگر وہ شرائط کی تعمیل مین تاخیر کرین گے، تو وہ بادشاہ کے حکم سے دوبارہ حملہ کر دے گا، لیکن اوس کے ساتھ ہی وہ اپنی کمزوری سے بھی اچھی طرح واقف تھا، اوس کے سامنے دربار

کے حالات اور بھائیون کی کارروائیان بھی تھین، اس لیے اُس نے میر جملہ کو پہلے خط لکھا کہ

"قلعہ دار پرندہ را بہر طریق دانند راضی بتسلیم قلعہ بکنند" (آداب نمبر ۲۰۶)

اور قلعہ دار کی استمالت کے لیے ایک فرمان بھی بھیجا گیا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہین ہوا، اس کے بعد اورنگزیب نے میر جملہ کے کہنے سے اپنے بیٹے محمد سلطان کو فوج کے ساتھ بھیجا لیکن اس کا بھی کوئی اثر نہین ہوا، دوسری طرف شاہجہان کے متعلق جو خبرین آرہی تھین، وہ اس کے پیمانۂ صبر کو لبریز کر رہی تھین، اور وہ بار بار میر جملہ کو لکھ رہا تھا کہ

"اخبار دربار انتشار یافتہ، ہر قدر زود تر سرانجام مہم بشود، اولی و انسب است"

اس کے بعد شہزادہ محمد سلطان کی واپسی پر اس نے شہزادۂ معظم کو میر جملہ کے پاس بھیجا لیکن یہ تمام ترکیبین بے کار ثابت ہوئین، اورنگزیب سمجھ رہا تھا، کہ اب نہ تو پرندہ کا قلعہ ہی مل سکتا ہے، اور نہ قاضی نظاما تاوان جنگ کی رقم ہی وصول کر سکتا ہے، اور اگر اس نے اِسپر اصرار کیا، تو ممکن ہے، کہ وہ دارا کے مقابلہ کے بھی قابل نہ رہے اسلیے اس نے ایک طرف تو یہ طے کیا، کہ اب جبکہ بیجاپوریون کو اصل حقیقت سے واقفیت حاصل ہو چکی ہے، کیون نہ ہر بات صاف صاف کہکر گذشتہ شرائط کو چھوڑ کر جدید طریقہ سے براہ راست معاہدہ کیا جائے اور دوسری طرف اس نے فوج جمع کرنا شروع کیا، پہلے معاملہ کے متعلق اس نے جو ہدایات میر جملہ کو لکھی ہین، وہ یہ ہین:-

"معاملۂ بیجاپور را بدیں عنوان مشخص باید کرد، کہ آوازۂ توجہ نواب شاہزادۂ جوان بخت و نہضت موکب عالی بصوب پرندہ و آں حدود و امثالِ ایں مقدمات راوست آویز ساختہ . . . . . مقرر نمایند، کہ آں ہمہ

ستیزہ و کاوش کہ در بابِ پیش کش و تسلیم پرندہ و ولایت متعلقۂ نظام الملک
باشد محض بجہت مثالِ احکامِ بارگاہِ معلّی بود، و اکنوں کہ قضایاے
آنجا صورتِ دیگر گرفتہ مامیاں آمدہ از خدمت عالی التماس مینمائیم کہ شمارا چنانچہ
باوجود تاکید و قدغن کہ در بابِ اخلاص قلاع از درگاہ صادر می گشت، بقبول مصالحہ سرفراز
ساختہ اند و پیشکش و ولایت را نیز بخشیدہ بدیں عنایات بے اندازہ اختصاص کرامت فرمایند
و تکلیف اداے مبلغ و تفویضِ قلاع مملکتے کہ داخلِ مصالحہ شدہ بود، نمودہ از روے تفضل
معاف دارند، مشروط بآنکہ آنہا نیز قدرِ ایں بندنوازی و دستگیری کہ در متخیلۂ آنہا نمی گذشت
دانستہ، بر عہد و پیماں مستقیم باشند و از سرِ دعوی ظفرِ ابادو کلیانی و مضافاتِ آں در گذشتہ
در ہیچ وقتے از اوقات اندیشۂ تعرض بداں نہ نمایند و باغواے کسے از راہ، بر طریقِ نزاع
و نفاق نپردازند و از صمیمِ قلب غاشیۂ دولت خواہی و خیراندیشی را آرایشِ دوشِ خود ساختہ
از ارتکابِ خلافِ عہود و مواثیق کہ بمیاں آمدہ جائز ندارند، بمقتضاے حق شناسی باز
ایں مراحم و اشفاقِ نمایاں ہرچہ خواہند و مناسب دانند از نقد و جواہر و افیال بخدمتِ
والا برسمِ نیاز بفرستند"

لیکن میر جملہ کا خیال تھا، کہ وہ بیجاپوریون سے شرائطِ صلح منوانے مین کامیاب
ہوگا، اس لیے اس خط کے پہنچنے کے بعد بھی وہ عرصہ تک اپنی کوشش مین لگا رہا، تا آنکہ دسمبر
مین اس کے پاس شاہجہان کی طرف سے واپسی کا آخری فرمان پہنچ گیا، اس وقت صرف
اسی وعدہ پر کہ بیجاپوری، اورنگزیب کی عدم موجودگی کی حالت مین اپنے حدود سے آگے
نہ بڑھین گے، تمام شرائطِ صلح معاف کرکے وہ واپس ہوا، اورنگزیب نے اس سلسلہ مین
جو خطوط عادل شاہ، قطب الملک، میر جملہ وغیرہ کو لکھے ہین، وہ اس زمانہ کی کیفیت اور

مختلف مدارج پر صاف روشنی ڈالتے ہین، لیکن ہم طوالت کے خیال سے اون کو درج نہین کرتے،

گولکنڈہ وغیرہ | اسی سلسلہ مین شاید یہ بتا دینا بیجا نہ ہوگا، کہ ضرورت وقت کا لحاظ کرتے ہوے اورنگزیب نے عبداللہ قطب الملک سے بھی مصالحانہ گفتگو شروع کردی تھی، گولکنڈہ کی جنگ کے بعد سے قطب الملک نے جو منافقانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا، اور جس طرح دارا کی حمایت حاصل کرکے اورنگزیب کی غلط شکایات سے شاہجہان کو اس کی طرف سے بدظن کردیا تھا، اس کا حال ہم لکھ آئے ہین، لیکن اب حالات کا اقتضا یہ تھا، کہ ایسی حالت مین جب کہ اورنگزیب دکن سے ہزارون میل دور اپنی قسمت آزمائی کے لیے جا رہا ہے، کم از کم اس کے دکنی علاقہ مین تو کامل امن وسکون رہے، کہ اگر ضرورت ہو تو واپس آکر یہان اس کو پناہ تو مل جائے، اس سلسلہ مین بھی وہ شجاع ومراد کے مقابلہ مین بدقسمت تھا، کہ ان کے صوبون کے چارون طرف سرکاری ہی علاقے تھے اور اورنگزیب کو ایک طرف بیجاپوریون کا خطرہ تھا، دوسری طرف قطب الملک کا خوف تھا، اور تیسری طرف مرہٹون کا ڈر، بیجاپوریون کو اس نے جس طرح رام کیا، اس کا حال ابھی ابھی ہم لکھ آئے ہین، قطب الملک کو اورنگزیب نے لکھا کہ اگرچہ اس کی معاندانہ کارروائیان اس قابل تو نہین ہین، کہ اس سے کسی قسم کی رعایت کیجاے، لیکن چونکہ اب اس نے خود پیشقدمی کی ہے، اس لیے وہ ایک مرتبہ پھر اُسے مراحم خسروانہ سے سرفراز کرتا ہے، لیکن شرط یہ ہے، کہ وہ جادۂ استقامت سے منحرف نہ ہو، اور وعدہ کے مطابق کرناٹک کے مغل علاقہ سے اپنی فوج واپس بلا لے،

اسی کے ساتھ اس نے دیوگڈہ، چاندہ وغیرہ کے راجاؤن کو بھی استمداد و استمالت کے خطوط لکھے، اور اس طرح اپنے علاقہ کے سرحدی معاملات کو طے کرکے جنگ کی تیاری

کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا،

اورنگزیب کی تیاری ستمبر سے لے کر ابتداے جنوری ۱۶۵۸ء تک اورنگزیب بیکار خط و کتابت اور سرحدی معاملات کے طے کرنے ہی مین مشغول نہ رہا، بلکہ اس نے اس کے ساتھ ہی جنگی تیاری بھی شروع کر دی، لیکن اسمین اس نے اس قدر احتیاط برتی، کہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے، اگرچہ اس کو کامل یقین تھا، کہ شاہجہان ایک ایسے مرض مین مبتلا ہے جس سے جانبر ہونا ناممکن ہے، اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا، کہ دارا سیاہ و سفید کا مالک ہو چکا ہے، پھر بھی وہ ہر کام کو اس طرح کرتا تھا، کہ اگر شاہجہان اچھا ہو جاے، اور اس سے اس کی کارروائی کے متعلق باز پرس کرے، تو وہ تشفی بخش جواب دیسکے، اس کا یہ طرز عمل ہمارے اس دعوی کو کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ دارا کی برادر کش کارستانیون سے تنگ آکر دارا ہی کے خلاف کیا، قوی تر بناتا ہے، اس سلسلہ مین اس نے اپنے مشیر خاص میر جملہ کو جو خطوط لکھے ہین، وہ اس طرز عمل کے آئینہ دار ہین، ایک خط مین فوج جمع کرنے کے سلسلہ مین وہ لکھتا ہے، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس کے متعلق سوال کیا تو وہ یہ جواب دیگا، کہ اس نے اس وجہ سے فوج جمع کی تھی کہ

"اگر اعلیحضرت بصحت و عافیت و سلامت و سعادت توجہ اقدس بسر انجام ایں کار (فتح بیجاپور) داشتہ حکم فرمایند کہ بیجاپوریاں را بحال شاں نگذاشتہ باید بآنہا پرداخت . . . . . .

باز خواست تقصیرے کہ نمودہ اند . . . . . شایستہ می تواں کرد" (آداب نمبر ۲۰۹)

ایک دوسرے خط مین وہ اسی بات کو اس سے زیادہ واضح طور پر اس طرح ظاہر کرتا ہے،

"چوں کمال استقلال آں طرف (دارا) و انچہ از نوشتجات وکیل ہویدا گشتہ دلیل آن است کہ رہائی ازیں مرض از دائرۂ امکان مداوی بیرون است، و امید زندگی منقطع شدہ . . . .

. . . . . و اختیار و اقتدارے کہ

از لوازمِ نشأۂ حیات تواند بود، نماندہ، ظنِ غالب آن است کہ کارازِ کارگذشتہ باشد . . . . . درصورتیکہ باوجود مشاہدۂ ایں امور در تہیۂ اسباب واظہارِ داعیہ کوتاہی رود، مردم بچہ امید قرارِ ہمراہی میتوانند داد، بعدازانکہ ایں جماعتِ ناشخص کہ دریں جانند، تساہل وتکاسلِ ایں جانب راملاحظہ نمودہ، کام وناکام بدر روند، وبراہلِ دربار نیز ظاہر شود، کہ کیفیتِ حال چیست، دیگر رجوعِ دنیا طلبانِ جاہ جو ممکن نیست، بنابراں برائے خورشید ضیا چنیں اقتضا فرمودہ کہ اگر از معاملاتِ بیجاپور بزودی فراغ حاصل شود، اصوب خواہد بود، تا پیش ازانکہ پردہ ازروے کار برافتد . . . . . موکبِ اقبال قرین داخلِ برہانپور گردد" (آداب نمبر۲۱۱)

اورنگزیب کی واپسی انہی باتوں کو پیشِ نظر رکھکر اورشاہجہان کے حکمِ واپسی پر بھروسہ کرکے اورنگزیب خود ۶ محرم ۱۰۶۸ھ (۴ اکتوبر) کو کلیانی سے روانہ ہوا، اور ۱۱ محرم (۹ اکتوبر) کو بیدر پہنچا، یہاں پہنچکر اس نے پہلا جو کام کیا وہ یہ تھا کہ تسخیر کے وقت قلعہ کو جو صدمات پہنچے تھے، ان کی مرمت کرائی، اسی عرصہ میں اسکو ۱۹ محرم (۱۷ اکتوبر) کا آگرہ کا ایک خط ملا، کہ شاہ باد اب ایک عضوِ معطل ہے، اس لیے یہاں ٹھہرنا بیکار سمجھ کر اس نے قلعہ کو اپنے ایک افسر میر جعفر کے حوالہ اور اس کی حفاظت کے لیے ایک فوج مقرر کرکے دوسرے ہی دن ۲۰ محرم (۱۸ اکتوبر) کو بیدر چھوڑ دیا، مگر ابھی ایک ہی دن گذرا تھا، کہ اُسے ۲۱ محرم (۱۹ اکتوبر) کو اطلاع ملی کہ دلرس محرم (۸ اکتوبر) کو اوس کی سب سے زیادہ عزیز وخاص محل دلرس بانو کا جو مرزا شاہ نواز خان کی بیٹی تھی، طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، اس وقت اورنگزیب کو جو روحانی صدمہ ہوا، اور اس کا انتشار جس طرح مضاعف ہوگیا، اس کا حال اس خط سے جو اس کے منشی نے میر جملہ کو لکھا ہے، ظاہر ہے، لیکن ایسی حالت

مین بھی اورنگزیب نے بلند ہمتی اور فراخ حوصلگی سے کام لیکر اپنے سفر کو جاری رکھا[1]،
لیکن اب اس کے سامنے پھر وہی سوال تھا، کہ آیا وہ سیدھا برہان پور چلا جاے یا دربار
کی اطلاعات کے متعلق کچھ اور توقف کرے، اس لیے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو
آگے چل کر دو شاخون مین منقسم ہو جاتا تھا، ایک سڑک تو اورنگ آباد چلی جاتی تھی، اور دوسری
برہان پور، اس مرکزی جگہ کا نام پاتھری تھا، اورنگزیب نے اس راستہ کو جس خیال سے اختیار
کیا تھا، اس کا حال خود اس کے منشی کی زبانی سنیے:-

"خبرِ کدورت اثر کلفت ثمر قضیۂ ناگزیر (وفاتِ حرم اورنگزیب) ..... بسامعِ والا
رسیدہ ہوش ربا و ملال افزا گردید، و درچنیں اوقات کہ دل و دماغ متوجہ تبییضِ امور نمی باشد
بنابراں بکمترین اشارہ فرمودند کہ ..... مفصلاً قلمی نماید ..... اگرچہ
از سنوحِ ایں نائبہ خاطرِ مبارک بغایت متاثر شدہ و از احوالِ اہلِ حرم محترم علی الخصوص پرتو گیان
حریمِ سلطنت و شاہزادہاے قدسی منزلت خبر گرفتن و باستمالہ و دلاسا و دلجوئی ایشاں
پرداختن لازم است، لیکن باوجود ایں حالت بمقتضاے علو ہمت و فراخ حوصلگی
قرار دادہ کہ تا پاتھری کہ راہِ برہان پور از آنجا جدا میشود، و بے آنکہ در طے مراحل بسرعت
بکار رود، تشریف ببرند، و دریں اثنا اگر خبرِ شخص از دربار برسد ..... بصوبۂ
برہان پور نہضت فرمایند و بر تقدیرے کہ حالِ دربار بر ہماں منوال ظاہر شود .....

---

[1] واضح ہو کہ شاہجہاں نے اورنگزیب کو حکم دیا تھا، کہ وہ اس وقت تک کہ بیجاپوری شرائط صلح کی تعمیل
نہ کرین، بیدر ہی مین مقیم رہے، اور اگرچہ وہ دربار کی خبرون سے متوحش ہو کر چل پڑا تھا، پھر بھی اسکو
اس کا خطرہ لگا تھا، کہ اگر بادشاہ نے اچھے ہو کر اس سے باز پرس کی تو کیا جواب دے گا، لیکن بیوی کی
خبر موت نے اس کے لیے ایک معقول عذر پیدا کر دیا،

بدولت آباد کشیدہ و مہماتِ آنجا بقدر انتظامی دادہ منتظرِ وصولِ خبر مشخص باشند، ع

تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں" (آداب)

پاتھری پہنچکر دہ دربار کی خبرِ مشخص کے لیے کئی دن ٹھہرا، اس عرصہ مین اس نے چاہا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو برہان پور بھیجدے، تاکہ جو شاہی افسر آگرہ جا رہے ہین، انکو روک لیا جاے، لیکن میر جملہ کی طلب پر شہزادہ کو اس کے پاس بھیجدیا گیا، البتہ ۳۰ محرم (۲۸ اکتوبر) کو اورنگ زیب نے اپنے رضاعی بھائی ملک حسین کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ

"بہاندیہ رسیدہ، بضبطِ تمام معابر گذرہاے دریاے نربدہ قیام نماید، و نوعے کہ باید بمراسم آں پرداختہ اگر تواند از مردم کارآمدنی جمعیتے شایستہ نگاہ دارد" (آداب)

اس جگہ اُسے خبرِ مشخص نہ ملی، بلکہ اس کی جگہ اسے اپنے وکیل کے علاوہ خود متصدی آگرہ کا خط ملا جسمین اورنگزیب کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا گیا تھا، اور اس سے اورنگزیب نے یہ نتیجہ نکالا کہ

"اگر امرے حادث نشدہ، اظہارِ ایں مراتب چرا است و موجبِ ایں ہمہ جرأت چیست....

.....ہرگاہ کار بانجا رسیدہ باشد، حال از دو بیروں نیست، یا سانحۂ ناگزیر روے دادہ یا مرض از مداوا گذشتہ عنانِ اختیار از دست رفتہ است و در ہر دو صورت سعی باید نمود" (آداب)

اب بھی اورنگزیب نے حزم و احتیاط کو نہ چھوڑا، اور بجاے اس کے کہ سیدھا برہانپور کی طرف روانہ ہوتا، اورنگ آباد چلا آیا،

اورنگزیب ۱۴ صفر (۱۱ اکتوبر) کو اورنگ آباد پہنچا، لیکن چونکہ اس کی بیوی کا حمل قریب تھا، اسی لیے شہر کے باہر ہی مقیم رہا، تا آنکہ حمل کے دن ۱۹ صفر (۱۶ نومبر) کو وہ شہر مین داخل ہوا

یہان پہنچکر اس نے ایک طرف میر جملہ کو صلح کرکے فوراً واپس آنے کی تاکید کی، دوسری طرف برادرانہ معاہدہ کا پاس کرتے ہوے، بھائیون سے تبادلۂ خیال کیا، اور تیسری طرف فوج کی فراہمی، افسرون کی طلب اور درباری امراء کو رام کرنے کی جانب متوجہ ہوا،

میر جملہ کی نظربندی ہم ابھی ابھی بتا آئے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح جلد از جلد بیجاپور سے نئی صلح کرکے اس کام کو ختم کرنا چاہتا تھا، اور کس طرح میر جملہ بضد تھا، کہ بیجاپوریون سے اصلی شرائط ہی منوائی جائین، اورنگزیب نے کچھ دنون تک میر جملہ کو اپنے دل کا حوصلہ نکال لینے دیا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ وہان وقت برباد کر رہا ہے، تو اپنے بڑے لڑکے کو وہان سے بلا لیا، اور اس کی جگہ پر اپنے دوسرے لڑکے محمد معظم کو بھیجدیا، میر جملہ آخر دسمبر تک اپنی بات پر اڑا رہا، لیکن اسی زمانہ مین اس کے پاس شاہجہان کا ایک اور فرمان پہنچا، کہ وہ فوراً آگرہ چلا آے، اب میر جملہ بھی مجبور تھا، اور آخر ابتداے جنوری مین اُسے بھی اورنگ آباد کی طرف لوٹ آنا پڑا،

اورنگزیب کی مشکلات کی روز افزون تعداد مین یہ ایک نیا اضافہ تھا، اس وقت دکن مین اس کے پاس سواے میر جملہ کے کوئی نہ تھا اور اس نے اسی کو اپنا مشیر و خیر خواہ سمجھ کر اپنا محرم راز بھی بنا لیا تھا، میر جملہ کی واپسی کے نہ صرف یہ معنی تھے کہ اورنگزیب بے مشیر و مددگار ہو جائے، بلکہ اسے یہ بھی خطرہ تھا، کہ اگر میر جملہ دکن سے چلا گیا، تو بہت ممکن ہے کہ اس کی بہت سی باتین دارا اور شاہجہان کو معلوم ہو جائین، اور وہ ایک تجربہ کار توپخانہ اور فوج سے محروم ہو جائے، میر جملہ کے اصرار نے اورنگزیب کو پریشان کر رکھا تھا، چنانچہ اس نے میر جملہ کو جو آخری خط اپنے منشی کی معرفت بھجوایا ہے، وہ اصل حالات پر روشنی ڈالتا ہے، اس کے ضروری حصے یہ ہین:-

"نواب کامیاب سلامت! قبلہ و کعبۂ عالمیان (اورنگزیب) میفرمایند کہ ما را یقین حاصل شدہ کہ آں عمدۃ الخوانین را از آمدن بہ ہندوستان غرض جز ابن نبودہ و نیست کہ مراتب سوکت

وقدرتِ ما بیفزاید، و بمطلبے کہ ہمہ خیر اندیشاں و دولتخواہاں متوجہ آن است، فائز گردیدہ، کامروا شوم
چنانچہ بکرات و مرات از زبانِ ایشاں بگوشِ سعادت نیوشِ خود شنیدہ ایم کہ زندگی را محض بواسطہ
آں میخواہیم کہ صاحب جہانیاں را بر سریرِ سلطنت بنشینیم، و تا ایں مقصدِ اقصیٰ از مکمنِ غیب بمنصہ شہود
جلوہ گر شود، بجان و مال مضائقہ روا نداریم، و الحق آنچہ دریں چند گاہ چہ در دربار و چہ بعد ازاں
مشاہدہ نمودہ شد، برہانیست ساطع و دلیلیست قاطع بر ثبوتِ این دعویٰ و صدقِ ایں
مدعی، پس دریں ایام کہ ہنگامِ حصولِ آرزو و تمنائے ایشان است، باید کہ نوعے باظہارِ آثارِ یکجہتی
و یکتا دلی بپردازند کہ باوجودِ ایشاں در سرانجامِ اسبابِ ایں کار بدیگرے محتاج نشویم و از جمیعے کہ محض
نسبتِ پاسِ خاطرِ صلاح اندیشِ آں رفیع مکان از ما منحرف گردیدہ اند بے نیاز و مستغنی باشیم
..... پس بحضور ما بیایند کہ بصلاحِ ایشاں در انتظامِ مہامِ جہانبانی شروع نمودہ بہ تہیۂ مصالح
مشغول گردیم، و تا آں زماں نیز نظر باوضاعِ اطراف و جوانب کردہ، آنچہ ....
..... دریں باب اقتضا نماید پے ہم بنویسند کہ مطابقِ آں بعمل آوردہ منتظرِ
وصولِ مسرتِ حصولِ ایشاں باشیم" (آداب)

لیکن جب میر جملہ اورنگ آباد پہنچا، تو اس نے یہ بھی گوارا نہ کیا، کہ وہ اورنگزیب سے ملاقات
ہی کرلے، بلکہ اس نے صاف صاف کہدیا کہ مجھے واپسی کے لیے شاہی حکم ملا ہے، اور میں کسی
صورت سے بھی یہاں نہیں رک سکتا، اب اورنگزیب مجبور تھا، کہ جس صورت سے بھی ہو سکے
اس خطرناک دوست کو روکے، کیونکہ میر جملہ کا دکن سے چلا جانا، اورنگزیب کے لیے مہلک تھا،
وہ اس کے ایک ایک ارادہ، ایک ایک راز، اور ایک ایک نقشہ سے واقف تھا، اس نے
اگر اس وقت تک اورنگزیب کا ساتھ دیا تھا، تو صرف اسلیے کہ اس کا علاقہ کرناٹک قطب الملک
کی حریص نگاہوں سے اسی وقت تک بچ سکتا تھا، جبتک کہ اورنگزیب اس کا حامی تھا، اور

میر جملہ و اورنگزیب کی تمام خط و کتابت اس دعویٰ کا ثبوت ہے، دوسرے اورنگزیب کو یہ بھی معلوم تھا، کہ اس نے اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے کس طرح اپنے ولی نعمت قطب الملک کا ساتھ چھوڑا تھا، اور اب وہ اسی کے لیے اورنگزیب کا ساتھ بھی چھوڑ سکتا تھا، کیونکہ اوسے معلوم ہو چکا تھا، کہ دارا نے صرف اسی شبہہ کی بنا پر کہ میر جملہ اورنگزیب کا حامی ہے، اس کے بیٹے کو جو دربار مین اپنے باپ کی نیابت کے فرائض انجام دیتا تھا، نہ صرف اس کے منصب سے الگ کر دیا تھا، بلکہ اُسے قید بھی کر دیا تھا، اور میر جملہ کو ہر وقت اس بات کا خطرہ لگا رہتا تھا، کہ کہین اس کے ارکان خاندان کو دارا کوئی جسمانی گزند نہ پہنچائے، ایسی حالت مین اس کے دل و دماغ کا آدمی جو ترکیب سوچ سکتا تھا، وہ یہی تھی کہ وہ کسی صورت سے اپنے کو اورنگزیب کے ہاتھون گرفتار کرا دے، تاکہ ایک طرف تو اس کا خاندان دارا کی انتقامی کارروائیون کا شکار نہ ہو، اور اگر دارا فتح یاب ہو جائے تو وہ اپنی معصومی اور بے گناہی ثابت کر کے اپنے کو اس کا خیر خواہ ثابت کر دے، اور دوسری طرف اگر اورنگزیب فتحمند ہو جائے، تو بھی اس کو کوئی خطرہ نہ رہے، کہ اورنگزیب فطرۃً حلیم اور درگذر کرنے والا واقع ہوا ہے، اور وہ ایک ایسے کارآمد آدمی کو کبھی بھی ناخوش کر کے اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیگا، ان حالات مین بعض مستند مورخین کا یہ خیال، کہ میر جملہ کی گرفتاری دراصل اورنگزیب کے ساتھ باہمی سازش کا نتیجہ تھی، ایک غیر تاریخی حقیقت معلوم ہوتی ہے، اور اورنگزیب کا وہ خط جو اس نے دارا کو شکست دینے کے بعد میر جملہ کو اس کی آزادی کے متعلق لکھا ہے، اس کا مسکت ثبوت ہے، اس خط مین وہ صاف صاف لکھتا ہے کہ

"نگاہ داشتن آن عمدۂ مخلصان در انجا از رہگذر ظہور نا دولتخواہی و بے اخلاصی او نبود، چون آن زبدۂ خیر اندیشان در اجتہاد خطا کردہ و پاسِ وقت نداشتہ، میخواست بدرگاہ برود ایں معنی از مصلحت دوری نمود، ہرچند بوجوہ خرد پسند، مضارِ ایں کار را خاطر نشانِ او

ساختیم، اصلا مفید نیفتادہ، ہیچ تاویل رائے اویراں قرار نگرفت، بنابراں ضرورۃً تجویز آنچہ مرکوز ضمیر منیر نبود فرمودۂ متوجہ صید مقصود گردیدہ بودیم، اکنوں کہ ..... مکنونِ خاطر .... بمنصۂ شہود جلوہ گر گشتہ ..... آں خلاصۂ مخلصاں را در حجاب داشتن از مروتِ جبلی وعاطفتِ فطری بعید دانستہ نخواہیم کہ بے مصلحت چناں بندۂ کاردان معطل باشد واز روے ذرہ پروری تمامی جنس کہ از اموالِ او در برہانپور است عنایت فرمودہ ... . ویک لک روپیہ نقد ..... برائے سرانجام بعض ضروریات مرحمت نمودہ، بشاہزادہ محمد معظم ہالقابہ حکم کردیم کہ ..... ہرگاہ روانۂ حضور پرنور گردد، آں عمدۂ خیراندیشاں رانیز ہمراہ بیاورد ودقیقہ از دقایقِ احترام او فروگذارد" (آداب ۲۱۴)

اب اورنگزیب نے اپنے بڑے بیٹے کو اُس کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ وہ اس سے کچھ زبانی گفتگو کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد میر جملہ آگرہ جا سکتا ہے، لیکن جونہی میر جملہ اورنگزیب کے کمرہ مین داخل ہوا، گرفتار کرلیا گیا، اس کا مال خزانہ مین امانۃً رکھا دیا گیا، اور اس کی فوج اورنگزیب کی جماعت مین شریک ہوگئی،

بھائیون سے خط وکتابت اسی عرصہ مین وہ معاہدہ کے مطابق بھائیون سے جو خط وکتابت کرتا ہے اس کا حال ہم مفصل طور سے اوپر لکھ آئے ہین، اور بتا چکے ہین، کہ اورنگزیب کس طرح نہ صرف یہ کہ اپنے کو بلا سبب بادشاہ بنا کر بادشاہ کے خلاف اعلانِ جنگ نہین کرتا، بلکہ اپنے دوسرے بھائیون کو بھی اس سے روکتا ہے، اس نے اپنے سفرا شجاع ومراد کے پاس بھیجدیئے تھے، اور شجاع سے کم لیکن مراد سے مسلسل خط وکتابت شروع ہوگئی تھی، اسی زمانہ مین اس کو یہ بھی معلوم ہوا، کہ دارا ان دونون بھائیون کے صوبون کا تبادلہ کرکے ان دونون مین نفاق پیدا کرنے کی سعیٔ نامشکور مین مصروف ہے، اور یہ بھی خبر ملی، کہ اس نے

ایک فوج شجاع کے مقابلہ کیلئے بنارس کی طرف اور دوسری مراد اور نگزیب کا راستہ روکنے کے لئے مالوہ کی طرف روانہ کی ہے، ان حالات نے اورنگزیب کو مجبور کر دیا، کہ وہ جلد از جلد اپنے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنا دے، کہ اگر اس نے تاخیر کی تو خطرہ ہے، کہ دشمن قوی ہو جائے، اس لیے برادرانہ مراسلت اور فوج کی تیاری کیساتھ بعض امرا، کو بھی اپنے ارادہ کے متعلق خط لکھا، اور جب اوس نے دیکھا، کہ اس کے پاس تقریباً تیس ہزار فوج ہو گئی ہے، تو پہلے اُس نے یکم جمادی الاوّل سنہ ۱۰۶۸ھ (۲۸ جنوری سنہ ۱۶۵۸ء) کو اپنے بڑے لڑکے محمد سلطان کے ماتحت اپنا مقدمۃ الجیش برہانپور کی طرف روانہ کیا، اور پھر خود ۱۲ جمادی الاوّل (۵ فروری) کو اورنگ آباد سے کوچ کر کے ۲۰ جمادی الاوّل (۱۸ فروری) کو برہانپور پہنچ گیا، ✕

اورنگزیب کی روانگی یہاں پہنچکر اس نے ایک مرتبہ پھر دربار کے صحیح حالات معلوم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کو جو خبریں بھی موصول ہوئیں وہ اس کے خوف و انتشار کو بڑھانے والی ہی تھیں، حتی کہ ایک دن اس کا وکیلِ دربار بھی اس کے پاس آگرہ سے برہان پور آگیا، اور اس نے بتایا کہ شاہجہان ایک عضوِ معطل ہے، اور سیاہ و سفید کا مالک دارا ہے، اس کے باوجود اورنگزیب نے خود شاہجہان کو خط لکھا، اور اس میں صحیح حالات دریافت کیے، لیکن اوسے کوئی جواب موصول نہیں ہوا، مراد بھی خط لکھ کر اسے مجبور کر رہا تھا، کہ وہ فوراً روانہ ہو جائے، ورنہ وہ اکیلا ہی قسمت آزمائی کے لیے چل کھڑا ہوگا، اس لیے برہان پور میں تقریباً ایک مہینہ تک انتظار کرنے کے بعد اورنگزیب ۲۵ جمادی الثانی (۲۰ مارچ) کو برہان پور سے روانہ ہوا، روانگی کے وقت اس نے ایک اور دانشمندانہ کام کیا، جس سے اوس کی دور اندیشی و عاقبت بینی کا پتہ چلتا ہے، اس کا سسر شاہ نواز خان اس سے برگشتہ خاطر اور دارا کا حامی تھا، اسکو اس نے برہان پور ہی میں نظر بند کرا دیا[1]، جب شاہجہان کو

[1] اورنگزیب نے جس خطرہ کو روکنے کیلئے شاہ نواز خان کو نظر بند کرایا تھا، اوسکا ثبوت اسوقت ملتا ہے جبکہ شاہ نواز خان کو آزاد کر کے مالوہ کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے اور وہ دارا کیساتھ ملکر لڑتا اور مارا جاتا ہے،

اس کی اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے میر جملہ اور شاہ نواز خان کو نظر بند کر دیا ہے، تو اس نے اورنگزیب کو ایک خط لکھا کہ[1]

"آں فرزند ارجمند آں دو سیہ بے گناہ را . . . . . بتحریک و اغوائے بادہ سراں بتاراج نقد و جنس آنہا پرداختہ در قلعۂ دولت آباد (؟) محبوس ساختہ . . . . . درین حالت کہ صورتِ عذرے ہم درمیاں بود گنجایشِ آں داشت کہ . . . . . بکمال مہربانی رخصت می داد . . . . . اکنوں ہم اگر عفو را بر انتقام سبقت دادہ . . . . . برائے توسلِ عفو و صلح، اگر ایں فرمان را وسیلۂ کار و موجبِ رضامندیٔ طبعِ اشرف کہ وسیلۂ رستگاری ہر دو سرا است خواہد بود" (۱/۱۸۸)

اورنگزیب کو اوّل تو اسی بات کا یقین نہ تھا، کہ یہ خط شاہجہان نے لکھا ہے، پھر بھی صرف اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے، کہ کم از کم شاہجہان کے نام سے تو ہے، اُس نے سرسری جواب دیدیا کہ:-

"چوں ایں مرید از اوضاع و اطوارِ معظم خاں استشمامِ رائحۂ بے اخلاصی و روگردانی نمود لاجرم او را مقید گردانید" (۲/۱۱)

برہان پور سے روانہ ہوتے وقت اورنگزیب کو شاہجہان کا ایک دوسرا خط ملا، جس نے اس کو لکھا تھا، کہ وہ جہانتک پہنچا ہے، وہاں سے واپس ہو جائے، اس کے ساتھ اس میں ایک خاص قسم کی دھمکی بھی تھی، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"درین ولا چنیں بسامعِ حقائق مجامع رسید کہ آں فرزند بجاں پیوند لشکرِ عظیم فراہم آوردہ

---

[1] ہم نے ان صفحوں میں صرف ضروری اقتباسات دینے پر قناعت کی ہے، لیکن واقعہ کو مکمل سمجھنے کیلئے ہم ناظرین سے درخواست کرینگے، کہ وہ خطوط کو اصلی شکل میں ملاحظہ کریں تو اس سلسلہ میں انکو عجیب و غریب معلومات حاصل ہونگے،

روانۂ ایں صوب شدہ اند ایں معنی باعث استغراق خاطر ملال طبع اقدس گشت، کہ بایں ہمہ اضطراب و ناشکیب آمدن آں فرزند با فواج گراں ازچہ راہ است، اگر مطلب او دریافت ملازمت بود، بایستے اقل عرضداشت میکردند۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واگر داعیہ بقسم دیگر است بعنایت باچاق وتندست ایم و در پیکر استخوانی تا حال ہیچ وجہ تفاوتے راہ نیافتہ و در کامرانی و کامروائی سلطنت اشتغال میداریم، صلاح بصواب آن است، کہ آں فرزند دلبند بمجرد ورود مثال کرامت تمثال از ہر جا کہ رسیدہ باشند، عطف عنان نمودہ، باورنگ آباد مراجعت نمایند (۲/۱۸۹)

بہت ممکن تھا کہ اگر اس خط کا ابتدائی حصہ اورنگزیب کی نظر سے گذرتا، تو وہ اس کو شاہجہان کا خط سمجھتا، لیکن اس کے آخری حصہ مین جو دھمکی دی گئی تھی، اور اُسے جن الفاظ مین بیان کیا گیا تھا، وہ معمولی سے معمولی شخص کو بھی باور نہین کرا سکتا، کہ یہ شاہجہان کا خط ہو سکتا ہے، اس کی ایک ایک سطر سے دارا کی ذہنیت و افتادِ طبیعت صاف جھلک رہی تھی، دوسرے اورنگزیب کو بھی اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ شاہجہان اور دارا کو اس کی جنگی تیاری اور روانگی کا حال معلوم ہو چکا ہے ایسی حالت مین واپسی کے معنی یہ تھے، کہ اورنگزیب اپنے کو نہ صرف آزادی سے محروم کر دے، بلکہ اپنی جان بھی کھو بیٹھے، اس کے ساتھ ہی، وہ اگرچہ اب جس صورت سے بھی ہو حصولِ مقصد پر آمادہ تھا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہین چاہتا تھا، کہ اس کی کارروائی براہِ راست شاہجہان کے مقابلہ مین ثابت ہو، چنانچہ اس نے جو خط اس کے جواب مین لکھا، اس مین صاف صاف بتا دیا ہے، کہ اُس کی پیشقدمی شاہجہان کے مقابلہ مین نہین ہے، بلکہ وہ اس لیے آرہا ہے کہ اپنے مظلوم و مقید باپ کو دارا کی قید سے نجات دلائے، ہم اس خط کو ابھی نقل کر آئے ہین، اسلیے دوبارہ نقل نہین کرتے،

یہ جواب دیکر اورنگزیب نربدہ کی طرف روانہ ہوا، اور اگرچہ اس نے ملک حسین کو

ہاندیہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا لیکن خود اس راستہ کے بجائے اکبرپور کے پاس دریا عبور کرکے شمالی ہندوستان مین داخل ہوگیا، مراد بھی ۲ رجمادی الاوّل (۲۵ رفروری) کو احمدآباد سے روانہ ہوچکا تھا، اس نے پہلے سیدھا راستہ اختیار کیا تھا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس طرف جانے سے اُسے بہت جلد جسونت سنگھ سے دوچار ہونا پڑیگا، تو اس نے بھی اپنا راستہ بدل دیا، اور ۱۱ رجب (۴ اپریل) کو دوھد پہنچا، اور جسونت سنگھ سے بچنے کے لیے اکبرتہ پھر تھوڑی دور تک واپس ہوگیا، تا آنکہ خود اس کے الفاظ مین:-

"روز پنجشنبہ بست ویکم شہر رجب المرجب (۲۴ اپریل) در دیبالپور با برادر والاقدر یکجا شدہ ملاقات نمودیم" (۲۳۵)

دونون بھائیون اور دونون فوجون کے ملاپ نے ان کی قوت کو مستحکم بنا دیا، اور دوسرے دن دونون بھائی اجین کی طرف روانہ ہوئے، جہان شہر سے سات کوس پر دھرمات پور کے گانون کے پاس دارا کی فوج اس کے مقابلہ کے لیے موجود تھی،

دھرمات پور کی لڑائی اوپر ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح دارا نے مراد اور اورنگزیب کو روکنے کیلئے مہاراجہ جسونت سنگھ اور قاسم خان کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی تھی، اور ضمناً ہم نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ہندو راجاؤن نے جو دارا کا ساتھ دیا تھا، وہ کسی جذبۂ وفاداری کی وجہ سے نہین تھا، بلکہ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ وہ اس کی حمایت مین ہندو دھرم اور راج کا خواب دیکھتے تھے، مصنف عالمگیرنامہ نے بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے، اور وہ جسونت سنگھ کے متعلق لکھتا ہے،

"راجہ جسونت سنگھ ..... باوجین ..... آمدہ بود، چون طبع کج گرائے آں بے بہرۂ جوہر دولت (دارا) بدین و آئین ہنود و احیائے مراسم کفر و جود مائل می دید

واریں جہت میل عظیم بسلطنت او داشت بنابر خوش آمد و رعایت جانب او مصدر بے ادبانہ
وحرکات ناہموار گشتہ بخیال محال بیدار و دوراز کار خود را سد راہ موکب جاہ وجلال می شمرد[1]

جسونت سنگھ کو جب پہلے پہل مراد کی مالوہ کی طرف روانگی کا حال معلوم ہوا، تو بانس برلی کی طرف سے ہوتا ہوا کاچرودہ کے قریب جاکر مقیم ہوگیا، اس وقت مراد مین اور اس مین صرف ۱۸ کوس کا فرق تھا، مراد کو جب اس کا حال معلوم ہوا، تو اورنگزیب کی ہدایت کے مطابق وہ وہان سے چپکے سے نربدہ کی طرف لوٹ پڑا، کہ دونون بھائیون کی فوجین روز بروز قریب تر ہوتی جائین، اورنگزیب نے اپنی کارروائیون کو اس خوبصورتی سے پوشیدہ رکھا تھا، کہ جسونت سنگھ کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ اورنگزیب کب دکن سے روانہ ہوا، کب اس نے نربدہ کو عبور کیا، اور اس وقت وہ کہان ہے، پہلے پہل اورنگزیب کے متعلق اسکو جو اطلاع ملی، وہ اسوقت تھی جب کہ راجہ شیو رام گور کا ماندو سے اس کو خط ملا، اس کے ساتھ دارا کے ان سپاہیون نے جو قلعہ دہارمین تھے، اور جو اورنگزیب کی آمد پر شہر و قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوے تھے، اسکی تصدیق کی، اس خبر سے پریشان ہوکر جسونت سنگھ اپنی فوج کے ساتھ اوجین کی طرف واپس ہوگیا، اور پھر وہان سے سات کوس کے فاصلہ پر دھرمات مین آکر مقابلہ کا انتظام کرنے لگا،

اورنگزیب فطرۃً جنگ پسند واقع نہین ہوا تھا، اور برادرانہ جنگ کا ایک ایک واقعہ اس کا ثبوت ہے، چنانچہ اس نے قبل اسکے کہ دونون فوجین برسرکار ہون اور دھرمات پور پہنچنے سے ۶ روز پہلے کب رائے کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے پاس یہ پیغام لیکر بھیجا کہ

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۴۹،

اورنگ زیب کے روزنامچۂ سفر کے لئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰ و ۵۹،

"چوں مارا ارادۂ جنگ نیست وعزم ملازمتِ حضرتِ اعلیٰ پیشِ نہادِ خاطرِ والا است، اگر
اورا بخت و دولت رہبری نماید البتہ بملازمتِ ہمایوں مستعد گشتہ بتقبیلِ رکابِ اقبال را
مایۂ افتخار و شرفِ روزگار خود سازد، یا از سرِ راہ برخاستہ بجودھپور کہ وطنِ اوست برود"[1]

لیکن جسونت سنگھ کا خیال تھا کہ اس کی محض استقامت و فوجی نمایش ہی دونوں شہزادوں کو واپس کر دینے کے لیے کافی ہوگی، اس لیے اس نے صاف انکار کر دیا، اب اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہ فوجی قوت استعمال کرے، چنانچہ اپنے بھائی سے مل کر وہ دھرمات کے پاس نالہ چورنرائنہ کے قریب آکر رکا، اور جمعہ کے دن ۱۲ رجب (۱۵ اپریل) کو اپنی فوج کو لڑائی کے لیے تیار ہونے کا حکم دیدیا، جسونت سنگھ نے یہ دیکھکر کہ اس کی چال کامیاب ثابت نہیں ہوئی، دوسری ترکیب اختیار کی اور کہلا بھیجا کہ

"مرادِ ما عیۂ رزم و پے کار نیست، و یارائے جرأت و جسارت با موکبِ نصرت شعار نہ، بلکہ
ارادۂ ملازمت دارم و جزبندگی و اخلاص طریقے نمی سپارم، اگر خدیو جہاں بمقتضائے فضل و
کرم بریں بندہ بخشودہ فسخ عزیمتِ نبرد نمایند، آمدہ تقبیلِ بساطِ عبودیت را سرمایۂ دولت پیشگام"[2]

اگرچہ اورنگزیب اس پیغام کا مطلب سمجھتا تھا، لیکن اس نے اتمامِ حجت کے لیے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ

"چوں بفرخی و فیروزمندی سوار شدہ ایم، توقف و درنگ معنی ندارد، اگر گفتارِ او
بصدق و راستی مقرون و خالی از شائبۂ حیلہ و افسون است از لشکر جدا شدہ تنہا پیش بیاید
خاں بیاید کہ خان مذکور اورا بخدمتِ بادشاہزادۂ عالی تبار محمد سلطان برد و ایشاں او را

---

[1] عالمگیری نامہ ص ۵۰ و ص ۹۴ مفصل حالات کیلئے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۵۰-۴۰، عمل صالح ص ۱-۱۸ و ظفر نامۂ عالمگیری ۱۲ الف
وغیرہ [2] ایضاً،

بملازمتِ اشرف آورند و استعفائے جرائمش نمایند"

لیکن اس کے جواب مین لڑائی کا بگل بجا، اور لڑائی شروع ہوگئی، لڑائی کا مفصل حال اورنگزیب و مراد کی شجاعت، راجپوتون کی بہادری اور دوسرے افسرون کی قربانی کے واقعات عالمگیر نامہ مین مندرج ہین، اور ہم اس لڑائی اور دوسری لڑائیون کی تفصیل سے گریز کرکے صرف نتائج سے بحث کرینگے، اس لڑائی کا نتیجہ اورنگزیب کی فتح کی صورت مین ظاہر ہوا، اور جسونت سنگھ شکست کھاکر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا، اس نے دارا وغیرہ سے جو وعدے کئے تھے، انکی شرم اور شکست کی ندامت نے اُسے اس بات کی ہمت نہ دلائی، کہ وہ آگرہ جاے، اسلیے وہ سیدھا اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا، جسونت سنگھ کی یہ شکست اس دائمی عداوت کا جو اُسے اورنگزیب سے ہوگئی تھی، ایک بڑا سبب تھی، اس موقع پر جسونت سنگھ کی بہادر رانی اور اسکی بہن نے جو رویہ اختیار کیا تھا، وہ راجپوت روایات کے عین مطابق اور سنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہے،

دوسرے دن اورنگزیب شہر مین داخل ہوا، افسرون کو خطابات و انعامات عطا فرماے اور معاہدہ کے مطابق مراد بخش کو:-

"بانعام پانزدہ ہزار اشرفی و مرحمت چہار زنجیر فیل کوہ پیکر و دیگر عطایا و مواہب عزِ اختصاص بخشیدند"

اسی زمانہ مین اس نے مقام جنگ پر ایک مسجد، ایک سراے اور ایک مینار بطور یادگار بنوا کر اس کا نام فتح آباد رکھا، آج یہی جگہ ایک قصبہ کی صورت مین موجود ہے، اسی دن اس کے پاس جہان آرا کا وہ خط جو اس نے اپنے بخشی محمد فاروق کی معرفت شاہجہان کی ایما سے بھیجا تھا، ملا، اس مین اورنگزیب کو نصیحت کیگئی تھی کہ

"دریں وقت ..... بگفتۂ نافرمودگانِ روزگار ..... درصدد حرز جان و مال و ناموس سپاہی و رعیت کہ ہمگی مسلمانان ..... اند درآمدن و از ملاحظۂ صواب دید ہنگام و ایام اغماض عین نمودہ، تجہیز جیوش و جنود و تسویۂ صفوف مصاف با برادرِ کلان و ولی عہد بادشاہِ جہاں کہ در ظاہر و باطن مبارزت بقبلۂ کونین است پیش نہاد ہمت ساختن، از آئینِ حق پرستی و خداشناسی و رسم و راہِ سعادت کیشی و دوراندیشی بسیار بعید است؛ باید کہ آں برادرِ کامگار خود را بوادیٔ صدق ارادت و حسنِ اعتقاد نزدیک ساختہ و سر تا سر احکام را از تہِ دل و جاں بقبول تلقی نمودہ، در اظہارِ لوازمِ اخلاص و شرائطِ خلوص و یکرنگی ایستادگی نمایند، و از سوے و خائمت بمقابلۂ ولی نعمت و بقتل رسیدنِ مسلمانان در ایام فیض نظام رمضان الذی انزل فیہ القرآن، احتراز واجب دانند و در ہر مقام کہ رسیدہ باشند، توقف ورزیدہ بر مکنونِ ضمیر و مرکوزِ خاطر آگاہ سازند کہ مطابقِ خواہشِ شریف حقیقت بعرضِ اشرف رسانیدہ جمیع امور ساختہ و پرداختہ آید" (۱/۱۹۷)

اس کا جواب اورنگزیب نے شاہجہان کو دیا کہ وہ اس سے ہرگز لڑنا نہین چاہتا بلکہ وہ دشمنِ دین و ایمان اور عزت و ناموس دارا کی گرفت سے اُسے بچانا اور اپنے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، اسی سلسلہ مین اس نے دارا کی بعض عداوتون کا تذکرہ کرتے ہوے جسونت سنگھ سے لڑائی کا حال اس طرح لکھا کہ

"راجہ جسونت سنگھ از ورود و صدور ایں مرید خبر یافتہ بتحریکِ کمال بے سعادتی ہنگام کوچ سر راہِ عبورِ خیلِ اقبال گرفت، ناچار طریقِ تنبیہ و گوشمالی آں کوتہ اندیش فراپیش گرفتہ آں سست رائے را کہ خارِ مانع سر راہ شدہ بود شکستِ سخت دادہ از راہ برخیزانیدہ شد، بر رائے عالم آرا ظاہر است کہ اگر سوائے دریافتِ سعادتِ ملازمت ارادۂ دیگر

می بود بدست آوردن او و ہمراہانش ..... چہ قدر کار بود" (۴/۱۱۹)

اور اسی کے ساتھ اس خیال سے کہ آیندہ کوئی جنگ نہ ہو، اورنگزیب آگرہ پہنچ جائے، اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کچھ دنوں کے لیے دارا کو پنجاب کی طرف بھیجدے، کہ جب تک وہ آگرہ مین رہے گا، شاہجہان اس سے مرعوب ہو کر کچھ نہ کر سکیگا، اور چونکہ اس کو یہ اطلاع بھی مل چکی تھی، کہ دارا دھولپور تک مقابلہ کے لیے بڑھ آیا ہے اس لیے اس نے لکھا کہ

"اکنوں شنیدہ میشود کہ شاہ بلند اقبال لوائے خصومت برافراختہ بارادۂ مقابلہ بدھولپور رسیدہ اند ..... صرفہ درین است کہ معاملہ را بطرح انداختہ چندے بصوب پنجاب کہ در تیولِ ایشاں مقرر است، شتافتہ خدمتِ حضورِ اقدس باختیار ایں مرشد پرست واگذارند بعدازاں ہرچہ رائے عالم آرائے اقتضا کند بعمل خواہد آمد" (ایضاً)

اورنگزیب نے صرف شاہجہان ہی کو یہ خط نہین لکھا بلکہ اس کے نئے وزیر اعظم جعفر خان کو بھی اسی قسم کا مراسلہ روانہ کیا[1]، اس کے ضروری حصے یہ ہین:-

"چون بعد وصول ہفت کروہی ایجین مہاراجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں نظر بصلاحِ دولت ابد مدت نمودہ ..... در دو کروہی لشکر ظفر اثر بنگاہ قرار دادند و فوجہا را آراستہ محاربہ و مجادلہ را آمادہ گردیدند، دفعِ آنہا را واجب دانستہ ..... فتح عظیم روے نمود ..... لیکن از آنجا کہ بعد وصول موکبِ عالی بحوالیٔ دار الخلافہ اکبر آباد متحمل کہ ..... دادا بھائی جیو اضطرابِ بے فائدہ، بخود راہ دادہ، شورش افزا شوند، و بدیں تقریب جمعے دیگر نیز از بندہاے عمدہ ضایع گردیدہ، ایں معنی موجبِ ملالِ طبعِ اقدس شود، ضرور دانست بباركاہِ معلّٰی عرضہ داشتہ ایم،

[1] مراد سے بھی اسی قسم کا ایک خط اورنگزیب نے لکھوایا تھا، دیکھو نمبر ۲۲۴ ببعد،

کہ اگر دریں وقت دادا بھائی را بصوب لاہور رخصت فرمایند بصلاح دولت و مقتضائے
مصلحت اقرب و انسب خواہد بود ..... لائق چنان است کہ ....
... برطبق معروض ما خاطر نشان اعلےٰ حضرت نمودہ ہمگی سعی مصروف آں سازند
کہ ایں مقدمہ صورت یافتہ موجب آرایش بلاد و آسایش عباد شود" (آداب نمبر ۳۳۵)

مگر ان خطوط کے بعد اورنگزیب کو دوسرے ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوا، وہ یہ کہ شکست کی خبر پاکر دارا خود تیاری مین مصروف ہی، اسلیے دشمن کو مزید موقع نہ دینے کیلئے وہ بہت جلد آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا

دارا کی تیاری

ہم نے دارا کی افتادِ طبیعت کے سلسلہ مین بتایا تھا، کہ وہ انتہا سے زیادہ خود غرض و خود رائے واقع ہوا تھا، اور اس نے اس وقت تک شاہجہان کی جو اطاعت بھی کی تھی، وہ اس لیے کہ اسی مین وہ اپنی کامیابی سمجھتا تھا، لیکن آیندہ واقعات ہم کو یہ بتائینگے کہ جب شاہجہان نے دارا کو خون ریزی سے روکنا اور خود بیچ مین پڑکر بھائیون مین صلح کرانا چاہا، تو اُس نے کس طرح اس کی رائے کو ٹھکرا دیا،

شاہجہان کا خیال تھا کہ میرزا راجہ کی طرح جسونت سنگھ وغیرہ بھی مراد اور اورنگزیب کی فوج کی پیشقدمی کو روکنے مین کامیاب ہونگے، اور اس بھروسہ پر اطبا کے مشورہ سے وہ ۱۸ رجب (۱۱ اپریل) کو دہلی جانے کے لیے روانہ ہو گیا، وہ بلوچپور پہنچ چکا تھا، کہ ۲۰ شعبان (۲۵ اپریل) کو اسے جسونت سنگھ کی شکست کی اطلاع ملی، اور اس نے ارادہ کر لیا، کہ وہ دہلی جاکر ہی اس کے متعلق کوئی کارروائی کرے گا لیکن دارا نے اُسکی اس خواہش کو مسترد کر دیا اور اُسے مجبوراً دہلی کے بجاے آگرہ واپس لے آیا، یہان پہنچکر شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی کہ دارا بھائیون سے نہ لڑے، لیکن دارا نے اوس کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا، اور فوج کی تیاری مین مشغول ہو گیا، قریب کے صوبون کے تمام افسر اپنی جماعتون

کے ساتھ آگرہ بلا لیے گیے، نئی فوج کی بھرتی شروع ہو گئی، اور شاہجہان کی ممانعت کے باوجود ۱۶ شعبان (۹ مئی) کو اس نے اپنے مقدمۃ الجیش کو دھولپور روانہ کرا دیا، کہ وہ اورنگزیب کو دریاے چنبل سے عبور نہ کرنے دے، شاہجہان بے دست و پا شاہجہان اور ہان دارا کے ہاتھون مین گرفتار شاہجہان نے آخری مرتبہ پھر کوشش کی، کہ وہ خود جاکر اپنے لڑکون کو لڑنے سے باز رکھے، اور اسی خیال سے اس نے اپنے شاہی خیمہ تک شہر سے روانہ کرا دیے، لیکن دارا کا خیال تھا، کہ وہ مراد و اورنگزیب کو شکست دے کر بادشاہ بنجاے گا، اور اگر شاہجہان گیا تو اُسے اپنے چھوٹے بھائیون سے انتقام لینے کا موقع نہ ملے گا، اس لیے اُس نے شاہجہان کو جانے سے سختی کے ساتھ ممانعت کر دی، اور خود ۲۵ شعبان (۱۸ مئی) کو اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوا، اس وقت شاہجہان کے دل کی جو حالت تھی، اس کو مورخین نے نہایت دردناک اور مؤثر الفاظ مین بیان کیا ہے، وہ دیکھ رہا تھا، کہ اس کے جگر گوشے ایک دوسرے کا خون پینے کے لیے تیار ہین، اور وہ کچھ بھی نہین کر سکتا، وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا، کہ وہ دارا کے ہاتھون مین تقریبًا قید ہے، لیکن پھر بھی اس کی مدد کے لیے مجبور تھا، اور اُسے اپنے خزانون کے دروازے اس کے لیے کھول دینے پڑے،

۲۹ شعبان (۲۲ مئی) کو دارا دھولپور پہنچا، اور اس نے مقامی زمیندارون کی مدد سے تمام اہم گھاٹون پر توپین لگا دین، کہ اورنگزیب کسی صورت سے بھی اس پار نہ آسکے، مگر غریب دارا جو تمام عمر خوشامدی درباریون کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا جنگ کے نشیب و فراز سے کیا واقف ہو سکتا تھا، اور اُسے اس کی کیا خبر ہو سکتی تھی، کہ دکن کا فاتح ایک ایسا راستہ اختیار کرے گا، جس کے متعلق اُسے گمان بھی نہین ہو سکتا تھا، دارا اپنی متنوع و متضاد فطرت ساٹھ ہزار فوج لیے گھاٹون پر پرا جمانے مین مشغول ہی تھا

کہ اُسے اطلاع ملی، کہ اورنگزیب نے دھولپور سے ۴۰ میل پرے ہی دریا کو ایک لامعلوم مقام پر عبور کر لیا ہے، اور اس کی فوج بلا روک ٹوک سیدھی آگرہ کی طرف بڑھ رہی ہے، اس بدحواسی مین دارا نے اپنی بھاری توپون کو وہین چھوڑکر اورنگزیب کی طرف رخ کیا، اور اس طرح اورنگزیب نے صرف اپنی ایک حربی حرکت سے اپنے حریف کو بڑی حد تک کمزور کر دیا،

اورنگزیب نے آنے کے لیے ابتدأ جو راستہ اختیار کیا تھا، وہ یقیناً وہی تھا، جو گوالیار اور دھولپور ہو کر آگرہ تک جاتا ہے، لیکن جب وہ گوالیار پہنچا، اور اُسے دارا کی تیاریون کا حال معلوم ہوا، تو اس نے کسی محفوظ مقام کی تلاش شروع کی، ایک مقامی زمیندار نے بتایا، کہ قریب ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہان دریا پایاب ہے، مزید براں وہان پر کوئی شاہ راہ بھی نہین ہے، اورنگزیب نے اس دریافت سے فوری فائدہ اٹھایا، اور پہلے اپنے مقدمۃ الجیش کو اس طرف روانہ کیا، اور اس کے دو دن بعد ہی پہلی رمضان (۲۳ مئی) کو سخت مشکلات کے باوجود خود بھی اپنی تمام فوج کے ساتھ چنبل پار کر گیا، اب دارا کی فوج خطرناک حالت مین تھی، اور اورنگزیب نہایت آسانی سے حملہ کر سکتا تھا، اس لیے دارا نے اپنی فوج عجلت سے جمع کر کے آگرہ کی طرف رخ کیا، اور شہر سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سموگڈھ کے پاس آکر ٹھہر گیا، اورنگزیب رمضان کی تکلیف اور راجپوتانہ کی گرمی سے چور، ۶ رمضان (۲۸ مئی) کو وہان پر پہنچا، دارا خبر پاکر اس کی طرف پوری تیاری سے بڑھا اور اگر وہ اسی وقت اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ اورنگزیب کی پریشان حال، غیر مرتب، جماعت پر حملہ کر دیتا تو آج تاریخ کا نقشہ بدلا ہوا نظر آتا، لیکن ایک نمایش کے بعد وہ خاموش ہو گیا، اور اورنگزیب کی فوج کو وہ دن اور تمام رات آرام کے لیے مل گئی، اور دوسرے دن دارا کو اپنی ناعاقبت بینی اور غیر حربی حرکت کا خمیازہ پوری طور سے ادا کرنا پڑا،

سموگڈہ کی لڑائی دوسرے دن، ۲۹ رمضان (۲۹ مئی) کو صبح ہی سے دونون طرف سے تیاری شروع ہوگئی، اگرچہ دارا کی فوج، اورنگزیب ومراد کی مشترکہ فوج سے تعداد، سامانِ حرب، اور اسلحہ کے اعتبار سے کہین زیادہ برتر تھی، لیکن اس کے تنوع اور فقدانِ تربیت وتنظیم نے اسکی اہمیت بہت کم کردی تھی، ہر جماعت اپنے سردار ہی کو سپہ سالار سمجھتی، اور ہر سردار اپنی جگہ پر خود کو لڑائی کا واحد قائد جانتا، یہی وجہ تھی، کہ دارا کی فوج مین کوئی خاص باقاعدگی نہ تھی، دوسری طرف اورنگزیب کی فوج اور اس کے تجربہ کار افسر ایک مرتب ومنظم جماعت کے عنصر تھے، جنکو ابتدا ہی سے اس بات کا خوگر بنادیا گیا تھا، کہ ان کا کام صرف سننا اور اطاعت کرنا ہے، اور اسی چیز نے اورنگزیب کو دارا پر فتح دلائی،

ہندوستان کا واٹرلو سرجدوناتھ سرکار نے اپنی تاریخ مین اس لڑائی کو واٹرلو کی مشہور جنگ سے تشبیہ دی ہے، کہ اورنگزیب نے اس مین وہی طریقہ اختیار کیا تھا، جو جنرل ولنگٹن نے اوس مشہور نپولینی لڑائی مین اختیار کیا تھا، دارا کا خیال تھا، کہ زارِ روس کی طرح اس کے پاس اتنی فوج ہے، کہ دشمن اسکو مارتے مارتے بھی تھک جائے گا، اور اس کی افواج بحرِ مواج کے تھپیڑون سے اورنگزیب شکست اٹھاکر ختم ہوجائیگا، اورنگزیب اپنی اس تعدادی کمزوری سے واقف تھا، اسلیے یہان جارحانہ پیش قدمی کے بجاے اس نے مدافعانہ طریقہ اختیار کیا، جب اس نے دیکھا، کہ دارا کی تمام قوت ختم ہوچکی ہے، تو وہ ایک بار اپنی تمام قوت سے اس کی فوج پر ٹوٹ پڑا، اور اس فتح کو جو دارا کے لیے یقینی نظر آرہی تھی اس سے چھین لیا،

یہ جنگ اگرچہ ایک دن رہی، لیکن اس مین ایک طرف بہادر راجپوتون نے اور دوسری طرف مراد اور اورنگزیب نے جو حیات پرور اور شجاعت زا کارنامے دکھائے، وہ شاید دنیا کی کسی ایک لڑائی مین جمع نہین کیے جا سکتے تھے، راجپوت بہادرون کے دل جس

سرفروشانہ طریقہ سے بڑھ بڑھ کر پروانہ وار گر رہے تھے، اس سے میدانِ جنگ کا ایک بڑا حصہ لالہ زار ہوگیا تھا، راجپوت راجہ ایک مرتبہ مراد تک اور دوسری مرتبہ اورنگزیب کے ہاتھی تک پہنچ چکے تھے، مراد زخمون سے چور ہو رہا تھا، اس کے سر سے پانون تک خون کی نہرین جاری تھین، اس کا ہودہ تیرون سے چھلنی ہو رہا تھا، لیکن اس کا ہاتھ نہ رکتا تھا، اس نے اپنے ہاتھی کے پیرون مین زنجیرین ڈلوادی تھین، کہ وہ حرکت نہ کر سکے، اس کا فیل بان بھی مارا جا چکا تھا، لیکن اس کی ہمت اپنی جگہ پر ہاتھی کی طرح مستقیم تھی، راجہ رام سنگھ راٹھور اپنی جماعت کو لیتا ہوا بڑھا، لڑتا ہوا مراد تک پہنچا، اور اپنے گھوڑے کو مراد کے ہاتھی پر دو پاؤن پر کھڑا کر کے یہ کہتے ہوئے کہ "تو دارا سے تخت لینے چلا ہے"، نیزہ سے شہزادہ پر حملہ آور ہوا، اسکا نشانہ خالی گیا، اور مراد نے تیر سے اس کا کام تمام کر دیا، دوسرے راجپوت سردارون نے خود اورنگزیب کے ہاتھی کو گھیر لیا، ایک بہادر راٹھور سردار راجہ روپ سنگھ نے اپنے گھوڑے سے کود کر اس بات کی کوشش کی، کہ وہ اورنگزیب کے ہودے کی رسی کاٹ دے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس مین کامیاب ہو، اوس کا رشتۂ حیات منقطع ہو چکا تھا، رستم خان کا حملہ بھی غضب کا حملہ تھا، لیکن اس کی موت نے اس زور کو بھی ختم کر دیا،

اب اورنگزیب کی باری تھی، اس نے اپنی فوج و توپخانہ کے ساتھ حملہ کر دیا، تیرون اور گولیون کی بارش مین دارا گھبرا اٹھا، بچنے کے لیے ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا، دارا کی یہ وہ غیر دانشمندانہ حرکت تھی، جس نے پورس کو سکندر کے خلاف شکست دلائی تھی، ہودے کو خالی دیکھکر فوج سمجھی کہ دارا کام آیا، پھر کیا تھا، ایک عام انتشار پیدا ہوگیا، اور جس شخص کو جدھر راستہ ملا، نکل بھاگا، اب دارا کی تمام کوششین بے کار ثابت ہو رہی تھین، اور شکست کو یقینی سمجھ کر وہ بھی چند سپاہیون کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا، دارا کا بھاگنا تھا کہ

اورنگزیب نے فتح کا طبل بجوا دیا، اب میدان دارا کے زندہ سپاہیون سے صاف تھا،
دارا تقریباً نو بجے رات کو اپنے چند سپاہیون کے ساتھ آگرہ پہنچا، اور اپنے محل مین داخل
ہو کر دروازے بند کر لیے، اُس کی یہ آمد اس کی شکست کی افواہ کی تصدیق تھی، شاہی محل مین
کہرام مچ گیا، شاہجہان نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ

"چوں مجاری حال بشیت ایزدِ متعال بایں منوال رسیدہ، بہتر آن است کہ یکبارگی درون
قلعہ آمدہ، مارا بہ بینید، کہ بعضے سخنان زباتی باں فرزندِ مہر پیوند گفتنی است، بعد ازاں کلمات
ہر جا کہ نصیب آں فرزند باشد خواہد رفت و آنچہ دربارۂ آں فرزند خامۂ تقدیر رقم نمودہ
بیگماں ہر جا کہ باشد پیش خواہد آمد"

لیکن دارا دل مین خوب سمجھتا تھا، کہ اس نے جو کچھ کیا، وہ شاہجہان کی مرضی کے خلاف
کیا اور اس کی شکست نے اس غلطی کو زیادہ واضح کر دیا تھا، اس لیے شاہجہان کے پاس
جانے کی ہمت نہ ہوئی، اور اس نے جواب مین کہلا بھیجا کہ

"مراد دیگر روے آں نیست کہ بسعادتِ ملازمت مشرف شوم، بکدام رو دیچہ حال خود را
بخدمت رسانم و نیز ملاحظۂ آں دارم کہ اگر بیش ازیں تعویق کنم، افواجِ دشمن گرد و پیش
را فروگیرد، و ایں جان دونیم گشتہ بلکہ بلب رسیدہ است چنگلِ گرگِ اجل بہ آں بازی
کند، الحال چناں می بینم کہ دیدار ہا بقیامت افتادہ است، ترک دیدنِ روے شوم
نمودہ اجازت دہند، کہ بطرفے بدر روم و چندے از آنہا کہ متعلقۂ ناموس اند، بر
عماری چند انداختہ، ہمراہ برم ..... ازاں قبلۂ حقیقی و کعبۂ تحقیقی مستدعی
آنم کہ ایں سراسیمۂ بے خانماں را کہ اکنوں راہ دراز در پیش دارد گاہے بفاتحہ
خیر یاد کردہ باشند"

اس جواب کو پاکر شاہجہان نے جو کچھ دارا کی اس وقت مالی مدد ہو سکتی ہے، کی، اور ابھی رات کا تہائی حصہ باقی ہی تھا، کہ دارا اپنے حرم خاص اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ دہلی روانہ ہو گیا کہ وہان پہنچکر از سر نو لڑائی کے لیے تیاری کرے،

اورنگزیب نے جب دیکھا کہ دشمن کی فوج بھاگ رہی ہے، اور اس کی فوج فاتحانہ اس کے تعاقب مین ہے، تو سب سے پہلا کام جو اس نے میدانِ جنگ مین کیا، وہ یہ تھا کہ وہین زمین پر اس نے شکرانہ کی دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد چونکہ اس وقت تک اس کا خیمہ نہین آیا تھا، دارا کے خیمہ مین جاکر ٹھہرا، زخمی مراد بھی وہین تھا، بھائی کو زخمون سے چور دیکھکر اس کا جی بھر آیا، پُر اشک آنکھون سے اس کے خون آلودہ سر کو اپنے گود مین رکھ لیا، اور اطبا نے زخم دھوکر مرہم پٹی شروع کر دیا[1]، جب مرہم پٹی ہو چکی، اور اورنگزیب کا خیمہ نصب کیا جا چکا، تو وہ اپنے خیمہ مین چلا گیا،

سفرِ آگرہ دوسرے دن اس نے روانگی سے پہلے اپنے افسرون پر انعامات کی بارش کی، دارا کی فوج اور سرکاری افسرون مین سے جو لوگ آکر شامل ہو گئے تھے، ان کو اپنی ملازمت مین لے لیا، اور یہان سے چل کر ۱۰ رمضان (۱۸ جون) کو آگرہ کے قریب پہنچا، اور باغ نور محل مین مقیم ہوا، یہان بھی بہت سے شاہی افسرون اور سرکاری دفتر کے لوگون نے آکر شرفِ ملازمت حاصل کیا،

آگرہ کی فتح یہان پہنچکر اورنگزیب نے سب سے پہلے جو کام کیا، وہ یہ تھا، میر جملہ اور شاہ نواز خان کو نظر بندی کے قیود سے آزاد کرنے کے فرامین بھیجے کہ اب ان سے کوئی خطرہ باقی

---

[1] سموگڈہ کی لڑائی کے مفصل حالات کے لیے دیکھو، سرکار اورنگزیب حصہ دوم باب ۳-۲ عالمگیر نامہ ص ۵، ۱۰ عمل صالح ۲۱-۲۵، ظفر نامۂ عالمگیری ص ۱۵-۲۲، تاریخ شجاعی ص الف ۵۶ - ب ۵، وغیرہ وغیرہ،

نہین رہا تھا، اوّل الذکر کو پہلے خاندیس کا گورنر بنایا، لیکن ضرورت سے مجبور ہو کر بعد مین اپنے پاس بلا لیا، اور مؤخر الذکر کو گجرات کا گورنر بنا دیا کہ مراد کی عدم موجودگی مین وہان امن قائم رہ سکے،

سموگڈہ کی لڑائی کے بعد شاہجہان کے پاس اتنی فوج نہ تھی، کہ وہ اورنگزیب کا مقابلہ کر سکتا، اس لیے اس نے اب دشمن کی جگہ دوست بنکر اورنگزیب کو مغلوب کرنا چاہا، چنانچہ جس دن اورنگزیب آگرہ پہنچا، اسی دن شاہجہان نے اپنے خانسامان و معتمد خاص فاضل خان اور صدر الصدور مولنا ہدایت اللہ کو تحائف اور ایک خط کے ساتھ اورنگزیب کے پاس بھیجا، اس خط مین اشتیاقِ ملاقات کا ذکر تھا، اورنگزیب نے اس کے جواب مین لکھا کہ وہ اوّلین فرصت مین حاضر ہو کر شرف ملازمت اختیار کرے گا، ان لوگون کے جانے کے بعد اورنگزیب کو بعض خاص ذرائع سے، جس مین روشن آرا، اور شائستہ خان کا نام خاص طور سے لیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ دعوت صرف اس لیے ہے، کہ اوسے قلعہ مین بلا کر قید یا قتل کر دیا جاے، چنانچہ جب دوسرے دن فاضل خان، بہت سے جواہرات اور "عالمگیر" نامی تلوار لے کر آیا، تو اس نے یہان کا رنگ ہی بدلا ہوا پایا، اور اس کی اطلاع اس نے بادشاہ کو دی، اسی اثنا مین مراد کی خودسر اور لالچی فوج نے شہر کے اندر گھس کر لوٹ مار شروع کر دی تھی، اور ہر شخص کے جان و مال کو خطرہ محسوس ہو رہا تھا، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے شہر مین امن قائم رکھنے کے لیے اپنے بڑے بیٹے کو شہر کے انتظام کے لیے بھیجدیا، اور شہر پر اورنگزیب کا قبضہ ہو گیا، مگر قلعہ ابھی تک اسی طرح شاہجہان کے قبضہ مین تھا، اب شاہجہان نے ایک مرتبہ پھر فاضل خان، اور خلیل اللہ کو اورنگزیب کے پاس بھیجا، فاضل خان، شاہجہان کا معتمد خاص تھا، اسلیے

اس سے اصل حقیقت کا دریافت کرنا محال تھا، اس لیے اورنگزیب نے خلیل اللہ کو تنہائی مین بلاکر دریافتِ حال کیا، اور اس نے اورنگزیب کے شکوک کی تائید کی، اورنگزیب نے خلیل اللہ کو اپنے پاس روک لیا، فاضل خان، نامراد واپس گیا، اور اس نے اطلاع دیدی کہ مرض علاج سے گذر چکا ہے، اب شاہجہان کو یہ خطرہ محسوس ہوا، کہ ایسی حالت مین جبکہ اس کے افسر ایک ایک کرکے روزانہ اس سے الگ ہو رہے ہین، کہین کوئی شخص اسے بھی اورنگزیب کے حوالہ نکردے، اس خیال کے ساتھ ہی اس نے قلعہ کا دروازہ بند کردیا، جب اورنگزیب کو اس کی اطلاع ملی، تو اس نے اسی روز رات کو اپنی فوج قلعہ کی فصیلون کے گرد پھیلا دی، مگر وہ خونریزی کا حامی نہ تھا، اس لیے اس نے محاصرہ کو جلد از جلد ختم کرنے کی صورت پیدا کرلی، اور وہ یہ تھی کہ اگر اس دروازہ پر جو جمنا کی طرف ہے، اور جس کے ذریعہ قلعہ مین پانی آتا ہے، قبضہ کرلیا جاے، تو محاصرہ ختم ہوجاے گا، اور اسی خیال سے اپنی فوج کے ایک دستہ کو وہان تک پہنچا دیا، شاہجہان نے دو روز تک اس تکلیف کا مقابلہ کیا، لیکن تیسرے دن ایک خط لیکر فاضل خان کو بھیجا، اس خط مین زمانہ کا شکوہ تھا، خدا و رسول کا واسطہ تھا، اور کبر و غرور سے الگ رہنے کی نصیحت تھی، اورنگزیب نے اس کے جواب مین صاف صاف لکھدیا کہ محاصرہ کیا چیز ہے، وہ خود بادشاہ کے پاس آنے کو تیار ہے، لیکن

"بمقتضاے طبیعتِ بشری مغلوبِ واہمۂ ہراس گشتہ، جرأت نماندہ کہ باطمینانِ قلب وجمعیتِ باطن، عازمِ احرازِ سعادتِ حضور پرنور تواند شد..... اگر آئینِ مریدنوازی را مرعی فرمودہ، حکم والا بشرفِ نفاذ رسانند کہ بعضے از مردم ایں مرید نخست بقلعہ بازیافتہ، بجاے جمعے از ملازمانِ سرکارِ عالم مدار کہ بحافظتِ دروب و

مداخلت مامور اند، قرار گیرند، واز پیشگاہ عنایت خسروانی بحراست ابواب قلعہ امتیاز
واختصاص یابند، ایں فدوی جاں سپار بجمع خاطر وسکون باطن واطمینان دل بحضور
اقدس رسیدہ، سعادت زمیں بوس اشرف حاصل نماید، وزبان عقیدت بیان بعذر
تقصیرات بکشاید، غایت مریدنوازی خواہد بود" (۶/۱۲۱)

لیکن اس کے بعد بھی شاہجہان نے تامل کیا، پھر وہ خط لکھا جو تیر و نشتر سے بھرا ہوا تھا اور جیسا کہ مشہور ہے، اورنگزیب نے اس پر صرف اس قدر لکھکر کہ "کردہ خویش آید پیش" دیا" حداد ب" اتمام حجت کردی، اب شاہجہان مجبور تھا، اور ۱۷ رمضان (۸ جون) کو اس نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا، اس کی فوج نے اطاعت قبول کرلی، اور محمد سلطان نے قلعہ کے اندر جاکر پہلے بادشاہ سے ملاقات کی اور پھر تمام اہم مقامات سرکاری خزانون، اور توشہ خانون پر قبضہ کرلیا، اس کے دو دن بعد ۱۹ رمضان (۱۰ جون) کو جہاں آرا بیگم اورنگزیب سے ملنے آئی اور اس نے حکومت کی تقسیم کی تجویز پیش کی، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اورنگزیب خوب سمجھتا تھا، کہ شاہجہان کی یہ تمام کارروائیاں صرف اسلیے ہین کہ دارا کو دہلی مین اطمینان سے تیاری کا موقع ملے، دوسرے اسے دارا کی طرف سے بھی اعتماد نہ تھا، اس لیے اس نے اس تجویز کو ماننے سے انکار کردیا، آیندہ کے واقعات اس بات کا ثبوت ہین، کہ اورنگزیب کا خیال غلط نہ تھا، لیکن اس کے ساتھ اورنگزیب اپنی بڑی بہن کی ہر بات کو رد بھی نہ کرسکتا تھا، چنانچہ جہاں آرا کی اس درخواست کو کہ وہ چلکر کم از کم ایک مرتبہ بادشاہ سے مل لے اوس نے مان لیا،

دوسرے دن وہ وعدے کے مطابق بادشاہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا، وہ قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس کے بعض معتمد افسر، دوڑتے ہوے اُسکے پاس پہنچے،

اور انھون نے بیان کیا، کہ اونھین شاہجہان کے ارادہ کے متعلق ایسے حالات معلوم ہوگئے ہین جن کی بنا پر اس کا قلعہ کے اندر جانا کسی صورت سے بھی مناسب نہین ہی، کیونکہ شاہجہان نے طے کیا ہے، کہ جونہی اورنگزیب اس کے سامنے جاے، محل کی مسلح ترکنین اس پر حملہ کرکے اس کا خاتمہ کردین، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ناہر دل چیلا نے شاہجہان کا ایک خط اُس کے ہاتھ مین لاکر رکھدیا، یہ خط دارا کے نام کا تھا، اور اس مین لکھا تھا کہ:-

"داراشکوہ در شاہجہان آباد، ثبات قدم ورزد، کہ کئی خزانہ و لشکر در آنجا نیست، زنہار از آنجا بیشتر نگذرد کہ ما بدولت مہم را در ینجا فیصل میفرمائیم" (۱۰۰)

اس خط کے ملنے کے بعد اورنگ زیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار ہوسکتا تھا، کہ وہ لوٹ آئے، چنانچہ وہ واپس آگیا، اور واپسی مین دارا کے محل مین جو خالی پڑا تھا ٹھہرا،

شاہجہان کی نظربندی، اورنگزیب کے فرد جرم مین ایک دفعہ ضعیف باپ کو نظربند کرنے کی بھی ہی، لیکن ہم کو تاریخ کی روشنی مین دیکھنا چاہیے، کہ اورنگزیب کی یہ کارروائی واقعات کی روشنی مین صحیح تھی، یا غلط، اور کیا واقعی اس نے اپنے بڈھے باپ شاہجہان کو اُسی طرح نظربند کیا تھا، جس طرح کہ کہا جاتا ہی،

ہم دکھا چکے ہین، کہ شاہجہان کس طرح ابتدا ہی سے دارا کی حمایت کر رہا تھا، کس طرح اُس نے ہمیشہ دارا کے کہنے سے اورنگزیب کو ذلیل و رسوا کیا تھا، کس طرح اب بھی جبکہ دارا اسکی علانیہ عدول حکمی کر رہا تھا، اُس نے اسی کا ساتھ دیکر اورنگزیب کی جان تک لینے کا ارادہ کرلیا تھا، ایسی حالت مین، اورنگزیب کا کیا فرض تھا، کیا وہ چپ چاپ اپنی مدافعت مین ہاتھ اٹھاے بغیر اپنے کو دارا کی انتقامی خواہشات کے سامنے قربان ہونے کے لیے پیش کردیتا، شاید کوئی سنجیدہ شخص بھی اس کی حمایت نہین کرے گا، ہمارا خیال ہے اور ہمارے پاس اسکی تائید مین ناقابل

تردید ثبوت موجود ہین، کہ شاہجہان اب بھی اگر اپنے رویہ مین تبدیلی اختیار کرتا، اور دارا و شجاع کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے چھوڑ دیتا، تو اورنگزیب اُس کو نہ صرف نظربندی سے آزاد کر دیتا، بلکہ بہت ممکن ہی، کہ شاہجہان کی زندگی بھر اُسی کے نام ہی سے حکومت کرتا لیکن شاہجہان، دارا کی محبت مین اندھا ہو رہا تھا، اُسے یہ بھی خیال نہ رہا تھا کہ اورنگزیب اور اس کے دوسرے دو بھائی بھی اُسی کی محبوب ترین حرم ممتاز محل کی اولاد اور اس کے جگر گوشے ہین، جس طرح دارا ہے، اور وہ بھی اسکی پدرانہ محبت اور بزرگانہ شفقت و عنایت کے اُسی طرح مستحق ہین، جتنا دارا، مگر افسوس کہ شاہجہان نے ایسا نہین کیا،

اورنگزیب نے باپ کے احترام کو جس حد تک قائم رکھا، اور جس درجہ تک اُس نے شاہجہان کے مقابل براہِ راست اپنے کو پیش کرنے سے گریز کیا، اسکی مثال مغل تاریخ کے صفحات مین نہین ملسکتی، یہ خود شاہجہان تھا، جو باپ کے خلاف علانیہ برسرِ جنگ ہو گیا تھا، یہ جہانگیر تھا جس نے اپنے باپ کے مقابلہ مین اعلانِ جنگ کر دیا تھا، لیکن اورنگزیب نے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ ظاہر ہونے نہ دیا، کہ اسکی یہ جنگ باپ کے خلاف ہے، یا وہ شاہجہان سے لڑنے کے لیے کھڑا ہوا ہے، اُس نے جب کبھی اس کے متعلق کسی کو کچھ لکھا، تو اُس مین صرف یہ ظاہر کیا، کہ اُس کا مقابلہ دارا سے تھا، اس کی جنگ دارا سے ہوئی، اور اگر اس کو عداوت تھی، تو دارا سے تھی، چنانچہ وہ اپنے ایک خط مین ایک صوفی بزرگ خواجہ عبدالغفار کو ان حالات کی جب اطلاع دیتا ہے تو لکھتا ہی کہ

"دریں وقت کہ بادشاہ زادۂ بے شکوہ، از ظہورِ بعض امور بخارِ پندار و غرور بکاخِ دماغ راہ دادہ، زمامِ مہامِ وسعت آبادِ ہندوستان را بقبضۂ اقتدار و اختیارِ خویش در آوردہ بود و بترویجِ آئینِ ہنود و کفار و احیاے رسوم ذمیمۂ فجار و اشرار پرداختہ، در تحریفِ دینِ متین و تزییفِ شرعِ رسول امین علیہ من الصلوٰۃ المہتاد من التحیات اعمہا غایت جہد مبذول میداشت

وازیں رہگذر غبارِ شورش وفتور در ساحتِ اکثر ممالکِ محروسہ ارتفاع یافتہ عمومِ سکنہ وقطنین
را دامنِ امینت از دست رفتہ بود ..... بقصدِ احرازِ مثوباتِ اخروی
وتحصیلِ سعادتِ دنیوی عنان ..... را بصوبِ مقصود منعطف ساختیم (آداب)

اس کے بعد جسونت سنگھ و دارا سے لڑائیون کا حال لکھکر شاہجہان کے احترام وعزت کو قائم رکھنے کے لیے آگرہ کے قلعہ کے متعلق یہ نہین لکھتا کہ مین نے شاہجہان سے لڑکر اُسے لیا ہے بلکہ کہتا ہے کہ:-

"اعلیٰ حضرت خلافت مرتبت، سلیمان منزلت، از غایتِ قدردانی وعاطفت قلعۂ اکبرآباد را بتصرفِ ما گذاشتہ" (آداب)

اسی طرح اُس نے قطب الملک کو قلعۂ اکبرآباد پر قبضہ پانے کی جو اطلاع دی ہے اُس مین لکھتا ہے:-

"قلعۂ اکبرآباد بتصرفِ اولیاے دولت قاہرہ درآمدہ، اعلیٰ حضرت خلافت منزلت، سلیمان مرتبت، ظلِ سبحانی از روے عاطفت وقدردانی زمامِ مہامِ فرمانروائی وجہانبانی بقبضۂ اقتدار و ید اعتبارِ ما سپردہ اند" (آداب)

علی عادل شاہ وغیرہ کو بھی تقریباً انھی الفاظ مین اطلاع دیتا ہے،

یہ تو بیرونی کارروائی ہوئی، اب خود شاہجہان کے ساتھ اس نے جو برتاؤ کیا، اس کا بہترین ثبوت وہ ہدایات ہین، جو اُس نے شاہجہان کے ملازم خاص فاضل خان کو لکھ کر بھیجین اور جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اورنگزیب نے شاہجہان کی کامل آزادی مین صرف اسی حد تک تحدید کر دی تھی، کہ وہ اس کو کسی صورت سے نقصان نہ پہنچا سکے، اور بس، ورنہ نہ اس کے روزانہ مشاغل مین کوئی مداخلت کی گئی تھی، اور نہ اُس کے ذاتی توشہ خانون کو ہاتھ لگایا گیا، اس کے ساتھ ہی

اورنگزیب نے اس بات کا بھی حکم دیدیا تھا، کہ شاہجہان جو چیز جس وقت طلب کرے، اُس کے سامنے حاضر کیجاے، لوگون کا جو ہزارون روپیہ اِس کے ذمہ ہے، وہ ادا کردیا جاے اور جن لوگون کے وظائف مقرر ہین، وہ علی حالہ باقی رہین، چنانچہ جہان آرا کا بھی آخر وقت تک وہی اثر و اقتدار اور عزت و احترام کو باقی رکھا گیا، فاضل خان والے خط کا ضروری حصہ یہ ہے :-

"بعد ازیں نیز طلب خدمۂ محل را بضابطۂ سابق تنخواہ دادہ موقوف ندارد، و مشتاد یکہزار روپیہ دیگر ارزانی دارد، و بسری وجہ قیمت اجناس ابتیاعی را کہ تا حال بہ بیوپاریان نرسیدہ . . . . . بے تعلل از خزانہ خرچے تنخواہ کند، تا دربارۂ استغاثۂ آں جماعت بعرض مقدس رسیدہ سبب نشست خاطر ملکوت ناظر اعلیٰ حضرت نگردد" . . . . . رفتن آں دولت خواہ . . . . . بغسلخانہ تقریب داشتن کارخانہ جواہر و مرصع آلات درکار نیست، ہرگاہ اعلیٰ حضرت چیزے ازاں جنس بجہت دیدن یا دفرمایند، گماشتہ معتبر خود را می فرستاد باشد . . . . . جنس مطلوب برآوردہ از نظر انور بگذرانند" (آداب)

ایک دوسرے خط مین لکھتا ہے کہ :-

"اگر اعلیٰ حضرت از اسباب کارخانجاتے کہ درون قلعہ و بیرون از غسلخانہ است چیزے طلب فرمایند بے مضائقہ کارخانہ را در حضور وا کردہ و آنچہ یاد نمودہ باشند بنظر انور درآوردہ کوٹھہ را مہر کنند" (آداب)

اورنگزیب نے شاہجہان کے ساتھ یہی مراعات نہین کین بلکہ اُس نے ان تمام رسوم کو بھی جاری رکھنے کا حکم دیا، جو شاہجہان نے جاری کی تھین، ان مین ممتاز محل کی برسی بھی تھی، اس کے متعلق وہ لکھتا ہے :-

"تفصیل اخراجات عرس روضۂ منورہ بسامع جلال رسیدہ، حکم اشرف اعلیٰ بدایہ ورود گرفتہ کہ وجہ مذبور بہمان دستور مقرر دانستہ، در تہیۂ سرانجام ضروریات آں امر خطیر صرف نماید، و جہدے بے پایان مبذول دارد، کہ تمامیٔ اعیانِ صوبہ ازاکابر و بندہاے عمدہ .....

..... وغیرانہا کہ شایستۂ امضاء تواند بود، حاضر باشند" (آداب)

یہ تو اورنگزیب کی وہ کارروائیاں تھین جو اُس نے دوسرون کے سامنے شاہجہان کی عزت و وقار اور اس کے احترام کو قائم رکھنے کے لیے کی تھین، اور اسی وجہ سے اس نے اب تک اپنی بادشاہت کا بھی اعلان نہین کیا تھا، مگر اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ خود ان دونون باپ بیٹون مین قلعہ کے فتح ہونے کے بعد کس قسم کی خط و کتابت ہوتی رہی، اورنگزیب نے کیا چاہا، اور شاہجہان نے کیا کیا علاوہ ازین شاہجہان کی وہ کونسی کارروائیان تھین جنھون نے اورنگزیب کو اس بات پر مجبور کیا، کہ وہ بھی بادشاہت کا اعلان کردے،

شاہجہان کی عداوت | اورنگزیب نے اپنے ابتداے عہد صوبہ داری ہی سے اپنا جو رویہ اختیار کر رکھا تھا، وہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ شاہجہان کی انتہائی عداوت کے باوجود بھی، وہ اس کا انتہائی احترام کرتا تھا، جتنا کہ ایک مطیع و سعادتمند لڑکا کرسکتا ہے، اور اس وقت بھی اُس نے دارا کی معاندانہ کوششون اور غیر برادرانہ جنگون سے مجبور ہوکر جو کچھ کیا تھا، اور اس سلسلہ مین اوسے شاہجہان کی جو خفگی بھی مول لینا پڑی تھی، اس کا اُسے انتہائی رنج و افسوس ہی نہین تھا، بلکہ اس سے وہ شرمندہ بھی تھا، اور شاہجہان سے شاید ایام نظربندی مین ملاقات نہ کرنے کی، اس کے سوا کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہی شرم مانع تھی، چنانچہ وہ خود شاہجہان کو متعدد خطوط مین اس کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:-

"پیر و دستگیر سلامت! ایں مجبور رحکم قضا و قدر کہ بمشیت الٰہی درچنیں ورطۂ خطرناک افتادہ بچندیں

لہ اسی طرح اورنگزیب نے اپنی سوتیلی بہن کا وظیفہ بھی علی حالہ بحال رکھا،

کلفتہائے ظاہری و باطنی مبتلا گشتہ از خجلت و انفعال خود چہ عرضداشت کند کہ بر اعلیٰ حضرت ہویدا نباشد، پیوستہ از درگاہِ ایزدی مسئلت مینماید کہ توفیقِ استرضائے خاطرِ ملکوت ناظر و فرصتِ تدارک و تلافیِ مافات و عذرخواہیِ زلاتِ خویش یافتہ خدمتے کہ موجبِ خوشنودیِ قبلہ و کعبۂ حقیقی تواند بود تقدیم رساند" (۱۲۸/۵)

اورنگزیب نے اتنا ہی نہیں کیا، بلکہ اس نے لکھا کہ وہ بادشاہ ہونا نہیں چاہتا بلکہ دارا کے ملحدانہ خیالات اور غیر فرزندانہ مساعی کا خاتمہ کر کے شاہجہان کو اس کی گرفت سے آزاد کرانا چاہتا ہے، وہ ایک خط میں لکھتا ہے:-

"خدائے غیب داں کہ او را بکذب و دروغ گواہ گرفتن نزد اہل اسلام کفر و در جمیع ملل و ادیان مذموم است، می داند کہ ایں مرید ہرگز بتجویز و ارتکاب خلاف مرضیِ طبعِ مقدس راضی نبودہ و نیست و خود را نائبِ حضرت انگاشتہ بدیں خدمت قیام مینماید، لیکن چوں انتظامِ اوضاعِ مملکت و احوالِ رعیت باظہارِ نیابت امکان نداشت، ناگزیر برائے پاسِ مصالحِ ملک و ملت روزے چنداں ایں نوع سلوک کہ بخاطر خطور نمی کرد، وجہ شرمندگیہا کہ ازاں رہگذر ندارد لازم شد، پس از انکہ امنیت در ممالک پدید آمدہ، غبارِ فتنہ و فساد فرو نشیند انشاء اللہ تعالیٰ جمیع مرغوباتِ خاطرِ اشرف بوجہ احسن صورت خواہد گرفت" (۱۲۹/۳)

ایک اور خط میں اورنگزیب اپنے پوزیشن کو اس طرح صاف کرتا ہے:-

"برائے خورشید ضیا پوشیدہ نماند، کہ ایں مرید بتوفیقِ الٰہی حقیقتِ دنیا و عدمِ ثباتِ دنیائے بے بقا را نوعے کہ ہست، دانستہ در اطیعوا اللہ آں قدر مقصر است کہ پیش رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نخالتہا دارد، دعوے مرتبۂ سیوم را چوں میتواند کرد، لیکن نسبت باہلِ روزگار بقدرِ مقدور در اطاعتِ اوامر و نواہیِ الٰہی و پیرویِ شریعتِ مصطفوی کوشید، تا وقتیکہ عنانِ اختیار چہ انبانی

بقبضۂ اقتدارِ اعلیحضرت بود محض برائے پاس فرمانِ ایزدی بے حکم والا بہ تشتیتِ ہیچ مہمے و مطلبے نہ پرداختہ و ہرگز قدم از حدِ خویش فراتر نگذاشتہ و عالم السر والخفیات بر صدقِ ایں دعویٰ شاہد و گواہ است،

از آنجا کہ بتحقیق انجامیدہ بود کہ بادشاہزادۂ کلاں در ایامِ بیماریٔ اعلیحضرت استقلال تمام پیدا کردہ در ترویجِ آئینِ ہنود و کفار و ہدمِ بنیانِ دینِ رسول مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام اکمرِ اہتمام چست بستہ، غبارِ الحاد در عرصۂ مملکت برانگیختہ و سررشتۂ انتظامِ مہام از دست رفتہ کے را از بندہائے حضور یارائے آں نماندہ کہ صورتِ حال را بعرضِ اشرف رساند و او خود را باعدمِ استحقاق، شایستۂ فرماں روائی دانستہ مربی و ولی نعمت را معزولِ مطلق ساختہ، چنانچہ ایں مقدمہ بخطِ مبارک در مناشیرِ پیشین مندرج شدہ، بناراں این مرید اندیشۂ آنکہ مبادا تہاون در اصلاحِ ایں فساد کہ منجر بخرابیٔ بلاد و تفرقۂ عباد بود و سبب باز خواست و مواخذۂ اخروی گردد، تحصیلِ منشوبات را در نظر داشتہ از برہان پور روانۂ ایں سمت شد، و دراں وقت غیرِ آں دشمنِ دینِ مبین و آں والا مرتبت کہ مخالفت با او گناہ نہ باشد در میان نبود" (خط نمبر ۱۳۴)

لیکن کیا دنیا جانتی ہے، کہ اورنگزیب کی اس تمام خاکساری، عجز اور اقرارِ گناہ کا جواب شاہجہان کی طرف سے کیا ملتا تھا، شاہجہان اب بھی اورنگزیب کو تباہ کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا، وہ اب بھی اپنے ہمدرد صوبہ داروں کو دارا کی مدد کے لیے لکھ رہا تھا، شاہجہان اس وقت بھی خواجہ سراؤں کے ذریعہ اورنگزیب کے دشمنوں سے خط و کتابت کر رہا تھا، شاہجہان اس گھڑی بھی اورنگزیب کے دوسرے بھائیوں، شجاع، و مراد کو اس کے خلاف آمادہ کرنے کی سعی میں مصروف تھا، شاہجہان اس آن بھی کوئی نہیں تو اورنگزیب کے بیٹے ہی کو مختلف قسم کے سبز باغ دکھا کر باپ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہا تھا، کیا ہمارا یہ بیان بے ثبوت ہے، نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ اس کی شہادت ان خطوط سے ملتی ہے

جو اورنگزیب نے شاہجہان کو ان کارروائیوں کے متعلق لکھا ہے، شاہجہان نے دارا کو دہلی کی طرف بھیج کر وہاں فوج کی تیاری کا اُسے حکم دیدیا، اور اس کے بعد جب دارا دہلی کو چھوڑ کر پنجاب کی طرف گیا، تو شاہجہان نے اپنے دیرینہ ملازم اور کابل کے صوبہ دار مہابت خان کو خفیہ طور سے یہ خط لکھا کہ:-

"چوں فرزند مظلوم داراشکوہ بعد از شکست روانۂ لاہور شدہ، دریں وقت مخلص درست اعتقاد ..... بغیر ازاں خلف الصدق مہابت خاں یعنی مہابت خاں ثانی دریں جہان فانی نیست، لہذا در دلِ خود را بر روے کار و اظہار آوردہ چشم داشت تدارک دارم .... داراشکوہ من بلاہور میرسد از خزانہ در لاہور کمی نیست، و آدم و اسپ در کابل وافر دمثل مہابت خاں کہ زمانہ از مہابت او در تزلزل و سردارے ہمچوں شاہجہاں منزوی باشد، غرابت دارد، ہمیں کہ آں شیر بیشۂ تہوری با لشکرِ آراستہ، عزیمت بکند و جلو ریز بلاہور رسیدہ بدد و رفاقتِ داراشکوہ با پاپر داختہ بمقابلہ و جزاے اعمال ہر دو نابرخوردار پردازد و صاحبقرانِ ثانی زندانی را برآوردہ، بہ بیند کہ نامِ نیک بہ از گنجِ قارون و مناصب و مراتبِ دنیاے دوں چہ قدر حاصل خواہد شد" ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

و بفرزندِ ارجمند نوشتہ ام کہ خود را باو گذاشتہ بہبود حال و مآل خویش در اطاعتِ آں سپہ سالار داند، و خلاصیٔ من دریں شناسد،

مکرر نوشتہ میشود کہ دنیا جاے سہل ناپائدار است، و با ہیچ کس وفا نکردہ و نخواہد کرد، و نیک نامی بر صفحۂ روزگار یادگار خواہد ماند، و مہابت خاں چگونہ خواہد پسندید، کہ صاحبقرانِ ثانی زندانی و در اقسامِ بلا گرفتار باشد، و شخصے کہ بدامِ تزویر عالمے را رام نمودہ بکامِ خود ساختہ، بر تختِ خلافت کامرانی کند، و بایں حال اگر آں عمدۃ الملک اغماض نماید، فردائے قیامت

دست من و دامن او" (۱/۱۹۶)

مذکورۂ بالا خط یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے، کہ شاہجہان نظر بندی کے زمانہ مین بھی اورنگزیب کے خلاف سازشون مین مصروف تھا، اورنگزیب کو جب متعدد ذریعون سے اسکی خبر ملی، تو اُس نے اُن خواجہ سراؤن کو جو اس سازش مین شریک تھے، بادشاہ کے پاس جانے سے روک دیا، لیکن شاہجہان کو بجاے اس کے کہ اس سے شرمندگی ہوتی سخت غصہ آیا، اور اس نے اورنگزیب کو ایک غضب آلود خط لکھا اور کہا کہ میرے خواجہ سراؤن پر کوئی پابندی عائد نہ کیجاے، اورنگزیب نے باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوے عاجزانہ طریقہ سے لکھا کہ

"ہرگاہ اعلیحضرت بآنکہ ایں مرید بکرات و مرات التماس نمودہ کہ راہ ارسالِ نوشتجاتِ شور انگیز فتنہ افزا مسدود گردد، پرتو التفات برایں معنی نیفگندہ صریح فرمودہ باشند کہ" او ایں توقع را کہ از پسرِ خود باید داشت از ما نکند و ما را تکلیفِ ترکِ ایں شیوہ کہ امکان ندارد، ننماید" چنانچہ نوشتہ کہ حوری خانم آوردہ بود، بداں ناطق است، دریں صورت اگر بلوازمِ احتیاط پرداختہ اسبابِ فساد را برہم نزند، و خواجہ سراہاے مفتن را کہ نوشتجاتِ غیر مکرر بوساطتِ آنہا بدر میرود، از حضورِ پرنور دور ندارد چہ کند،

کاش آنحضرت بریں مردم ترحم فرمودہ ایں شغل را کہ ماحصلش جز مزید کلفت و وحشت نیست، موقوف می داشتند و مصلحتِ کار مرعی میگشت، تا بمقتضاے ضرورت بریں مرید ایں ہمہ اہتمام لازم نمی شد، و آزارے باینہا نمی رسید ع

اے واے من و دستِ من و دامنِ خویش

علی ای حال از تقصیرِ خواجہ وفا گذشتہ او را پیشِ خود طلبیدہ است کہ مثلِ دیگراں خدمت می کردہ باشد، و در بابِ خواجہ محرم نوشت کہ کسے از رفتن بمحل مانع او نشود، اما اگر او نیز در

رنگِ وفا بعل آورد بروزِ او خواہد نشست" (۶/۱۲۹)

شاہجہان نے اس کے ساتھ شجاع کو بھی خطوط لکھے، کہ اس وقت جبکہ اورنگزیب دارا کے تعاقب مین پنجاب کی طرف گیا ہوا ہے، وہ اگر آگرہ پر قبضہ کرلے، اورنگزیب کو بھی اس کی اطلاع ملی، پہلے خط مین اس نے پاسِ ادب سے اس کارروائی کی طرف نہایت بلیغ طریقہ سے یون اشارہ کیا

"مقدمۂ شورش بادشاہزادۂ شاہ شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یا آں را وسیلۂ تشریف نیاوردنِ اعلحضرت بدار الخلافہ قرار تواں دادہ" (۱/۱۲۴) ✗

اس کے بعد جب وہ شجاع کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو رہا تھا، تو اُس نے پھر نہایت ادب سے شاہجہان کی اس کارروائی کی طرف اشارہ کیا، لیکن اس کا بھی شاہجہان پر کوئی اثر نہین ہوا، اور اُسنے نہ صرف یہ کہ شجاع کو اس کے بعد بھی خطوط لکھے، بلکہ بعض مورخین کا خیال ہے، کہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی جنگ سے پہلے جو غداری کی تھی، وہ بھی شاہجہان کے ایما سے تھی، اور اسی لیے وہ واپسی مین آگرہ تک آیا بھی تھا، اس لیے جب کھجوا پہنچکر اورنگزیب کو شاہجہان کا یہ حال معلوم ہوا، کہ وہ اب تک شجاع و دارا کی حمایت مین مصروف ہے، تو اس نے اب صاف صاف بادشاہ کو لکھدیا کہ اب وہ مجبور ہے کہ جس طرح اس نے شجاع کی پیشقدمی کو روکدیا ہے، دارا کا بھی کوئی فیصلہ کردے، اس کے الفاظ یہ ہین:-

"از آنجا کہ اخبارِ بے توجہی اعلیٰ حضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بشاہ شجاع قلمی گردیدہ بود، وخان و مانِ او بر سرِ آں خراب شدہ ہویدا است ویقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و با آنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلاشِ آں دارند، کہ دیگرے استقلال یافتہ سعیٔ ایں فسادی کہ مصروفِ ترویج دینِ متین و انتظامِ مہماتِ مملکت است، ضائع شود، و ہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند،

ناگزیر بمراعات لوازم حزم واحتیاط پرداختہ واز حدوث مفسدہاے ممتنع التدارک اندیشہ مند گشتہ آنچہ بخاطر داشت نتوانست از قوت بفعل آورد و بر صدق این دعوی خداے توانا شاہد وگواہ است،

"جمعیت خاطر این مرید وقتے صورت تواند گرفت کہ آن دو فتنہ خو کہ ہر کدام دوبارہ بے غیرتی بخود قرار دادہ گریختہ اند، از ممالک محروسہ بدر روند یا بتوفیق الہی دستگیر گردیدہ در پہلوے برادر خود نشینند" (۱۲۷/۴)

مراد کے ساتھ شاہجہان نے ساز باز شروع کر دیا تھا، اور اوسے یہانتک آمادہ کر دیا تھا کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو قتل کر ڈالے، اس کے ساتھ ہی شاہجہان نے شہزادہ محمد سلطان کو اس بات پر آمادہ کر دیا تھا، کہ وہ باپ کے خلاف علم بغاوت بلند کرے، اور شجاع کیساتھ ملکر حکومت حاصل کرے، اور اس سلسلہ مین اوسے سبز باغ دکھایا گیا تھا، کہ اورنگزیب نے شجاع سے جو معاہدہ کیا تھا، اُس مین اُسکی شادی شجاع کی لڑکی سے طے کیگئی تھی، اور اگر یہ شادی ہوجاے تو شجاع، محمد سلطان، اور شاہجہان ملکر اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہین لیکن شہزادہ اپنے باپ کو اچھی طرح سمجھتا تھا، اس لیے اس نے صاف صاف تو یہ نہین لکھا، کہ میری موعودہ شادی کر دیجاے، لیکن یہ درخواست ضرور کر دی، کہ اب میری شادی ہوجانا چاہیے، اورنگزیب بھی اس کو سمجھ رہا تھا، چنانچہ اُس نے جواب مین لکھا کہ:-

"اگر آں والا تبار، رفیع مقدار میخواستہ باشند کہ این مقدمہ بطمطراق وآئینے کہ باید از قوت بفعل آید، صبیۂ خانجہاں وجعفر خاں مناسب است واگر خواہش چناں باشد کہ از بنات اوساط مردم یکے را بگیرند، آں نیز باحسن وجہے صورت پذیری تواند گشت، بریں تقدیر کسے را کہ بنظر درآوردہ باشند بنویسند تا فہمیدہ اجازت فرمودہ شود، واگر حال انتخابے

نرفتہ اختیار ایں کار را بتجویز رائے خورشید ضیا واگذاشتہ باشند، عرضہ دارند، تا جائے لائقے
بخاطر آوردہ شود، بہمہ حال ما را مضائقہ نیست بہر شقے کہ راضی باشند مبارک است" (۱۱/۱۸۱)

شاہجہان کی یہی معاندانہ کوششیں تھیں، جو اس نے اس وقت تک جاری رکھیں جبتک کہ وہ دارا، یا پھر شجاع، مراد، یا شہزادہ محمد سلطان کو اورنگزیب کے خلاف آمادہ کر سکتا تھا، لیکن اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا، مگر اسی اثنا میں اس پر بھی اورنگزیب کی صاف باطنی، حق پسندی اور اطاعت گذاری کا اثر ہونے لگا، اور اورنگزیب نے اس تبدیلی کو دیکھکر اس کے بعد سے کوئی ایسا اہم کام نہ کیا جسمیں شاہجہان سے مشورہ نہ لیا ہو، شاہجہان نے بھی اپنی رائے نہ دی ہو، مورخون کا بیان ہے، کہ جہان آرا کی مساعی سے شاہجہان نے اورنگزیب کے تمام قصور معاف کر دیئے تھے، بحر زخار کی روایت ہے، کہ اس فرض کو اورنگزیب کے استاد مولانا سید محمد قنوجی نے جنکو اورنگزیب نے شاہجہان کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا، انجام دیا تھا، بہرحال اصلیت کچھ ہو، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آخر زمانہ میں اورنگزیب و شاہجہان کے تعلقات بہت خوشگوار ہو گئے تھے، شاہجہان اس کے بعد تقریباً آٹھ سال تک زندہ رہا، اور پھر گیارہ[1] رجب سنہ ۱۰۷۶ھ (۷ جنوری سنہ ۱۶۶۶ء) کو بیمار ہو کر دوشنبہ ۲۶ رجب (۲۲ جنوری) کو اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے عزلت گزین و گوشہ نشین ہو گیا،

اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع شہزادی جہان آرا نے اورنگزیب کو ان الفاظ میں دی:

"تقدس و تعالی ہموارہ سایۂ عاطفتِ بادشاہ عالمگیر را بر عالمیاں پایندہ و باقی دارد!
وقلم را چہ قدرت کہ شرحِ ایں مصیبتِ جانگداز بہ تحریر درآورد، و شمۂ از کیفیتِ ایں
روزِ سیاہ بر لوحِ عرض بر نگارد، و زباں را چہ یارا کہ آنچہ حادث شدہ در ضمیر تواند گذرانید!

[1] شاہجہان کے ان ایام کے مشاغل کے لیے دیکھو عمل صالح ص ۴۴-۴۶،

انچہ ازیں قضیہ برسرِ من گذشتہ اگر بدریا می گذشت خشک می شد و اگر بروز می رسید شب دیجور می نمود، ہر چند عقل میداند کہ در امثالِ ایں حادثات تدبیرے بغیر از اعتصامِ صبر و شکیبائی میسر نیست، و چارہ جز تمسک بہ آیاتِ الٰہی و احادیثِ حضرت رسالت پناہی ﷺ کہ در بابِ رضا و تسلیم نازل و وارد است متصور نہ، اما کثرتِ اندوہ زیادہ ازان است کہ حوصلہ تاب آورد، و در ہنگامی کہ باخاطرِ سوگوار و دیدۂ اشکبار مستغرقِ بحرِ اندوہ و ملال بود اشعۂ آفتابِ عنایتِ آں استظہار مہربان ساطع و لامع گردید، ہمانا کہ آبجیاتے بود کہ بر آتشِ سوزانِ ایں نیازمند ریخت، لاجرم از بیتابی و ناشکیبائی باز آمدہ بہ نصیحتِ ذاتِ عالی درجاتِ آں کوکبِ عالم افروزِ سلطنت و آں سزاوارِ تاج و تختِ خلافت دل را تسلی دادہ بدعاے مزید عمر و دولت گرامی پرداخت، امیدوار است کہ ایں آتشِ جانگداز بزلالِ ملاقاتِ آں قدوۂ سلاطین منطفی گردد، و ظلمتِ شامِ غم اندوہ بفروغِ صبحِ سعادت مبدّل شود، اشارہ در بابِ تعزیت دارانِ بندگانِ حضرتِ اعلیٰ خصوصاً اکبرآبادی محل شدہ بود، ظاہر و ہویدا است کہ اکنوں رعایت ہمگی تمامی باز ماندہ ہاے بعنایت و توجہ ایشاں وابستہ، دریں صورت چہ نگارش رود، کہ برایشاں ظاہر نباشد؟ زیادہ چہ نویسد۔

اس وقت اورنگزیب دہلی مین تھا، اس خبر کو پاکر اُس کی جو حالت ہوئی، اس کا ذکر اس کے درباری مورخ نے ان الفاظ مین کیا ہے۔

"از استماعِ ایں واقعۂ ہائلہ خاطرِ مقدسِ حضرتِ شاہنشاہی قرینِ ہزاراں غصہ و الم و رہینِ فراواں تحسر و افسوس گشتہ، بے اختیار قطراتِ عبرات بر وفیاتِ ہمایوں فرو بارید، و با وجود ثبات و تحملِ خسروانی و شکوہ و وقارِ سلیمانی و وسعتِ دستگاہِ صبر و

حوصلہ جہانبانی آثار قلق و بیقراری و علامات کمال تاثر و سوگواری کہ ہرگز از حلول ہیچ سانحہ دلخراش ازاں حضرت کسے را مشہود و معائن نگشتہ بود، ظاہر شد، و چنداں سیل سرشک از چشم جہاں بین آں خدیو جہاں رواں گردید کہ مقربان بارگاہ دولت و محرمان حریم سلطنت را تزلزل در بنائے طاقت افتاد[1]،

اس کے ساتھ اورنگزیب نے اپنی غمزدہ بہن جہان آرا کو یہ تسلی بخش خط لکھا:-

"آفریدگار جہاں عز اسمہٗ آں مشفقۂ مہربان رادریں حادثۂ عظیم صبر جمیل فرمودہ اجر جزیل کرامت کناد، چہ نگاشتہ آید و کجا بنگارش گنجد کہ ازیں قضیۂ ناگزیر بر خاطر غمگین چہ میگذرد، قلم را چہ یارا کہ ازیں درد جگر گداز حرفے نگارد، و زبان را کجا طاقت کہ ازیں الم شکیب ربا، برگذارد، تصور غم واندوہ آں صاحبۂ دل بتاب را بیشتر بر وقت اضطراب می آرد، اما با تقدیر ایزدی و قضائے آسمانی جز بے چارگی و تسلیم چارہ نیست، کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام،

بہمہ حال ایں ہمہ درد شعر مسار را بزودی انشاء اللہ تعالیٰ رسیدہ دانند یقین کہ نسبت بہ تعزیت داران علیحضرت خصوص اکبرآبادی محل تسلیہ کہ باید، میکردہ باشند مہربان من! چیزے کہ دریں وقت بکار آنحضرت می آید، رسانیدن ثواب تلاوت قرآن مجید و خیرات مستحقان است، دریں باب نہایت سعی نمایند، و ثواب آں را بروح مطہر آں حضرت ہدیہ بگذرانند، و ایں گناہگار نیز دریں کار است امید و اگر شرف قبول یابد" (۲۹/۱۶۹)

اور حاضرین مجلس عزا کو مخاطب کر کے کہا کہ

"ہمگی آرزوے دل و متمنائے خاطر آں بود، کہ ہنگام سنوح ایں قضیہ حاضر باشیم

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۳۵-۶،

و دیدہ بدیدار باز پسین آنحضرت، نور آگیں ساختہ بتکفلِ لوازمِ ایں امر ناگزیر اجر و سعادت اندوزیم، چوں باقتضائے تقدیر آں امنیت بحصول نہ پیوست، اکنوں تدارکِ آں بایں تواند بود کہ نسخ عزیمت اکبرآباد نہ کردہ، بآں مستقرِ خلافت شتابیم، و بزیارتِ مرقدِ منور و مضجعِ مطہرِ آں حضرت تبرک جستہ و گرامی ہمشیرہ . . . . . بیگم صاحب و دیگر سوگواران ایں مصیبت را تسلیہ و دلجوئی نمودہ از لباسِ کدورت برآریم[1]"

چنانچہ ۴ر شعبان (۳۰ر جون) کو دہلی سے روانہ ہونے کا حکم دے کر ۹ر شعبان (۴ر فروری) کو وہ چل کھڑا ہوا، اور ۲۰ر شعبان (۱۵ فروری) کو آگرہ پہنچا، دوسرے دن سیدھا

"بروضۂ منورہ حضرت علیین مکانی فردوس آشیانی پرتو قدوم گسترده، رسم طواف و زیارت بجا آورد و بفاتحہ و دعا و طلبِ رحمت و غفران، روح مطہرِ والدین کریمین شریفین را راحت و سرور افزود، و دلِ حق بین را تاثر و رقت عظیم دست داده، از دیدۂ اشکبار گوہر شک بسیار نثار آں دو مرقد مغفرت انوار فرمودند، و دوازده ہزار روپیہ بخدم و مجاورانِ آں مزار فیض آثار عطا کردہ نمازِ ظہر در مسجدِ روضۂ مکرمہ ادا نمودند[2]"

اس کے بعد اورنگزیب اپنی غم نصیب بہن اور دوسری خواتین کے پاس تعزیت کے لیے گیا، اور ان کو سمجھا بجھا کر "مجموع را از لباسِ کدورت برآوردند"

لیکن اورنگزیب کو سب سے زیادہ اپنی بڑی بہن کا خیال تھا، وہ چاہتا تھا، کہ شاہجہان کی وفات کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل میں یہ اندیشہ و افسوس نہ گذرے، کہ اب اُس کا رہا سہا اختیار بھی جاتا رہا، اس لیے اورنگزیب نے اسی دن تمام "امرائے نامدار و بندہائے آستانِ سلطنت مدار" کو حکم دیا کہ:-

---

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۳۶، [2] ایضاً ۹۳۸،

"بدرحرم گاہِ دولت رفتہ، بخدمتِ آں ملکۂ قدسی نقاب کورنش برسانند و نذر ہا بگذرانند"

اس کے بعد اورنگزیب جتنے دنون بھی آگرہ رہا، اُس کا صرف یہ کام تھا، کہ ایک طرف تو بہن کی دلجوئی اور دوسری طرف بادشاہ کے ایصالِ ثواب کے فرائض انجام دے، اس بیان کو بھی ایک عینی شاہد کی زبانی سن لو:۔

"حضرت شہنشاہی ہرچند روز بروز بروضۂ منورہ پرتوِ قدوم گسترده بدعاو فاتحہ اجر و سعادت می اندوختند، ومکرر دراں روضۂ فیض آلود مجلسِ مولود منعقد ساختہ بانفاقِ محتاجین و فقرا و انعامِ صلحا و فضلا ہدیۂ سرور بروح پرورِ حضرت فردوس آشیانی علیین مکانی فرستادند"[1]

یہ تھا اورنگزیب کا برتاؤ، شاہجہان کے ساتھ، اور اب ناظرین کا فرض ہے، کہ وہ خود فیصلہ کرین کہ اورنگزیب اس حیثیت سے لائقِ الزام ہے یا قابلِ ستایش،

مراد کی گرفتاری مراد کی گرفتاری کا حال جاننے کے لیے ہم کو ایک مرتبہ پھر اُس وقت تک کے حالات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، جبکہ اورنگزیب سموگڈہ کی لڑائی کے بعد آگرہ آکر قلعۂ اکبرآباد کے سلسلہ مین مصروفِ عمل تھا، ان دنون مراد زخمون سے چور، مجبور بیمار پڑا تھا، اس لیے تمام کام تنہا اورنگزیب کو کرنا پڑتے تھے، اور یہی وجہ تھی کہ مراد کی بے سر فوج نے شہر کے اندر پہنچکر جو لوٹ مار مچادی تھی، اس کو روکنے کے لیے اورنگزیب کو اپنے بیٹے کو بھیجنا پڑا تھا، علالت کے زمانہ مین مراد کے تمام افسر اور مصاحبین اس کا دل بہلانے کے لیے اُسی کے پاس جمع رہتے تھے، اور انھون نے حسب دستور اس کو یہ باور کرانے کی کوشش شروع کی، کہ دھرمات پور اور سموگڈہ کی فتوحات دراصل اس کی بے مثل شجاعت و جوانمردی کی رہینِ منت ہین، اور اورنگزیب اس کی علالت سے غلط فائدہ اٹھاکر اُس کے ثمراتِ فتح سے اس کو

[1] عالمگیر نامہ ص ۹۲۹ نیز فتح قلعۂ اکبرآباد اور شاہجہان کی بقیہ زندگی کے بقیہ حالات کے لیے دیکھو عالمگیر نامہ ص ۱۲۳-۱۱۰ و ۹۳۹-۹۳۲، عمل صالح ص ۳۱-۲۵، ۴۷-۴۳۔ ظفر نامۂ عالمگیری ص ۲۸-۲۴ و ۴۷،

محروم کر دینا چاہتا ہے، مراد سادہ دل تو تھا ہی، اس نے فوراً اُس کو مان لیا، اس کے علاوہ ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہین، کہ اُس نے کس غرض سے اورنگزیب کا ساتھ دیا، اور کس چیز کا حاصل کرنا اس کی منزلِ مقصود تھی، اس لیے اُس نے فوراً نہایت تیزی سے فوج کی بھرتی شروع کر دی، عام لوگ اس کے پاس جمع ہونے لگے، اور ان کو دیکھکر اورنگزیب کے نئے افسر اور ملازم جو اپنے نئے مالک کی باقاعدگی کو قید سمجھتے تھے، مراد کی ملازمت مین داخل ہونے لگے، اور اس نے بھی اورنگزیب کا خیال کیے بغیر انکو موجودہ مراتب سے بڑھکر درجون پر بحال کرنا شروع کر دیا، اورنگزیب نے بھی یہ سوچکر کہ جو کمزور و منافق ہین نکل جائین، خاموشی اختیار کی، دوسرے وہ اپنے پیارے بھائی سے جواب طلب کرکے اس کو پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، چنانچہ جب وہ دارا کو جو دہلی مین بڑے پیمانہ پر جنگ کی تیاری مین مصروف تھا، اس کے ارادہ سے باز رکھنے کے لیے جانے لگا، تو اس نے مراد سے کہدیا، کہ وہ ابھی بیلد ہے، اس لیے یہین آرام کرے، اور جب وہ اچھا ہو جاے، اُس وقت آکر اُس سے مل جاے، لیکن مراد کے مصاحبون اور مشیرون نے اس کو یہ سمجھایا، کہ اورنگزیب اس بہانہ سے دہلی جا رہا ہے، تاکہ وہان پہنچکر باقاعدہ اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دے، مراد کے دل مین یہ بات بیٹھ گئی، اور وہ اورنگزیب کی روانگی کے دوسرے ہی دن دہلی کی طرف چل کھڑا ہوا، تاکہ جونہی اُسے موقع ملے، وہ اورنگزیب پر عقب سے حملہ کر دے، اورنگزیب نے اس کے اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے کہ وہ اپنے معاہدہ پر قائم ہے، اس کے پاس تقریباً ۲۵ گھوڑے اور ۲۰ لاکھ روپے بھیجدیے، لیکن مراد کے رویہ مین سرمو فرق نہین آیا، بلکہ اُس نے اورنگزیب سے گستاخی شروع کی، اس کی ہدایات کی پروا نہ کرتا، اور اپنے کو بادشاہِ ہند سمجھ کر اپنے افسرون کو شاہی خطابات بانٹنے لگا، اس کے آدمیون نے یہ دیکھکر کہ اس کے مالک اور اورنگزیب کے تعلقات کشیدہ ہو رہے ہین،

سلہ بعض تاریخون کا بیان ہے، کہ اورنگزیب نے اس سے چلنے کے لیے کہا تھا، اور اس نے انکار کیا تھا، مگر اس کے روانہ ہونے کے بعد اس کے تعاقب مین چل کھڑا ہوا،

لوٹ مار شروع کردی،

اس کے علاوہ اگر معصوم کا بیان صحیح تسلیم کرلیا جاے، تو اس بات مین کوئی شبہہ نہین رہتا کہ مراد نے شاہجہان کی شہ اور اپنے مصاحبون کی خوشامد سے متاثر ہوکر یہ رویہ اختیار کیا تھا، معصوم کا بیان ہے کہ جب شاہجہان کو اس بات مین کہ وہ اورنگزیب کو قلعہ کے اندر بلاکر کسی قسم کا گزند پہنچاے، ناکامیابی ہوئی تو اُس نے مراد کو اپنا آلۂ کار بنایا اور اس غرض سے یہ خط مراد کو لکھا:-

"بادشاہیٔ کل ہندوستان بطیبِ نفس و طوعِ ضمیر بآں فرزند سعادت پیوند، حوالہ نمودہ ایم، باید کہ دریں باب کمال آگاہی و بردباری بتقدیم رسانیدہ مطلقاً ایں رازِ سربستہ را بہیچ کس از نزدیک و دور ظاہر نسازد، بعد از روے چند برادر و برادر زادہ را بہانۂ ضیافت بخانۂ خود طلب داشتہ کار ہر دو بپایاں رساند، و خطبۂ ملک باسم و لقب خویش مزین گرداند، کہ من برضاے خاطر عہدۂ ایں امر خطیر را بآں فرزند عقیدتمند سپردہ ام، ایں کار عالی را از روے کمال آگاہی سرانجام بخشد" (۲/۱۹۵)

مراد اس خط کو پاکر، اس ارادہ مین تھا کہ کسی دن اورنگزیب کو اپنے یہان آنے کی دعوت دے اور یہان بلاکر اس کا کام تمام کردے، لیکن قبل اس کے کہ وہ اس ارادہ کو عملی صورت پہنچا سکے، کتاب دار کے ذریعہ یہ رقعہ اورنگزیب کے پاس پہنچا اور اس نے حفاظتِ خود اختیاری مین مراد کو گرفتار کرلیا۔

یہ خط صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن اس حقیقت سے انکار نہین کیا جاسکتا، کہ مراد نے آگرہ پہونچنے کے پہلے ہی سے نہایت رازدارانہ طریقہ سے بادشاہ اور اس کے وزیر اعظم سے خط و کتابت شروع کردی تھی، اور چاہتا تھا کہ اس کا قصور معاف ہوجاے، چنانچہ اُسی وقت سے جبکہ اورنگزیب نے جسونت سنگھ کو شکست دیکر جہان آرا کے خط کا جواب دیا تھا، مراد نے اس قسم کی خفیہ مراسلت شروع کردی تھی اور اگرچہ اس نے بھی ایک خط جہان آرا کے خط کے جواب مین اورنگزیب کے دکھانے کے لیے لکھا تھا (وہ خط اورنگزیب کے

خط کا خلاصہ تھا، (دیکھو خط نمبر ۴/۲۴۴) لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا خط بھی چپ چاپ شاہجہان کو عفوِ تقصیرات کے لیے لکھا کہ

"چوں دریں ولا از مطاوی نشانِ نوآمد قدسی الالقاب، فلک احتجاب علیہ عالیہ کہ بیاد شاہزادہ . . .

. . . . . صادر شدہ بود، ہویدا گردید کہ ہنوز ابوابِ عفو و بخشایش بر روے بندہاے سراسر تقصیر مسدود نشدہ بنابراں جبیں بر زمینِ اعتذار سودہ با عالم عالم ندامت و پشیمانی از گناہانِ کبیرہ و معاصیِ عظیمۂ خویش استغفار مینماید امیدوار است کہ . . . . . اعلیحضرت . . .

. . . . رقمِ عفو بر صفحاتِ اعمالِ نکوہیدہ و حرکاتِ ناپسندیدہ ایں مرید و بندۂ شرمسار گنہگار کشیدہ، از سرِ تقصیرِ ایں مرید مجرم معترف بگناہ درگذرند، کہ ایں سراپا جرم و جنایت و سراسر خجلت و ندامت را جز عنایت و مرحمتِ پیر و مرشدِ حقیقی . . . . . پناہے و دستگیرے نیست و در بابِ ایں عاصی تائب نادم ہر چہ حکمِ اقدس وارفع شرفِ نفاذ یابد کاربند گردیدہ، ازیں شرمساری برآید" (نمبر ۵/۲۲۵)

معلوم ہوتا ہے، کہ شاہجہان نے عفوِ تقصیرات کی یہ شرط لگائی تھی کہ مراد اورنگزیب سے الگ ہو جاے تاکہ اورنگزیب کا پوزیشن کمزور ہو جاے، دوسری طرف اُس نے شجاع کو دعوت دی اور تیسری طرف دارا کو دہلی مین تیاری کے لیے لکھا، اس طرح اورنگزیب تین دشمنون کے زد مین آرہا تھا[1]، ان مین سے سب سے قریبی دشمن اس کا چھوٹا بھائی مراد تھا، کہ اس سے ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم

[1] یہاں پر یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہین کہ اسی زمانہ مین متھرا مین، جو کہ ہندو مساعی کا ایک بڑا مرکز تھا، عام شورش و بدامنی پیدا کیگئی اور اورنگزیب کو قیامِ امن کے لیے ایک دوسرا فوجدار روانہ کرنا پڑا، اس شورش کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اورنگزیب کی راہ مین مزید رکاوٹ پیدا کیجاے، اسی کیساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اورنگزیب کے عہدِ حکومت مین یہ شہر ہندو سازشوں، شورشوں اور بغاوتون کا ایک بڑا مرکز رہا ہے،

وہ کس وقت اورنگزیب کی فوج پر حملہ کر دیگا، اس لیے اورنگزیب کو مجبوراً اس کو گرفتار کر کے فوری خطرہ سے اپنے کو محفوظ کرنا پڑا،

مراد کی گرفتاری کے متعلق مغربی مورخین نے جو الزامات تراشے ہین، اور جس رنگ آمیزی سے ان کو بیان کیا ہے، وہ ان کی ایجاد ہے، نہ اورنگزیب نے مراد کو شراب پلائی، اور نہ اس کے پاس کسی مغنیہ کو بھیجا، بلکہ اُسے اپنے یہان بلا کر گرفتار کرا دیا، اور بس، اور اسی وقت اُس سے کہدیا تھا، کہ اس کی گرفتاری وقتی ہے، اگر اس عرصہ مین اُس نے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دیا، کہ اب وہ اورنگزیب کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہ کریگا، تو وہ اس کو آزاد اور معاہدہ کے مطابق صوبون کا مالک بنا دے گا، چنانچہ اسی غرض سے اورنگزیب نے مراد کو نہ صرف اس کے اہل وعیال کو بلکہ اس کی محبوب سرسی بائی تک کو اسکے پاس گوالیار مین رہنے کی اجازت دیدی، اسکے لیے معقول وظیفہ مقرر کر دیا، اور اس کو ہر قسم کی محدود آزادی دیگئی، لیکن مراد برابر اپنے بھاگنے کی کوشش مین لگا رہا، چنانچہ اسی سلسلہ مین اُس نے سب سے پہلے اپنے پاس کے ملازمون کو ملا لیا، اور ان مین مشہور مورخ خافی خان کا باپ بھی تھا، اس کے بعد اُس نے ان مغلون کو جو درویش صورت گوالیار مین تھے، رام کیا اور پھر مغل کارروانون کی، جو گوالیار سے گذرتے تھے، دعوتین شروع کین، اس کا اثر یہ ہوا، کہ ان سب نے ملکر یہ طے کر لیا، کہ مراد کو یہان سے نکال لیجایا جاے، کمند ڈالی گئی، اور مراد آخری مرتبہ اپنی محبوبہ سرسی بائی سے ملنے گیا، وہ پیغام وداع سنکر چلائی، محل کے پہرہ دارون کو شبہہ ہوا، تلاش کے بعد کمند کا پتہ چلا، اور مراد اپنے اس ارادہ مین ناکامیاب رہا، اورنگزیب اگر چاہتا تو اسی وقت مراد کو اس کی سزا دے سکتا تھا، لیکن اس نے اس کے متعلق بازپرس تک نہ کی، اور مراد تقریباً ۴ سال تک گوالیار کے قلعہ مین رہا،

لہ خافی خان کا باپ مراد کا جان نثار معتمد نوکر تھا، خافی خان کی اورنگزیب سے عداوت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، اس لیے مراد کے متعلق اُس کا بیان یقیناً قابلِ وثوق ہوگا، دیکھو جلد ۲ ص ۶-۱۵۵،

مگر اب اورنگزیب کی حکومت کو شروع ہوے کئی سال ہو چکے تھے، اورنگزیب نے مسلمانون کے مقدمات کا فیصلہ مذہبی احکام کے مطابق حتی الامکان دینے کا حکم دیدیا تھا، قصاص وغیرہ کے مسائل مین مذہبی احکام ہی نافذ ہونے لگے تھے، اس کو دیکھ کر علی نقی کے چھوٹے لڑکے کو خیال گذرا کہ اب جبکہ اسلامی قانون کے مطابق انصاف ہو رہا ہے، تو کیون وہ مراد سے اپنے باپ کا انتقام نہ لے، چنانچہ اس نے اپنے بڑے بھائی کو بھی اس مین شریک کرنا چاہا، لیکن اس نے انکار کیا، اسلیے اس نے تنہا بادشاہ کے سامنے اس کے متعلق درخواست دی، بادشاہ نے اُسے منع کیا، لیکن اُسنے نہین مانا، مجبوراً اوسے گوالیار کے قاضی کے پاس بھیجا، قاضی نے بھی خون بہا لینے پر بہت زور دیا، لیکن اس چھوٹے اور کھوٹے لڑکے نے اُسے بھی مسترد کر دیا، اب حکم صاف تھا، اور قاضی کے حکم سے علی نقی کے خون کا بدلہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۰۷۲ھ (۴ دسمبر ۱۶۶۱ء) کو اس شہزادہ کو اپنے خون سے دینا پڑا،

اورنگزیب نے اس مقدمہ کو جس نظر سے دیکھا، اس کا ثبوت خود خافی خان کا بیان بہتر طریقہ سے مہیا کرتا ہے، اس کا بیان ہے، کہ جس لڑکے نے استغاثہ داخل کیا تھا، وہ "مغضوب نظر بادشاہی گردید" اور بادشاہ نامۂ محمد صادق کے بیان کے مطابق بادشاہ نے اس سے عرصہ تک گفتگو تک نہین کی، دوسری طرف جس لڑکے نے

ازدعوی خونِ پدر ابا نمودہ بود، بادشاہِ قدرداں از فرمودن خدمات حضور و دیگر عنایات متوجہ حالِ او شدند[1]

دارا کا وقتی تعاقب | مراد کو گرفتار کرنے کے بعد اورنگزیب کو معلوم ہوا، کہ دارا اس کی آمد کی خبر سنکے

[1] مراد کی گرفتاری عالمگیر نامہ ص ۴۲-۱۳۲، عملِ صالح ۳-۳۲، ظفر نامۂ عالمگیری ص ۳۲-۲۹، تاریخ شجاعی الف ۷۹ ب ۸۴، سرکار جلد ۲ باب ۳، مراد کا قتل، عمل صالح ص ۴۲ وغیرہ،

کے بعد ہی دہلی چھوڑ کر لاہور چلا گیا ہے، کہ یہاں اُسے اس جنگ جو علاقہ مین بڑی فوج جمع کرنے کی توقع تھی، اس لیے اورنگزیب نہایت اطمینان سے دلّی تک آیا، اور یہاں کچھ دنون قیام کرکے دارا کے تعاقب مین روانہ ہوا، لیکن دارا کی ہمت اتنی ٹوٹ چکی تھی، اور اورنگزیب کے سپاہیون کا اتنا رعب اس کے افسرون کے دل مین بیٹھ چکا تھا، کہ اسکی آمد سے پہلے ہی، مقدمۃ الجیش کی آمد کیساتھ ہی دارا کی کچھ فوج تو بھاگ کھڑی ہوئی، اور کچھ اورنگزیب کی فوج سے آکر مل جاتی، اورنگزیب نے اپنے افسرون کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ تھوڑی سی فوج لے کر برابر دارا کے تعاقب مین لگے رہین، اور وہ خود پوری فوج کے ساتھ اس جماعت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، دارا لاہور سے ملتان اور وہان سے بھکر آیا، لیکن اس کی فوج اور جماعت برابر کم ہوتی جاتی تھی تا آنکہ اس کے بڑے معتمد جنرل دؤد خان نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اب وہ اپنے کو ہر طرف سے محصور و بے یار و مددگار پا رہا تھا، اور اسے صاف نظر آرہا تھا، کہ اگر وہ پنجاب و سندھ کے چکر مین پڑا رہا، تو بہت جلد اورنگزیب کے ہاتھون گرفتار ہو جاے گا، اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ کو بھی جو سموگڈہ کی فتح کی خبر پاکر سلیمان شکوہ سے الگ ہو کر اورنگزیب کے پاس آگیا تھا، دارا کے تعاقب پر مقرر کر دیا تھا، اور دارا کی صحرانوردیون، اسکی مشکلات اور اس کے عبرت انگیز حالات کے لیے مرزا راجہ کے خطوط جو اُس نے اورنگزیب کو لکھے تھے، ہمارے لیے بہت مفید ہین، دارا بھکر سے سیدھا کچھ کی طرف روانہ ہوا، اس اثنا مین اورنگزیب بھی ملتان تک پہنچ چکا تھا، یہان پہنچکر اس کو معلوم ہوا، کہ اس کا منجھلا بھائی محمد شجاع بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کے لیے آگرہ کی طرف بڑھ رہا ہے، اورنگزیب دیکھ رہا تھا، کہ اب دارا کی حالت ایسی نہین ہے، کہ اُس سے فوری طور سے کوئی خطرہ لاحق ہو، اس لیے اُس کے تعاقب کو اپنے افسرون کے ذمہ چھوڑ، فوراً اپنی فوج کے ساتھ آگرہ کی طرف لوٹا، کہ شہزادہ شجاع کو سمجھا بجھا کر معاہدہ کی دفعات کی پابندی پر مجبور کرے،

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شہزادہ شجاع کی یہ کارروائی درست تھی، کیا اُسکی یہ پیشقدمی انصاف پر مبنی تھی، اور کیا اورنگزیب کی مخلصانہ کارروائیوں اور مراحم خسروانہ کا یہی صلہ ہو سکتا تھا، اس لیے ہم کو ان دونوں بھائیوں کے تعلقات کو سمجھنے کے لیے ایک مرتبہ پھر سموگڈہ کی فتح تک واپس ہونا چاہیے،

داراپر فتح اور آگرہ پر قبضہ کرنے کے بعد اورنگزیب نے شجاع کے خلاف کوئی مہم روانہ نہیں کی، اس کے صوبوں کو ضبط نہیں کیا، بلکہ اپنے وعدہ پر قائم رہ کر شجاع کو اپنی طرف سے کامل اطمینان دلانے کے لیے اُسے صوبہ بہار بھی دے دیا کہ شجاع عرصۂ دراز سے شاہجہان سے اس کی درخواست کر رہا تھا، اور اُس کی درخواست پر شاہجہان نے اس کی امید بھی دلائی تھی، چنانچہ وہ ایک خط میں جو شاہجہان کے نام ہے لکھتا ہے کہ

"نگارش یافتہ بود کہ چوں بسبب ناسازی ہوا ے راج محل فدوی التماس نمودہ بود کہ یک پرگنہ کہ متصل گدھی باشد در صوبہ پٹنہ عنایت شود، کہ در موسم برسات آنجا بودہ باشد اگر آں فدوی میخواستہ باشد، عوض صوبۂ بنگالہ و اُڑیسہ، صوبہ پٹنہ و رہتاس وغیرہ باو عنایت فرمائیم، تا بیک پرگنہ چہ رسد"

صاحب و قبلۂ حقیقی سلامت! چوں خانہ زاداں دریں ملک بوجود آمدہ اند واز ناسازئ آب و ہوا آنجا در ایام صفر و ہنگام رضاع ہر روز بکوفت والے گرفتار میشوند بنابراں معروض داشتہ بود کہ اگر پٹنہ بایں مرید ازلی اعتقاد مرحمت میشد، خانہ زاداں در ایام برسات کہ موسم ہجوم بیماری ہاے غیر متناہی است، در آنجا اقامت نمایند" (۲۲۹)

لیکن چونکہ پٹنہ کے ملحق صوبے دارا کے تھے، اور وہ اپنے کسی بھائی سے ہم سرحد ہونا پسند نہ کرتا تھا، اسی لیے شاید یہ تجویز منظور نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ شاہجہان نے جو مہم قندھار کے بعد

سے اورنگزیب سے ایک دن کے لیے بھی خوش نہ تھا، اورنگزیب کی شکایت لکھتے ہوئے شجاع کو دکن دینے کی تجویز بھی پیش کی، اسی خط میں شجاع لکھتا ہے کہ

"دیگر امرِ جلیل القدر شدہ کہ" اورنگزیب بہادر انتظامِ صوبۂ دکن را موافق مرضیٔ خاطرِ مقدس نہ کردہ بآں غلام بندگی سرشت امر میکنیم کہ اگر ہر چہار صوبہ دکن را میخواستہ باشد، و تواند آباد ساخت باو مرحمت فرمائیم" (ایضاً)

لیکن شجاع کو پٹنہ پر ہی اصرار رہا، اور وہ اس کو نہ ملا،×

اورنگزیب کی صاف دلی | اب اورنگزیب نے شجاع کی اس دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے لیے یہ صوبہ اُسے دیدیا، اور مزید اطمینان کے لیے شاہجہان سے بھی ایک خط لکھوایا، ہم دونوں خط یہاں درج کرتے ہیں، تاکہ اس سے اورنگزیب کے وسعتِ اخلاق اور صفائی باطن کا حال واضح ہو جاے، پہلا خط اورنگزیب کی طرف سے ہے، اور دوسرا شاہجہان کی طرف سے:-

(۱) "چوں ہموارہ خواہش ایں صوبہ (صوبہ پٹنہ) داشتید، بالفعل آں را با ولایت بنگالہ متصرف شدہ، بجمعیتِ خاطر و فراغِ بال روزے چند بنظم و پرداختِ آں صوبہ و جبرِ اختلالِ احوالِ خود پردازید، تا آنکہ جنود و قاہرہ از تعاقب وارا بے شکوہ و کفایتِ مہم او فارغ شدہ بمستقر اورنگِ حشمت مراجعت کنند، درآں وقت مطالب و مدعیاتِ دیگر کہ داشتہ باشید، در حصولِ آں نیز خواہیم کوشید، وچنانچہ آئینِ اخوت و مقتضاے فتوت است، ہیچ چیز از مراتبِ ملک و مال مضائقہ نخواہیم نمود" (۱۶۵/۴)

(۲) "چوں آں فرزند ہمیشہ از کثرتِ خرچ و قلتِ دخل عرضداشت مینمود، و قبول ایں امر بمقتضاے کل امر مرہون با وقاتہا در حیزِ تعویق می بود، الحال از روے کمال مرحمت صوبہ بہار را بر صوبۂ عمدہ بنگالہ او دیسہ افزودہ حسب الالتماس فرزند عالی قدر از باطل

تہی دارحق پر سلطان اورنگزیب بہادر باقطاعِ آں فرزندِ اقبال مند بخیال مقرر و مسلم داشتیم کہ از ابتدائے فصل ربیع یونت ئیل وکلائے خود را فرستادہ بجاگیر خود مسلم دانند و وکلائے آں فرزند در تکثیر زراعت وعمارات ملک باید کہ نہایت سعی میکردہ باشند و خود باید کہ مطلقاً از راج محل ارادہ طرفے ننمایند، واگر داعیہ دریافتِ ملازمتِ اعلیحضرت ہجوم آوردہ باشد، خود بعد از روزے چند طلب خواہیم نمود"

اورنگزیب ان خطوط کو روانہ اور اپنے چہل سالہ بھائی کے ایفائے عہد پر بھروسہ کرکے دارا کے تعاقب مین دہلی اور پھر پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا،

شجاع کی بدعہدی شجاع کے لیے دارا کی شکست ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی، پھر اورنگزیب کی آگرہ سے دوری نے اس کے حوصلے اور بڑھائے، مراد بھی جو لڑائی کی جان تھا، قید ہو چکا تھا، اور آگرہ کا قلعہ ناتجربہ کار محمد سلطان کے ہاتھ مین تھا، ان حالات نے اس کے مردہ جذبات کو ایک مرتبہ پھر بیدار کر دیا اور وہ اورنگزیب سے بھی دو چار ہونے کے لیے تیار ہو کر روانہ ہوگیا، اس کے ساتھ ہی شاہجہان بھی اپنی اسیری مین خاموش بیٹھا نہ رہا، بلکہ اس نے بھی شجاع کو خطوط لکھے، کہ وہ اورنگزیب کے مقابلہ کے لیے بڑھے، چنانچہ اورنگزیب نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہین، اور جنکو بعض تاریخون نے نقل بھی کیا ہے، اس کا کافی ثبوت ہین، ایک خط مین وہ لکھتا ہے کہ

مقدمۂ شورش بادشاہزادۂ محمد شجاع امرے نیست کہ بر کسے مستور بودہ باشد، یا آں را وسیلۂ تشریف نیاوردن اعلیحضرت بدارالخلافہ قرار تواں داد" (۱/۱۲۴)

اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ شجاع نے یہ بات مشہور کی تھی، کہ دارا کی طرح اورنگزیب بھی شاہجہان کو آگرہ سے جہان کی آب و ہوا اُس کے موافق نہین ہے، دہلی نہین جانے دیتا اس لیے مین شاہجہان کو آزاد کرا کے دہلی لیجانے کے لیے جا رہا ہون، اورنگزیب دوسرے

خط مین لکھتا ہے: کہ

"ازانجاکہ بادشاہزادہ شاہ شجاع قدرِ عافیت ندانستہ بقصدِ ستیزو جدال از پٹنہ بالاآباد رسیدہ، گردِ شورش برانگیختہ، ایں مرید نیز کہ بصد تعب و مشقت خاطر نقد از جانب بادشاہزادۂ کلاں واپرداختہ ہنوز نفس راست نہ کردہ بود، توکل بر تائیداتِ نصرت بخش حقیقی نمودہ . . . .

. . . . . متوجہ آں حدود گردیدہ" (۳/۱۲۶)

اورنگزیب جب واپسی مین آگرہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا، کہ یہ سب آگ شاہجہان کی لگائی ہوئی ہے، چنانچہ وہ ایک خط مین لکھتا ہے، کہ

بر خاطرِ دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ایں مرید در ابتدائے حال و آغازِ وقوع مراتبے کہ بتقدیرِ ایزد متعال رو دادہ باعتقادِ آں کہ چوں اعلیحضرت عقیلِ کل اند، واکثر گرامی اوقاتِ عمر ابد پیوند در تجاربِ پست و بلندِ روزگار گذشتہ شاید ظہور ایں معنی را قضا و قدر دانستہ در شکستِ کارِ ایں مرید و . . . . . رونقِ دیگراں کہ ارادۃ اللہ بدان تعلق نگرفتہ کوشش نفرمایند، سلوک را بنہجے مستحسن قرار دادہ بود . . . . . .

. . . . . وہر چند شنید کہ موجبِ ارتفاعِ غبارِ فساد و برہم خوردگیٔ مہماتِ عبارتحریکِ آنحضرت است، و برادراں بفرمودۂ اقدس بدست و پا می زنند، و جانے می کنند، اصلا گوشِ بسخنانِ مردم نینداختہ، اندیشۂ انحراف از شاہ راہِ عقیدت نمی نمود،

لیکن ازآنجاکہ اخبارِ بے توجہیٔ اعلیحضرت بتواتر رسید، چنانچہ از نوشتہ کہ بعبارتِ ہندی بشاہ شجاع قلمی گردید پود و خان و مانِ او بر سرِ آں خراب شدہ، ہویدا است، و یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مرید را نمی خواہند، و با آنکہ کار از دست رفتہ ہنوز تلافیِ آں دارند، کہ دیگرے استقلال یافتہ سعیٔ ایں فردی کہ مصروفِ ترویجِ دینِ متین و

انتظامِ مہماتِ مملکت است، ضائع شود، و ہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند" (ص ۱۲۴)

یہ تو باپ کا حال تھا، دارا بھی اس سازش مین پیچھے نہ تھا، اس نے الہ آباد، بنارس، اور رہتاس کے قلعہ دارون کو جو اُس کے ملازم تھے، خفیہ احکام جاری کر دیئے، کہ وہ قلعون کو شجاع کے حوالہ کر دین، اور اس طرح اوسے اورنگزیب کے مقابلہ مین جس قدر بھی ممکن ہو، قوی بنا دیا جاے، اور قلعہ دارون نے دارا کے حکم کی لفظ بلفظ تعمیل کرتے ہوے، جہان کہین شجاع پہنچا، اس کے سامنے قلعہ کے دروازے کھول دیئے،

کھجوا کی جنگ | اورنگزیب کو جب شجاع کے بڑھنے کی خبر پہنچی، تو پہلے اُس نے محمد سلطان کو حکم دیا، کہ آگرہ کی موجودہ فوج کو لے کر بڑھے، پھر خود بھی روانہ ہوا، اسی اثنا مین جسونت سنگھ جو دھرمات پور مین شکست کھا کر بھاگ گیا تھا، راجہ جے سنگھ کی وساطت سے معافی پاکر شریکِ فوج ہو گیا تھا، ساتھ تھا، یہ تمام فوجین ۲ جنوری کو مل گئین، اورنگزیب نے محمد سلطان کو لکھ دیا تھا، کہ وہ لڑائی مین پیشقدمی نہ کرے، بلکہ اس کے آنے کا انتظار کرے، کیونکہ اس کا خیال تھا، کہ جب شجاع کو معلوم ہوگا کہ اس کا راستہ بند ہو چکا ہے، اور اورنگزیب خود آرہا ہے، تو وہ واپس ہو جاے گا، لیکن اس نے اپنی فوج کے بنارس تک بلا مزاحمت بڑھ آنے کو اپنی فتح سمجھ کر، واپسی کے بجاے پیشقدمی شروع کر دی، عالمگیریات کے ماہر سر جدوناتھ سرکار اپنی تاریخ مین لکھتے ہین:-

"اب صورتِ حال بالکل بدل چکی تھی، اور اورنگزیب کا خیال تھا، کہ ایک عقلمند آدمی کی طرح شجاع اپنی اس سعیِ غیر مشکور سے باز آکر فوراً واپس ہو جاے گا، چنانچہ اسی خیال سے اُس نے اپنی رفتار سست کر دی، بارہ دن دہلی مین ٹھہر گیا، پھر سرون کی شکارگاہ مین جاکر خبرون کا انتظار کرنے لگا، کہ اگر شجاع لوٹ گیا، تو شہزادہ کو واپس بلا لیا جاے گا، یا بادشاہ شکارگاہ سے واپس آجائیگا، لیکن شجاع کو روانہ بڑھتا گیا، تا آنکہ کھجوا پہنچ گیا"

دوسری ہی جنوری کی شام کو میر جملہ بھی، اپنی فوج کے ساتھ، دکن سے آکر، اورنگزیب سے مل گیا۔ اب دونون طرف سے جنگ کی تیاریان شروع ہوئین، جسونت سنگھ کو بھی یہین کی کمان دیگئی لیکن اُس نے لڑائی سے ایک رات پہلے شجاع سے سازش کرلی، اور کہا کہ رات کو مین عقب سے اورنگزیب کی فوج پر حملہ آور ہون گا، اور تم سامنے سے حملہ کردینا، اور ہم دونون ملکر اورنگزیب کو پیس ڈالین گے۔ اورنگزیب نے ایک راجپوت راجہ کے ساتھ جو احسان کیا تھا، اُسکا یہ بدلا تھا۔ راجپوتون کے عاشق اور راجستان کے مصنف کپتان ٹاڈ صاحب نے اس غیر راجپوتی حرکت کی یہ توجیہ کی ہے:۔

"راٹھور (سردار) نے اپنے انتقام کے لیے بہترین موقعہ سمجھکر ایک طرف تو اورنگزیب کے احکام کی اشاعت کی، اور دوسری طرف شجاع کو اپنے اصلی ارادہ کی اطلاع دیدی۔ . . . . .

. . . . . اپنے پہلے ہی حملہ مین اُس نے راٹھور سوارون کے ساتھ محمد سلطان کی فوج پر عقب سے حملہ کرکے اس کو کاٹ کر رکھدیا، شاہی خیمہ کو لوٹ کر بہترین اسباب اونٹون پر لادکر آگرہ روانہ ہوگیا، اور دونون بھائیون کو چھوڑتا گیا، کہ آپس مین کٹ مرین . . . . . .

. . . . . اُس کے یہ تمام کام دارا کی خیرخواہی مین تھے"

اورنگزیب نے اس غداری کے وقت جس کمالِ سکون کا ثبوت دیا ہے، اسے ایک معتبر شخص کے الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

"در شبے کہ فردائے آں باشجاع جنگ مقرر بود، قریب دو نیم پہر شب گذشتہ بود، کہ بعرض رسید کہ راجہ جسونت سنگھ با فوج خود کہ چاردہ ہزار دار دپیادہ بود و محافظتِ فوج ہراول تعلق باو داشت، قرار دادہ کہ بشجاع ملحق شود، در اثنائے راہ بر مردم و دوابِ اردوے معلی دست اندازی سخت نمودہ، چنانچہ سر رشتۂ لشکر برہم خوردہ و آشوب تمام در مردم بہم رسیدہ، اکثر با فوجِ آں ہراول رفاقت نمودہ، راہِ ادبار پیش گرفتند"

حضرت در ادائے نماز تہجد بودند بعد از شنیدن اشارہ بدست کردند کہ اگر رفت رفتہ باشد وجوابے دیگر نفرمودند بعد از فراغ از اوراد، میر جملہ را طلب نمودہ فرمودند کہ ایں صورت ہم از فضلِ الٰہی شد، کہ اگر ایں نفاق اندیش در عین جنگ ایں کار را میکرد، تدارک مشکل بود، بعدہٗ حکمِ نقارہ و سواری شد و خود بدولت سوار شدہ باقی شب را ہماں طور بسواری فیل گذرانیدند بعد از طلوعِ صبح ..... بفیلبان فیل سواری خاص فرمودند کہ بہر صورت فیلِ ما را بفیلِ شجاع برسان دریں وقت مرشد قلیخان ..... بعرض رسانید کہ ایں طور جرأت خلافِ طورِ بادشاہان است"۔

فرمودند "ما ہیچ کدام بادشاہ نشدہ ایم، مردم بعد ازیں طور جرأتہا بادشاہ می شوند بعد از بادشاہی ہم اگر در جرأت تفاوت شود آں سلطنت نمی ماند:

عروسِ ملک کسے در کنار گیرد و تنگ
کہ بوسہ بر لبِ شمشیرِ آب دارد ہد[1] (احکام عالمگیری)

---

[1] یہاں پر یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ اورنگ زیب نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو اس کی اس غداری پر کسی قسم کی باز پرس نہیں کی، اور اُس کے متعلق اگر کسی کو کچھ لکھا تو صرف اتنا کہ یہ ایک غیر راجپوتی فعل تھا، چنانچہ مرزا راجہ جے سنگھ کو لکھتا ہے:-

"آنچہ جسونت سنگھ با خود کرد، ہیچ دشمن نکند ..... ما در عنایت و مرحمت نسبت باو باوجود تقصیرات و بے اخلاصہا کمی نکردیم، آنچہ او کرد شاید ہیچ کم ذات یا سپاہیئے نہ کند، چہ جائے راجپوت از خانوادۂ کلاں"

اسی طرح اورنگزیب کی شکست اجمیر کی غلط خبر پر جن لوگوں نے سرکاری فوج چھوڑ دی تھی اُن میں مرزا راجہ کا لڑکا کنور رام سنگھ بھی تھا، اورنگزیب نے اس سے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی اور مرزا راجہ کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے معاف کر دیا، اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ظاہر شد کہ سیز دہم رجب در میانِ کوہستان جمیع راجپوت سوائے راجہ سجان سنگھ بندیلہ بے رخصت آں فرزند ترک ہمراہی لشکر ظفر اثر نمودہ روانہ آں طرف شدند، نمی دانیم کہ کنور راجہ شد کہ باغوائے دیگر عاقبت نا اندیشا واطلاع بر اخلاص درست آں عمدۂ راہمائے زمان چنیں ارادۂ نامناسب کرد..... بہر حال کنور خود خانہ زاد و دخاطر آں دولتخواہ بلا اشتباہ کہ پیش ما بسیار عزیز است، در میان است لہذا نصیحت وار شادے کہ باید خواہیم کرد"

۵ جنوری کو یہ نتیجہ خیز جنگ ہوئی، اور شجاع شکست کھاکر پٹنہ کی طرف بھاگا، اس جنگ کے بعد بھی اورنگزیب، شجاع کو زیادہ پریشان کرنا نہین چاہتا تھا، اور اسی لیے وہ اس کے تعاقب مین نہین گیا، بلکہ میر جملہ اور شہزادہ محمد سلطان کو بھیجدیا، اگر اس موقع پر شجاع صلح کی درخواست کرتا، تو یقیناً وہ مسموع ہوتی، لیکن اس نے اس کے بجاے پہلے پٹنہ مین فوجی امداد کے خیال سے اپنے لڑکے کی شادی کی، اور پھر مونگیر پہنچکر لڑائی کی دوبارہ تیاری شروع کردی، لیکن وہ وہان بھی زیادہ دنون تک نہ رہ سکا، اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھاگتا ہوا اپنے دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوگیا، اسی اثنا مین جنگ اجمیر کے متعلق اورنگزیب کے سپاہیون مین اس نے یہ افواہ مشہور کرادی کہ اورنگزیب، دارا سے شکست کھاکر دکن کی طرف بھاگ گیا ہے، اور میر جملہ بیرہبوم ہوکر، براہ اوڑیسہ دکن جارہا ہے، اس خبر کا اثر عام فوج پر کچھ نہ پڑا لیکن ایک سردار کی فوج کے سوا تمام راجپوت فوج اورنگزیب کی عام فوج سے الگ ہوگئی، اور میر جملہ یا محمد سلطان سے اجازت لیے بغیر آگرہ کی طرف چل کھڑی ہوئی، چند مہینون کے اندر راجپوتون کے متعلق اورنگزیب کا یہ دوسرا تجربہ تھا، میر جملہ نے اپنی خداداد قابلیت وصلاحیت سے کام لیکر اس نازک موقع کو سنبھال لیا، لیکن اسے اس سے زیادہ اور اہم صدمہ پہنچنے والا تھا،

ایک دن صبح کو معلوم ہوا، کہ شہزادہ محمد سلطان فوج سے غائب ہے، اور رات کو تنہا بھاگکر شجاع سے مل گیا ہے، یہ شجاع کی ترکش کا آخری تیر تھا، محمد سلطان کو اس کے خوشامدیون نے یہ باور کرادیا تھا، کہ کھجوا کی فتح دراصل اسی کی ہمت مردانہ کی مرہون منت ہے، اور اورنگزیب سے زیادہ وہ حکومت کی صلاحیت رکھتا ہے، دوسرے جب سے اورنگزیب نے شجاع سے معاہدہ کیا تھا، وہ شجاع کی لڑکی سے شادی کرنے کو بے چین تھا، چنانچہ فتح آگرہ کے بعد ہی، اس نے اپنی شادی کے متعلق اورنگزیب سے خط وکتابت شروع کردی تھی، اب جو شجاع کی طرف سے پیام آیا، تو سمند شوق کو ایک

اور تنازیانہ ہوا،

محمد سلطان کا اس طرح بھاگ جانا، میر جملہ کے لیے مختلف مشکلات کی ابتدا تھی، لیکن وہ ہمت نہ ہارا، اور اس نے اس طرح بے اعتنائی برتی، کہ گویا صرف ایک معمولی آدمی کم ہو گیا ہے، محمد سلطان کی فوج کو بھی مطمئن کر دیا، اور شجاع سے جنگ مین مشغول ہو گیا، فتح و شکست کے مختلف منظر دیکھکر، اور یہ معلوم کرکے کہ وہ ایک ہارنے والی جماعت کے ساتھ ہے، شہزادہ کو سخت پشیمانی ہوئی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، اورنگزیب کی پدرانہ شفقت پر بھروسہ کرکے وہ اپنی نئی دلہن کو خبر کئے بغیر میر جملہ کے یہان واپس چلا آیا، وہان سے فوراً اُسے اورنگزیب کے پاس بھیجدیا گیا، اورنگزیب نے اوسے کیون قید رکھا؟ اس کے متعدد اہم اسباب تھے، جنکو طوالت کے خیال سے ہم یہان نظر انداز کرتے ہین

شجاع کو اپنے نوارہ (کشتیون کے بیڑے) پر بہت بھروسہ تھا، لیکن میر جملہ کی ہمت، صلاحیت اور کاردانی کے سامنے یہ قلعہ بھی غائب ہو گیا، اور بالآخر بنگال کو چھوڑکر اپنے بال بچون اور چند ساتھیون کے ساتھ مگھ قوم کے ملک "ارچنگ" (ارکان) کو چلا گیا، یہان کے راجہ نے اُسے نہایت عزت و احترام سے رکھا، لیکن اس نے وہان کے مسلمان باشندون کے ساتھ سازش کرکے راجہ کے تخت پر قبضہ کرنا چاہا، عین وقت پر اس کا پتہ چل گیا، راجہ نے شجاع کی گرفتاری کے لئے فوج بھیجی، اور جیسا کہ وہان کے پرتگالی تاجرون کا بیان ہے، وہ اسی وقت اپنے ارکان خاندان کے ساتھ شہید کر دیا گیا، اس طرح بدنصیب شجاع نے اپنی خام کاریون کی بدولت غریب الوطنی مین، اس بیکسی مین جان دی،

اورنگزیب کو جب معلوم ہوا، تو اس نے اپنے افسرون کو لکھا کہ وہ شجاع کے خاندان کا اس ملک مین پتہ لگائین، لیکن اس وقت کیا آج تک کسی کو، اس بدبخت خاندان کے متعلق کوئی بھی صحیح بات معلوم نہ ہو سکی،

ان حالات سے ناظرین خود اندازہ کرلین، کہ اورنگزیب پر شجاع کی تباہی و بربادی کا الزام کہان تک درست ہی۔

اجمیر کی لڑائی اورنگزیب کو کھجوا کی لڑائی سے فرصت ہی ملی تھی، کہ اُسے اطلاع ملی، کہ دارا نے گجرات مین فوج جمع کرلی ہے، اور ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کے لیے اجمیر کی طرف بڑھ رہا ہے، اسی لیے اورنگزیب نے شجاع کے تعاقب کو اپنے بیٹے محمد سلطان اور اپنے افسر میر جملہ کے سپرد کرکے اجمیر کی راہ لی۔ دارا سندھ سے روانہ ہوکر بے آب و گیاہ صحرا کو طے کرتا کچھ پہنچا تھا، یہان کے راجہ نے نہ صرف مشرقی میزبانی کا ساتھ دیا، بلکہ حصولِ شرف و عزت کے لیے اپنی لڑکی دارا کے لڑکے سپہر شکوہ سے بیاہ دی، فوجی امداد اس کے علاوہ تھی، اس کے ساتھ ہی، جب دارا، گجرات پہنچا، تو وہان کے نئے گورنر شاہ نواز خان نے جسے اورنگزیب نے نظربندی سے آزاد کرکے ابھی ابھی اس منصب پر مقرر کیا تھا، اورنگزیب کی عداوت مین اسکی اطاعت قبول کرکے اس صوبہ کے تمام مالی و فوجی ذرائع دارا کے حوالہ کردیئے، دارا کی ہمت برابر بڑھ رہی تھی، اور ابھی وہ فوج کی ترتیب مین مشغول ہی تھا کہ اُسے جسونت سنگھ کا پیغام ملا، کہ وہ اجمیر چلا آے، کہ یہان اُسے نہ صرف جسونت سنگھ بلکہ تمام راجپوتانہ کی فوجی امداد حاصل ہوگئی، مہاراجہ جسونت سنگھ نے کھجوا کی لڑائی کے موقع پر، جس غیر راجپوتی اخلاق کا ثبوت دیا تھا، اس کو ہم دیکھ چکے ہین، اس لیے دارا کو چاہیئے تو یہ تھا، کہ ایسے آدمی پر بھروسہ نہ کرتا، لیکن اُس نے سمجھا کہ اُسکی وہ چال اُسی کی حمایت پر تھی، چنانچہ اُس کی بات پر یقین کرکے، وہ اجمیر تک چلا آیا، اورنگزیب بھی اُس طرف برابر بڑھ رہا تھا، لیکن جسونت سنگھ کا کہین پتہ نہ تھا، مجبور ہوکر دارا نے اپنے لڑکے کو اُس کے پاس بھیجا، مگر اس کے پہلے مہاراجہ جے سنگھ کا پیغام اُس تک پہنچ چکا تھا، کہ اگر وہ دارا کی حمایت سے باز آجاے، تو مرزا راجہ اس کے قصور کو اورنگزیب سے معاف کرا دے گا، مہاراجہ جسونت سنگھ نے پھر ایک مرتبہ دھوکہ دیا، اور دارا کی مدد سے انکار کردیا، دوسرے

راجپوتون نے بھی اس کی تقلید کی، اور دارا ایک بڑی مدد سے محروم ہوگیا،

اورنگزیب ۲۶ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ (۱۱ مارچ ۱۶۵۹ء) کو اجمیر کے قریب پہنچ چکا تھا، دارا کے لیے واپسی ناممکن تھی، اس لیے اس نے موجودہ فوج کے ساتھ ہی تیاری کی، لڑائی تقریباً اُسی رات سے شروع ہوگئی، لیکن سب سے بڑا معرکہ ۲۸ جمادی الثانی (۱۳ مارچ) کو ہوا، دارا کے بڑے بڑے افسر کام آئے، شاہ نواز خان بھی مارا گیا، اور دارا شکست کھاکر بھاگا، اورنگزیب نے مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان کو دارا کے تعاقب کے لیے مقرر کیا، اور ۴ رجب (۱۸ مارچ) کو دہلی کی طرف واپس ہوگیا،

دارا کی گرفتاری و قتل

دارا اپنے خاندانی ارکان اور تھوڑے سے سپاہیون کو لیکر پہلے احمدآباد گیا، پھر کچھ کا رخ کیا، لیکن قسمت کے ساتھ ہر چیز بدل چکی تھی، اور اب ہر دروازہ اُس کے لیے بند تھا، مجبوراً اُس نے ارادہ کیا، کہ ایک مرتبہ پھر اُسی بے آب وگیاہ صحرا کو طے کرکے سندھ ہوتا ہوا، قندھار چلا جائے، کہ اُس نے شاہِ ایران سے خط وکتابت شروع کردی تھی، اور اُس نے نہ صرف اپنے قندھاری افسرون کو اُس کی امداد کی ہدایت کردی تھی، بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی حکم دیدیا تھا، کہ وہ دارا کے استقبال کے لیے تیار رہے، یہ تمام خطوط منشآتِ طاہر وحید مین موجود ہین، اور ہم طوالت کے خیال سے نظرانداز کرتے ہین، اسی زمانہ مین دارا نے اپنی جماعت کو مختصر کرنے کے لیے اپنے حرم کی بہت سی عورتون کو بھی چھوڑ دیا، اُس کے سپاہی اُس کے دشمن ہوگئے، اور اُنھون نے اُس کو لوٹنا شروع کیا، دارا دریاے سندھ کو عبور کرکے سیوستان مین داخل ہوا، کہ درۂ بولن کی راہ سے قندھار پہنچ جائے، راستہ مین ملک جیون زمیندار دادر کا، علاقہ پڑتا تھا، اُس پر دارا کے بہت سے احسانات تھے، دارا نے ایک مرتبہ اُس کی جان بھی بچائی تھی، اور اُسے امید تھی کہ یہ زمیندار ضرور احسان کا بدلہ دیگا، لیکن ایسا نہین ہوا، جب دارا اس کے علاقہ مین پہنچا، تو ظاہرا جیون نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، لیکن بہت جلد اس کے دل کا کھوٹ ظاہر ہوگیا، اور اس نے انعام وخطاب کی لالچ مین دارا

کو گرفتار کرلیا، اسی اثنا مین دارا کی محبوب ترین حرم نادرہ بیگم کا انتقال ہوگیا، اُس کی موت دارا کیلئے سب سے بڑا روحانی حادثہ تھا، اُس کی ہمت ٹوٹ گئی، اس کا دل چھوٹ گیا، اور اس نے مرحومہ کو لاہور مین دفن کرنے کے لیے، روانہ کرتے وقت اپنے آخری معتمد علیہ ملازم کو بھی نعش کے ساتھ اپنے سے جدا کردیا، ملک جیون نے دارا کو گرفتار کرکے اورنگزیب کے آدمیون کو اسکی اطلاع دی، مہاراجہ جے سنگھ اور بہادر خان فوراً دادر کی طرف روانہ ہوگئے، اور ۱۲ر شوال (۲۳ جون) کو دارا اپنے چھوٹے لڑکے اور دو لڑکیون کے ساتھ ان کے حوالہ کردیا گیا، یہ قافلہ ۱۴ر ذی الحجہ (۲۴ر اگست) کو دہلی کے قریب پہنچا اور یہان نظر بیگ چیلہ ان کی حفاظت پر مقرر کیا گیا،

یہان دارا تقریباً پانچ دن رہا، اس کے بعد ۲۰ر ذی الحجہ (۲۹ر اگست) کو وہ اور اس کا بیٹا شہر کے بازار سے گذارے گئے، اُن کو رات کے وقت خضرآباد مین مہابت خان کی سرائے مین رکھا گیا، اور اس کے دوسرے دن ۲۱ر ذی الحجہ (۳۰ر اگست) کو دارا نے اس عنصر خاکی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا،

اس وقت تک دارا کے قتل کے سلسلہ مین جو کچھ بیان کیا گیا، وہ خشک واقعات تھے لیکن اب ہم ان مبالغہ آمیز غلط روایتون اور افسوسناک بے بنیاد الزامون کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہین، جو اس سلسلہ مین عام ہین،

سب سے پہلا سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے، وہ یہ ہے، کہ کیا اورنگزیب دارا سے لڑنے مین حق بجانب تھا؟ اس کا جواب گذشتہ صفحات بہت آسانی سے دیسکتے ہین، دارا کی تمام عمر اورنگزیب کی عداوت مین گذری، اُس کی ایک ایک حرکت اس بات کا آئینہ ہے، کہ وہ ہر صورت سے اورنگزیب کو ذلیل وخوار بلکہ تباہ وبرباد کردینا چاہتا ہے، باپ کو بدظن کرتا ہے، بھائیون سے وہ برگشتہ کرنے کی سعی مین مصروف ہے، بہنون سے وہ لڑانے کی فکر مین ہے، دکنی ریاستون

کے سامنے اُسے ذلیل کرنے کا وہ سامان کر رہا ہے، سرکاری افسرون کو وہ بہکا رہا ہی، غرض وہ سب کچھ کر رہا ہے، جو اورنگزیب کا بڑا سے بڑا دشمن کر سکتا ہی، بات یہین پر ختم نہین ہو جاتی، وہ شاہجہان کے پیہم اصرار نہین بلکہ التجاؤن کے باوجود اورنگزیب سے لڑنے کے لیے بڑھتا ہے، اور جب تک گرفتار نہین ہو جاتا، اسی فکر مین لگا رہتا ہے، دوسری طرف اُس کے مذہبی خیالات نے ایک عام ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی، "شاہ بلند اقبال" کی الحاد پرستی نے مذہب کو ایک مذاق مقرر کر دیا تھا، مذہب کے حدود کا کہین نام و نشان بھی نہ تھا، اور ہر شخص نے ایک جدید مسلک اور ہر مدعی نے اپنی ایک الگ راہ قائم کر رکھی تھی، اس کے علاوہ شاہجہان کی کورانہ محبت، جسونت سنگھ وغیرہ کی منافقانہ چالون اور دوسرے سیاسی مذہبی گروہون کی خفیہ سازشون نے دارا کو ایک خطرناک دشمن بنا رکھا تھا، ایسی حالت مین اُس کا نظر بند رکھنا خطرات سے خالی نہ تھا، مراد نے نظر بندی کے زمانہ مین جو سازش کر رکھی تھی، وہ ابھی ابھی ہم دیکھ چکے ہین، ایسی حالت مین اورنگزیب کے پاس اس کے سوا کیا چارۂ کار تھا، کہ وہ اس خطرہ کا سدِباب کر دے، اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اسکی زندگی، ایک لمحہ کے لیے بھی محفوظ نہین رہ سکتی تھی، اُس نے شاہجہان کو خود اس کے متعلق نہایت صاف طور سے آگاہ کر دیا تھا، کہ

"سرِ وارث ملک تا بر من است تنِ ملک را فتنہ پیراہن است"

اب دوسرا سوال اس نمایش کا ہوتا ہے، جو بازار مین دارا کو ہاتھی پر پھرا کر کیگئی، لیکن جو لوگ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہین، کہ جب کبھی کسی شہزادہ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، یا کوئی شہزادہ اس طرح قتل ہوا ہے، کہ اس کا ثبوت عوام کو نہین ملا ہے تو بہت سے لوگون نے اس سے فائدہ اٹھا کر ملک کو فتنہ کا گھر اور کشت و خون کا بازار بنا دیا ہے، خود اورنگزیب کے سامنے اس کی مثالین موجود تھین، شاہجہان کے عہد مین اس قسم کا واقعہ پیش آچکا تھا، ایسی

حالت مین اگر وہ دارا کو شاہ راہِ عام سے نہ گذارتا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ملک مین نہ معلوم کتنے ایسے مدعی پیدا ہو جاتے، جو یہ دعوی کرتے، کہ دارا اصل مین قتل نہین کیا گیا، بلکہ وہ اصلی دارا ہین، خود اورنگزیب کے عہد مین صرف اتنی سی بات پر کہ شجاع اور اس کے لڑکے کا حال متیقن طور پر معلوم نہ ہو سکا، دو مرتبہ دو شخصون نے اس دعوی کے ساتھ بغاوت کی کہ وہ شجاع کے لڑکے ہین، ابھی چند دن ہوے کہ بغداد مین ایک نوجوان نے اس بات کا دعوی کیا ہے، کہ وہ زارِ روس کا بڑا لڑکا ہی، یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے اورنگزیب کو مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا، ورنہ اُس کے لیے سب سے آسان صورت تو یہ تھی، کہ وہ دارا کو دہلی لانے، وہان بازار سے گذارنے، اپنے خلاف خواہ مخواہ جذبات پیدا کرنے، اور دار السلطنت کے امن کو خطرہ مین ڈالنے کے بجاے وہ دارا کو کسی غیر معلوم جگہ پر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا، لیکن ان مشکلات کو مول لینے سے اس کی غرض صرف فتنہ انگیزون کی زبان بندی مقصود تھی، اور بس،

تیسرا الزام جو اورنگزیب پر لگایا جاتا ہے، وہ یہ ہے، کہ اُس نے علما کی ایک مجلس کے سامنے دارا کے عقائد کے متعلق سوال پیش کیا، اور اُن سے فتوی حاصل کر کے اُسے قتل کرایا، اور اس طرح دارا کے قتل کا الزام اُس نے علما کے سر تھوپ دیا، حالانکہ واقعہ یہ ہے، کہ نہ کوئی علما کی مجلس مرتب کیگئی، اور نہ مفتیون کی بزم آراستہ ہوئی، بلکہ یہ الزام اُن کرمفرماؤن کا ہے، جو مسلمان علما کو متعصب، تنگ خیال، خونخوار، اور غضبناک ثابت کرنا چاہتے ہین، بات صرف اتنی تھی، کہ جس دن دارا کو بازار سے گذارا گیا، اُس کے حامیون نے عام عبرت انگیز جذبات سے فائدہ اٹھاکر شہر مین لوٹ مار شروع کر دی، اور اس سلسلہ مین ملک جیون اور اُس کے آدمیون پر حملہ کر دیا، اب اورنگزیب کے لیے غور طلب مسئلہ یہ تھا، کہ آیا وہ دارا کو اُسی طرح تظر بند رکھکر اس فتنہ کو بڑھنے دے، یا اس کا سدِباب کرے، اس سلسلہ مین مجالسِ مشورت منعقد کی گئی،

اس مین سرکاری افسر بھی تھے، اور اہل علم اصحاب بھی، اور یہ دونون جماعتین دارا کے رویہ، اُسکی افتادِ طبیعت اور اُس کی معاندانہ روش سے پہلے ہی سے بیزار تھین، اسلیے ان کی اکثریت نے یہ طے کیا، کہ دارا کو قتل ہی کر دینا اچھا ہے، اورنگزیب کو اس مین اختلاف تھا، لیکن وہ بھی سمجھتا تھا کہ ایسی حالت مین افسرون اور دوسرے با اثر لوگون کی راے کو ٹھکرانے کے کیا معنی ہین؟ اس لیے اُس نے بھی اُن کی راے پر عمل کرتے ہوے قتل کا فتوی دیا، اس سلسلہ مین خود اُس کے درباری مورخون کا بیان اس بات کی تردید ہی، کہ دارا کا قتل علما کے کسی مذہبی فتوی کا نتیجہ تھا، عالمگیر نامہ لکھتا ہے:-

"خدیو جہان لابہم بحکم دین پروری و شریعت گستری و ہم باقتضاے مصلحت دولت و سروری ستردن غبار وجود شر آمود . . . . . لازم آمدہ" (ص ۴۳۲)

صاحب مآثر عالمگیری نے صرف اس بیان پر اکتفا کیا ہی کہ

"چون بوجوہ ؟ ستردن غبار او . . . . . لازم آمد" (ص ۲۷)

عمل صالح نے صرف دارا کے قتل کا تذکرہ کیا ہی، اور ظفر نامۂ عالمگیری مین اتنا بھی نہین ملتا، تاریخ شاہ شجاعی کا بھی یہی حال ہے، بلکہ اُس نے تو اس مجلس کا حال ان الفاظ مین لکھا ہی کہ

"اول چناں مقرر شد کہ سلطان داراشکوہ را نیز مثل سلطان مراد بخش بقلعۂ گوالیار فرستادہ نگاہ دارند، آخر حسب الصلاح مہد علیا روشن آرا بیگم و دیگر خیر اندیشاں ازاں ارادہ متخلف گشتہ" (ص ۱۴۲)

اسی سلسلہ مین دو باتین اور قابل بیان ہین، اوّل یہ کہ دارا کے متعلق مغربی مورخون اور سیاحون کا بیان ہے، کہ مرتے وقت وہ عیسائی عقائد کا قائل تھا، اور دوسری بازاری گپ یہ ہے، کہ اورنگزیب نے دارا کی لاش کے ساتھ اچھا برتاؤ نہین کیا، لیکن یہ دونون باتین بے بنیاد اور سرتاپا غلط اور لغو ہین،

سلیمان شکوہ | مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ اس جگہ سلیمان شکوہ کا حال بھی بیان کر دیا جائے ہم دیکھ آئے ہین، کہ کس طرح دارا نے اُسے شاہ شجاع سے صلح کر کے واپس آنیکو لکھا تھا لیکن ابھی وہ راستہ ہی مین تھا، کہ اُسے دارا کی شکست اور اورنگزیب کی فتح اکبرآباد کی اطلاع ملی، اس اطلاع کے ساتھ ہی مہاراجہ جے سنگھ اور دوسرے افسرون نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ مختلف جگہ کی ٹھوکرین کھاتا ہوا، بالآخر گڑھوال کے علاقہ مین راجہ سری نگر کے یہان پناہ گزین ہوا، راجہ نے ایک بہادر راجپوت کی طرح مشرقی میزبان کے خدمات انجام دیئے، اور اوسے اورنگزیب کے آدمیون کے حوالہ کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ جب اُسے معلوم ہوا، کہ اس کا وزیر شہزادہ کو زہر دینے کی فکر مین ہے، تو اُس نے انتہائی غضب مین اُسے قتل کرا دیا، مگر راجہ کا بیٹا اخلاق سے زیادہ مادی منفعت کا خیال رکھتا تھا، اس لیے اُس نے غریب الدیار شہزادہ کو دھوکے سے گرفتار کرا دیا، جب اورنگزیب کی خدمت مین پیش کیا گیا، تو اورنگزیب نے اس کو تسلی دلاتے ہوئے کہا کہ وہ گھبرائے نہین، اُسے کسی قسم کی جسمانی اذیت نہین پہنچائی جائے گی، بلکہ دوسرے شہزادون کی طرح گوالیار مین رکھا جائے گا، چنانچہ وہ گوالیار بھیجدیا گیا، اور یہان اپنی موت سے جو شوال ۱۰۷۳ھ (مئی ۱۶۶۳ء) مین واقع ہوئی، قید جسمانی اور قید خاکی دونون سے رہا ہوا، ×

اورنگزیب کی تخت نشینی | ہم لکھ آئے ہین کہ کس طرح اورنگزیب نے اپنے بھائیون کے خلاف ابتدا ہی مین اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان نہین کیا تھا، بلکہ اُس کا خیال تھا، کہ وہ شاہجہان کو دارا کے ہاتھ سے آزاد کر کے اُسی کو صاحب اختیار بنا دے گا، لیکن آگرہ پہنچکر جب اس نے دیکھا کہ شاہجہان، اس کی جان کا گاہک اور اس کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے، تو اُس نے اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا، اور شاہجہان کی کارروائیان اس کے خیال کو مستحکم کرتی گئین، تا آنکہ جب وہ دہلی پہنچا، تو اُس نے محسوس کیا، کہ صرف ایک شہزادہ کی حیثیت سے وہ اتنا اثر و اقتدار جو اُسے ضروری تھا، حاصل نہین کر سکتا تھا، اس لیے

یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ (۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء) کو شالامار باغ مین سرسری طور سے تخت نشینی کے مراسم ادا کیے، اور اس کے بعد ہی پنجاب کی طرف روانہ ہوگیا، اس کے ساتھ ہی اُس نے شاہجہان کو لکھ دیا، کہ وہ ابتداءً اتنی بھی جرأت نہ کرسکتا تھا، لیکن جب اُس نے دیکھا، کہ اس طرح کام نہین چل سکتا، تو اُسنے مجبوراً بادشاہت کا اعلان کردیا ہے، اور جونہی حالات موافق ہونگے، وہ شاہجہان کو تخت حوالہ کردے گا، مگر اس کے بعد شاہجہان نے دارا کی حمایت اور شجاع کو بہکانے مین، جس سرگرمی کا اظہار کیا، اُس کو کامل ایک سال دیکھتے رہنے اور شاہجہان سے مایوس ہونے کے بعد، اُس نے عام طور سے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا، کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، بہرحال یہ رسم نہایت تزک و احتشام، شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ رمضان شریف کے مبارک مہینہ کی ۲۴ تاریخ (۵ جون ۱۶۵۹ء) کو عمل مین آئی، اور اورنگزیب "ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر بادشاہ غازی" کے نام سے جلوہ آرائے سریر حکومت ہوا، مختلف اشخاص نے مختلف تاریخین کہین، مسٹر بیل نے مفتاح التواریخ مین اُن کو ایک جگہ جمع کردیا ہے[1]، اب وہ ہندوستان کا تنہا بادشاہ بنگیا، رقعات عالمگیری کی پہلی جلد انھین واقعات پر ختم ہوئی ہے، اسلیے یہ مقدمہ یا کتاب کی پہلی جلد کا یہ مفصل تبصرہ یہین ختم ہوتا ہے، آخر مین صرف یہ کہنا ہے کہ عالمگیر ایک انسان تھا، انسانیت سے بالاتر جذبات کی توقع ہم اُس سے نہین کرسکتے، دیکھنا صرف یہ ہے کہ مغل شہزادون کے سوانح حیات کے مرقعین مین اُسکی تصویر اگر ہمایون سے زیادہ خوشنما نہین تو اکبر، جہانگیر اور شاہجہان سے زیادہ بری بھی نہین،

والکمال للہ وحدہٗ،

---

[1] اسی سلسلہ مین تاریخ شاہ شجاعی کا یہ بیان بھی قابل غور ہے کہ تخت نشینی کے وقت شاہجہان نے سرکاری جواہرات تخت طاؤس وغیرہ دینے سے ابتداءً انکار کردیا تھا، اور جب دیا تو تخت کے بعض جواہرات نکال لئے، واللہ اعلم بالصواب